لطائف علمیہ

اردو ترجمہ

کتاب الاذکیا

امام ابن جوزی بغدادیؒ

دار الاشاعت
کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لطائفِ علمیہ

اُردو ترجمہ

کتابُ الاذکیاءُ

☆ ٭ ☆

تصنیف — امام ابن جوزی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ — مولانا اشتیاق احمد صاحب مدظلہ فاضل دیوبند

پیش لفظ — مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ

عقل و دانائی، ذکاوت ذہانت اور حاضر جوابی کے متعلق عجیب و غریب حکایات و واقعات کا نہایت دلچسپ اور مستند ذخیرہ جس میں انبیاء علیہم السلام، صحابہؓ، اولیاء، علماء، صلحاء، ادباء، شعراء، رؤسا، ارباب صنعت و حرفت اور والیان ملک، غرض ہر طبقہ کے لوگوں کے ذہانت و دانائی کے واقعات درج ہیں

ناشر

دارالاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No. 86560
★ MAILSI ★

**

باہتمام: محمد رضی عثمانی

طابع: ادارۃ القرآن آفسٹ پریس کراچی ۵

قیمت: ۰۰ ۔

****

☆ ★

ملنے کے پتے

دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

ادارۃ المعارف ڈاک خانہ دار العلوم کراچی ۱۴

مکتبہ دار العلوم ڈاک خانہ دار العلوم کراچی ۱۴

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی، لاہور

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

فہرست مضامین لطائف علمیہ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ — از مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند	۵
۲	مقدمہ — از مترجم مولانا اشتیاق احمد صاحب مدظلہٗ	۱۵
۳	ترجمۃ المؤلف	۱۸
۴	دیباچہ — از مصنف امام ابن جوزی بغدادیؒ	۱۹
۵	باب ۱ : فضیلت عقل کے بیان میں	۲۰
۶	باب ۲ : عقل کی ماہیت اور اس کے محل کے بیان میں	۲۱
۷	باب ۳ : ذہن اور فہم اور ذکاء کے معنے	۲۳
۸	باب ۴ : ان علامات کا بیان جن سے کسی عاقل اور ذکی کی عقل پہچانی جاسکتی ہے	۲۵
۹	پہلی قسم کا بیان	۲۵
۱۰	دوسری قسم یعنی کسی عاقل کی عقل پر اقوال و احوال کے ذریعہ سے استدلال کرنا	۲۶
۱۱	باب ۵ : انبیاء متقدمین کی ذہانت کے واقعات	۲۷
۱۲	باب ۶ : پچھلی اُمتوں کی دانشمندی کی باتیں	۲۹
۱۳	باب ۷ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات جن سے آپ کی فطری ذہانت معلوم ہوتی ہے۔	۳۳
۱۴	باب ۸ : صحابہؓ کی عقل و ذہانت کے واقعات	۳۶
۱۵	باب ۹ : خلفاء رضی اللہ عنہم کی حکایات اور ذہانت کے واقعات	۵۶
۱۶	باب ۱۰ : وزراء کے عقل و ذہانت کے واقعات	۷۰
۱۷	باب ۱۱ : بادشاہ، اُمراء، درباری اور پولیس کے عمال کی حکایات	۷۵
۱۸	باب ۱۲ : قاضیوں کے احوالِ ذکاوت	۹۲
۱۹	باب ۱۳ : اس اُمت کے علماء اور فقہاء کے واقعات ذہانت	۱۰۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۰	باب ۱۴ : عابدوں اور زاہدوں کی حکایاتِ ذکاوت	۱۲۴
۲۱	باب ۱۵ : عرب اور علمارِ عربیت کے واقعات و حکایات	۱۲۵
۲۲	باب ۱۶ : ایسے حیلوں کا بیان جو اہلِ ذکاوت نے اپنا کام نکالنے کیلئے استعمال کئے	۱۳۹
۲۳	باب ۱۷ ایسے حیلوں کا ذکر جن کا انجام مقصود کے خلاف نکلا	۱۵۸
۲۴	باب ۱۸ : ایسے لوگوں کا حال جو کوئی حیلہ کر کے آفت سے بچ گئے	۱۶۸
۲۵	باب ۱۹ : ایسے نادر ملفوظات جن کا ظاہری مفہوم مراد ی مفہوم کے خلاف محسوس ہو	۱۸۱
۲۶	باب ۲۰ : ایسے لوگوں کا ذکر جو مسکت جواب سے دشمن پر غالب آگئے۔	۱۹۰
۲۷	باب ۲۱ : ایسے عام لوگوں کا ذکر جو اپنی ذکاوت سے بڑے رؤسا پر غالب آگئے	۲۰۲
۲۸	باب ۲۲ : متوسط اور عام طبقہ کے اہلِ ذکاوت کے اقوال و افعال	۲۰۷
۲۹	باب ۲۳ : اذکیائ کے بچتے ہوئے کلمات بولنے کے واقعات	۲۲۰
۳۰	باب ۲۴ : چند شعرا اور قصیدہ لکھنے والوں کی ذہانت کے واقعات	۲۲۵
۳۱	باب ۲۵ : ایسے حیلوں کا بیان جو لڑائیوں میں استعمال کیے گئے	۲۳۴
۳۲	باب ۲۶ : طبیبوں کی ذہانت کے واقعات	۲۵۱
۳۳	باب ۲۷ : طفیلیوں یعنی بن بلائے مہمانوں کے حالات	۲۶۳
۳۴	باب ۲۸ : چوروں کی چالاکیوں کے واقعات	۲۷۱
۳۵	باب ۲۹ : ذہین بچوں کی ذہانت کے واقعات	۲۹۲
۳۶	باب ۳۰ : ذی عقل مجنونوں کے واقعات	۲۹۹
۳۷	باب ۳۱ : تیز فہم نیک بیبیوں کے واقعات	۳۰۴
۳۸	باب ۳۲ : چوپایہ جانوروں کا ذکر جن کی باتیں انسان کے مشابہ ہیں	۳۴۳
۳۹	باب ۳۳ : ایسی ضرب الامثال جو عرب اور دیگر حکما کی زبانوں پر بے زبان حیوانات کے کلام کے حوالہ سے جاری ہیں اور بڑی دانش مندی کی دلیل ہیں۔	۳۵۸
۴۰	ختم کتاب	۳۶۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

از حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہم مہتمم دارالعلوم دیوبند

اطیب المقالات

مقالہ مندرجہ ذیل فخر العلماء حضرت مولانا محمد طیب صاحب عمت فیوضہم کے خامہ گہربار کا نتیجہ ہے۔ جس سے آنمحترم نے ترجمہ کتاب لاذکیا کو مرصع و مزین فرما دیا۔ ممدوح کی ذات گرامی جو "آفتاب آمد دلیل آفتاب" کی مصداق ہے کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ بلکہ ہم جیسے تاریک گوشوں کے مکین آپ کی ذات سے بین الانام متعارف ہو سکتے ہیں اور آپ کا علم اور دیگر اعلیٰ خصوصیات بالخصوص ذکاوت بھی علمی حلقوں میں مسلم ہے جس کا ایک مشاہدہ یہ مقالہ بھی ہے جس کو پڑھ کر آپ کی وسعت نظر، شگفتہ بیانی اور علمی موقف کے اندازہ کے ساتھ آپ کی ذکاوت بھی واضح ہوتی ہے، قصیر الہمت لوگوں کی ہمت افزائی کر کے ان میں عمل کے جذبات اُبھارنا بلکہ پیدا کرنا آپ کی ذکاوت کی ایک ایسی مثال ہے جو اس مقالہ کے آخری حصہ سے نمایاں ہو جاتی ہے۔

اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد خوش طبعی اور مزاح، زندگی اور زندہ دلی کی علامت ہے بشرطیکہ فحش، عُریانی اور عبث گوئی سے پاک ہو، واقعاتی مزاح نفس انسانی کے لئے باعث نشاط اور موجب حیاتِ نو اور تازگی کا سبب ہوتا ہے۔ جس سے یہ بانشاطِ نفس تازہ دم ہو کر زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ ساتھ تفریحِ نفس اور اس نشاط طبع سے جہاں خود اپنی طبیعت میں بشاشت وانبساط کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ وہیں مخاطبوں کی عقلوں اور ذکاوتوں کو بھی دقیقہ سنجی اور نکتہ رسی کی طاقت ملتی ہے اور پھر اسی حد تک بشاش طبیعتیں باہم مربوط ہو کر بہت سے ایسے اہم اور مشکل امور

کو حل کر لیتی ہیں جن سے مردہ اور پژمردہ طبیعتیں کلیتہً عاجز و درماندہ رہ جاتی ہیں۔ گویا مزاح و خوش طبعی درحقیقت افادہ و استفادہ کا ایک مؤثر ترین وسیلہ ہے جس سے دو اجنبی طبیعتیں ایکدوسرے سے قریب ہو کر ایکدوسرے کے ذوق سے پوری طرح آشنا ہوتی اور فائدہ اٹھاتی ہیں۔ چنانچہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ اور بالفاظ دیگر مغرور یا بناوٹی وقار کے خوگر انسانوں کی یہاں اگر مزاح و بے تکلفی کو حقیر سمجھا گیا ہے تو اسی حد تک وہ ربط باہمی اور عام افادہ و استفادہ کی نعمت سے بھی محروم رکھے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے مزاح و خوش طبعی سے کلیتہً کنارہ کشی اختیار نہیں فرمائی جس سے حقوق نفس کی رعایت کے ساتھ مخاطبوں کے حقوق محبت کی رعایت اور ان کے استفادہ کی خاطر انہیں بے تکلف بنانے کی اعانت بھی پیش نظر تھی۔ ورنہ انبیاء علیہم السلام کا رعب و داب اور ہیبت حق سائلوں کو اس کی جرأت ہی نہیں دلا سکتا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر کوئی سوال یا استفادہ کر سکتے۔ مزاح کا یہ کتنا عظیم فائدہ اور اس کی تہ میں یہ کتنی بڑی مصلحت پنہاں تھی کہ حضرات صحابہؓ کیلئے دینی سوال و استفسار اور کمال استفادہ و استرشاد کے دروازے اسکی بدولت کھل گئے جو ان کے حق میں علوم کی فراوانی اور دین و ایمان کی تقویت و ترقی کا باعث ہوئے اس لئے نتیجۃً اہل اللہ اور اہل کمال کا مزاح حقوق کیساتھ حقوق اللہ کی ادائیگی کا بھی ایک مؤثر ترین وسیلہ ثابت ہوتا ہے جس سے اس کی مشروعیت میں کوئی کلام نہیں کیا جا سکتا اور ساتھ ہی یہ بھی نمایاں ہو جاتا ہے کہ مزاح و خوش طبعی درحقیقت تفریح نفسانی کا نہیں بلکہ تہذیب روحانی، تنشیط اذہان اور تفریح عقل کا نام ہے۔ جس کے انبساط ہی پر دین کے انشراح کا مدار ہے ورنہ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بایں شان اعلیٰ کہ:

کان دائم الفکرۃ حزیناً	آپ ہمیشہ (فکر آخرت میں) فکرمند اور غمگین سے رہا کرتے تھے۔

اور بایں رعب و ہیبت حق کہ فاروق اعظمؓ جیسے جری اور بہادر صحابہؓ مرعوب و مغلوب ہو کر گھٹنوں کے بل گر جاتے تھے مزاح کو کبھی اختیار نہ فرماتے اگر مزاح محض تفریح نفسانی کا نام ہوتا۔ پس آپ کا اُسے اختیار فرما لینا ہی اُس کی کافی ضمانت ہے کہ مزاح کی جنس شرعی امور میں اپنا ایک مقام رکھتی ہے گو اس کی بعض انواع جو کذب و جہالت یا حدِ تمسخر تک پہنچ جائیں وہ مذموم بھی ہیں۔

اسی کے ساتھ یہ بھی پیش نظر رہے کہ اسلام دین فطرت ہے جو کسی بھی انسانی جذبہ کو مٹانے یا پامال کرنے نہیں آیا بلکہ ٹھکانے لگانے آیا ہے اُس نے ان جذبات تک کو بھی یکسر فنا کرنا نہیں

چاہا جو عرفِ عام بلکہ عقولِ عامہ میں معصیت سمجھے جاتے ہیں اور فی نفسہٖ ہیں بھی معصیت، جیسے جھوٹ دھوکہ، لوٹ مار، چوری، قتل و غارت اور اتراہٹ وغیرہ۔ لیکن ان کو اس نے مٹانے کے بجائے مناسب مقام پر استعمال کرنے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ بتلائی ہوئی حدود کے اندر استعمال ہوں مثلاً اصلاحِ ذات البین کے لئے جھوٹ۔ حربیوں کی جنگ میں دھوکہ، جہاد و قصاص میں قتل و غارت، غاصبوں کے ہاتھ سے اپنا مال نکالنے کے لئے چوری، متکبرین اور مغروروں کے مقابل صوری اتراہٹ وغیرہ امور کو صرف جائز ہی نہیں رکھا بلکہ اعلیٰ ترین طاعت و قربت قرار دیا ہے۔ پس اگر مزاح و خوش طبعی کو انسان کا ایک طبعی جذبہ ہی مان لیا جائے (جو حقیقتاً محض طبعی نہیں بلکہ وہ عقل کی تیزی، نفس کی وسعت اور حوصلہ و ظرف کے علو سے ابھرتا ہے) تب بھی اسلامی فطرت پر وہ پامال کرنے کیلئے نفسِ انسانی میں نہیں رکھا گیا بلکہ ٹھکانے لگانے کیلئے پیدا کیا گیا ہے تاکہ اندرونِ حدود کسی صحیح غایت کیلئے استعمال میں آئے اور ظاہر ہے کہ اس صحیح محلِ استعمال اور مناسب غرض و غایت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ اہل اللہ اور اہلِ کمال لوگوں کو اپنے وہبی رعب و داب کے دباؤ سے بچانے اور مستفیدین کو اپنے سے قریب اور بے تکلف بنانے کیلئے اسے استعمال کریں۔

نہیں بلکہ اگر وہ خالص نفسانی جذبہ بھی ہو تو بہر حال اسلام کی فطری شریعت نے نفس کے بھی تو حقوق تسلیم کئے ہیں تاکہ وہ بطمانینت باقی رہے اور روح کی اخروی سیر کے لئے مرکب اور سواری کا کام دے۔ پس اگر فطرت اللہ دنیا کو قائم رکھتی ہے تاکہ وہ آخرت کا وسیلہ ثابت ہو اور نفس کی بقا کے سامان کرتی ہے تاکہ وہ رب العزت تک روح کو پہنچا دے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ دواعیٔ نفس کو باقی نہ رکھے تاکہ وہ روحانی مقاصد کے لئے آلہ کار ثابت ہوں۔ پس اگر ان ہی دواعیٔ نفس مزاح و مذاق اور ظرافت و خوش طبعی بھی داخل ہے تو تابقائے نفس اس داعیہ کو بھی ضرور باقی رہنا چاہیئے۔ البتہ خود نفس اور اس کے دوسرے امیال و عواطف کی طرح اس داعیۂ نفس کی بھی حدود و محلِ استعمال اور طریقِ استعمال ضرور متعین ہوں کہ وہی حدود اس نفسانی جذبہ کو بھی روحانی بنا سکتی ہیں۔ نفس کے ان ہی طبعی جذبات و حقوق کی رعایت کا عام اصول لسانِ نبوی پر ارشاد ہوا کہ:

سے چنانچہ علاوہ روحانی اور بدنی دواعی کے خارجی امور کی رعایت کے لئے زینت امنیت، خوش منظری، خوش لباسی اور خوش وضعی تک جائز رکھی گئی تاکہ زندگی کے گوشہ گوشہ میں وہ رضاء الٰہی کی سیر کر کے ایک کامل مکمل نفس بن جائے ۱۲

وان لجسدك عليك حقاً	تم پر تمہارے بدن کا بھی حق ہے تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے تم پر
وان لنفسك عليك حقاً	تمہاری آنکھ کا بھی حق ہے تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے (یعنی غذا
وان لعينك عليك حقاً	ولباس تفریح طبع شب خوابی اور شہوت رانی وغیرہ اندرون حدود
وان لاهلك عليك حقاً	سب ہی تم پر لازم کی گئی ہیں) لہٰذا روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو.
فصم ونم وقم وافطر	سوئی بھی اور جاگو بھی۔ قیام صلوٰۃ بھی کرو۔ (اور راحت بھی)

(الحدیث۔ او کما قال)

چنانچہ حضرت صاحب اسوۂ حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مزاج کے عملی نمونے بھی اس طرح تام کر کے دکھلا دیئے جس طرح اور عبادات وعادات کے نمونے دکھلائے اور ایسے نمونے جن میں ظرافت وخوش طبعی انتہائی مگر واقعات کے مطابق اصول شرعیہ کے اندر اور حدود کے دائرہ میں معتدل جس سے آدمی ہنسے بھی اور علم بھی حاصل کرے مذاق کی تفریح بھی ہو اور حکمت سے مالا مال بھی ہو۔ خوش طبعی اور سنجیدگی کی آمیزش کے یکجا مرقعے۔ مثلاً آپ نے ایک بڑھیا کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

لا تدخل الجنة عجوز	جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہ ہوگی

بڑھیا بیچاری بہت حیران ہوئی عرض کیا یا رسول اللہ کیا واقعی بڑھیاں جنت میں نہ جائینگی؟ فرمایا ہاں بڑھیا جنت میں داخل نہ ہوگی۔ اور آپ مسکرا رہے ہیں اور وہ مستعجبانہ حیرانی میں فکرمند ہو رہی ہے۔ آخر جب اسکی حیرانی پریشانی کی حد تک آنے لگی تو فرمایا کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا۔

انا انشأناهن انشاءً	ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے اور ہم نے ایسا بنایا کہ
فجعلناهن ابكارا	وہ کنواریاں ہیں۔

یعنی جنت میں داخل ہوتے وقت وہ بڑھیاں نہیں رہیں گی۔ بلکہ انہیں نوجوان اور باکرہ بنا دیا جاویگا (یہ اس تفسیر پر ہے کہ اس سے حوریں مراد نہ لیجاویں) دیکھیے مذاق کا انداز ہے اور واقعات سے سرمو متجاوز نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی ادنیٰ دھوکہ یا چال ہے بلکہ خوش طبعی کے ساتھ ایک تخییل ہے تاکہ فکرمند بنا کر اگر دم ہنسا دیا جائے کہ فکر کے بعد جو فرحت ہوتی ہے وہ زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔ ساتھ ہی بڑھیا کو اور پوری امت کو اس مزاح سے ایک حکمت وعلم کا سبق بھی دیا گیا اور وہ یہ کہ بسا اوقات آدمی اپنے کسی ذہنی منصوبے سے (جس کا اسے شعور بھی نہیں ہوتا) آیت و روایت کے معنی غلط سمجھ لیتا ہے بوڑھیا

نے لاتدخل الجنۃ عجوز میں ایک ذہنی قید لگا رکھی تھی کہ لاتدخل الجنۃ عجوز فی الوقت یعنی جو اس وقت بڑھیا ہے وہ جنت میں داخل نہ ہو گی۔ حالانکہ مراد یہ تھی کہ داخلہ جنت کیوقت وہ بڑھیا نہ ہو گی۔ یعنی کوئی بھی بڑھیا بحالت پیری جنت میں داخل نہ ہو گی۔ پس اس مزاح سے حکمت کا یہ اصول ہاتھ لگا کہ نصوص شرعیہ (آیات وروایات) کی مراد سمجھنے کیلئے ذہن کو تمام خارجی قیود سے آزاد کر لینا چاہیئے ورنہ نص کا مفہوم کچھ کا کچھ ہو جائیگا جس سے خود اپنے لئے حیرانی اور پریشانی بڑھ جائیگی جیسا کہ بڑھیا کا حشر ہوا پس ایسی مزاح اور خوش طبعی پر ہزار سنجیدگیاں نثار ہیں جس سے فرحت نفس الگ ہو علم وحکمت الگ حاصل ہو اور قرب وربط باہمی الگ مستحکم ہو۔ پس یہ مذاق فی الحقیقت تعلیم حکمت کا ایک اعلیٰ ترین شعبہ ہے نہ کہ دل لگی ہے۔

حضرت عدی بن حاتم کو جب یہ معلوم ہوا کہ رمضان میں سحری کھانے کی آخری حد یہ ہے کہ:

کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض	کھاؤ پیو جب تک کہ سفید ڈورا سیاہ ڈورے سے
من الخیط الاسود من الفجر	صبح ہونے تک ممتاز نہ ہو جائے۔

تو انہوں نے ایک سفید اور ایک سیاہ ڈورا تکیہ کے نیچے رکھ لیا اور اسوقت تک کھاتے پیتے رہتے تھے جب تک کہ یہ دونوں ڈورے کھلے طور پر ایک دوسرے سے الگ نظر آنے لگتے اس میں کافی چاندنا ہو جاتا مگر ان کا خورد نوش بند نہ ہوتا۔ اور وہ بزعم خود قرآن پر عمل کر رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے مزاح کے لہجہ میں فرمایا:۔

اِنَّ وِسَادَتَکَ لَعَرِیْضٌ | تیرا تکیہ بڑا ہی لمبا چوڑا ہے (کہ اسکے نیچے سیاہ ڈورا اور سفید ڈورا یعنی لیل ونہار دونوں آگئے) اشارہ تھا کہ سیاہ وسفید ڈورے سے سوت کا ڈورا مراد نہیں بلکہ رات کا سیاہ خط اور صبح صادق کا سفید خط مراد ہے۔ جملہ مزاحی ہے مگر بھرپور ہے علم وحکمت سے جو واقعہ کے مطابق ہے اور تعلیم وارشاد سے لبریز۔

ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے سواری کیلئے اونٹ دیدیجئے۔ فرمایا کہ میں تجھے اونٹنی کے بچہ پر سوار کراؤنگا۔ اسنے حیرانی کے لہجہ میں عرض کیا یارسول اللہؐ بھلا اونٹنی کا بچہ میری کیا سہار کریگا اور میرا بوجھ کیسے سنبھالیگا؟ بس آپ تو مجھے اونٹ ہی عنایت فرما دیں یہ بچہ کا قصہ چھوڑ دیں۔ جب زیادہ حیران ہونے لگا تب صحابہؓ نے اسے سمجھایا کہ خدا کے بندے اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ تب وہ خوش ہو کر مطمئن ہوا۔

ایک انصاری عورت خدمت نبوی میں حاضر تھی، آپؐ نے اس سے فرمایا کہ جا جلدی سے اپنے خاوند کے پاس جا۔ اسکی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ وہ ایک دم گھبرائی بولائی ہوئی خاوند کے پاس پہنچی اسنے کہا تجھے کس مصیبت نے گھیرا جو گھبرائی ہوئی دوڑتی آرہی ہے؟ اُس نے کہا مجھے ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ تمہاری آنکھوں میں سفیدی ہے۔ اُس نے کہا ٹھیک ہے مگر سیاہی بھی تو ہے۔ تب اسے اندازہ ہوا کہ یہ مزاح تھا اور ہنس کر خوش ہوئی اور فخر محسوس کیا کہ اللہ کے رسول مجھ سے ایسے بے تکلف ہوئے کہ میری ساتھ مذاق فرمایا۔ مگر سبحان اللہ مذاق کیا تھا حقیقت سے لبریز تھا جس میں ایک بات بھی خلاف واقعہ نہ تھی نفس میں نشاط آوری مزید برآں تھی۔

نخعیؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا صحابہؓ بھی ہنسی دل لگی کر لیتے تھے؟ فرمایا ہاں درحالیکہ ایمان اُن کے قلوب میں جمے ہوئے پہاڑ کی طرح جڑ پکڑے ہوئے ہوتا تھا۔ یعنی اس ہنسی میں بھی خلاف واقعہ یا خلاف دیانت کوئی بات نہ ہوتی تھی روایات میں ہے کہ حضرات صحابہ آپس میں باتیں کرتے اشعار بھی ہوتے خوش طبعی بھی ہوتی لیکن جوں ہی ذکر اللہ درمیان میں آجاتا تو انکی نگاہیں اک دم بدل جاتیں اور یوں محسوس ہوتا کہ گویا آپس میں ان کی کوئی جان پہچان ہی نہیں۔

بہر حال جہاں حضرات صحابہ کا جوہر فکر آخرۃ، گریہ و بکا اور خوف و خشیت تھا وہیں حق نفس ادا کرنے کیلئے جائز خوش طبعی اور علمی مزاح بھی انکا جوہر نفس تھا۔ ایک مرتبہ صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈالے ہوئے اسطرح چلے جا رہے تھے کہ حضرت علیؓ بیچ میں تھے اور دونوں حضرات دونوں طرف۔ فاروق اعظمؓ نے مزاحاً فرمایا:۔

عَلِیٌّ بَیْنَنَا کَالنُّوْنِ فِی لَنَا	علی ہم دونوں کے درمیان ایسے ہیں جیسے لنا کے درمیان نون (کہ ایک طرف لام اور ایک طرف الف اور بیچ میں نون)

اس کلمہ کے الفاظ کی نشست سے اشارہ تھا اتحاد باہمی کیطرف کہ جیسے لنا میں تینوں حرف باہم جڑے ہوئے ہیں ایسے ہی ہم بھی باہم جڑ کر ایک ہیں اور معناً اشارہ تھا اسطرف کہ جب ہم باہم متحد ہیں تو سب کچھ ہمارے ہی لئے ہے کیونکہ لنا کے معنی ہیں (ہمارے لئے)

حضرت علیؓ نے برجستہ جواب دیا جو مزاح و خوش طبعی کی جان ہے کہ

لَوْ لَا کُنْتُ بَیْنَکُمَا لَکُنْتُمَا لَا	اگر میں تمہارے درمیان نہ ہوتا تو تم لا ہو جاتے (یعنی منفی ہو جاتے)

اور کچھ بھی نہ رہتے کیونکہ لنا کا نون نکل جانے کے بعد لا رہ جاتا ہے جس کے معنی ہیں "نہیں" یعنی تم میرے بغیر کچھ نہیں، کتنا پاکیزہ مذاق تھا جو علم و حکمت، مناسبات نقلی و معنوی اور صنائع کلام سے لبریز ہے۔

حضرت عمرؓ نے ایک لڑکی سے مذاق میں فرمایا کہ مجھے تو خالق خیر نے پیدا کیا ہے اور تجھے خالق شر نے۔ وہ بیچاری رو پڑی اور بھول پن سے یوں سمجھی کہ جب خالق شر نے مجھے بنایا ہے تو بس شر محض ہوں اور مجھ میں فاروق اعظم جیسی کوئی خیر نہیں ہو سکتی کیونکہ مجھے خالق خیر نے پیدا ہی نہیں کیا اور یا مجھے گویا خدا نے نہیں پیدا کیا، نہ معلوم میں کس مخزن شر سے آپڑی ہوں۔ اسکا گریہ و تحیر دیکھ کر فاروق اعظم نے فرمایا۔ اری اس میں کیا مضائقہ ہے۔ خیر ہو یا شر دونوں کا خالق اللہ ہی تو ہے۔ تب وہ مطمئن ہو کر کھل کھلا پڑی اور سمجھی کہ میں بھی اللہ ہی کی ہوں اور اس کے خالق شر ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شر میں ہی ہوں۔

صحابہؓ کے بعد تابعین، تبع تابعین پھر علمائے ربانیین عارفین اور حکماء و اتقیاء متقدمین ہوں یا متاخرین ماضی کے اہل کمال ہوں یا حال کے سب ہی باوجود اعلیٰ ترین خوف خشیت، تقویٰ و تقدس اور متانت و سنجیدگی کے زندہ دل خوش طبع لطیفہ گو بذلہ سنج اور ہنس مکھ رہے ہیں اور کبھی ان حضرات نے ترش روئی تلخ کلامی اور خشکی کو پسند نہیں کیا۔ البتہ اس کے حدود کی رعایت کی، اور کبھی اپنے مذاق کو عامیانہ دل لگی سوقیانہ مذاق یا معاذ اللہ تمسخر نہیں بنایا جس کی شریعت نے ممانعت کی ہے۔ کیونکہ اس سوقیانہ تمسخر اور مسخرہ پن کے مذاق کے بارہ میں حدیث نبویؐ میں ارشاد ہے کہ:

المزاح استدراج من الشیطان — مذاق دل لگی شیطان کی طرف سے ایک ڈھیل ہے۔ جس سے وہ رفتہ رفتہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

ان ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محروسہ خلافت میں فرمان بھیجا تھا کہ لوگوں کو مذاق دل لگی سے روکا جائے۔ اس لئے کہ اس سے مروت جاتی رہتی ہے اور انجام کار غیظ و کینہ پیدا ہو جاتا ہے جو نزاع باہمی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

اس سے واضح ہے کہ مزاح ایک جنس ہے جسکی ایک نوع مذموم ہے اور ایک ممدوح و مطلوب۔ ایک نزاع آور اور ایک محبت آور، اسلئے جنس مزاح کو علی الاطلاق مذموم نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ مطلق مزاح ایک جذبہ ہے جس کا منشا ربط باہمی اور مابینی تقارب ہے مگر کم عقلی اور

بیہودہ لوگ اُسے اپنے جاہلانہ رنگ سے مُضر اور بُعد و بیگانگی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔

بہر حال اس جذبہ ظرافت اور جوہر خوش طبعی کو طبعی جذبہ کہا جائے یا نفسانی داعیہ، عقلی اُبھار کہا جائے یا ذکاوت و تیزئ طبع کا جوہر، ہر صورت میں وہ ایک شرعی مقام رکھتا ہے جس سے انبیاء اللہ سے لیکر اقطاب و اغواث اور علماء و عرفاء سب ہی گذرے ہیں۔ اسلئے اس کے آثار و لطائف کا مذاکرہ اور اسکی لطف آمیز حکایات کی نقل و روایت نہ منافی علم و حکمت ہے نہ مناقض دین و دیانت، بلکہ وہ ربط باہمی قرب باہمی آپس داری اور افادہ و استفادہ کی استعداد کا ایک بہترین اور مؤثر ذریعہ ہے۔

اسلئے علماء محققین نے نہ صرف مزاح کا موقع بموقع استعمال ہی کیا ہے بلکہ اسکے آثار و طرائق کو باقی رکھ کر آئندہ نسلوں تک اُن کے پہنچانے کی بھی سعی کی ہے اور اس سلسلہ میں ذکاوت و ذہانت حاضر جوابی اور مزاح و لطائف وغیرہ پر کتابیں بھی لکھی گئیں اور مواعظ و ادب کی کتابوں میں اس پر ابواب و فصول بھی باندھے گئے جیسے عقد الفرید المستطرف اور مختلف کشکول وغیرہ اس کے شاہد عدل ہیں۔ علامہ ابن جوزی نے ایک مستقل کتاب ہی بنام کتاب الاذکیاء اسی موضوع پر تحریر فرمائی ہے جسمیں ذکاوت و ذہانت کے مختلف الانواع نمونے پیش فرمائے ہیں اور انبیاء علیہم السلام سے لیکر اولیاء، عرفاء، علماء، صلحاء، ادباء، شعراء، رؤسا، ارباب صنعت و حرفت، قضاۃ و والیان۔ ملک عوام حتیٰ کہ بدوضع طبقات تک سے مزاح و خوش طبعی اور ذکاوت کے مقالات اور معاملات کے نمونے ابواب و فصول پر منقسم کر کے یکجا کر دیئے ہیں، جن سے مختلف اہل کمال کی رسا عقلوں، فہانتوں، طباعیوں اور زندہ دلی کے جوہر نمایاں ہوتے ہیں اور عقلوں کو مختلف معنوی راہوں میں گھومنے پھرنے کی راہیں ملتی ہیں۔ یہ کتاب فی الحقیقت تاریخ بھی ہے مُردہ دلوں اور پژمُردہ طبیعتوں کیلئے رُوح افزا طب بھی ہے اور کُند عقلوں کی غباوۃ دُور کرنے کے لئے ایک اکسیر علاج بھی ہے جس سے مُردہ عقل میں تیزی اور اُمنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ آدمی ہنستا بھی ہے اور عبرت بھی پکڑتا ہے پابند منفرح بھی ہوتا ہے اور سوچتا بھی ہے اور اسطرح ایک زندہ طبیعت لے کر اعلیٰ مقاصد کے لئے دوڑتا بھی ہے۔ پس ابن جوزی نے کتاب الاذکیاء لکھ کر دل لگی نہیں کی بلکہ دل کی لگی کا سامان کیا ہے۔ اُنہوں نے مزاحی حکایات لکھ کر کسی بدعت کا ارتکاب نہیں کیا بلکہ سنن صالحین کو یکجا کیا اور اسوۂ حسنہ کی ضروری تفصیلات جمع کی ہیں، جو بدعت نہیں تقویت سنت ہے۔

مگر علامہ ابن جوزی کا یہ ذخیرہ عربی زبان میں تھا۔ زبان بھی ادیبانہ اور خطیبانہ تھی اسلئے اسکا افادہ محض علماء و ادبائک محدود تھا اور ان میں بھی ذی استعداد علماء ہی اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ غیر عربی داں طبقہ اس کتاب کی لطافتوں سے یکسر محروم تھا۔ اس لئے اس کتاب کا باوجود مفید عام ہونے کے عام طبقوں میں کوئی چرچا نہیں تھا۔ میرے محترم بزرگ اور دوست مولانا اشتیاق احمد صاحب دیوبندی فاضل دیوبند و صدر شعبۂ کتابت دار العلوم دیوبند نے اس مشکل کو حل فرما دیا۔ مولانا ممدوح علمی استعداد کے ساتھ طبعاً ذکی، ذکاوت پسند اور ذکی الحس واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ عرصہ دراز سے باوجودیکہ درس و تدریس اور تعلیم و تعلم کا کوئی مشغلہ جاری نہیں لیکن اس طبعی ذکاوت و حفظ سے علمی استعداد محفوظ اور مسائل مستحضر ہیں۔ ممدوح کی نگاہ اتفاقاً کتاب الاذکیاء پر پڑ گئی۔ ذکی کو ذکاوت ہی کی سوجھتی ہے اور ذکاوت اپنا راستہ خود ہی ڈھونڈھ نکالتی ہے۔ آپکی ذکاوت نے رہنمائی کی کہ کتاب الاذکیاء کی ذکاوتوں کو عربیت کی حدبندیوں سے نکال کر ہندوستان کے منظر عام پر لایا جائے اور عربی لباس کی جگہ اردو کے مرصع لباس میں اُسے جلوہ گر کیا جائے۔ تاکہ غیر عربی داں اذکیاء تو اس ذکاوت سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکیں اور اغبیاء اپنی غباوت کا معالجہ کر سکیں۔ چنانچہ آپ نے کتاب الاذکیاء کا عام فہم سلیس بامحاورہ اُردو ترجمہ جس میں اصل عبارت کی روح بدستور قائم ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے پیش کیا ہے۔ اصل کتاب میں علامہ ابن جوزی کی ذکاوت کی روح دوڑ رہی ہے اور ترجمہ میں اس روح کے تحفظ کے ساتھ مترجم کے ذکاوت کی روح بھی کارفرما ہے۔ اس لئے ترجمہ دو ذکاوتوں کا مجموعہ بن کر دو روحوں کا پیکر بن گیا ہے اس لئے مستفیدین اگر بنظرِ غائر مطالعہ کریں گے تو دوہری ذکاوت سے بہرہ مند ہوں گے اور اُن پر واضح ہوگا کہ یہ کوئی مروجہ قسم کے لطیفوں اور ہنسنے ہنسانے کے عامیانہ قصوں کا کوئی گول گپا نہیں بلکہ ادبی۔ تاریخی۔ تہذیبی۔ علمی اور نثری دلچسپیوں کا ایک خزانہ ہے جس میں بہت سی باتیں مزاح کی ہیں مگر دانائی اور زیرکی کے آثار پیدا کرتی ہیں اور اُن سے بشاشت آمیز سنجیدگی طلاقتِ وجہ اور تبسم آمیز لہجہ میں علمی لطائف بولنے کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔

عرصہ دراز گذرا کہ میں نے بھی اس کتاب کا مطالعہ کیا تھا اور اکثر سفر و حضر میں یہ کتاب الاذکیاء میرے ساتھ رہتی تھی۔ کئی بار بطور آرزو یہ خطرہ گذرا کہ کاش اس کا ترجمہ ہو جائے۔ الحمد للہ ایک عرصہ کے بعد اس خواب کی تعبیر ترجمہ کتاب الاذکیاء کی صورت میں سامنے آرہی ہے اس لئے ترجمہ اور تکمیلِ آرزو کی دوہری

خوشی میسر آئی۔ فللہ الحمد والمنۃ ثم للمترجم۔

حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ کتاب الاذکیاء کے اس با محاورہ اور اعلیٰ ترجمہ اور اس کے ضمن میں مترجم ممدوح کے تاریخی فٹ نوٹس کو جو مستقلاً افادی شان رکھتے ہیں قبول فرمائے ان کا نفع عام ہو اور مترجم دام مجدہٗ کو اس علمی عرق ریزی پر دارین میں بہترین صلہ اور بدلہ عطا فرمائے۔ آمین

محمد طیب غفرلہٗ

مہتمم دار العلوم دیوبند

۱۸/۴/ ۷۲ھ

مُقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سید الاولین والاٰخرین

سیدنا ومولانا محمد خاتم النبیین واٰلہ وصحبہٖ اجمعین - امّا بعد

مقدام العلما حضرت امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف کردہ "کتاب الاذکیا" کے حوالہ سے بعض کتب میں سلف کے چند واقعات ذکاوت میری نظر سے گذرے جو نہایت دلچسپ اور اعلیٰ درجہ ذکاوت کا نمونہ تھے تو مجھے اُس کے مطالعہ کا شوق ہُوا یہ کتاب الحمد للہ آسانی سے دستیاب ہوگئی۔ اس کو دیکھ کر معلوم ہُوا کہ یہ فرضی اور اختراعی لطائف کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس کا اکثر بلکہ تمام تر حصہ تاریخی واقعات اور احادیث سے مستنبط ہے اور جسقدر مقولات اور حکایات اس میں تحریر کی گئی ہیں۔ بے اصل کہانیاں اور عامیانہ باتیں نہیں ہیں بلکہ بیش قیمت ساتؔ علمی لطائف ہیں، اور جسقدر بھی زریں مقولات اور دلچسپ قصص تحریر کئے گئے ہیں سب میں کتاب کے موضوع یعنی ذکاوت کو پورے طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے اور حسنِ ترتیب کے ساتھ انبیاء علیہم السلام اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدین و سلاطین اور اکابر سلف کی مجالس کے بہت سے دلچسپ سوالات اور برجستہ جوابات کو ایسے دلنشین انداز میں ذکر کیا گیا ہے کہ گذشتہ بابرکت دور کا نقشہ اسطرح پیش نظر آجاتا ہے کہ گویا ہم خود اس مجلس کے شریک ہیں۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شگفتہ مزاجی کیساتھ باہمی تعلقات سے جن کا مختلف مناسب مواقع میں ذکر کیا گیا ہے واضح ہوجاتا ہے کہ ان حضرات کی زندگی کے تمام لمحات دنیا سے کنارہ کشی کے ساتھ زاہدانہ طور پر ہی بسر نہیں ہوتے تھے بلکہ اُنکی معاشرت باہمی طور پر نہایت سنجیدہ اور شگفتہ دلی کے ساتھ غایت اعتدال پر تھی —— علمی اور ادبی ذوق رکھنے والوں کے لئے شعرا اور نسا متفطنات کی حاضر جوابیاں نثر میں یا برمحل اشعار میں جو ارتجالاً اور بے ساختہ کہے گئے بہت ہی جاذب توجہ ہیں۔ اسکے علاوہ بہت سے نوادر نظر سے گذرے جن سے خواص اہل علم اور عوام سب ہی متمتع اور لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ حضرت مصنف قدس اللہ سرہٗ نے جن افادات کے پیش نظر اس کتاب کی تدوین کی ہے جنکو مختصر دیباچہ میں ذکر بھی کیا ہے یعنی یہ انکا تاریخی حیثیت سے ناظرین

کو ان عقلاء کے مرتبہ کا صحیح علم ہو جائے جنکا ذکر کسی واقعہ میں کیا گیا ہے اور یہ کہ مطالعہ کرنیوالوں کی عقل میں حدّت استنباط نتائج کا ملکہ پیدا ہو جائے وغیرہ۔ یقیناً یہ اپنے موضوع میں مکمل ہونیکے ساتھ اس سے بہت زیادہ فوائد کی حامل ہے۔ امید ہے کہ ہمارے طلبہ اور نوجوانوں کیلئے اسکا مطالعہ ایک بڑے شفیق مربّی کی طویل صحبت کا فائدہ بخشے گا جو افسوس ہے کہ کمیاب ہوتی جارہی ہے۔

یہ کتاب عربی زبان میں ہے جس سے ایسے اصحاب ہی مستفید ہو سکتے ہیں جو عربی سمجھنے کی استعداد رکھتے ہوں۔ اسکی افادیت کو دیکھ کر میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اگر اسکا ترجمہ اردو زبان میں اس انداز کیساتھ ہو جائے کہ کلام کی روح اس نشأۃ ثانیہ میں آکر باقی رہے جس سے خواص کیساتھ عوام بھی پورے طور پر محظوظ ہو سکیں تو اسکی افادیت عام ہو سکتی ہے۔ توکلاً علی اللہ حسب ذیل التزامات کے ساتھ ترجمہ شروع کر دیا گیا۔

(۱) حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر حکایات کیساتھ بطرز محدثین سلسلۂ روایت بھی تحریر کیا ہے میں نے اسکا ترجمہ کرنیکی ضرورت نہیں سمجھی۔ اول یا آخر کے کسی ممتاز راوی کے ذکر پر اکتفا کر لیا۔

(۲) ترجمہ کے با محاورہ ہونے کا اس حد تک خیال رکھا گیا ہے کہ کلام کا مطلب سمجھنے میں عام استعداد کے ناظرین کو الجھن نہ پیش آئے اور عربی الفاظ کے ترجمہ سے مطابقت بھی قائم رہے۔

(۳) بعض لطائف ایسے ہیں جنکا تعلق الفاظ کی خصوصیت سے ہے ایسے مواقع پر صرف ترجمہ پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ وہ الفاظ یا عبارت لکھ کر قوسین کے درمیان یا بالمقابل دوسرے کالم میں ترجمہ لکھ دیا گیا۔

(۴) اشعار میں بھی صرف ترجمہ پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اصل شعر لکھ کر نیچے اسکا با محاورہ ترجمہ کر دیا گیا تاکہ عربی قابلیت رکھنے والے اصحاب لطف کلام سے بہرہ اندوز ہو سکیں۔

(۵) کسی ترجمہ کو با محاورہ یا کسی مضمون کو واضح کرنے کیلئے اگر کوئی اضافہ ضروری سمجھا گیا تو اسکو قوسین سے ممتاز کر دیا گیا۔

(۶) اگر اصل میں اتنا اختصار دیکھا گیا کہ جو مطلب سمجھنے میں مخل ہو تو اس کی بقدر ضرورت وضاحت کر دی گئی۔

(۷) جو بات کسی تاریخی واقعہ سے متعلق ہے تو اس واقعہ کو بھی ذکر کر دیا ہے تاکہ ناظرین کی

بصیرت اور علم میں اضافہ ہو۔

(۸) جس حکایت میں ذکاوت کا پہلو روشن نہیں تھا وہاں قوسین کے درمیان اسکی طرف اشارہ کر دیا گیا۔

(۹) جملہ حکایاتِ کتاب پر شمار کے نمبر لگا دیئے گئے اور اگر کوئی مناسب مقام حکایت کسی دوسری کتاب سے اخذ کر کے فٹ نوٹ میں لکھی گئی تو اس پر نمبر نہیں لگایا گیا۔

(۱۰) اگر کوئی حکایت کسی مستند کتاب میں اس سے مختلف صورت میں ذکر کی گئی تو اس کو بھی فٹ نوٹ میں تحریر کر دیا گیا۔

ترجمۃ المؤلف

اس کتاب کے مؤلف امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ چھٹی صدی کے جلیل القدر علمائے اسلام میں سے ہیں۔ بغداد میں رہتے تھے۔ آپ کا نام عبدالرحمٰن بن علی ہے جمال الدین خطاب اور ابوالفرج کنیت ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق تک بواسطہ محمد بن ابی بکر پہنچتا ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے بہت بڑے خطیب اور بہت سے علوم حدیث و تفسیر و فقہ و ادب و تاریخ وغیرہ میں بے مثال تھے۔ بغداد میں ۵۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی مجالس وعظ اس قدر مؤثر ہوتی تھیں جن کی نظیر دنیا میں نہ تھی جس سے ہزاروں آدمی نصیحت حاصل کر کے گناہوں سے تائب ہوتے تھے اور ہزاروں مشرک اسلام قبول کرتے تھے۔ آپ کی تصنیفات مختلف علوم میں تین سو چالیس سے زیادہ ہیں اور ان میں سے بعض تو اس قدر مبسوط ہیں کہ بیس جلد تک پہنچ گئیں۔ کل مجلدات کی تعداد دو ہزار ہے۔ آپ نے آخر عمر میں منبر پر اس کا اظہار کیا ہے کہ "میں نے ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں اور میرے ہاتھ پر ایک لاکھ آدمیوں نے توبہ کی ہے اور بیس ہزار یہودیوں اور نصرانیوں نے اسلام قبول کیا ہے"۔ منقول ہے کہ جن قلموں سے آپ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے تھے ان کے تراشے محفوظ رکھتے تھے تو ان کا ایک انبار لگ گیا۔ آپ نے یہ وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد جب غسل دیا جائے تو اسی سے پانی گرم کیا جائے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا تو پھر بھی اس کا ایک حصہ باقی بچ گیا آپ کی وفات بغداد میں ۵۹۷ھ میں ہوئی۔ (ماخوذ از ترجمۃ المؤلف تلقیح)

المفتقر الی رحمۃ اللہ الصمد

اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ

دیوبندی۔ یکم ربیع الاول ۱۳۷۲ھ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو فہم کا محل بننے کی صلاحیت بخشی اور ہم کو علم کے زیور سے آراستہ فرمایا اور عقل کی باگ ڈور کا مالک بنایا اور ہم کو قوت گویائی سے مزین کیا اور پناہ چاہتے ہیں ہم اللہ سے صفائے فکر کی مکدر ہونے سے اور قوت ذہن کے کند ہوجانے سے اور رحمتیں نازل فرمائے اللہ اس ذات پر جس کو جامع کلمات کے ساتھ اس امت کی طرف مبعوث فرمایا گیا جو دوسری امتوں سے زیادہ عقلمند ہے اور آپ کے تمام پیروکار اور آپ کے اتباع کے واضح راستوں پر چلنے والوں پر بہت بہت سلام بھیجے۔ اما بعد عقل سب سے بڑی بخشش ہے کیونکہ وہ اللہ کی معرفت کا ذریعہ ہے اور اسی سے نیکیوں کے اصول بنتے ہیں اور انجام کا لحاظ کیا جاتا ہے اور باریکیوں کو سمجھا جاتا ہے اور فضائل حاصل کئے جاتے ہیں اور چونکہ نعمت عقل کے سلسلہ میں عقلاء کے درجات میں باہم تفاوت ہے اور تجربوں اور علم کی پختہ کاری کی تحصیل کے اعتبار سے باہم اختلاف ہے تو میں نے چاہا کہ ایک کتاب میں ایسے اہل ذکاوت کی باتیں جمع کی جائیں جنکی عقلی قوت طاقتور ہو اور ذکاوت بوجہ ان کی عقلوں کی جوہریت کے روشن ہو۔ اس سے تین غرضیں ہیں اول یہ کہ جنکے واقعات تحریر کئے جائینگے ان کی ذکاوت کا مرتبہ پہچانا جاسکے۔ دوم یہ کہ سامعین میں اگر اس مقام پر پہنچنے کی استعداد ہے ہے تو ایسے حالات کے علم سے ان کی عقل میں بھی نکتہ آفرینی پیدا ہوسکیگی اور یہ ثابت امر ہے کہ ذی عقل سے ملنا اور صحبت میں بیٹھنا سمجھدار کے لیے مفید ہوتا ہے اور احوال کا سننا بھی صحبت کے قائم مقام ہوجاتا ہے جیسا کہ رضی کا مقولہ ہے۔

فاتتنی ان اری الدیار بطرفی	یہ تو میری قسمت میں نہیں کہ میں ان شہروں کو بچشم خود دیکھ لوں مگر
فلعلی اعی الدیار بسمعی	یہ امید ہے کہ اخبار مسموعہ کے ذریعہ سے انکا تصور اپنے ذہن میں جمالوں۔

یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں کہ مامون الرشید کا مقولہ ہے جو ابراہیم سے ہم نے یہ کہتے سنا کہ لوگوں کی عقلوں کے توازن پر نظر کرنے سے زیادہ کوئی چیز دلچسپ نہیں ہے۔ سوم یہ کہ ایسے شخص کی تادیب بھی ہوسکیگی جو خود رائی کے پندار میں مبتلا ہوگا جبکہ اس کے سامنے ایسی چیزیں آئینگی جن تک رسائی اس کے ذہن کے لئے دشوار ہوگی اور اللہ توفیق بخشنے والا ہے۔

باب ۱: فضیلتِ عقل کے بیان میں

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ وہ حضرت عائشہؓ سے ملے اور سوال کیا کہ اے ام المومنین ایک شخص قیام کم کرتا ہے اور زیادہ سوتا ہے (یعنی نوافل کم پڑھتا ہے) دوسرا شخص قیام زیادہ کرتا ہے اور کم سوتا ہے، ان دونوں میں سے آپؓ کس کو پسند کریں گی حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہی سوال میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا آپؐ نے یہ جواب دیا تھا کہ دونوں میں سے پسندیدہ شخص وہ ہے جو زیادہ ذی عقل ہو میں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ میرا سوال دونوں کی عبادت کے بارہ میں ہے، آپؐ نے فرمایا اے عائشہ دونوں سے صرف عقل کے باب میں سوال ہوگا۔ جو زیادہ عقلمند ہے (عقل معاد مراد ہے) وہ دنیا آخرت میں کم عقل سے فضیلت رکھتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کسی شخص کے اسلام کو اس وقت تک بلند مرتبہ نہ سمجھو جب تک اس کی عقل کی گرفت کو نہ پہچان لو۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد میں نے سنا کہ پہلی شے جس کو اللہ نے پیدا کیا قلم ہے۔ پھر نون کو پیدا کیا اور اس سے دوات مراد ہے پھر حکم کیا کہ لکھ، قلم نے سوال کیا کہ کیا لکھوں۔ فرمایا کہ لکھ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ پھر عقل کو پیدا کیا اور فرمایا کہ مجھ کو اپنی عزت کی قسم میں تجھ سے مکمل کروں گا اس کو جو میرا پسندیدہ ہوگا اور اس کو کم دونگا جو مجھے ناپسند ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اس کو حکم دیا کہ پیچھے ہٹ تو وہ پیچھے ہٹی۔ پھر حکم دیا کہ آگے بڑھو۔ تو آگے بڑھی تو فرمایا میری عزت کی قسم میں نے کوئی چیز تجھ سے زیادہ اچھی پیدا نہیں کی تیرے ہی اعتبار سے ہم عطا کریں گے اور تیرے ہی اعتبار سے ہم سلب کریں گے اور تیرے ہی اعتبار سے ہم مواخذہ کریں گے۔

وہبؓ بن منبہ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر نازل کیا کہ شیطان پر کوئی چیز ایک عاقل مومن سے زیادہ شاق نہیں حالانکہ وہ سو جاہلوں کو برداشت کر لیتا ہے۔ چنانچہ ان کو کھینچ لیتا ہے اور ان کی گردنوں پر سوار ہو جاتا ہے اور جس طرف لیجانا چاہتا ہے وہ اس کی فرمانبرداری

کرتے ہیں اور عقلمند مومن سے مقابلہ کرتا ہے تو وہ اس پر سخت دشوار ہوتا ہے یہاں تک اپنے مطلب کی کوئی شئے اس سے حاصل نہیں کر سکتا۔

وہب کا قول ہے کہ شیطان کے لئے پہاڑ کا اپنی جگہ سے ٹلا دینا چٹان چٹان اور پتھر پتھر جدا کرنے آسان ہے صاحبِ عقل مومن کے لئے مقابلہ سے۔ کیونکہ مومن جب صاحب عقل و صاحب بصیرت ہوگا تو وہ شیطان پر پہاڑ سے زیادہ بھاری اور لوہے سے زیادہ سخت ہوگا اور وہ ہر حیلہ سے اسکو اس کے مقام سے ہٹانے کی کوشش کریگا مگر نہ ہٹا سکیگا اور وہ افسوس کرتا ہوا اعتراف کریگا کہ میرا اسکو گمراہ کرنے پر بس نہ چلا اور پھر وہ جاہل کی طرف مڑ جائیگا۔ اور اسکو اسیر کر کے اسکی گردن پر سوار ہو کر ایسے رسوائی کے مقامات میں پھینک ماریگا جو آخرت سے پہلے دنیا ہی میں برباد کر دیں۔ جس کے نتیجہ کے طور پر وہ کوڑوں کی اور پتھراؤ کی سزائیں گرفتار ہو۔ اس کا سر مونڈا اور منہ کالا کیا جائے اور ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں اور سولی دیا جائے اور دو آدمی ایک ہی قسم کے نیک عمل کرنے میں بظاہر بالکل برابر ہوتے ہیں مگر جب ان میں کا ایک بنسبت دوسرے کے زیادہ عقلمند ہوتا ہے تو اُن دونوں اعمال کے درجات میں مشرق و مغرب کا بلکہ اس سے بھی زیادہ تفاوت ہوتا ہے۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے بیٹے اللہ کے معاملے میں ہوشیار رہنا کیونکہ اللہ کے معاملوں میں سب سے زیادہ عقل سے کام لینے والے کے اعمال بھی سب سے اچھے ہوتے ہیں اور شیطان صاحب عقل سے بھاگتا ہے اور اسمیں یہ طاقت نہیں کہ اس سے جیت سکے۔ اے بیٹے جس عبادت میں عقل کو کام میں لایا گیا ہو اس سے زیادہ کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کی نہیں ہو سکتی۔

مطرف فرماتے ہیں کہ بندے کو ایمان کے بعد عقل سے زیادہ کوئی افضل چیز نہیں دی گئی

حضرت معاویہ بن قرۃ فرماتے ہیں کہ لوگ حج بھی کرتے ہیں اور عمرہ بھی اور جہاد بھی کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور روزے بھی رکھتے ہیں (مگر اجر میں سب برابر نہیں ہیں) لیکن قیامت کے دن اُن کی عقلوں کی مقدار کے مناسب ہی ان کو اجر دیا جائیگا۔

ابو زکریا کا قول ہے کہ جنت میں ہر مومن اپنی عقل کے مطابق لذت حاصل کرے گا۔

باب ۲: عقل کی ماہیت اور اس کے محل کے بیان میں

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مقولہ ہے کہ عقل (انسان کی ایک طبعی صفت ہے جو اسکی ہیئت

کیساتھ گڑی ہوئی شے ہے۔ اور یہی تعریف محاسبیؒ سے منقول ہے۔ محاسبی سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپؒ نے فرمایا کہ عقل ایک نور ہے اور دوسروں نے یہ تعریف کی ہے کہ عقل ایک قوت ہے جسکے ذریعہ سے معلومات کی حقیقتوں کو جدا جدا کیا جاتا ہے اور بعضوں نے یہ تعریف کی ہے کہ عقل علوم ضروریہ کی ایک نوع ہے اور وہ ایسا علم ہے جس سے جائز امور کا جواز اور محالات کا محال ہونا منکشف ہوجائے اور بعضوں نے یہ کہا ہے کہ عقل ایک جوہر بسیط ہے۔ اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ عقل ایک شفاف جسم ہے۔ اور ایک اعرابی سے عقل کے بارہ میں سوال کیا گیا اُس نے جواب دیا کہ تجربات کا نچوڑ ہے جو بطور غنیمت ہاتھ لگ جائے۔

اور سمجھ لو کہ اس باب میں تحقیق یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس اسم یعنی عقل کا اطلاق مشترک طور پر چار معنوں پر ہوتا ہے اوّل وہ وصف جس کے ذریعہ سے انسان دیگر بہائم سے ممتاز کیا جاتا ہے۔ اور یہ وہ وصف ہے جس سے انسان میں علوم نظریہ کے قبول کرنے کی استعداد ہوئی اور قوت فکریہ کے مخفی نقشہ کے مطابق صنعتوں کی تیاری و تدابیر کی اس میں صلاحیت ہوئی۔ جن لوگوں نے اس کو ایک گڑی ہوئی چیز (غریزۃ) کہا ہے اُنکی یہی مراد ہے، اور گویا وہ نور ہے جو انسان کے دل میں ڈال دیا جاتا ہے جس کے ذریعہ سے اشیاء کے ادراک کی استعداد پیدا ہوجاتی ہے۔

دوسرا اس علم پر اطلاق ہوتا ہے جو طبیعت انسانی میں رکھا گیا ہے جس سے جائز شے کا جواز اور محال کا محال ہونا ثابت ہوتا ہے۔ تیسرا اطلاق اس علم پر بھی آتا ہے جو تجربات سے حاصل ہوتا ہے۔ اس علم کو بھی عقل کہہ دیا جاتا ہے۔ چوتھا اطلاق اس قوت کے منتہیٰ پر بھی آتا ہے جسکو گڑی ہوئی چیز کہا گیا تھا اور وہ منتہیٰ یعنی آخری حد یہ ہے کہ وہ قوت اُن خواہشوں کو فنا کر ڈالے جو اس کو (انجام سے لاپرواہ کرکے) جلد پیدا ہونے والی لذت کی طرف دعوت دیتی ہیں اور لوگ ان حالات میں مختلف درجات پر ہیں بجز قسم ثانی کے کہ وہ ایک علم ضروری ہے اور ہم نے اسکی شرح اور عقل کے فضائل پورے طور پر اپنی کتاب منہاج القاصدین میں تحریر کر دیئے ہیں۔ یہاں جسقدر اشارہ کر دیا گیا وہ کافی ہے۔

فصل اس اسم یعنی عقل کے مشتق ہونے کے بارہ میں ثعلب کا قول ہے کہ اس کے اصلی معنی امتناع (روکنا) ہیں کہا جاتا ہے عَقَلْتُ النَّاقَۃَ جب ہم نے ناقہ کو چلنے سے روکدیا ہو اور عَقَلَ بَطْنُ الرَّجُلِ جب اسہال بند ہوجائیں۔

فصل عقل کے مقام کے بارہ میں امام احمد سے مروی ہے کہ اس کا مقام دماغ ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رح

کا قول ہے اور ایک جماعت کی ہمارے اصحاب (یعنی حنابلہ) میں سے یہ رائے ہے کہ اس کا مقام دل ہے، امام شافعیؒ سے بھی یہی قول مروی ہے وہ حق تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں فتکون له قلوبٌ یعقلون بھا اور اس آیت سے بھی لمن کان له قلبٌ یہاں قلب عقل کے معنی میں ہے (جس طرح ظرف بول کر مظروف مراد لیتے ہیں) اس لئے کہ قلب عقل کا محل ہے۔

باب۳۲ "ذہن" اور "فہم" اور "ذکائ" کے معنے

ذہن کی تعریف یہ ہے کہ ذہن ایک قوت ہے نفس میں جو رائیوں کے حاصل کرنے کیلئے مستعد اور تیار ہوتی ہے اور اس قوت کی تیاری کیساتھ جبکہ جید اور اعلیٰ کا مفہوم شامل کر دیا جائے گا تو فہم کی تعریف ہو جائیگی، اور اسی قوت کے ساتھ حدس کی جودت یعنی اعلیٰ درجہ کا مفہوم شامل کیا جائے کہ قلیل وقت میں بغیر دیر لگائے کام کرے تو یہ ذکا کی تعریف ہو جائیگی (حدس کے معنی ہیں ذہن کا اصل مفہوم کیطرف اور نتیجہ حاصل کرنے کیلئے سرعت کے ساتھ منتقل ہونا) تو ذکی یعنی ذکا کسی قول کو سنتے ہی اسکی مراد جان لیتا ہے۔ بعض لوگوں نے یہی تعریف فہم کی کی ہے انکا قول ہے کہ تعریف فہم کی یہ ہے کہ کسی قول کو سنتے ہی اسکے معنی کا علم ہو جانا فہم ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ذکاء کی تعریف ہے سرعت فہم اور اسکی باریک بینی اور بلادت اسکے جمود کو کہتے ہیں۔ زجاج کا قول ہے کہ ذکاء کے معنی لغت میں کسی شے کے تمام ہونیکے ہیں، جب عمر اپنے کمال پر پہنچ جائے تو الذکاء فی السن کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جب فہم اپنے کمال پر پہنچ جائیگی تو اسکو الذکا فی الفہم کہا جائیگا۔ تو ذکا کا مفہوم، ہوگا کہ وہ ایسی فہم ہے جو کامل اور اصل مراد کو سرعت کیساتھ قبول کرنیوالی ہو اور بولتے ہیں ذکیت النار جب ہم آگ کو پورے طور سلگائیں۔ ابوبکر بن الانباری فرماتے ہیں کہ یہ قول فلانٌ ذکیٌ جس کے معنی کامل سمجھ اور تام الفہم کے لیتے ہیں ماخوذ ہے عرب کے اس مقولہ سے کہ قد ذکت النار تذکو جب کہ آگ سلگنے کا عمل تام ہو جائے اور کہا جاتا ہے ذکیتھا انا جبکہ ہم پورے طور پر سلگانا ختم کر لیں اور کہا جاتا ہے مسکٌ ذکیٌ جب مشک کی خوشبو پوری اور اپنی قوت نفاذ میں کامل ہو جمیل کا قول ہے :۔

صادت فوادی بعینها و مبتسم کانه حین ابدته لنا برد عذب کان ذکی المسک خالطه	محبوبہ نے میرے دل کو اپنی دونوں آنکھوں سے شکار کر لیا۔ اور جائے تبسم یعنی لبوں سے جب اس نے ہم پر اس کو ظاہر کیا تو گویا وہ اولا ہے۔ اور ایسا میٹھا ہے گویا کہ تیز مہکتا ہوا مشک اور زنجبیل اور بارش کا پانی اور

والزنجبیل وما المزن الشھد	شہد اس میں ملے ہوئے ہیں

اور کہا جاتا ہے قد ذکیت الشاۃ جب بکری کے ذبح سے ہم فارغ ہو جائیں اور اسکی ضروری حد تمام کر چکیں کسی شاعر نے کہا ہے :۔

نعم ھو ذکھا وانت اضعتھا والھاک عنھا خرقۃ وفطیم	ہاں اس نے تو اس بکری کے ذبح سے فراغت پائی مگر تو نے اسے ضائع کیا اور تجھے اس سے خرقہ اور فطیم نے غافل کر دیا۔

اور عرب کا محاورہ ہے جری المذکیات غلاب (گھوڑوں نے غلبہ کے ساتھ یعنی شاندار طریقہ پر چلنا شروع کیا) یعنی پورے عمر کے گھوڑوں نے جو طاقت و غلبہ میں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے چلنا شروع کیا اس محاورہ کی بنا یہ ہے کہ گھوڑوں میں جو مذکیہ ہیں یعنی وہ جنکی قوت اور شباب مکمل ہو جائے ان پر بوجھ سخت زمین پر بھڑاکر کے رکھا جاتا ہے کیونکہ انکی قوت اور انکے اعضا کی سختی قابل اعتماد ہوتی ہے اور وہ نوعمر اونٹ اور چھوٹے گھوڑوں کیطرح نہیں ہوتے جن کیلئے ان کے کمزور اور چھوٹے ہونیکی وجہ سے نرم زمین کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ ان میں پورے گھوڑوں جیسا جماؤ نہیں ہوتا اور بعض لوگ اسطرح بولتے ہیں جری المذکیات غلاء اور غلاء جمع غلوۃ کی ہے۔ غلوۃ اس فاصلہ کو کہتے ہیں جو ایک تیر زیادہ سے زیادہ طے کر سکتا ہے ذکاء کے معنی سمجھ کی پختگی ہیں اسکی مثال میں کسی شاعر کا شعر ہے :۔

سھم الفواد ذکاؤہ ما مثلہٗ عند العزیمۃ فی الانام ذکا	دل کا تیر اس کی ذکاوت ہے کہ پختہ ارادہ کے وقت مخلوق میں کسی کی ذکاوت اس کی ذکاوت کے مثل نہیں ہے۔

اور زہیر کا ایک یہ شعر ہے جس میں ذکاء کو پوری عمر کے معنے میں استعمال کیا ہے۔

ویفضلھا اذا اجتھدت علیہ　　　تمام السن منہ والذکاء

(ترجمہ) جب کبھی وہ اسکا مقابلہ کرتی ہے تو نر کو اسکی عمر کی پختگی اور کمال سن مادہ پر غالب کر دیتا ہے۔

اور لفظ ذکاء جو ان دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے مد کیساتھ ہے اور ذکا بمعنی آگ کو پورے طور پر بھڑکنا الف سے بغیر مد تحریر کیا جاتا ہے۔ ایک شاعر کا قول ہے۔

وتقوم فی القلب اضطراما کانّہٗ　　　ذکا النار تر فیہا الریاحُ النوافح

(ترجمہ) اور محبوبہ دل میں ایسی آگ بھڑکاتی ہے گویا کہ وہ پوری بھڑکی ہوئی آگ ہے جسکو تیز ہوائیں بھڑکنے میں مدد پہنچا رہی ہیں

اور کہا جاتا ہے مسکٌ ذکی اور مسکٌ ذکیۃ جسکے نزدیک مسک مذکر ہے وہ مذکر کے اور جس کے

نزدیک مؤنث ہے وہ مؤنث کے صیغہ کیساتھ استعمال کرتا ہے انکا کہنا ہے کہ تانیث باعتبار رائحہ ہے۔ فراء سے یہ شعر مروی ہے۔

لقد عاجلتني بالسباب وثوبها جديد ومن اثوابها المسك تنفح	اس نے مجھے گالیاں دینے میں جلدی کی حالانکہ اس کے کپڑے نئے تھے اوران میں سے مشک کی خوشبو مہک رہی تھی۔

یہاں مسک بول کر رائحۃ المسک مراد لیا گیا ہے۔

ابوعفان مہزمی کا قول ہے کہ مسک اور عنبر دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں مذکر بھی اور مونث بھی۔

باب۴ ان علامات کا بیان جن سے کسی عاقل اور ذکی کی عقل اور ذکا پہچانی جاسکتی ہے :۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ یہ علامات دو قسم کی ہیں ایک وہ جو باعتبار صورت کے ہیں دوسری وہ جو معنوی ہیں اور احوال وافعال سے متعلق ہیں۔

پہلی قسم کا بیان حکما کا قول ہے کہ معتدل مزاج اور اعضائیں تناسب کا ہونا عقل کی قوت اور ذہانت کی دلیل ہے۔ موٹی گردن دلالت کرتی ہے دماغی قوت اور اس کی زیادتی پر اور جس کی آنکھ جلدی جلدی حرکت کرتی اور اسمیں تیزی ہو وہ مکار حیلہ باز چور ہے، اور سیاہ پتلی والی آنکھ اوروں سے زیادہ اچھی ہے اور جب سیاہ آنکھ زیادہ چمکیلی نہ ہو اور اس میں زردی اور سُرخی نہ ظاہر ہوتی ہو تو وہ بلند حوصلہ طبیعت پر دلالت کرتی ہے اور جس کی آنکھ چھوٹی اور اندر کو گڑی ہوئی ہو وہ مکار اور حاسد ہوگا اور جس کا چہرہ ہنستا ہوا ہو وہ سمجھدار ہوگا اور اہم کاموں کا اہتمام کرنے والا، اور لاغر چہرہ اور پستہ قد میں مہربانی کا زیادہ اظہار ہوتا ہے اور معتدل قد والے لوگوں کے حالات صالح ہوتے ہیں۔

(۲) عجلان کہتے ہیں کہ مجھ سے زیاد نے کہا کہ میرے پاس کسی عقلمند آدمی کو لاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میں نہیں سمجھا کہ آپ کی مراد کس شخص کو بلانا ہے انہوں نے جواب دیا کہ عقلمند آدمی جب اسکا چہرہ اور قد سامنے ہو تو چھپ نہیں سکتا تو میں تلاش میں نکلا ہی تھا کہ ایک شخص میرے سامنے آیا جو وجیہ اور دراز قد فصیح اللسان تھا میں نے اسکو چلنے کیلئے کہا وہ آکر زیاد سے ملا۔ زیاد نے کہا کہ اے شخص میں آپ سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں ایک معاملہ میں۔ کیا آپ تیار ہیں اس نے جواب دیا کہ میں پیشاب کو روکے ہوئے ہوں اور ایسے شخص کی رائے ناقابل اعتماد ہے۔ زیاد نے مجھ سے کہا کہ اے عجلان اس کو بیت الخلا لیجاؤ۔ (میں نے پہنچا دیا) جب وہ نکلا تو اس نے کہا کہ میں بھوکا ہوں اور بھوکے کی رائے ناقابلِ اعتبار ہے زیاد نے کہا اے عجلان اس کو کھانا دو تو

کھانا لایا گیا پھر جب وہ کھانے سے فارغ ہو چکے تو کہا اب پوچھیئے آپ کو جس امر کی ضرورت ہو تو اُن سے جو سوال بھی کیا گیا اُن کے پاس اس کا مناسب جواب موجود تھا۔

یوسف بن حسین کہتے ہیں کہ میں نے ذوالنون سے سنا کہ فرماتے تھے جس شخص میں تم پانچ صفات پاؤ اس کے لئے سعادت کی اُمید رکھو۔ خواہ اس کی موت سے دو گھڑی قبل ہی اس کو نصیب ہو۔ پوچھا گیا کہ وہ کیا ہیں تو فرمایا کہ استواء خلق (یعنی اعضا کا متناسب اور مزاج معتدل ہونا) اور رسوخ یعنی خون کا ہلکا ہونا، اور عقل رسا اور صاف توحید (جو شائبہ شرک جلی و خفی سے پاک ہو) اور پاکیزہ طینت۔

دوسری قسم کا بیان یعنی کسی عاقل کی عقل پر اقوال اور احوال کے ذریعہ سے استدلال کرنا

مؤلف فرماتے ہیں کہ کسی عاقل کی عقل پر اس کی مناسب موقع خاموشی اور سکون اور نیچی نظر اور برمحل حرکات سے استدلال کیا جا سکتا ہے نیز انجام بینی سے، اور دنیاوی خواہشیں جب کہ ان میں آخرت کا ضرر ہو اس کو پھسلا نہیں سکتیں اور عقلمند اپنے فیصلہ میں خواہ کھانے پینے کے بارہ میں ہو اور کسی قول و فعل میں اسی امر کو اختیار کرے گا جو انجام کے اعتبار سے اعلیٰ اور بہتر ہو گا اور جس چیز میں نقصان کا اندیشہ ہو گا اس کو ترک کر دیگا اور اسی کام کی تیاری کریگا جس کا پورا ہونا ممکن ہو۔ حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ) کیا میں عاقل کی علامتیں بتاؤں وہ یہ ہیں کہ اپنے سے بڑے کیساتھ تواضع سے پیش آئے چھوٹے کو حقیر نہ سمجھے اپنی گفتگو میں بڑائی کے اظہار سے بچے۔ لوگوں کیساتھ معاشرت میں اُن کے آداب معیشت کو ملحوظ رکھے، اور اپنے اور خدا کے درمیان تعلق کو سخت اور مضبوط رکھے تو وہ عقلمند دنیا میں اس تعلق کو ہر نقصان سے بچاتا ہوا چلتا پھرتا ہے۔ وہب بن منبہ سے منقول ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اے بیٹے انسان کی عقل کامل نہیں ہوتی جبتک اسمیں دس صفات نہ پیدا ہو جائیں۔ کبر یعنی نخوت و غرور سے محفوظ ہو اور نیک کاموں کی طرف پورا میلان ہو۔ دنیاوی سامان میں سے صرف بقدر بقاء حیات پر اکتفا کرے اور زائد کو خرچ کر دے۔ تواضع کو بڑائی سے اچھا سمجھے اور اپنا پہلو گرا لینے کو عزت اور سر بلندی پر ترجیح دے۔ سمجھ کی باتیں حاصل کرنے سے زندگی بھر نہ تھکے اور اپنی طرف سے کسی سے اپنی حاجت کے لئے تحکم اور بدمزاجی اختیار کرے۔ دوسرے کے تھوڑے احسان کو زیادہ سمجھے اور اپنے بڑے احسان کو کم سمجھے اور دسویں خصلت جو بڑی بلند ہمتی کی چیز ہے اور نیک نام کرنیوالی ہے وہ یہ ہے کہ تمام اہل دنیا کو اپنے سے اچھا سمجھے اور اپنے آپکو سب سے برا سمجھے اور اگر کسی کو اپنے سے اچھا دیکھے تو خوش ہو اور اس بات کا خواہشمند ہو کہ

اس کی عمدہ صفات خود بھی اختیار کرے اور کسی کو بُری حالت میں پائے تو خیال کرے کہ (انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے ہم کو کیا خبر) یہ بھی ممکن ہے کہ یہ نجات پا جائے اور میں ہلاک ہو جاؤں ۔ جب یہ صفات پیدا ہو جائیں تو سمجھو کہ عقل مکمل ہو گئی۔ مکحول سے حضرت لقمان کا یہ قول مروی ہے جو اپنے بیٹے سے فرمایا کہ انسان کے شرف اور سرداری کی بنا حسن عقل پر ہے جس کی عقل اعلیٰ درجہ کی ہو گئی وہ اس کے تمام گناہوں کو ڈھک لے گی اور اس کی تمام برائیوں کی اصلاح کر دیگی اور اس کو رضائے مولیٰ حاصل ہو جائے گی ۔ مہلب بن ابی صفرہ کا قول ہے کہ بڑائی کی بات یہ ہے کہ کسی بڑے شخص میں عقل زبان سے بڑھی ہوئی ہو یہ نہیں کہ زبان عقل سے بڑھی ہوئی ہو۔

باب ۵ انبیاء متقدمین کی ذہانت کے واقعات

سب کو معلوم ہے کہ انبیاؑ کی ذہانت سب ذہین لوگوں سے اونچے درجہ کی ہوتی ہے مگر ہم نے بہتر سمجھا کہ اس باب میں اپنی کتاب کو ان کے کچھ احوال سے خالی نہ چھوڑیں۔

(۳) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسبت منقول ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ جب حضرت سارہ نے دیکھا کہ حضرت اسمٰعیل کی والدہ (ہاجرہ) سے حضرت ابراہیم محبت کرنے لگے تو ان کے دل میں شدید غیرت پیدا ہوئی یہاں تک کہ وہ قسم کھا بیٹھیں کہ وہ ہاجرہ کے اعضا میں سے کوئی عضو ضرور کاٹ دیں گی ۔ جب یہ اطلاع حضرت ہاجرہ کو پہنچی تو انہوں نے زرہ پہننا شروع کر دی جس کے دامن طویل رکھے اور یہ دنیا کی پہلی عورت ہیں جس نے دامن لمبا بنایا اور ایسا اسلئے کیا تھا کہ چلتے ہوئے دامن کی رگڑ سے قدموں کے نشانات زمین پر باقی نہ رہیں کہ سارہ اُن کے آنے جانے کو نہ پہچان سکیں۔

ابراہیمؑ نے سارہ سے فرمایا کہ کیا تم یہ خبر حاصل کر سکتی ہو کہ اللہ کے فیصلے پر اپنے کو راضی کر لو اور ہاجرہ کا خیال چھوڑ دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے جو قسم کھائی ہے اب اس سے عہدہ برآ ہونا کیسے ممکن ہو گا آپؑ نے اس کی یہ ترکیب بتائی کہ تم ہاجرہ کے پوشیدہ جسم کے اوپر کا حصّہ گوشت (کا جو ایک مستقل عضو ہے) کاٹ دو (اس کا کاٹ دینا عورتوں کے لئے اچھا بھی ہے اور) عورتوں میں یہ ایک سنت جاری ہو جائے گی اور تمہاری قسم بھی پوری ہو جائیگی تو وہ اس پر رضامند ہو گئیں اور اس کو کاٹ دیا اور یہ طریقہ عورتوں میں جاری ہو گیا (اس طرح عورتوں کی ختنہ کا رواج عرب میں تھا۔ اسلام نے اس کو ضروری نہیں قرار دیا جس طرح مردوں کی ختنہ ضروری ہے)

(۴) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب حضرت اسمٰعیلؑ جوان ہو گئے تو اپنے قوم جرہم کی ایک عورت سے نکاح کر لیا جب ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل سے ملنے کیلئے (شام سے) آئے تو اسمٰعیل کو نہ پایا تو آپ نے انکی بیوی سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ وہ معاش کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں پھر اس سے معاشی حالات دریافت کئے تو اس نے کہا کہ ہم بڑی تنگی اور سختی سے گذارا کرتے ہیں اور شکائیتیں کرنا شروع کر دیں، آپ نے فرمایا کہ جب تمہارا شوہر آجائے تو اس سے ہمارا اسلام کہدینا اور یہ کہ اپنے گھر کے دروازہ کی دہلی بدلدے جب حضرت اسمٰعیل واپس آئے تو انہوں نے سب پیغام پہنچادیا آپ نے فرمایا کہ وہ میرے والد (حضرت ابراہیمؑ) تھے اور مجھے یہ حکم دے گئے ہیں کہ میں تجھے اپنے سے جُدا کر دوں اب تو اپنے متعلقین کے پاس چلی جا مؤلف کا قول ہے کہ یہ حدیث حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اعلیٰ ذہانت پر بھی دلالت کر رہی ہے۔

(۵) حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دو عورتیں سفر میں تھیں اور ہر ایک کی گود میں بچہ تھا ان میں سے ایک کے بچہ کو بھیڑیا لے گیا۔ اب دوسرے بچہ پر دونوں عورتوں نے جھگڑنا شروع کر دیا ہر ایک اس کو اپنا کہتی تھی اب دونوں نے یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش کیا آپ نے دونوں میں سے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا کہ بچہ پر اسی کا قبضہ تھا اور ثبوت کوئی بھی پیش نہ کر سکی تھی (واپسی میں ان عورتوں کا گذر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے سے ہوا۔ آپ نے ان سے حال دریافت کیا تو انہوں نے پورا قصہ کہہ سنایا۔ آپ نے یہ سنکر حکم دیا کہ چاقو لاؤ میں اس بچہ کے دو ٹکڑے کر کے دونوں پر تقسیم کر دونگا چھوٹی نے (آمادگی دیکھ کر) پوچھا کہ کیا واقعی آپ اسے کاٹ ڈالینگے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ اُس نے کہا کہ آپ نہ کاٹئے میں اپنا حصہ اسی کو دیئے دیتی ہوں۔ یہ سنکر آپ نے فیصلہ کر دیا کہ یہ بچہ چھوٹی کا ہے اور اور اس کو دیدیا۔ اس کا ذکر بخاری و مسلم میں ہے۔

(۶) عبداللہ بن عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ سلیمٰن علیہ السلام نے ایک سرکش جن کو پکڑوا کر بلایا جب وہ آپ کے دروازہ پر پہنچا تو اس نے (یہ حرکت کی کہ) ایک سوکھی لکڑی لیکر اپنے ہاتھ کے برابر ناپ کر دیوار پر سے پھینکدی جو حضرت سلیمان کے سامنے آکر گری۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے آپ کو اطلاع دی گئی کہ اس جن نے یہ حرکت کی ہے۔ آپ نے (حاضرین دربار سے) فرمایا کہ تم سمجھتے ہو کہ

اس سے اس کی کیا غرض ہے تو سب نے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے یہ اشارہ کیا ہے، کہ اب تو جو چاہے کر جیسا کہ یہ لکڑی ہری بھری زمین سے نکلی تھی پھر سوکھ کر بے جان ہو گئی ایک ایسا وقت آئے گا کہ تو بھی میرے سامنے ایسا ہی ہو جائے گا۔

(۷) ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ اپنے جلوس میں چلتے آرہے تھے۔ انہوں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے بیٹے کو یا لادین کے لفظ سے پکار رہی تھی۔ یہ سن کر حضرت سلیمان ٹھہر گئے اور کہا کہ اللہ کا دین تو ظاہر ہے (اس لادین کا کیا مطلب؟) اس عورت کو بلوایا اور پوچھا اس نے کہا کہ میرا شوہر ایک (تجارتی) سفر میں گیا تھا اور اس کے ہمراہ اس کا ایک ساجھی تھا۔ اس نے ظاہر کیا کہ وہ مر گیا اور اس نے وصیت کی تھی کہ اگر میری بیوی کے لڑکا پیدا ہو تو میں اُس کا نام لادین رکھوں۔ یہ سُن کر آپ نے اس شخص کو پکڑوا بلایا اور تحقیق کی۔ اُس نے اعتراف کر لیا کہ میں نے اسے قتل کر دیا تھا تو (اس کے قصاص میں) حضرت سلیمانؑ نے اسے قتل کرا دیا۔

(۸) محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت سلیمانؑ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے نبی اللہ میرے پڑوس میں ایسے لوگ ہیں جو میری بطخ چھاتے ہیں۔ پھر آپ نے نماز کے لئے اعلان کرایا (سب لوگ حاضر ہو گئے) پھر آپ نے خطبہ دیا جس کے دوران فرمایا۔ تم میں ایک شخص اپنے پڑوسی کی بطخ چوری کرتا ہے اور ایسی حالت میں مسجد میں آتا ہے کہ اس کا پر اس کے سر پر ہوتا ہے۔ یہ سُن کر چور نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ یہ دیکھ کر آپ نے حکم دیا کہ پکڑ لو اس کو یہی وہ چور ہے۔

(۹) حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں منقول ہے کہ شیطان نے آپ سے مل کر کہا کہ تیرا یہ عقیدہ ہے کہ تم کو وہی پیش آتا ہے جو خدا نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا بیشک۔ اس نے کہا۔ اچھا ذرا اس پہاڑ سے اپنے کو گرا کر دیکھ اگر خدا نے تیرے لئے سلامتی مقدر کر دی ہے تو پھر تو سلامت ہی رہیگا۔ آپ نے فرمایا کہ اے ملعون اللہ عزوجل ہی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے بندوں کا امتحان لے۔ بندے کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ خدائے عزوجل کا امتحان لے۔

باب ۶ پچھلی اُمتوں کی دانشمندی کی باتیں

(۱۰) حضرت لقمانؑ کی نسبت منقول ہے مکحول فرماتے ہیں کہ لقمان حکیم نوبی قوم کے ایک سیاہ رنگ غلام تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت و دانش سے نواز دیا تھا۔ یہ بنی اسرائیل

ہیں کہ ایک شخص کے غلام تھے جس نے ان کو ساڑھے تیس مثقال کے عوض خریدا تھا۔ یہ اس کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ یہ شخص چوسر کھیلتا تھا اور اس پہ بازی لگایا کرتا تھا اور اس کے دروازہ کے قریب ایک نہر جاری تھی۔

ایک دن اس شرط پہ چوسر کھیلی گئی کہ جو ہار جائے گا اس کو اس نہر کا سارا پانی پینا پڑیگا۔ یا اس کا فدیہ ادا کرے گا بکحول کہتے ہیں کہ لقمان کا آقا ہار گیا۔ اب جیتنے والے نے مطالبہ کیا کہ یا تو سارا پانی پئے یا اپنا فدیہ ادا کرے۔ اس نے پوچھا کہ کیا فدیہ ہے۔ اس نے کہا کہ تیری دونوں آنکھیں جن کو میں پھوڑوں گا۔ یا جو کچھ بھی تیری ملک ہے وہ سب فدیہ ہو گا۔ لقمان کے آقا نے کہا کہ مجھے آج کے دن کی مہلت دو اس نے منظور کر لیا۔ کہتے ہیں کہ وہ بہت غمگین اور آزردہ تھا کہ لقمان لکڑیوں کا گٹھا پشت پر اُٹھائے ہوئے آپہنچے اور آقا کو سلام کیا۔ پھر گٹھا کو رکھا اور اس کے پاس آئے اور اس کی عادت تھی کہ وہ جب حضرت لقمان کو دیکھتا تھا تو ان سے دل لگی کیا کرتا تھا اور ان سے کلمات حکمت سنتا اور تعجب کیا کرتا تھا انہوں نے اس کے پاس بیٹھ کر کہا کہ کیا بات ہے میں تم کو آزردہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں تو اس نے ان سے اعراض کیا پھر دوبارہ سوال کیا تو پھر بھی اس نے جواب سے گریز کیا۔ پھر انہوں نے تیسری مرتبہ پوچھا۔ اس دفعہ بھی وہ خاموش ہی رہا۔ چوتھی مرتبہ آپ نے فرمایا آپ مجھے بتائیے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ میں آپکی مشکل کو حل کر دوں۔ اب اس نے پورا قصہ سنا دیا۔ لقمان نے کہا کہ غم نہ کیجئے میرے پاس اس کا حل موجود ہے اس نے کہا وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جب وہ تمہارے پاس آکر نہر کا پانی پینے کا سوال کرے تو تم اس سے یہ پوچھنا کہ دونوں کناروں کے درمیان کا پانی پیوں یا نہر کی لمبائی کا۔ تو وہ تم سے یقیناً کہیگا کہ دونوں کناروں کے درمیان کا۔ تو تم اس سے کہنا کہ میں پانی پینے پر آمادہ ہوں تو لمبائی سے پانی بہنے کو روکے رکھ۔ جبتک میں دونوں کناروں کے درمیان کا پانی نہ پی لوں۔ اور یہ اس کی طاقت سے باہر ہے کہ وہ پانی روکے رکھے۔ اب آپ اس عہد سے نکل جائیں گے۔ آقا نے اچھی طرح سمجھ کر تصدیق کی اور خوش ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ شخص آیا اور اس نے کہا کہ میری شرط پوری کرو۔ آقا نے جواب دیا کہ یہ بتاؤ کہ دونوں کناروں کے درمیان کا پانی پیوں یا لمبائی کا۔ اس نے کہا کہ دونوں کناروں کے درمیان کا۔ انہوں نے کہا کہ بہت اچھا لمبائی کے پانی کو روک لو۔ اس نے کہا یہ تو ناممکن ہے (اس طرح عدم ایفا کی ذمہ داری اس پر جا پڑی) اور یہ

غالب آگیا۔ مکحول کہتے ہیں کہ اُس نے لقمان کو آزاد کر دیا۔

(۱۱) محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ بیٹا جب تم کسی شخص سے بھائی چارہ کرنا چاہو تو (آزمائش کے طور پر) پہلے اس کو غصہ دلادو اگر اس نے بحالتِ غضب بھی انصاف کو قائم رکھا تو اس کو بھائی بنالو۔ ورنہ اس سے بچو۔

(۱۲) اور اسی درجہ کا وہ واقعہ ہے جو عبداللہ بن عامر ازدی کا ہے کہ انہوں نے سیل عرم کی تباہی سے بچنے کے لئے کیسا حیلہ تجویز کیا حضرت عبداللہ بن عباس آیت لقد کان لسبإٍ فی مسکنھم ایۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ان کے باغات گرمی اور سردی دونوں موسموں میں پھل دیا کرتے تھے لیکن انہوں نے اللہ کی نعمتوں کا انکار کیا (اور کفر و بدکاریوں میں مبتلا ہوگئے) تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر سیل عرم (یعنی اس بند کی رَو جو پہاڑوں کا پانی روکنے کیلئے بنایا گیا تھا) کو بھیجدیا جسکی صورت یہ ہوئی کہ اس سنگین بند پر (جو انہوں نے پانی کے بہت بڑے ذخیرہ کو روکنے کیلئے بنایا تھا) اس مقام کے جس کو قوم نے اپنا پانی لینے کا مقام بنا رکھا تھا دوسری جانب بڑے بڑے چوہے مسلط کر دیئے گئے جن کے پنجے اور دانت لوہے کے تھے (چونکہ وہ ایسی جانب کا واقعہ تھا جس پر عام نظریں نہیں پڑتی تھیں (اس لئے اس سے لوگ بے خبر تھے) سب سے پہلے اس کیفیت سے عبداللہ بن عامر ازدی باخبر ہوئے (انصارِ مدینہ ان ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشگوئی کی تھی اور اپنی اولاد کو آپ کی خدمت و نصرت کی وصیت کی تھی۔ از مترجم) انہوں نے بند پر جاکر دیکھا کہ چوہے اپنے آہنی پنجوں سے زمین کھود رہے ہیں اور اپنے آہنی دانتوں سے پتھروں کو کاٹ رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے متعلقین کے پاس جاکر اپنی بیوی کو خبر دی اور یہ حال دکھایا اور بیٹوں کو بلا کر سب کو دکھایا اور کہا کہ جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں تم نے دیکھ لیا۔ اب اس تباہی سے بچنے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے جو حیلے کئے گئے نہیں چل سکے۔ کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے اور اس نے ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ ایک حیلہ یہ کیا گیا کہ بلّیوں کو لاکر چھوڑا گیا (کہ وہ چوہوں کو کھانا شروع کریں تاکہ یہ فنا ہوں اور بھاگ جائیں) مگر حال یہ ہوا کہ چوہے بلّیوں کی پروا بھی نہ کرتے تھے اور اپنے کام میں لگے ہوئے تھے بلّیوں نے جب ان کو دیکھا ڈر کر بھاگ نکلیں۔ عبداللہ نے بیٹوں سے کہا کہ اب اپنی جانوں کو بچانے کے لئے کوئی حیلہ سوچ لو۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہی بتائیے کہ ہم کیا حیلہ اختیار کریں

عبداللہ نے کہا کہ میں ایک حیلہ نکالتا ہوں۔ انہوں نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو بلا کر سب کو سمجھایا کہ جب میں آج بیٹھک میں بیٹھوں، وہاں روزانہ اکابر قوم ان کے پاس آکر جمع ہوا کرتے تھے (اور یہ سب سے بڑے اور معزز رئیس قوم تھے کہ ان سے دوسرے لوگ حسد بھی کرتے تھے) اور یہ سب لوگ آچکیں تو میں اس تم سب سے چھوٹے کو کوئی حکم دونگا۔ اسکو چاہیئے کہ اس کی پرواہ نہ کرے۔ پھر میں اس کو سخت وسست کہونگا۔ تو اس کو چاہیئے کہ میرے مقابلہ پر آجائے اور چاہیئے کہ میرے منہ پر طمانچہ مارے۔ اور تم لوگ اس پر بالکل غصہ مت کرنا۔ جب بیٹھنے والے دیکھیں گے کہ تم لوگ اپنے بھائی پر نہیں بگڑے تو ان میں سے کسی کو یہ ہمت نہ ہوگی کہ وہ اس پر بگڑے۔ بس موقع پر میں ایسی قسم کھاؤں گا جس کا کوئی کفارہ نہیں ہو سکتا کہ میں ایسی قوم میں ہرگز نہ رہوں گا جس کا یہ حال ہو کہ سب سے چھوٹا بیٹا میرا مقابلہ کرتا ہے اور میرے منہ پر تھپڑ مار دیتا ہے مگر قوم اس پر کوئی اثر نہیں لیتی۔ انہوں نے بھی اتفاق کر لیا کہ ہم ایسا کریں گے۔

دوسرے دن جبکہ (حسبِ معمول ان کے یہاں) قوم کا اجتماع ہو گیا تو عبداللہ نے (طے شدہ تجویز کے مطابق) اپنے بیٹے کو کسی کام کا حکم دیا اس نے پرواہ نہ کی۔ پھر دوبارہ حکم دیا پھر اس نے ٹال دیا اس پر عبداللہ نے اس کو سخت وسست کہنا شروع کیا، تو وہ مقابلہ پر آگیا اور باپ کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ اس واقعہ سے قوم کو بہت تعجب ہوا اور وہ اپنا سر جھکا کر سوچنے لگے کہ ان کے دوسرے بیٹے اپنے چھوٹے بھائی پر نہیں بگڑے (تو ہم کیوں دخل دیں) جب ان میں سے کسی نے بھی دخل نہیں دیا تو بڑے میاں نے قسم کھائی کہ میں یہاں سے چلا جاؤنگا اور ترک وطن کر دونگا میں ایسی قوم میں نہ رہونگا جن پر بیٹے کے مقابلہ کا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ اب قوم نے عذر کرنا شروع کیا اور کہا کہ ہمارا خیال یہ نہیں تھا کہ آپ کے بیٹے اس معاملہ میں کوئی اثر قبول نہ کرینگے (ہم اسی انتظار میں رہے) اور یہی وہ امر ہے جو ہم کو مانع ہوا عبداللہ نے کہا کہ اب تو مجھ سے سرزد ہو چکا جو تم جانتے ہو اور اب میرے لیئے یہ مقام چھوڑ دینے کے سوا کوئی صورت نہیں ہے اور انہوں نے اپنا ساز و سامان قوم کے سامنے فروخت کیلئے رکھ دیا اور لوگوں نے اسکی ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر قیمت لگانا شروع کر دی۔ اب انہوں نے اپنا سب کچھ ساتھ لیکر مع متعلقین یہاں سے کوچ کر دیا! اسکے بعد اس قوم پر تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ چوہوں نے اس بند کو توڑ ڈالا اور اچانک رات کے وقت جب لوگوں کی آنکھ لگ چکی تھی بند نے ان لوگوں کو پکڑ لیا اور ان کے جانور اور اموال کو بہالے گئی اور ان کے شہروں کو برباد کر دیا اور متقدمین کی اس باب میں بہت سی روایات ہیں جو اپنے موقع

پر تم انشاء اللہ دیکھو گے۔

باب ۲: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات جن سے آپ کی فطری قوت ذہانت واضح ہوتی ہے

جو کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے نزول اور تہذیب سے حاصل ہوئے وہ بیشمار ہیں اور یہاں ہمارا مقصد انکا اظہار نہیں ہے۔ ہماری مراد صرف قسم اول ہے (یعنی آپ کی طبعی قوت فطانت کے بارہ میں کچھ واقعات بیان کرنا)

(۱۳) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کیلئے کوچ کیا تو ہم نے آپ کے قریب دو آدمیوں کو دیکھا (جو دشمن کیمپ کے تھے) ایک شخص قریش میں کا تھا اور ایک غلام تھا عقبہ بن ابی معیط کا۔ (جب ہم نے انکا پیچھا کیا) تو قریشی تو چھپ گیا اور غلام کو ہم نے گرفتار کر لیا۔ ہم نے اس سے قوم کی تعداد پوچھنا شروع کی تو جواب میں وہ صرف یہ کہتا تھا کہ واللہ انکی شمار بہت ہے انکی طاقت بڑی ہے۔ مسلمانوں نے اس جواب پر اسکو مارنا شروع کیا (مگر اس نے شمار نہیں بتائی) یہانتک کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے بھی اس سے سوال کیا کہ قوم کی تعداد کیا ہے۔ اس نے وہی جواب دیا کہ واللہ انکی شمار بہت ہے انکی طاقت بڑی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کوشش کی کہ وہ تعداد بتائے مگر اس نے انکار کر دیا پھر آپ نے سوال کیا کہ وہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ روزانہ دس اونٹ۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ (معلوم ہو گیا) قوم کی تعداد ایک ہزار کیونکہ ایک اونٹ سو آدمیوں کیلئے کافی ہو سکتا ہے۔

(۱۴) کعب بن مالک سے روایت ہے کہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض غزوات کے موقعوں پر ایسی گفتگو فرمائی جس سے اصل موقع کے خلاف دوسری جگہ کا ارادہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ روایت صحیحین میں ہے۔

(۱۵) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (شراب حرام ہونے سے پہلے) سنا کہ یہ فرماتے تھے کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے شراب سے بچانے کا ارادہ کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جلدی ہی اس کے بارہ میں حکم نازل ہونیوالا ہے تو جس کے پاس کچھ شراب موجود ہو وہ اسکو بیچ کر نفع اٹھالے۔ کہتے ہیں کہ اس ارشاد پر تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم سنا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام کر دیا ہے جس کو اس آیت کی اطلاع ہو جائے اور اسکے پاس کچھ شراب موجود ہو تو وہ نہ اس کو پیئے اور نہ اس کو بیچے تو لوگوں کے پاس جس قدر بھی شراب موجود

تھی اس کو لے کر سڑکوں پر آگئے اور بہادی ۔ یہ روایت صرف مسلم میں ہے ۔

(۱۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز میں کسی کو حدث ہو جائے یعنی گوز نکل کر وضو ٹوٹ جائے تو اپنی ناک پکڑ کر جماعت سے نکل جائے (ناک پکڑنے کو اس حالت کی علامت قرار دیدیا ۔ ورنہ جماعت کے سامنے نکلنے میں بڑا فتنہ پیدا ہو جاتا)

(۱۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ایک پڑوسی ہے جو مجھے دکھ پہنچاتا رہتا ہے ۔ آپ نے فرمایا جا اور اپنا سامان نکال کر راستہ پر رکھدے ۔ اس شخص نے جاکر اپنا سامان نکالنا شروع کر دیا ۔ تو لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے اور انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے ۔ اس نے کہا میرا ایک پڑوسی مجھے تکلیف دیتا رہتا ہے ۔ میں نے اس کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تو آپ نے فرمایا تھا کہ جا اور اپنا سامان نکال کر راستہ پر رکھدے ۔ اب لوگوں نے سنکر اس ظالم پر لعنت بھیجنا اور بد دعائیں کرنا شروع کر دیا ۔ اسکی اطلاع اسکو بھی ہو گئی وہ اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ اپنے گھر چل واللہ اب میں کبھی تجھے نہیں ستاؤں گا ۔

(۱۸) زید بن اسلم کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے حذیفہ ہم اللہ سے شکایت کرینگے کہ تم کو رسول اللہ کی صحبت نصیب ہوئی تم نے وہ زمانہ پایا اور ہم محروم رہ گئے ۔ اور تم نے زیارت کی اور ہم نہ کر سکے ۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور ہم اللہ سے یہ شکایت کرینگے کہ تمہیں ہم سے افضل ایمان ملا کہ باوجود رسول اللہ کو نہ دیکھنے کے تم اُن پر ایمان لے آئے ۔ واللہ اے بھتیجے تجھے کیا خبر ہے اگر تو آپ کا زمانہ پالیتا تو اسوقت تیرے اعمال کس نوعیت کے ہوتے ۔ تجھے معلوم کہ ہم خندق کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تھے ۔ یہ ایک بڑی ٹھنڈی ، اندھیری ، خطرناک رات تھی اور ابو سفیان اور اسکے ساتھی میدان میں موجود تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون شخص ہے جو قوم کے حالات دیکھ کر آئے اور ہمکو خبر دے ۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا فرمائیگا ۔ یہ سن کر ہم میں سے کوئی نہیں اُٹھا پھر آپ نے فرمایا کہ کون شخص ہے جو قوم کے حالات دیکھ کر آئے اور ہم کو خبر دے ۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ابراہیم کا رفیق بنائیگا ۔ یہ سن کر بھی واللہ ہم میں سے کوئی نہ اُٹھا ۔ آپ نے پھر فرمایا کہ کون شخص ہے جو قوم کے حالات دیکھ کر آئے اور ہم کو خبر دے اللہ تعالیٰ اس کو

قیامت کے دن میرا رفیق بنائے گا۔ تو واللہ ہم میں سے کوئی نہ اٹھا۔ پھر ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ حذیفہ کو بھیج دیجئے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اے حذیفہ! میں نے عرض کیا کہ حاضر ہوں یا رسول اللہؐ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ نے پوچھا کیا تم جانے کے لئے آمادہ ہو۔ میں نے عرض کیا خدا کی قسم یا رسول اللہؐ مجھے اس کی تو پروا نہیں کہ میں قتل ہو جاؤں لیکن میں قید ہو جانے سے ڈرتا ہوں آپؐ نے فرمایا کہ تم ہرگز قید نہیں ہو سکتے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب جو حکم آپ چاہیں مجھے دیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم جا کر قوم میں داخل ہو جاؤ پھر قریش کے پاس پہنچو اور یہ کہو کہ اے جماعت قریش! لوگوں کا یہ ارادہ ہے کہ کل وہ تم کو پکاریں اور کہیں کہ کہاں ہیں قریش، کہاں ہیں قوم کے رہنما، کہاں ہیں قوم کے سردار، پھر وہ تم کو سب سے آگے کریں گے تاکہ تم سے ہی جنگ کی ابتدا ہو اور پہلے تمہارا ہی قتل واقع ہو۔ پھر قیس کے پاس پہنچو اور یہ کہو گے کہ اے جماعت قیس لوگوں کا یہ ارادہ ہے کہ کل تم سے یہ کہیں گے کہاں ہیں گھوڑوں کی پشت کے مالک کہاں ہیں شہسوار، پھر وہ تمہیں کو آگے کریں گے تاکہ تم ہی سے جنگ شروع ہو اور تمہارے ہی لوگ قتل ہوں۔" یہ سن کر میں روانہ ہو گیا اور قوم میں جا پہنچا اور ان کیساتھ بیٹھ کر آگ سے تاپنے لگا اور اس بات کو پھیلانا شروع کر دیا جس کا مجھے حضورؐ نے حکم دیا تھا۔ یہاں تک کہ جب سحر قریب ہوئی تو ابو سفیان اٹھا اور لات و عزیٰ بتوں کا نام لیکر اور شرک کر کے بولا کہ ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ یہ دیکھے کہ اس کے پاس کون بیٹھا ہے اور میرے پاس ایک شخص ان ہی میں کا (یعنی مسلمانوں میں کا) بیٹھا ہوا تاپ رہا ہے۔ اس کے بعد (اندھیرے میں) میں نے جھپٹ کر اپنے پاس والے شخص کا ہاتھ پکڑ لیا کیونکہ مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے پکڑ لیگا اور پوچھا کہ تو کون ہے تو اس نے کہا کہ میں فلاں اور فلاں کا بیٹا ہوں تو میں نے کہا یہ تو دوست ہے جب صبح ہو گئی تو لوگوں نے پکارا کہاں ہیں قریش لوگوں کے سردار تو انہوں نے کہا رات جو ہم کو خبر ملی تھی یہ تو وہی بات ہے۔ جب یہ آواز لگی کہاں ہیں ابو کنانہ، کہاں ہیں تیر انداز لوگ تو ان لوگوں نے کہا وہ اطلاع ٹھیک تھی جو رات ہمیں دی گئی تھی۔ اب انہوں نے ایکدوسرے کو ذلیل کرنا شروع کر دیا۔ اور اللہ نے اُن پر اس رات میں آندھی کو بھی مسلط کر دیا جس نے کوئی خیمہ اکھاڑے بغیر نہ چھوڑا اور نہ کوئی برتن جس کو نہ الٹ دیا ہو۔ یہاں تک کہ میں نے ابو سفیان کو دیکھا کہ وہ اپنی اونٹنی کے پاس جو بندھی ہوئی تھی جھپٹ کر پہنچا اور اس کو کھینچنا شروع کر دیا اور وہ کھڑا رہنے پر قادر نہ تھا۔ پھر میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور میں نے ابو سفیان کا حال بیان کرنا شروع کیا۔ سن کر آپ اس وجہ ہنستے رہے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور میں آپکی داڑھوں تک کی زیارت کر رہا تھا۔

(۱۹) حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مدعی حاضر ہوا جو ایک شخص کو پکڑے ہوئے تھا جس نے اس کے کسی عزیز کو قتل کر دیا تھا۔ اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم دیت یعنی خونبہا لینا چاہتے ہو اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا تو کیا معاف کرنا چاہتے ہو۔ اُس نے کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اچھا لیجاؤ اسکو قتل کر دو۔ جب وہ آپ کے پاس سے چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس نے قتل کر دیا تو وہ اسی قاتل کی مثل ہو جائیگا۔ اب ایک شخص نے اس مدعی سے مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نقل کر دیئے تو اس نے فوراً اسے چھوڑ دیا حالانکہ وہ اس کی گردن میں رسی باندھے کھینچتا ہوا لیجا رہا تھا۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مثل کے لفظ سے یہ مراد نہیں لی تھی کہ اگر اس نے اس کو قتل کر دیا تو وہ گنہگار اور مستحق نار ہونے میں اس قاتل کے برابر ہو جائیگا اور آپ یہ مراد کیسے لے سکتے تھے جبکہ قاتل سے قصاص لینے کو اللہ تعالیٰ نے مباح کیا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہ تھا کہ وہ اس سے قصاص لے اور آپؐ نے یہ اچھا سمجھا کہ وہ اس کو معاف کر دے تو آپؐ نے ایسا لفظ استعمال کیا جس میں اس مطلب کی طرف اس کی قوت واہمہ دوڑ جائے کہ اگر میں نے قتل کر دیا تو میں بھی گنہگار ہونے میں اس کے برابر ہو جاؤنگا۔ تاکہ وہ اس کو معاف کر دے اور مراد آپؐ کی یہ تھی کہ قتل نفس میں دونوں برابر ہو جائینگے تو یہ بھی قاتل ہوگا اور وہ بھی قاتل۔ یہ الگ بات ہے کہ پہلا قاتل ظالم تھا اور دوسرا قصاص لینے والا ہوتا۔ ایسے کلام بولنے کو تعریض کہتے ہیں اور کلام کو معروض جس کی جمع معاریض ہے۔ مترجم (مؤلف کتاب) کہتے ہیں کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی مثالیں بہت ملیں گی۔ خصوصاً معاریض کے سلسلہ میں۔ بطور نمونہ ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

باب ۸ : صحابہؓ کی عقل و ذہانت کے واقعات

(۲۰) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسبت منقول ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو آپ اونٹ پر سوار تھے اور ابوبکر آپ کے ردیف یعنی ساتھی۔ اور ابوبکر راستہ کو پہچانتے تھے۔ کیونکہ ان کی آمد و رفت شام کی طرف ہوتی رہتی تھی۔ راستہ میں جب کسی قوم

برگذر ہوتا تھا اور وہ ان سے پوچھتے تھے کہ اے ابوبکر یہ آپ کے آگے کون ہیں؟ تو یہ جواب دیتے تھے کہ ہادی جو میری رہنمائی کرتے ہیں۔ (ہادی کے معنی راستہ بتانیوالے کے بھی ہیں اور ہدایت کرنے والے کے بھی چونکہ کفار آپؐ کی تلاش میں تھے اسلئے آپ کے راز کا افشا بھی نہ ہوا اور صداقت بھی قائم رہی)

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ غار سے نکل کر مدینہ کو روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ کا جاننے والا بھی ان سے ملا اور اس نے ان سے پوچھا کہ اے ابوبکر یہ کون ہیں تو آپ یہی جواب دیتے رہے کہ یہ مجھے راستہ بتانے والے ہیں۔ اور واللہ ابوبکر نے سچ بولا۔

(۲۱) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا کہ چاہے دنیا میں رہے اور چاہے اللہ کی ان نعمتوں میں داخل ہو جو اس کے پاس ہیں تو اس بندے نے اللہ کے نزدیک رہنے کو پسند کر لیا۔ یہ سن کر ابوبکر رو پڑے۔ ہم کو ان کے رونے سے تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اللہ نے کسی بندے کو ایسا اختیار عطا فرمایا تھا (یہ سن کر ابوبکر کیوں روئے) پھر معلوم ہو گیا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ بندے تھے جس کو اختیار دیا تھا اور ابوبکر ہم سے زیادہ رمز شناس تھے۔

(۲۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ حضرت عمر کے پاس کپڑوں کے کچھ جوڑے یمن سے آئے جن کو آپ نے لوگوں پر تقسیم کرنا چاہا۔ ان میں ایک جوڑا خراب تھا۔ آپ نے سوچا اسے کیا کروں۔ یہ جس کو دونگا وہ اس کے عیب دیکھ کر لینے سے انکار کر دیگا۔ آپ نے اس کو لیا اور تہ کر کے اپنی نشست گاہ کے نیچے رکھ لیا اور اسکا تھوڑا سا پلہ باہر نکال دیا دوسرے جوڑوں کو سامنے رکھ کر لوگوں کو تقسیم کرنا شروع کر دیا اب زبیر بن العوام آئے اور آپ تقسیم میں لگے ہوئے اور اس جوڑے کو دبائے ہوئے تھے انھوں نے اس جوڑے کو گھورنا شروع کر دیا۔ پھر بولے یہ جوڑا کیسا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا تم اسکو چھوڑو وہ پھر بولے یہ کیا ہے یہ کیا ہے اس میں کیا وصف ہے۔ آپ نے فرمایا تم اسکا خیال چھوڑو۔ اب انھوں نے مطالبہ کیا کہ یہ مجھے دو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم اسے پسند نہیں کروگے۔ زبیرؓ نے کہا کہ میں نے پسند کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پختہ اقرار کرا لیا اور یہ شرط کر لی کہ اسے قبول کرنا ہوگا اور پھر واپسی نہ ہو سکے گی۔ تو نیچے سے نکال کر ان پر ڈال دیا جب زبیرؓ نے اس کو لیکر دیکھا تو وہ

ردی نکلا تو کہنے لگے میں تو اسکو لینا نہیں چاہتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا بس بس اب ہم آپ کے حصہ سے فارغ ہو چکے اس کو ان ہی کے حصہ میں لگایا اور واپس لینے سے انکار کر دیا۔ (یاد رہے کہ یہ فروخت کرنے کا معاملہ نہ تھا۔ اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ اگر مال میں کوئی عیب ہو تو خریدار پر اس کو واضح کر دیا جائے۔ یہ تو مفت تقسیم کا معاملہ تھا)۔

(۲۳) جریر سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جبکہ عراق کو بچانے کیلئے فارس کی حکومت سے جنگ ہو رہی تھی۔ جریر سے فرمایا تم اپنی قوم کو ساتھ لے کر قتال کے لئے روانہ ہو جاؤ جن غنائم پر تم غالب آؤ گے اس میں کا چوتھائی تمہارا حق ہے۔ جب مسلمان فتحیاب ہوئے اور غنائم کثیر مقدار میں جمع ہو گئے تو جریر مدعی ہوئے کہ ان کل میں سے ایک چوتھائی میرا حق ہے تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی۔ جواب میں حضرت عمرؓ نے تحریر فرمایا کہ جریر نے سچ کہا میں نے اس سے ایسا کہا تھا۔ اگر اس نے اور اس کی قوم نے مالی معاوضہ لینے کے لئے جنگ کیا ہے تو اس کو اسکا معاوضہ دیدو اور اگر اس نے اللہ کیلئے اور اس کے اور اسکے حبیب کے دین کے لئے جہاد کیا ہے تو وہ صرف ایک فرد سمجھا جائیگا عام مسلمانوں میں کا۔ جتنا ایک مسلمان کا حق ہو گا اور جو فرائض ایک مسلمان پر ہیں وہی اس پر ہونگے جب یہ خط سعد کو ملا تو اس کے مضمون سے جریر کو مطلع کیا گیا۔ جریر نے کہا کہ امیر المومنین نے ٹھیک فرمایا ہے۔ مجھے اسکی حاجت نہیں میں صرف ایک عام مسلمان ہی رہنے پر خوش ہوں

(۲۴) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر بیٹھے تھے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا اور فرمایا کہ میں کبھی صاحب فراست تھا۔ اور میری رائے ناقابل اعتبار ہو گی اگر یہ شخص ستارہ شناس اور کہانت میں کچھ دخل نہ رکھتا ہو۔ اسکو میرے پاس بلاؤ چنانچہ اس کو بلایا گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نجوم کے احکام اور کہانت میں کچھ کہا کرتے تھے۔ اس نے اعتراف کیا۔

(۲۵) حضرت عمرؓ کے بارہ میں روایت ہے کہ ایک رات آپ مدینہ کے گشت میں نکلے آپ نے دیکھا کہ ایک خیمہ میں آگ جل رہی ہے آپ ٹھہرے اور ان کو یا اھل الضوء (اے روشنی والو) کے الفاظ سے پکارا۔ اور آپ نے اس سے کراہت کی کہ انکو یا اھل النار کہہ کر پکاریں (اگرچہ اس کے لفظی معنی اے آگ والو حسب موقع تھے مگر قرآن میں دوزخیوں کے

لئے یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں) اور یہ آپ کی بڑی ذکاوت کی ذلیل ہے۔
(۲۶) آپ ہی کا واقعہ ہے کہ آپ نے ایک شخص سے جس کی شادی ہونیوالی تھی۔ پوچھا "گیا ہوگئی"؛ اس نے جوابدیا لا، اطال اللّٰہ بقاءك (نہیں، اللہ آپ کو دراز زندگی بخشے) آپ نے فرمایا تم صاحب علم ہو پھر علم کو کیوں کام میں نہیں لاتے تم نے کیوں نہ کہا لا و اطال اللّٰہ بقاءك (لا اور اطال کے درمیان واو آجانے سے یہ ایہام رفع ہوجاتا ہے کہ اطال پر لا نافیہ وارد سمجھا جائے جس کے معنے یہ ہوجاتے ہیں کہ اللہ آپ کی زندگی دراز نہ کرے۔
(۲۷) حضرت علیؓ بن ابی طالب کے بارے میں ابو البختری سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور آپ کی تعریف میں حد سے بڑھ کر مبالغہ شروع کردیا اور دل میں آپ کی طرف سے بغض رکھتا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا میں ایسا نہیں ہوں جیسا تم زبان سے بیان کررہے ہو۔ ہاں اس سے بہتر ہوں جو تمہارے دل میں ہے۔
(۲۸) عبداللہ بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا جو آپ مسکن سے کہہ رہے تھے میں اپنا سر کسی غسل (یعنی بالوں کو صاف کرنیوالی چیز مثل اشنان صابون وغیرہ) سے نہ دھوؤنگا جبتک بصرہ جاکر اس کو پھونک نہ دوں اور لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہنکاکر مصر کو نہ روانہ کردوں۔ کہتے ہیں کہ میں ابو مسعود بدری کے پاس آیا۔ میں نے ان سے کہا کہ علی بعض ایسے محاورات کلام کو جن کو لوگ اچھا نہیں سمجھتے اور وہ ان سے صادر ہوتے ہیں ایسے مواقع پر کہہ دیتے ہیں (جو دلچسپ ہوتے ہیں) علیؓ کے سر کے بال اڑے ہوئے تھے۔ انکا سر مثل طشت کے صاف رہتا تھا جس پر بالوں کی خفیف کیلیں ہوتی تھیں (اس صورت میں ایسی چیز سے سر دھونے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔)
(۲۹) خنبش بن المعتمر سے روایت ہے کہ دو شخص قریش کی ایک عورت کے پاس آئے اور دونوں نے اس کے پاس ایک سو دینار امانت رکھے اور دونوں نے یہ کہا کہ یہ ہم میں سے کسی ایک کو مت دینا جب تک ہم میں کا دوسرا بھی ساتھ نہو۔ ایک سال گذر جانیکے بعد ان میں کا ایک شخص آیا اور اس عورت سے کہا کہ میرے ساتھی کا انتقال ہوگیا۔ وہ دینار واپس دے دیجئے اس نے انکار کیا اور کہا کہ تم دونوں نے یہ کہا تھا کہ ہم میں سے کسی ایک کو نہ دینا جبتک دوسرا ساتھی نہ ہو اسلئے تجھے تنہا کو نہ دونگی۔ اب اس شخص نے اس عورت کے متعلقین اور پڑوسیوں کو تنگ کردیا اور وہ اس عورت سے کہا سنی

کرتے رہے یہانتک کہ اس نے دینار اسکو دیدیئے۔ اب ایک سال گذرا تھا کہ دوسرا شخص آگیا اور اس نے دیناروں کا مطالبہ کیا، عورت نے کہا کہ تیرے ساتھی نے میرے پاس آکر یہ بیان کیا کہ تو مر چکا ہے، وہ سب دینار مجھ سے لے گیا۔ اب یہ دونوں یہ مقدمہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں لائے۔ آپ نے اس کا فیصلہ کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ عورت نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتی ہوں کہ آپ خود فیصلہ نہ کریں اور ہم کو علیؓ کے پاس بھیجدیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ کے پاس دونوں کو بھیجدیا گیا۔ حضرت علیؓ نے فوراً پہچان لیا کہ دونوں نے مل کر اس عورت کیساتھ فریب کیا ہے۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا تم دونوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم میں سے کسی ایک کو مت دینا جبتک دوسرا ساتھی موجود نہ ہو۔ اس نے کہا بیشک کہا تھا، فرمایا کہ تمہارا مال ہمارے پاس ہے جاؤ دوسرے ساتھی کو لے آؤ تاکہ دیدیا جائے۔

(۳۰) روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علیؓ کے سامنے حاضر کیا گیا جس نے یہ حلف کر لیا تھا کہ میری بیوی پر تین طلاق اگر میں رمضان میں اس سے دن میں جماع نہ کروں، آپ نے اس سے فرمایا کہ اپنی بیوی کو ساتھ لیکر سفر میں چلا جا اور (دورانِ سفر میں روزہ فرض نہیں اسلئے نہ رکھنا) اور دن میں جماع کر لینا۔

(۳۱) حضرت حسن بن علی علیہما السّلام کے بارے میں مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ میں نے ابوالوفا ابن عقیل کے قلم کا یہ واقعہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جب ابن ملجم کو (جو حضرت علیؓ کا قاتل تھا) حضرت حسنؓ کے پاس لایا گیا تو اس نے کہا کہ میں ایک بات آپ کے کان میں کہنا چاہتا ہوں۔ تو حضرت حسنؓ نے انکار کر دیا اور (اپنے اصحابؓ سے) فرمایا کہ اس کا ارادہ میرا کان چبا دینے کا ہے پھر ابن ملجم نے بھی لوگوں سے کہا واللہ اگر حسن کے کان پر میرا ابو چل جاتا تو کان کو سوراخ کے پاس سے پکڑتا۔ ابن عقیل لکھتے ہیں کہ اس سید کی حسن رائے دیکھو ایسی حالت میں کہ ان پر ایسی شدید مصیبت نازل ہوئی تھی جو مخلوق کو حواس باختہ کر دینے والی تھی کس حد تک دقیقہ رس تھی اور اس ملعون کو دیکھو کہ اس کی ایسی حالت نے بھی (کہ قتل ہونے ہی والا تھا) اس کو معاندانہ خبیث حرکات سے باز نہ رکھا۔

(۳۲) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابراہیم بن رباح موصلی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ان پر کچھ مال کا دعویٰ کیا۔ آپ کو قاضی کے سامنے لایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اپنے دعوے کی سچائی پر حلف کر لے اور لے لے۔ اس شخص نے ان الفاظ سے شروع کیا واللہ الذی لا الٰہ الا ھو (یعنی قسم کھاتا

ہوں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں) آپ نے فرمایا ان الفاظ سے حلف کرو واللہ، واللہ، واللہ جس مال کا دعوٰے کرتا ہوں وہ حسین کے ذمہ واجب ہے۔ اس شخص نے حلف کر لیا۔ ذرا اکھڑا ہوا ہی تھا کہ اس کے پاؤں ڈگمگائے اور مر کر جا پڑا (آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے حلف کے الفاظ کیوں بدلوائے) آپ نے فرمایا مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ اللہ کی تمجید بیان کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ حلم کا معاملہ ہو جائے گا۔

(۳۳) حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں رزین سے منقول ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا وہ مجھ سے بڑے ہیں اور میں ان سے پہلے پیدا ہوا۔

(۳۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر سے فارغ ہو گئے تو آپ سے کہا گیا کہ اب اس قافلہ پر حملہ کر دیا جائے (جو کچھ دور سے گذرنیوالا تھا) اس کے پیچھے کوئی طاقت نہیں۔ تو حضرت عباس بن عبد المطلب نے جبکہ وہ اسیر اور جکڑے ہوئے تھے آپ سے پکار کر کہا کہ ایسا کرنا تمہارے لئے بہتر نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کیوں تو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے دو گروہوں میں سے ایک پر فتح دلانے کا وعدہ کیا گیا تھا وہ پورا کر دیا گیا۔

(۳۵) مجاہد سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان تشریف رکھتے تھے کہ آپ کو بدبو ہوا محسوس ہوئی تو فرمایا جس شخص سے ریح خارج ہوگئی اس کو چاہئے کہ اٹھ کر وضو کر آئے۔ شرم کی وجہ سے وہ شخص نہ اٹھا آپ نے پھر فرمایا، صاحب ریح کو اٹھ کر وضو کر لینا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ (بھی) اظہار حق سے نہیں شرماتے۔ حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ ہم سب ہی اٹھ کر وضو کیوں نہ کر لیں۔

ایک روایت میں ایسا ہی قصہ حضرت عمرؓ کی مجلس میں پیش آیا تھا کہ حضرت عمرؓ اپنے مکان میں بیٹھے تھے اور ان کے ساتھ جریر بن عبد اللہ بھی تھے۔ (اور دیگر حاضرین مجلس بھی) تو حضرت عمرؓ کو بدبو ہوا محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا صاحب ریح کو چاہیئے کہ اٹھ کر وضو کرے جریر نے عرض کیا اے امیر المومنین تمام حاضرین ہی کو وضو کر لینا چاہیئے۔ حضرت عمر نے تجویز پسند کرتے ہوئے فرمایا تم پر خدا کی رحمت ہو تم جاہلیت کے زمانہ میں بہت اچھے سردار تھے اور اسلام

میں بھی بہت اچھے سردار ہو۔

(۳۶) حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے بارے میں ابو ملیک کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا کہ تمہیں یاد ہے جب کہ (بچپن میں) میں اور تم اور عبداللہ بن عباسؓ اکٹھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں یاد ہے ہمیں آپ نے اٹھالیا تھا اور تمہیں چھوڑ دیا تھا۔ یہ حدیث صحیحین میں ہے۔

اور ہم کو اس کے برخلاف بھی عبداللہ بن ابی ملیکہ سے روایت پہنچی ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ سے یہی سوال کیا تھا اور عبداللہ بن زبیر نے وہ جواب دیا یہ روایت صرف مسلم میں ہے۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ (پہلی روایت صحیح ہے) اس راوی کو الٹا یاد رہ گیا۔ تو رشک عبداللہ بن زبیرؓ کے حق میں ہوگا۔

(۳۷) عبداللہ بن رواحہؓ کے بارے میں عکرمہ مولی ابن عباس کہتے ہیں کہ عبداللہ بن رواحہؓ اپنی بیوی کے پہلو میں لیٹے ہوئے تھے۔ پھر وہاں سے حجرے کی طرف پہنچے (جہاں ان کی باندی موجود تھی) اس سے مشغول ہو گئے۔ جب انکی بیوی نے بیدار ہو کر انکو نہ دیکھا تو تجسس کیلئے نکلی اور دیکھا کہ وہ جاریہ یعنی باندی کے پیٹ پر ہیں تو اس نے واپس ہو کر چھری سنبھالی، اور جاریہ کے پاس پہنچی۔ عبداللہ نے اس سے کہا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کیا بات کیسی سمجھ لو میں اگر اس وقت تم کو اُس حالت میں پھر دیکھتی جس میں تم تھے تو اس چھری سے اسکی خبر لیتی۔ عبداللہ نے کہا اور میں کہاں تھا؟ اس نے کہا اس جاریہ کے پیٹ پر۔ عبداللہ نے کہا میں کہاں تھا۔ (انہوں نے ایک ایسا لفظ بولا جس سے اس عورت کو انکار مفہوم ہوا) اس نے کہا کیوں نہیں کہنے لگی۔ اچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حالت جنابت میں قران پڑھنے سے منع کیا۔ اگر تم سچے ہو تو قرآن پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے کہا اچھا سنو۔ (اور قران کے لہجہ میں یہ اشعار پڑھ ڈالے۔

اتانا رسول اللہ یتلو کتابہ	(ترجمہ) ہمارے پاس رسول اللہ آئے وہ ہم کو اللہ کا کلام سناتے
کما لاح منشوق من الصبح ساطع	ہیں جسطرح پھیلی ہوئی درخشاں صبح ظاہر ہوتی ہے ہمکو جبکہ
ارانا الھدی بعد العمی فقلوبنا	ہم بے بصیرت تھے سچا راستہ دکھایا تو ہمارے دل جس چیز کے
بہ موقنات ان ما قال واقع	واقع ہونے کی انہوں نے خبر دی اسکا پورا یقین کرتے ہیں۔

یبیت یجافی جنبہٗ عن فراشہٖ — اللہ کے رسول کا یہ حال ہے کہ انکا پہلو بستر سے جدا ہوتا
اذا استثقلت بالکافرین المضاجع — ہے جس وقت کافروں کے بوجھ سے ان کے بستر دبے ہوئے
ہوتے ہیں یعنی آپ اللہ کے حضور میں تمام رات عبادت کے لئے کھڑے رہتے ہیں۔

اس نے (قرآن سمجھ کر) کہا میں اللہ پر ایمان لائی اور میری آنکھیں جھوٹی کہتے ہیں کہ میں صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا عرض کیا۔ آپ سن کر اتنا ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔

(۳۸) محمد بن مسلمہؓ کے متعلق حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو کعب بن اشرف (سردار یہود) کی ناپاک سازشوں سے یکسو کرنے کیلئے کون ہمت کریگا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت اذیت دینے کی کوشش کی ہے محمد بن مسلمہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا یہ آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں، فرمایا ہاں انہوں نے عرض کیا تو یارسول اللہ یہ میرے ذمہ۔ تو مجھے یہ اجازت دیدیجئے کہ میں اس سے جو گفتگو بھی چاہوں کر لوں۔ فرمایا جو چاہو کر لو۔ اب محمد بن مسلمہ اس کے پاس پہنچے اور گفتگو کی کہ اس شخص نے ہم سے صدقات وصول کرنا شروع کر دیئے اور ہم کو بہت تکلیف دے رکھی ہے اور ہم اس سے تنگ آچکے ہیں اس خبیث نے جب یہ سنا تو کہا واللہ تمہیں اسکا مقابلہ کرنا پڑیگا اس سے تکلیف اٹھاتے رہو، اور میں جانتا ہوں کہ آخر کار تمہیں ایسا کرنا پڑیگا۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں طاقت نہیں رہی ہے کہ اسکی اطاعت کئے چلے جائیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ کہاں تک آگے بڑھتا ہے اور (ایک مجبوری یہ آپڑی کہ) اس کے اتباع کے بعد چھوڑ دینا بھی گراں معلوم ہوتا ہے۔ اب ہم یہ انتظار کر رہے ہیں کہ اسکا انجام کار کیا ظاہر ہوتا ہے اس وقت میرے آنے کی وجہ یہ ہے کہ مجھے آپ کچھ مقدار کھجور قرض دیدیجئے۔ اس نے کہا کہ اس شرط پر مل سکتی ہیں کہ تم اپنی عورتوں کو ہمارے پاس رہن کر دو محمد بن مسلمہؓ نے کہا۔ کیسے ہم اپنی عورتیں تمہارے پاس رہن رکھدیں کیونکہ تم عرب کے سب سے زیادہ خوبصورت شخص ہو۔ اس نے کہا تو اولاد رہن رکھدو۔ انہوں نے کہا اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ ہماری اولاد پر یہ دھبہ لگایا کریں گے کہ ہم نے انکو چند من کھجور کے بدلے میں رہن رکھدیا تھا اور ہماری اولاد ہمیشہ گالیاں کھاتی رہے کہ یہ ایک دو وسق کھجور پر

رہن رکھے گئے تھے۔ اس نے کہا پھر کیا چیز رہن رکھو گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے ہتھیار رہن رکھدینگے اس نے قبول کرلیا۔ یہ ہتھیار لانے کا وعدہ کرکے اپنے ساتھیوں کے پاس آئے۔ پھر (حسب وعدہ) جب اس یہودی کے پاس گئے تو انکے ساتھ ابونائلہ بھی تھے جو اس یہودی یعنی کعب کے رضاعی برادر تھے۔ اور انکے ساتھ دو آدمی اور آگئے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو سمجھایا کہ میں اس کے لمبے بالوں کی لٹوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرونگا۔ تو جب تم دیکھو کہ میں نے اپنا ہاتھ اسکے بالوں میں دیدیا ہے تو پھر تم لوگ اس شخص کو ٹھکانے لگا دیجو۔ اب یہ سب لوگ اسکے پاس رات کو پہنچے اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کو کھجور کے درختوں کے پیچھے چھپنے کی ہدایت کردی اور محمد بن مسلمہ نے آکر اس کو آواز دی۔ جب یہ نکلنے کیلئے آمادہ ہوا تو بیوی نے کہا ایسے بے وقت کہاں جارہے ہو اس نے کہا کوئی اندیشہ نہیں۔ وہ تو محمد بن مسلمہ ہے اور میرا بھائی ابونائلہ ہے۔ وہ باہر اس حالت میں آیا کہ ایک ہی کپڑے میں لپٹا ہوا تھا اور اسکے بدن سے اچھی خوشبو آ رہی تھی۔ محمد بن مسلمہ نے کہا تیرا کیسا خوبصورت بدن ہے۔ اور کیسی اچھی خوشبو آرہی ہے۔ اس نے کہا میرے پاس فلاں کی بیٹی ہے اور وہ عرب کی عورتوں میں سب سے زیادہ عطر کی شوقین ہے انہوں نے کہا کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اسے سونگھ لوں۔ اس نے کہا ہاں۔ تو محمد نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیر کر سونگھا۔ پھر کہا کیا اجازت ہے کہ میں یہ عجیب خوشبو اپنے ساتھیوں کو بھی جاکر سنگھا دوں اس نے اجازت دیدی۔ اب انہوں نے اپنا ہاتھ اسکے بالوں میں اچھی طرح پہنچا کر بالوں کو لپیٹ لیا اور اپنے ساتھیوں کو بلالیا اور کہا کہ اس دشمن خدا کو ختم کردو تو ان سب نے اس پر حملہ کردیا اور اسکو قتل کردیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر واقعہ کی اطلاع دی۔

حضرت ابن عباسؓ سے بھی ایک روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو ایک یہودی کے قتل کے لئے بھیجا تھا۔ انہوں نے یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ میں یہ خدمت اس صورت میں انجام دے سکتا ہوں کہ آپ مجھے یہ اجازت دے دیں کہ جو چاہوں وہ کہہ سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ جنگ تو دھوکہ ہی ہوتا ہے۔ تم جو چاہو کرو۔

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو بروایت ضحاک ابورافع یہودی کے قتل کی جو روایت پہنچی

وہ بھی اس قصّہ سے ملتی جلتی ہے۔ اس لئے ہم نے اس کے ذکر سے کتاب کو طول دینا نہیں ہے۔

(۳۹) سویبط بن سعد بن حرملہ کے متعلق ام سلمہ فرماتی ہیں کہ ایک سال قبل از وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ تجارت کیلئے بصرہ گئے اور ان کیساتھ نعیمان اور سُویبط گئے اور یہ دونوں غزوہ بدر میں شریک تھے اس سفر میں نعیمان زادِ راہ کے نظم پر متعین تھے اور سویبط بہت ظریف الطبع تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے نعیمان سے کہا کچھ کھلاؤ۔ نعیمان نے کہا کہ ابو بکرؓ کے آنے پر۔ انہوں نے کہا، اچھی بات مجھے تمہاری خبر لینی ہے۔ دوران سفر میں ایک قوم پر ان کا گذر ہُوا تو اُن سے سویبط نے کہا کہ میرے پاس ایک غلام ہے۔ کیا تم خریدتے ہو۔ انہوں نے منظور کر لیا۔ انہوں نے کہا (یہ بتائے دیتا ہوں کہ) میرے غلام کو ایک خاص بات کی عادت ہے وہ تم سے یہ کہے گا کہ میں آزاد ہوں جب یہ گفتگو سنو تو ہٹ مت جانا۔ کبھی اس معاملہ کو چھوڑ دو انہوں نے کہا نہیں ہم تم سے ضرور خریدیں گے۔ چنانچہ دس اونٹوں پر معاملہ ہو گیا۔ اب وہ لوگ آئے اور انہوں نے نعیمان کی گردن میں دو پٹہ ڈال دیا یا رسی۔ نعیمان نے لوگوں سے کہا کہ یہ تم سے مذاق کر رہا ہے میں تو آزاد ہوں غلام نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہمیں تیری سب عادت یہ بتا چکا ہے۔ یہ لوگ نعیمان کو کھینچ لے گئے پھر جب ابو بکرؓ آئے تو آپ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ نے وہ دس اونٹ ساتھ لے کر اس قوم کا پیچھا کیا۔ وہ ان کو واپس کئے اور نعیمان کو چھوڑا کر لائے۔

جب یہ قافلہ واپس ہُوا اور سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ قصہ سُنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب اس قصّہ کو سال بھر تک جب یاد کرتے تھے، ہنسا کرتے تھے۔

(۴۰) حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان کے متعلق ربیعہ بن ناجد کہتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ عقل کا اتنا اونچا مقام آپ کو کیسے حاصل ہوا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں کبھی کسی پر بھروسہ کر کے بے فکر نہیں ہُوا۔

ثعلبؓ کہتے ہیں کہ جنگ صفین والے دن معاویہؓ نے اپنے لشکر کے ایک بازو پر نظر ڈالی جو ٹیڑھا تھا تو اس کو اشارہ کیا وہ فوراً سیدھا ہو گیا۔ پھر دوسرے بازو پر نظر کی وہ بھی ٹیڑھا ہو رہا تھا۔ اس کو بھی اشارہ کیا تو وہ بھی سیدھا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا اس (طریقِ جنگ) پر آپ نے حضرت عثمان کے زمانہ سے غور کرنا شروع کیا۔ تو آپ نے فرمایا واللہ میں نے اس پر عمرؓ کے زمانہ میں غور کیا تھا۔

(۴۱) مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص حضرت معاویہؓ کے حاجب کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ معاویہ کو اطلاع کردو آپ کا باپ شریک اور ماں شریک بھائی دروازہ پر ہے۔ معاویہؒ نے حاجب سے حال معلوم کر کے فرمایا کہ میں نے تو اس کو پہچانا نہیں۔ پھر کہا اچھا بلالو۔ جب یہ شخص سامنے پہنچا تو معاویہ نے اس سے کہا کہ تو میرا بھائی کس طرح ہے۔ تو اس نے کہا کہ میں آدم اور حوا کا بیٹا ہوں۔ یہ سنکر انہوں نے غلام کو حکم دیا کہ اسکو ایک درہم دیدے۔ اس نے کہا کہ اپنے بھائی کو جو کہ ماں اور باپ دونوں میں شریک ہے، آپ ایک درہم دے رہے ہیں؟ معاویہؓ نے کہا کہ اگر میں اپنے ان سب بھائیوں کو جو آدم وحوا کی اولاد ہیں دینے بیٹھونگا تو تیرے حصہ میں یہ بھی نہیں آئے گا۔

(۴۲) حذیفہ بن الیمان کے متعلق کعب القرظی سے روایت ہے کہ ہم میں سے ایک جوان نے حذیفہ سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں کی ہے! اس نے کہا واللہ اگر ہم آپ کو پالیتے تو آپ کی اس قدر خدمت کرتے کہ آپ کو زمین پر پاؤں بھی نہ رکھنے دیتے۔ حذیفہ نے قصہ سنایا کہ رسول اللہ صلعم نے مجھ کو طلب کیا جب ہم خندق تیار کرنے میں لگے ہوئے تھے اور حکم دیا کہ تم جاؤ اور قریش کے لشکر میں جاکر بیٹھو اور دیکھو کہ وہ کیا تیاریاں کر رہے ہیں۔ میں گیا اور قوم میں داخل ہو گیا اور آندھی بھی اللہ کا ایک لشکر تھی جو کر رہی تھی جو کچھ کر رہی تھی۔ نہ انکی ہانڈیاں اپنی جگہ رہیں اور نہ آگ اور نہ پانی۔ پھر ابو سفیان بن حرب اٹھا اور اس نے ندا کی کہ اے جماعت قریش تم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ کہ اپنے ساتھ بیٹھنے والے کو دیکھے کہ وہ کون ہے (کیونکہ مسلمانوں میں کا کوئی شخص اندھیرے میں یہاں آگیا ہے) حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے فوراً جو شخص میرے پاس بیٹھا تھا اسکا ہاتھ پکڑ لیا (تاکہ وہ میرا ہاتھ پکڑنے میں پہل نہ کر جائے) اور میں نے کہا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں فلاں ور فلاں کا بیٹا ہوں (یہ قصہ اس سے زیادہ تفصیل کیساتھ ساتویں باب میں نمبر ۱۸ پر لکھا جا چکا ہے)

(۴۳) مغیرہ بن شعبہ کے متعلق منقول ہے حضرت علیؓ سے کہ مغیرہ کے پاس ایک نیزہ تھا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں جاتے تھے تو یہ اس نیزہ کو لیکر نکلتے تھے (راستہ میں کسی جگہ) گاڑ دیا کرتے تھے (یاد رہے کہ گری پڑی چیز کے بارہ میں یہ حکم شرعی ہے کہ جس مسلمان کی اسپر نظر پڑ جائے وہ اسکی حفاظت کا ذمہ دار ہے اور اس پر واجب ہے کہ

اس کے مالک کو تلاش کر کے اس تک پہنچائیے) پھر جب لوگ وہاں سے گذرتے تھے تو اس کو اُٹھا کر لیجاتے تھے (اور منزل مقصود پر پہنچکر اُن تک اس نیزہ کو پہنچاتے تھے، اس چالاکی سے یہ اپنے نیزے کا بار دوسرے کے کاندھوں پر ڈال دیا کرتے تھے) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گا تو اُن کو (تمہاری اسی حرکت کی ضرور خبر دوں گا، کہنے لگے (ایسا نہ کرتا) اگر تم نے ایسا کیا (اور حضورؐ نے حکم دیدیا، کہ کوئی نہ اٹھایا کرے) تو پھر کوئی گمشدہ چیز نہیں اٹھائی جائے گی۔ (لوگ ایسا ہی سمجھ لیں گے کہ یہ کسی نے مغیرہ کی طرح قصداً ڈالی ہے۔ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا جس کی ذمہ داری آپ کے اوپر رہے گی۔)

(۴۴) زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو بحرین کا عامل (گورنر) بنا دیا تھا۔ وہاں کے لوگ ان سے ناراض ہو گئے اور دشمن بن گئے تو عمرؓ نے ان کو معزول کر دیا لیکن بحرین والوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ حضرت عمر مغیرہ کو بحال کر کے واپس نہ بھیجدیں تو بحرین کے چودھری نے لوگوں سے کہا کہ اگر تم جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر عمل کر لو تو مغیرہ کبھی واپس نہ آسکیں گے۔ انہوں نے کہا اپنی تجویز بتاؤ۔ چودھری نے کہا تم مجھے ایک لاکھ درہم جمع کر دو اور میں یہ رقم لیکر عمر کے پاس جاؤں گا اور کہوں گا کہ یہ وہ رقم ہے جو مغیرہ نے خیانت کر کے میرے پاس جمع کی تھی۔ چنانچہ لوگوں نے اسکے پاس ایک لاکھ درہم جمع کر دیئے اور اس نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو پیش کر دیا اور عرض کیا کہ یہ مغیرہ نے خیانت کر کے میرے پاس رکھوائی تھی۔ یہ سن کر عمرؓ نے مغیرہ کو بلایا اور فرمایا کہ سنو یہ شخص کیا کہہ رہا ہے انہوں نے سنکر عرض کیا۔ اللہ آپ کا بھلا کرے، یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ وہ تو دو لاکھ تھے۔ فرمایا یہ حرکت کیوں کی۔ انہوں نے عرض کیا کنبہ کے خرچ اور ضرورت نے مجبور کیا۔ اب حضرت عمرؓ نے اس نمائندۂ قوم سے خطاب کیا کہ بولو تم کیا کہنا چاہتے ہو (دو لاکھ سن کر اسکے ہوش و حواس ٹھکانے آچکے تھے) کہنے لگا خدا کی قسم ایسا نہیں (اب) میں آپ سے ضرور سچ کہونگا اللہ آپ کا بھلا کرے۔ خدا کی قسم مغیرہؓ نے میرے پاس نہ قلیل رقم رکھوائی نہ کثیر۔ حضرت عمرؓ نے مغیرہ سے فرمایا تم نے اس دہقان کی نسبت کیا ارادہ کیا تھا؟ مغیرہؓ نے کہا اس خبیث نے مجھ پر جھوٹ باندھا تھا۔

میں نے بھی پسند کیا کہ (اسی سے حقیقت ظاہر کرادوں اور) اسکو رسوا کر دوں۔ (ایسے واقعات میں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ایک صحابی جھوٹ بول رہے ہیں، احکام مقصد کے تابع ہوتے ہیں۔ اُن کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس دہقان سے ان کو دو لاکھ درہم وصول کرنا تھے۔ بلکہ سچائی کو سطح پر لانے کے لئے محض ایک حیلہ کیا تھا جو نہ عقلاً مذموم ہے اور نہ شرعاً۔

(۴۵) صبیح الکوفی سے منقول ہے کہ ایک عورت کے پاس مغیرہ بن شعبہ اور ایک عرب نوجوان نے شادی کے لئے پیغام بھیجا اور نوجوان خوبصورت اور عنفوان شباب میں تھا۔ جواب میں دونوں کے پاس اس عورت نے یہ پیغام بھیجا کہ تم دونوں نے میرے پاس رشتہ بھیجا ہے اور میں تم دونوں میں سے کسی کا رشتہ اس وقت تک منظور نہ کروںگی جب تک اس کو دیکھ نہ لوں اور اس کی گفتگو نہ سن لوں تو اگر تم چاہو تو یہاں آجاؤ تو دونوں پہنچ گئے۔ اس عورت نے ان کو ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے وہ ان کو دیکھ سکے اور ان کی گفتگو بھی سن سکے۔ جب مغیرہ نے اس جوان کو دیکھا اور اس کے جمال اور شباب اور وضع پر نظر کی تو اس عورت کی طرف سے مایوس ہو گئے اور خیال کیا کہ وہ ان کو اس جوان پر ترجیح نہ دیگی۔ پھر اس جوان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ تم خوبصورت اور صاحب حسن ہو۔ خوب بات کرتے ہو، کیا تم میں کچھ اور اوصاف بھی ہیں؟ اس نے کہا ہاں اور اپنے محاسن شمار کرانے کے بعد خاموش ہو گیا۔ اس سے مغیرہ نے کہا کہ تمہارا حساب کیسا ہے اس نے کہا حساب میں مجھ سے کبھی چوک نہیں ہو سکتی اور میں رائی کے دانہ سے بھی باریک فرق کو پکڑ لیتا ہوں۔ مغیرہ نے کہا لیکن میرا حال تو یہ ہے کہ میں گھر کے کونہ میں تھیلی رکھ دیتا ہوں۔ گھر والے جہاں چاہتے ہیں خرچ کرتے رہتے ہیں مجھے خرچ کی خبر اسی وقت ہوتی ہے جب وہ دوسری تھیلی طلب کرتے ہیں۔ عورت نے کہا واللہ یہ شیخ جو مجھ سے کسی چیز کا محاسبہ نہ کرے اس شخص سے بہتر ہے جو رائی کے دانہ سے بھی چھوٹی چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔ اس نے مغیرہ سے نکاح کر لیا۔

(۴۶) حضرت عمرو بن العاصؓ کے متعلق ابن الکلبی کہتے ہیں فتح قیساریہ کیلئے جب عمرو بن العاصؓ نے چڑھائی کی تو غزہ پر پڑاؤ کیا۔ قیساریہ کے حاکم نے (یہ ایک رومی بادشاہ تھا جس نے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ قیساریہ میں قیام کیا تھا جو مسلمانوں کے لشکر سے کئی گنا زائد تھے) ایلچی بھیجا کہ اپنی طرف سے یہاں ایک سفیر بھیجو ہم گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ عمرو بن العاصؓ نے سوچا کہ میرے

سوا اسکی ٹکر کا کوئی شخص موجود نہیں ہے اسلئے خود ہی سفیر بن کر اس کے پاس جا پہنچے اور گفتگو شروع کر دی۔ اس نے ایسی پر شوکت اور دو زندار گفتگو سُنی کہ اس سے پہلے کبھی نہ سنی تھی)۔ تو اس نے کہا کیا آپ جیسا آپکے ساتھیوں میں کوئی اور بھی ہے۔ آپنے جواب دیا میری قدر و منزلت کے بارے میں جو وہاں ہے کچھ نہ پوچھئے۔ انہوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا اور مجھے پیش کرنے میں جو مصلحت ہے وہ ہے۔ (دراصل بڑوں کو یہ اندازہ نہیں ہوا کہ آپ کا برتاؤ میرے ساتھ کیا ہو گا (مدعا یہ ظاہر کرنا تھا کہ میں ایک کم مرتبہ کا شخص ہوں ابھی جو بڑے سردار ہیں وہ اس لئے نہیں ملے کہ انہیں آپکے معاملات کا اندازہ نہیں ہے میرے ساتھ اگر شریفانہ برتاؤ ہو گا تو وہ بھی ملاقات کر سکیں گے) اس نے ان کو انعام اور جوڑے دینے کا حکم کیا، اور (خفیہ طور پر) دروازہ شہر کے دربان کے دربار کے پاس حکم بھیجدیا کہ جب یہ شخص دروازہ سے گذرے تو اسکی گردن اڑا دی جائے اور جو سامان اس کے ساتھ ہے وہ لے لے۔ جب آپ (اس حاکم کے پاس سے رخصت ہو کر) چلے تو آپ کو غسان کا ایک عیسائی ملا۔ آپکو اس نے پہچان لیا اور کہا اے عمر! جس خوبی کیساتھ داخل ہوئے ہو، اسی خوبی کیساتھ نکل بھی جانا۔ یہ سنکر پھر واپس اس بادشاہ کے پاس پہنچے۔ بادشاہ نے کہا کہ کیسے واپس آئے۔ آپنے کہا میں نے ان عطیات پر غور کیا جو آپنے مجھے عطا فرائے۔ میں نے ان میں اتنی گنجائش نہیں پائی جو میرے چچا کے بیٹوں کے لئے کافی ہو سکے۔ اس لئے میں نے یہ ارادہ کیا کہ (یہ عطیات یہاں چھوڑ کر) ان میں سے دس کو اپنے ساتھ لیکر آجاؤں تو آپ انہی کو دس پر تقسیم کر دیں۔ اس صورت میں آپ کا احسان دس پر ہو گا اور یہ اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ صرف ایک شخص پر ہو۔ اس نے کہا بالکل ٹھیک ہے ان کو جلد لے آیئے اور دربان کے پاس خفیہ پیغام بھیجدیا کہ اب اس سے تعرض نہ کیا جائے اور جانے دیا جائے تو عمر شہر سے نکل آئے اور بہت چوکنے رہے جب خطرہ سے باہر ہو گئے تو کہنے لگے اب کبھی اس طرح نہ پھنسوں گا۔ جب اس سردار سے صلح ہو گئی اور وہ (امیر لشکر سے) ملاقات کے لئے آیا تو (دیکھا کہ یہ تو وہی شخص ہیں) کہنے لگا آپ وہی ہیں۔ آپنے کہا ہاں آپ میرے ہی ساتھ غداری کر رہے تھے۔

(۴۷) خزیمہ بن ثابت کے متعلق زہری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا۔ آپ اس کو ساتھ لیکر چلے تاکہ اسکی قیمت اس کو ادا کر دیں۔ آپکی رفتار تیز تھی اور اعرابی آہستہ چل رہا تھا (اسلئے آپ اس سے کچھ دور آگے ہو گئے تھے) لوگوں نے (یہ دیکھ کر کہ

ایک بِکاؤ گھوڑا ہے) اس اعرابی کو روک کر اس سے قیمت طے کرنا شروع کر دی اُن کو یہ خبر نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خرید چکے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اُس قیمت سے جو حضورؐ سے طے ہو چکی تھی زیادہ قیمت لگا دی، تو اس اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی اور کہا اگر تمہارا اس کو خریدنے کا ارادہ ہے تو خرید لو۔ نہیں تو میں اس کو بیچتا ہوں۔ یہ سُن کر آپ کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا کیا یہ میں تجھ سے خرید نہیں چکا ہوں۔ اس نے کہا نہیں۔ اب لوگ نبی صلعم اور اعرابی کے گرد جمع ہو گئے جبکہ دونوں ایک دوسرے سے سوال و جواب کر رہے تھے۔ اب اعرابی نے یہ کہنا شروع کیا کہ کوئی گواہ لاؤ جو یہ شہادت دے کہ میں نے آپ کے ہاتھ بیچ دیا ہے، اور مسلمانوں میں سے جو شخص بھی آتا رہا وہ اعرابی سے کہتا رہا ——— کہ کمبخت اللہ کے رسول ہمیشہ سچ ہی فرماتے ہیں یہاں تک کہ خزیمہ آ گئے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اعرابی کے ایک دوسرے سے سوال و جواب سنے۔ اس اعرابی نے پھر یہی کہنا شروع کیا کہ کوئی گواہ لاؤ جو گواہی دے کہ میں بیچ چکا ہوں۔ خزیمہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو بیچ چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تم کس بناء پر گواہی دے رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے صادق ہونے کی بنا پر اے رسول اللہ! اس وقت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا خزیمہ کی شہادت دو مردوں کے برابر قرار دی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ سے فرمایا تم کیسے گواہی دیتے ہو تم کیسے گواہی دیتے ہو تم تو ہمارے ساتھ نہیں تھے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ جب آپ آسمان کی خبریں دیتے ہیں۔ (صرف آپ سے سنکر ہی) تو ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں تو اس قول کی تصدیق کیوں نہ کریں (اسی ذہانت کے مشاہدہ پر آپ نے خزیمہ کی شہادت کو دو مردوں کی برابر قرار دیا۔

(۴۸) حجاج بن علاط کے متعلق انسؓ بن مالک سے منقول ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کیا تو حجاج بن علاط نے عرض کیا یا رسول اللہ مکہ میں میرا مال ہے اور وہیں میرے گھر والے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کو یہاں لے آؤں۔ آپ مجھے اجازت دیدیجئے کبھی مکہ جاتا ہوا دیکھ کر کوئی گرفتار کر لے (اور مجھ کو مشتبہ سمجھا جائے) اور اس کی بھی کہ جو بات بنانا چاہوں وہ بنا دوں۔ آپ نے اجازت دیدی کہ جو چاہو کہہ دو۔ اجازت لینے کے بعد یہ مکہ پہنچے اور اپنی بیوی سے مل کر یہ کہا کہ جو کچھ مال تیرے پاس ہے وہ سب سمیٹ کر مجھے دیدے۔ میں چاہتا ہوں کہ (حضرت) محمدؐ اور مسلمانوں کے

لوٹ کا مال خرید لوں، کیونکہ مسلمانوں کو مباح قرار دیدیا گیا (یعنی ان کا قتل عام ہو رہا ہے) اور ان کے اموال پر مصیبت پڑ گئی (کوڑیوں کے مول فروخت ہو رہا ہے) یہ خبر مکہ میں پھیل گئی جس نے مسلمانوں کے دل توڑ دیئے اور مشرکین خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ کہتے ہیں، کہ جب یہ خبر حضرت عباس بن عبدالمطلب کو پہنچی تو ان کے گھٹنے ڈھیلے ہو گئے اور کھڑے ہونے پر قادر نہ رہے۔ معمر سے روایت ہے کہ حضرت عباس کا ایک لڑکا تھا جس کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شباہت تھی۔ انہوں نے اس بےچینی کے عالم میں سیدھے لیٹے کہ اس لڑکے کو سینہ پر بٹھا لیا اور (دل بہلانے کیلئے) یہ کلمات شروع کر دیئے حِبِّیْ قُثَمُ ذِی الْاَنْفِ الْاَشَمِّ۔ (میرا پیارا قثمؓ ہے بڑی ناک والا ہے) پھر آپ نے حجاج کے پاس اپنے غلام کو بھیجا۔ جس نے انکی طرف سے کہا کہ کمبخت تو کیا خبر لایا ہے اور جو کچھ تو کہہ رہا ہے خدا اس کو سچا نہ کرے حجاج ابن علاط نے کہا ابو الفضل سے میرا سلام کہہ دے (ابوالفضل حضرت عباس کی کنیت ہے) اور یہ کہدینا کہ میں خود آرہا ہوں۔ مجھ سے تنہائی میں بات کرنے کیلئے تخلیہ کی جگہ تیار رکھیں۔ اور (مختصر بات یہ ہے) کہ خبر سنکر وہ خوش ہو جائینگے۔ غلام نے واپس آکر حضرت عباس کو دروازہ سے پکار دیا کہ بشارت ہو آپ کو اے ابوالفضل! تو عباس نے خوشی سے اپنی جگہ سے کود کر غلام کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ غلام نے حجاج کی گفتگو بیان کر دی۔ عباس نے خوش ہو کر اس غلام کو آزاد کر دیا۔

پھر ان سے حجاج آکر ملے اور انہوں نے یہ خبر سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کر لیا ہے اور وہاں کے اموال آپ کے پاس غنیمت میں آئے ہیں اور خیبر کے اموال اللہ کے مقرر کردہ حصول کے مطابق متعین ہو چکے ہیں اور صفیہ بنت حییؓ کو آپ نے پسند کیا اور اپنی ذات کیلئے خاص کیا اور ان کو آزاد کر کے اختیار دیدیا تھا کہ وہ چاہیں تو اپنے رشتہ داروں میں چلی جائیں یا مجھ سے نکاح کر لیں۔ انہوں نے آزاد ہو کر آپ سے نکاح کرنے کو پسند کر لیا۔ لیکن میں تو یہاں سے صرف اپنا مال نکال لیجانے کے لئے آیا ہوں جو یہاں موجود ہے چاہتا ہوں کہ یہ سمیٹ کر لیجاؤں۔ میں نے

ف قثم ان کے صاحبزادے کا نام تھا۔ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں ۵۶ھ میں خراسان میں جنگ ہوا تھا جس میں سعید بن عثمان بن عفان کے ساتھ قثم بن عباس بن عبدالمطلب بھی تھے۔ فتح سمرقند کے موقع پر قتال ہوا جس میں قثم شہید ہو گئے۔ اشتیاق احمد عفی عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تھی ۔ آپ نے اجازت عطا فرما دی کہ میں جو چاہوں کہدوں۔ جو خبر میں نے آپ کو سنائی ہے اسکو تین دن تک کسی سے بیان نہ کیجئے ۔ اس کے بعد سنا دیجئے ۔

حجاج کی بیوی نے جو کچھ اس کے پاس زیور اور پونجی تھی سب کو جمع کر کے ان کے حوالہ کر دی ۔ یہ اس کو لیکر چل دیئے ۔ جب تین دن گذر گئے تو عباسؓ حجاج کی بیوی سے ملے اور اس سے پوچھا کہ تیرے شوہر نے کیا کیا ۔ اس نے بتایا کہ وہ فلاں دن روانہ ہو گئے اور یہ بھی کہا کہ اے ابو الفضل اللہ آپ کو غمگین نہ کرے جو خبر رنج آمیز آپ کو پہنچی اس سے ہمیں دُکھ پہنچا ۔ آپ نے فرمایا" ہاں اللہ مجھے غمگین نہیں کریگا اور خدا کا شکر ہے وہی واقع ہوا جو ہم کو پسند تھا ۔ اپنے رسول کے ہاتھ سے اللہ نے خیبر کو فتح کرایا ۔ اور اللہ کے مقرر کردہ حصے بھی خیبر کے اموال میں لگ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہؓ سے نکاح بھی کر لیا" اگر تو چاہے تو اپنے شوہر کے پاس چلی جا ۔ اس نے کہا واللہ میں آپ کو سچا سمجھتی ہوں ۔ انہوں نے کہا واللہ میں تجھ سے سچ ہی کہہ رہا ہوں ۔ حقیقت وہی ہے جو میں نے تجھ سے بیان کی ہے ۔

اس کے بعد عباس قریش کی مجالس کی طرف پہنچے ۔ جب بھی آپ کا گذر کسی جماعت کی طرف ہوتا تھا تو لوگ کہتے تھے اے ابو الفضل ہماری دعا ہے کہ آپ کو خوشی اور خیر نصیب ہو ۔ آپ جواب میں کہتے تھے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میرے پاس خیر ہی پہنچائی ہے ۔ مجھے حجاج بن علاط نے اطلاع دی ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کو خیبر فتح کرا دیا ہے اور مال غنیمت اللہ کے مقرر کردہ سہام کیمطابق طے ہو چکا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو اپنی ذات کے لئے خاص کر لیا ہے ۔ حجاج نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں اس خبر کو تین دن چھپاؤں ۔ وہ صرف اس لئے یہاں آیا تھا کہ اپنا اور اشیا یہاں سے لیجائے ۔ اب تو جو روحانی اذیت مسلمانوں پر تھی وہ مشرکین پر پلٹ گئی اور مسلمان جو اپنے گھروں میں پریشان پڑے ہوئے تھے وہ حضرت عباس کے یہاں آ گئے تھے ۔ جب وہ اپنے مکان پر واپس آئے تو سب کو مفصل خبر سنائی تو سب مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ۔ اور اللہ تعالیٰ نے رنج اور غم و غصہ کو مشرکین پر لوٹا دیا ۔

(۴۹) نعیم بن مسعود کے متعلق ابن اسحٰق سے مروی ہے کہ یوم احزاب کے موقع پر جب لوگوں پر خوف چھا رہا تھا نعیم بن مسعود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ یا رسول

اللہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں، اور میری قوم میں سے کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔ آپ مجھے کوئی خدمت سپرد کیجئے۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہاں ہم میں کے تم تنہا ہی ہو۔ ہماری نسبت جو مناسب سمجھو کہدو۔ لڑائی تو دھوکہ ہی ہوتا ہے۔ نعیم یہاں سے رخصت ہو کر بنی قریظہ کے پاس پہنچے اور بزمانہ جاہلیت یہ ان کے دوست تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے بنی قریظہ، میں تمہارا دوست ہوں اور تم اس سے واقف ہو۔ انہوں نے تصدیق کی پھر انہوں نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ محمدؐ کے نزدیک تم اور قریش اور غطفان ایک ہی درجہ میں ہو۔ اور یہ شہر تمہارا ہے جہاں تمہارے اموال اور تمہاری عورتیں اور بچے ہیں اور قریش اور غطفان کے شہر دوسرے ہیں اور یہ لوگ صرف اسلئے یہاں تمہارے پاس آئے کہ تمہیں اپنے ساتھ ملالیں اور موقع دیکھیں تو اس سے فائدہ اٹھائیں اور اگر اپنے خلاف دیکھیں تو اپنے شہروں میں اپنے اموال اور اپنی عورتوں اور بچوں کی طرف لوٹ جائیں، اور تمہیں اور اس شخص کو چھوڑ جائیں جس سے مقابلہ کرنا تمہاری قوت سے باہر ہے۔ اگر یہ لوگ تمہیں شریک جنگ کرنا چاہیں تو تم کو ان کے ساتھ مل کر قتال نہیں کرنا چاہیئے۔ جب تک ان کے چند معزز لوگوں کو ضمانت میں اپنے یہاں رہن نہ رکھ لو۔ جن کو باندھ کر رکھو اور ان کو نہ چھوڑو۔ جبتک وہ محمدؐ سے قتال نہ شروع کر دیں۔ ان لوگوں نے کہا بیشک تمہاری رائے وقیع ہے۔ اور خیر خواہی کی بات ہے۔ پھر نعیم قریش کے پاس پہنچے اور ابوسفیان اور اشراف قریش سے ملے اور ان سے اس طرح گفتگو کی۔ اے جماعت قریش جو محبت اور تعلق میرا تم سے ہے اس سے تم اچھی طرح واقف ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ محمدؐ اور اسکے دین سے میں الگ ہوں میں تمہارے پاس ایک خیر خواہانہ نصیحت لیکر آیا ہوں جو آپ کو راز میں رکھنا ہوگی۔ انہوں نے اقرار کیا اور کہا کہ تم ہمارے نزدیک غیر مشتبہ ہو (ہم تم پر اعتماد کرتے ہیں) نعیم نے کہا تم جانتے ہو کہ بنی قریظہ یہود میں سے ہیں اور وہ شرمندہ ہیں۔ ان حرکات پر جو ان کے اور محمدؐ کے درمیان ان سے ہوتی رہی ہیں۔ اب انہوں نے محمدؐ کے پاس یہ پیغام بھیجا ہے کہ کیا اس شرط پر آپ ہم سے راضی ہو سکتے ہیں کہ ہم قریش کے اشراف کو رہن کے نام سے اپنے قبضہ میں لیکر تمہارے سپرد کر دیں اور تم ان کی گردنیں اڑا دو۔ پھر ہم تمہارے ساتھ مل کر قریش اور ان کے ساتھیوں کو اپنے شہروں سے نکال دیں۔ محمدؐ نے اس کو مان لیا۔ تو اگر بنو قریظہ کسی پیغام میں تم سے یہ سوال کریں کہ تم اپنے کچھ معزز لوگوں کو یہاں بھیجدو تو تم ان کو ایک شخص بھی نہ دینا اور ان سے بچکر رہنا۔ پھر نعیم

قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ اے جماعت غطفان تم جانتے ہو کہ میں تمہارا ایک شخص ہوں۔ انہوں نے تصدیق کی۔ پھر اُن سے بھی وہی گفتگو کی جو قریش سے کی تھی۔

جب اگلا دن ہُوا تو بنی قریظہ کے پاس ابو سفیان نے اپنی طرف سے عکرمہ بن ابی جہل کو مع قریش کے چند لوگوں کے یہ پیغام دیکر بھیجا کہ اے جماعت یہود ابو سفیان تم سے کہتا ہے کہ (محمد کے فتنہ سے) چھوٹے اور بڑے سب ہلاک ہو جائیں گے اور ان شہروں میں ہم قیام کرنے نہیں آئے۔ تم محمد سے قتال کرنے کیلئے ہمارے ساتھ مل جاؤ اور نکلو" انہوں نے یہ پیغام بھیجا آج بار کا دن ہے، جس میں ہم کوئی کام نہیں کرتے اور ہم آپ کے ساتھ مل کر قتال کے حق میں نہیں ہیں جبتک تم رہن کے طور پر اپنے کچھ لوگ ہمارے قبضہ میں نہ دیدو۔ جن کو ہم باندھ کر رکھیں۔ تاکہ یہ اندیشہ باقی نہ رہے کہ تم قتال کیلئے نہ جاؤ اور رہیں اور محمد کو قتال کے لئے چھوڑ کر چلدو۔ ابو سفیان نے کہا واللہ ہم کو نعیم نے ٹھیک خبردار کیا تھا۔ یہ سنکر ابو سفیان نے کہلا بھیجا کہ ہم تمہیں ایک آدمی بھی نہ دیں گے اگر تم چاہو تو نکلو اور ہمارے ساتھ شامل ہو کر جنگ کرو اور چاہو تو بیٹھے رہو۔ یہود نے کہا واللہ وہی بات ہے جو ہم سے نعیم نے کہی تھی کہ واللہ ان لوگوں نے صرف یہ ارادہ کیا ہے کہ محمد سے قتال اس طرح کریں گے کہ موقع مل جائے تو حملہ کر دیں ورنہ اپنے شہروں کو بھاگ جائیں اور ہمارے اور اس شخص (یعنی محمد) کے لئے میدان خالی چھوڑ جائیں۔ (کہ ہمیں تنہا کو کاٹ کر رکھدے) انہوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ہماری وہی شرط ہے کہ تم اپنے کچھ لوگ بطور رہن ہمارے پاس رکھو بغیر اس کے ہم تمہارے ساتھ مل کر قتال کیلئے تیار نہیں ہیں۔ قریش نے اس سے پھر صاف انکار کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے ابو سفیان اور اسکے اصحاب اور غطفان والوں پر آندھی کو مسلط کیا اور انکو اللہ عزوجل نے ذلیل وخوار کیا۔

(۵۰) اشعث بن قیس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کا پیغام اُم عمران سے بھیجا جو سعید ابن قیس ہمدانی کی بیٹی تھیں۔ سعید نے کہا کہ میرے اوپر ایک اور امیر ذی اختیار ہے یعنی اس کی والدہ۔ علیؓ نے فرمایا جایئے اس سے مشورہ کر لیجئے۔ سعید حضرت علی کے پاس سے اُٹھ کر چلے تو دروازہ پر ہی اُن سے اشعث بن قیس مل گئے۔ سعید نے اشعث کو پوری بات سنا دی۔ انہوں نے کہا کیا تم نے حسن سے کرنے کا ارادہ کر لیا۔ حسن اس لڑکی پر اپنی بڑائی جتائیں گے اور اس کے ساتھ انصاف کا معاملہ نہیں کر

سکتے ہیں۔ وہ لڑکی سے اچھا برتاؤ نہ کریں گے۔ ان کو یہ ناز ہوگا کہ وہ رسول اللہ کے بیٹے ہیں امیرالمؤمنین کے بیٹے ہیں۔ لیکن تم کو کچھ اپنے بھتیجے کا بھی خیال ہے یہ اُس کی ہے اور وہ اس کا (یعنی دونوں ایک دوسرے کی طرف راغب ہیں) راوی کہتے ہیں کہ اسی گفتگو کے پیش نظر محمد بن الاشعث نے یہ کہا تھا کہ میں نے اسکی شادی کر دی (یہ گفتگو آگے ذکر کی جا رہی ہے) پھر محمد بن الاشعث امیرالمؤمنین، علیؓ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا کہ اے امیرالمؤمنین کیا آپ نے حسن کا پیغام سعید کی بیٹی سے دیا۔ آپ نے فرمایا ہاں، انہوں نے کہا کیا آپ اس سے زیادہ شریف گھر کی لڑکی پسند کریں گے، جو سعید کی بیٹی سے زیادہ اچھی ہو۔ حسب کے اعتبار سے اور اس سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ مالدار بھی ہو۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ وہ کون ہے انہوں نے کہا جعدہ بن الاشعث بن قیس (یعنی ان کی بہن) آپ نے فرمایا کہ ایک شخص سے ہم پیغام دے چکے ہیں (اب مجبوری ہے) انہوں نے کہا کہ اب اس شخص سے جس کو آپ نے پیغام دیا ہے قبول کرنے کا سوال باقی نہیں رہا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ میرے پاس سے اُٹھ کر لڑکی کی والدہ سے مشورہ کرنے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا اس نے اس کا نکاح محمد بن الاشعث سے کر دیا۔ آپ نے پوچھا کب۔ انہوں نے کہا ابھی دروازہ پر۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے حسن کا نکاح جعدہ کے ساتھ کر دیا۔ پھر جب سعید محمد بن الاشعث سے ملے تو انہوں نے سخت الفاظ کہہ کر ان پر دھوکہ دینے کا الزام لگایا۔ انہوں نے سعید کو بُرا کہا اور کہا کہ تو نے مجھ سے ابن رسول اللہ کے بارے میں مشورہ کیا۔ اس سے زیادہ حماقت کیا ہو سکتی ہے۔

پھر اشعث حسن کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ اے ابو محمد اپنی دولہن کے دیکھنے کے لئے نہیں چلتے ہو، جب انہوں نے چلنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا ایسے چلنا نہیں ہوگا۔ واللہ میری قوم کی چادروں پر آپ چلیں گے۔ تو ان کے استقبال کے لئے بنی کندہ راستہ کے دونوں طرف صفیں باندھ کر آئے اور انہوں نے یہاں سے باب الاشعث تک چادریں بچھا دیں (ان پر حضرت حسنؓ کو لے جایا گیا)

(۵۱) وحشی بن حرب کے متعلق جعفر بن عمرو الضمری کہتے ہیں کہ میں عبید اللہ ابن عدی بن الخیار کے ساتھ (شام کیلئے) نکلا مجھ سے عبید اللہ نے وحشی سے ملاقات کی تحریک کی۔ چنانچہ ہم جا کر اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ ہم نے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا اور عبید اللہ نے عمامہ کو اپنے منہ پر اتنا لپیٹ لیا تھا کہ وحشی ان کی صرف آنکھیں ہی دیکھ سکتا تھا۔ اور دونوں پاؤں

عبیداللہ نے کہا اے وحشی تم مجھے پہچانتے ہو؟ تو اس نے نظر ڈالی پھر کہا نہیں۔ واللہ اس سے زیادہ نہیں کہ مجھے علم ہے کہ عدی بن الخیار نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا۔ اس کے عدی سے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا اس کے لئے عدی نے دودھ پلانے والی کا انتظام کیا۔ میں اس لڑکے کو گود میں لیکر اس کی ماں کے ساتھ چلا اور اس کو دودھ پلانے والی کے پاس پہنچا دیا تھا اس وقت میں گویا اس لڑکے کے پاؤں کو دیکھ رہا ہوں (عبیداللہ بن عدی اسی لڑکے کا نام تھا۔ جو اب جوان ہو کر اس کے سامنے آئے تھے)

باب ۹: خلفاء رضی اللہ عنہم کی حکایات اور ذہانت کے واقعات

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابوبکر صدیق اور عمر اور علی اور حسن اور حسین اور معاویہ اور ابن الزبیر کے کچھ واقعات فی کاوت تحریر کر چکے ہیں اب ہم ان خلفاء کے ایسے واقعات تحریر کرتے ہیں جو ان کے بعد ہوئے ہیں۔ اور اللہ توفیق دینے والا ہے۔

(۵۲) عبدالملک بن مروان کے متعلق اصمعی سے منقول ہے کہ عبدالملک بن مروان نے عامر شعبی کو شاہ روم کے پاس کسی وجہ سے قاصد بنا کر بھیجا۔ شعبی شاندار طریقہ پر پہنچے۔ شاہ روم نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ شاہی خاندان سے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ جب شعبی نے واپسی کا ارادہ کیا تو شاہ نے ان کو ایک مختصر رقعہ دیا اور کہا جب آپ واپس جا کر خلیفہ سے ملیں اور ہمارے نواح کے متعلق تمام مناسب کلام سے فارغ ہو چکیں تو ان کو یہ رقعہ سپرد کر دینا جب شعبی عبدالملک کے پاس واپس پہنچے، تو جو کچھ ضروری گفتگو تھی اس سے فارغ ہو کر اٹھے اور جانے لگے رقعہ یاد آیا تو پھر واپس آئے اور عرض کیا کہ اے امیرالمؤمنین میں ایک رقعہ پیش کرنا بھول گیا تھا جو باہر نکل کر مجھے یاد آیا اور اس کو آخر میں ہی پیش کرنا تھا۔ وہ رقعہ خلیفہ کی خدمت میں پیش کر دیا اور رخصت ہو گئے۔ خلیفہ نے کھولنے کا حکم دیا اس کو پڑھ کر خلیفہ نے شعبی کو واپس بلانے کا حکم دیا پھر ان سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ پھر سنایا کہ اس میں یہ لکھا ہے کہ "میں قوم عرب کی طرف سے تعجب کرتا ہوں کہ اس شخص کے علاوہ دوسرے شخص کو اپنا بادشاہ منتخب کر لیا"۔ پھر عبدالملک نے سوال کیا کہ تم سمجھے کہ اس نے ایسا کیوں لکھا؟ انہوں نے انکار کیا۔ تو کہا کہ وہ مجھ میں تمہاری طرف سے حسد پیدا کرنا چاہتا ہے اور مجھے تمہارے قتل پر ابھار رہا

ہے شعبی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین اگر وہ آپ کو دیکھ لیتا تو مجھے شاندار نہ سمجھتا۔ یہ گفتگو اس بادشاہ تک پہنچ گئی۔ تو وہ عبد الملک کی نکتہ رسی پر متعجب ہو کر کہنے لگا۔ واللہ میں نے اسی مصلحت سے وہ کلمات لکھے تھے۔

(۵۳) ہشام بن عبد الملک کے متعلق منقول ہے کہ ہشام نے اپنے بیٹے کے اتالیق کو ہدایت کی تھی کہ جب تم کسی مجلس میں اس کی زبان سے کوئی نامناسب کلمہ سنو تو اس کو مجمع میں ٹوک کر شرمندہ نہ کرنا۔ اس صورت میں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی خطا کو موزوں و مناسب ثابت کرنے لگے اور یہ دوسری خطا پہلی خطا سے بھی بری ہو گی۔ تم کو چاہیئے کہ اسے یاد رکھو اور جب تخلیہ ہو تو اس کو بیان کر کے اصلاح کر دو۔

(۵۴) سفاح کے متعلق ایک ایسے شخص سے منقول ہے جو کہ سفاح کی مجلس میں حاضر تھا اور سفاح بنی ہاشم میں سے بہت حسد کرنے والا شخص ہوا ہے اور شیعوں کا اور وجیہ لوگوں کا دشمن تھا اس کے پاس (امام حسنؓ کے پوتے) عبد اللہ ابن حسین بن حسن پہنچے اور وہ قرآن مجید لئے ہوئے تھے انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین ہم کو ہمارا حق ادا کر دجس کو اللہ نے اس قرآن میں متعین فرما دیا ہے۔ اس سے لوگوں میں خوف پیدا ہو گیا کہ مبادا سفاح ان کے حق میں کسی سخت معاملہ میں جلدی کر جائے (کیونکہ یہ شخص نہایت خونخوار ظالم تھا) اور عام لوگ ان بزرگ کے حق میں جو بنی ہاشم کے شیخ تھے اس امر کو پسند نہیں کرتے تھے اور نہ اس امر کو کہ یہ سفاح کو جواب دینے سے عاجز ہو جائیں ان کا مطالبہ سن کر سفاح نے سنجیدگی سے بغیر غصہ کئے اور بغیر ناگواری کے ان سے خطاب کیا اور کہا کہ تمہارے دادا علیؓ مجھ سے زیادہ بہتر اور زیادہ انصاف کرنیوالے تھے وہ ذی اختیار بنے یعنی خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے تمہارے دادا حسن اور حسین کو دیا۔ اور یہ دونوں تم سے بہتر تھے اور اب مجھ پر واجب ہوا کہ میں بھی تم کو اتنا ہی دوں تو اگر میں، تم کو اتنا ہی دیتا تو تمہارے ساتھ انصاف کرتا اور اگر میں نے اس پر اضافہ کر دیا تو کیا میرے لئے تمہاری طرف سے یہی جزا ہے۔ عبد اللہ اس کو جواب نہ دے سکے اور واپس ہو گئے اور لوگ سفاح کے جواب پر تعجب کرتے تھے۔

(۵۵) ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ پہلا خطبہ جو سفاحؑ نے دیا وہ اس قریہ میں دیا جس

عہ ابو العباس عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس یہ دولت عباسیہ کا پہلا خلیفہ ہوا ہے۔

کا نام عباسیہ تھا۔ جب خطبہ میں شہادت کا موقع آیا (یعنی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ الخ) تو آلِ ابی طالب میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا جس کے گلے میں قرآن تھا اس نے کہا کہ میں تجھے اس خدا کو یاد دلا کر کہتا ہوں جس کا تو نے ذکر کیا کہ میرے دشمن کے مقابلہ پر مجھ سے انصاف کرو۔ اور میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دو۔ اس حکم کے مطابق جو اس قرآن میں ہے۔ سفاح نے کہا کہ تجھ پر کس نے ظلم کیا۔ اس نے کہا کہ ابوبکرؓ نے جس نے فاطمہؓ کو باغ فدک نہ دیا۔ سفاح نے کہا ابوبکرؓ کے بعد کوئی اور بھی ہوا اس نے کہا ہاں۔ پوچھا کون؟ اس نے کہا عمرؓ سفاح نے کہا اور وہ اس ظلم پر جو تم پر ہوا قائم رہے اُس نے کہا "ہاں" سفاح نے کہا کہ پھر ان کے بعد کوئی اور ہوا اس نے کہا "ہاں"۔ پوچھا کون؟ اس نے جواب دیا کہ عثمانؓ سفاح نے کہا کہ وہ بھی اس ظلم پر قائم رہے؟ اس نے جواب دیا "ہاں" سفاح نے کہا اس کے بعد کوئی اور ہوا اس نے کہا "ہاں" پوچھا کون اس نے کہا "علیؓ" سفاح نے پوچھا اور وہ بھی اس ظلم پر قائم رہے؟" اب وہ شخص چُپ ہو گیا اور اس نے اپنی رہائی کا راستہ نکالنے کے لئے پیچھے کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ سفاح نے کہا اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر یہ پہلا مقام نہ ہوتا جہاں میں کھڑا ہوں پھر میں تجھ سے گفتگو کی ابتدا نہ کر چکا ہوتا تو جس میں تیری دونوں آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔ اس کو تن سے جدا کر دیتا بیٹھ اور خطبہ سُن۔

(۵۶) منصورؔعـ کے متعلق اسماعیل بن محمد سے منقول ہے کہ ابن ہرمہ شاعر نے ابوجعفر (منصور) کو ایک قصیدہ سنایا۔ منصور نے کہا اپنی حاجت مانگو۔ اس نے کہا آپ اپنے مدینہ کے عامل کو یہ لکھ دیجئے کہ جب وہ مجھے نشہ میں پائے تو مجھ پر حد جاری نہ کرے۔ تو منصور نے کہا یہ تو ایک حد ہے (جو اللہ کا بنایا ہوا قانون ہے) اس کو باطل کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ ابن ہرمہ نے کہا کہ میری حاجت اس کے سوا اور کوئی نہیں منصور نے کہا اچھا ہم اپنے مدینہ کے عامل کو یہ لکھے دیتے ہیں۔ کہ جو کوئی ابن ہرمہ کو پکڑ کر لائے اور وہ نشہ میں ہو تو ابن ہرمہ کو اسی دُرّے مارو اور جو اس کو پکڑ کر لائے اس کو سو۔ راوی کہتا ہے کہ شرطی (یعنی پولیس والے) ابن ہرمہ کو جب وہ نشہ میں ہوتا تھا دیکھتے ہوئے گذر جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اسی کوڑوں کے بدلے سو کوڑے کون خریدے وہ گذر جاتے اور اس کو چھوڑ جاتے تھے۔

(۵۷) منقول ہے کہ منصور اپنے شہر کے ایک قبہ میں بیٹھے تھے وہاں سے انہوں نے ایک شخص

عـ یہ سفاح کا بھائی تھا۔ سفاح کے انتقال کے بعد خلیفہ ہوا۔ ۱۲

کو دیکھا جو نہایت غمگین، پریشان محسوس ہوا جو سڑکوں پر گھومتا پھر رہا تھا تو خادم کو حکم دیا کہ اس کو لیکر آئے۔ جب وہ حاضر ہوا تو اس سے حال دریافت کیا۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے تجارت کے لئے سفر کیا اور مالی فائدہ حاصل کیا اور مال لیکر گھر پہنچا اور اپنی بیوی کے سپرد کر دیا۔ اب اس کی بیوی نے یہ بیان کیا کہ گھر میں سے سب مال چوری ہو گیا۔ اور گھر میں نہ نقب دیکھی اور نہ چھت اکھڑنے کا کوئی نشان۔ منصور نے اس سے پوچھا کہ اس عورت سے نکاح کئے ہوئے کتنا عرصہ گذرا؟ اس نے کہا ایک سال۔ پھر پوچھا کہ کیا وہ کنواری تھی۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر دریافت کیا کہ کیا دوسرے شوہر سے اس کے کوئی اولاد ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ وہ جوان ہے یا سن رسیدہ؟ اس نے کہا نو عمر ہے۔ پھر منصور نے ایک عطر کی شیشی منگائی۔ یہ عطر عجیب و غریب تیز خوشبو تھا جو صرف منصور ہی کے لئے تیار کیا جاتا تھا۔ یہ شیشی اس کو دے کر فرمایا کہ اسے استعمال کرو، اس کے اثر سے تمہارا غم جاتا رہے گا۔ جب یہ شخص منصور کے پاس سے رخصت ہو گیا تو اپنے چار معتمد ملازموں کو بلا کر وہ عطر سنگھایا اور حکم دیا کہ تم میں ہر ایک شہر کے ایک ایک دروازہ پر جا کر گشت کرتا رہے اور جو آنے جانے والا تمہارے قریب سے گذرے اور اس میں سے تم یہ خوشبو محسوس کرو اس کو میرے پاس لے آؤ۔

وہ پریشان آدمی خلیفہ سے عطر کی شیشی لیکر اپنے گھر پہنچا اور وہ بیوی کو دی اور اس کو بتایا کہ یہ مجھ کو امیر المؤمنین نے عطا فرمائی۔ اس نے سونگھ کر اپنے آشنا کو بلا بھیجا اور اسی کو مال بھی دیا تھا اور اس سے کہا کہ یہ خوشبو لگاؤ۔ یہ امیر المؤمنین نے میرے شوہر کو دی ہے۔ اس نے استعمال کی۔ اور شہر کے ایک دروازہ سے گذرا۔ تو جو شخص اس دروازے کے پہرے پر تھا اس نے خوشبو کو محسوس کر لیا۔ اور اسکو پکڑ کر خلیفہ منصور کے پاس لے آیا۔ منصور نے اس شخص سے پوچھا کہ ایسی عجیب و غریب خوشبو تیرے پاس کہاں سے آئی اس نے جواب دیا کہ میں نے اس کو خریدا تھا۔ منصور نے کہا کس سے خریدا؟ اب وہ شخص گھبرا گیا اور فضول باتیں کرنے لگا۔ تو منصور نے پولیس افسر کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ اس کو پکڑ کر اپنے پاس لے جاؤ۔ اگر یہ وہ چرائے ہوئے دینار جو اسقدر ہیں واپس کر دے تو اس کو چھوڑ دینا تاکہ یہ چلا جائے جہاں اس کی مرضی ہو۔ اور اگر نہ دے۔ تو اس کے بغیر ہم سے پوچھے ایک ہزار کوڑے مارے جائیں جب دونوں چلے گئے تو پھر افسر کو بلا

کو سمجھایا کہ اس کو ڈراؤ اور تہدید کرو اور جب تک ہم سے حکم نہ لے لو کوڑے مت مارنا۔ چنانچہ وہ پولیس افسر اس کو پکڑ لایا اور اس نے سب سے الگ اس کو جیل خانہ میں بند کر دیا تو اس نے دینار واپس کرنے کا اقرار کر لیا اور ان کو بجنسہ حاضر کر دیا۔ تو منصور کو اس کی اطلاع دی گئی تو اس مالک کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ بولو کہ اگر ہم وہ سب دینار تم کو دیدیں تو تم اپنی بیوی کے بارے میں ہم کو اختیار دیدوگے اس نے عرض کیا ضرور۔ منصور نے کہا اچھا یہ اپنے دینار سنبھالو اور میں تمہاری بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔ اس کی اس کو اطلاع دیدو۔

(۵۸) یعقوب بن جعفر کا بیان ہے کہ منصور کے کمال ذکا کی دلیل یہ واقعہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ مدینہ پہنچے تو ربیع (حاجب) کو حکم دیا کہ ایک ایسے شخص کو تلاش کر لاؤ جو ہم کو لوگوں کے مکان شناخت کرا سکے (یعنی جس مکان کے بارے میں ہم پوچھیں کہ یہ کس کا ہے تو وہ صحیح جواب دے سکے) میں اس کو پہچاننا چاہتا ہوں۔ ربیع نے ایسا شخص لا کر پیش کر دیا جس کو یہ ہدایت کر دی گئی کہ وہ جس مکان کے بارے میں منصور سوال کریں اسی کو بتائے۔ اپنی طرف سے سلسلہ نہ شروع کرے۔ جب ربیع چلا گیا تو خلیفہ منصور نے حکم دیا کہ اس کو ایک ہزار درہم دیئے جائیں۔ اس شخص نے اس مقدار کا مطالبہ ربیع سے کیا۔ ربیع نے کہا کہ مجھے تو خلیفہ نے کوئی حکم نہیں دیا۔ میں اپنی طرف سے تجھے ایک ہزار درہم دیئے دیتا ہوں اور عنقریب خلیفہ سوار ہونے والے ہیں۔ تم ان کو یاد دلا دینا۔ یہ شخص خلیفہ کے ساتھ سوار ہو کر مکانوں کا حال بتاتا رہا اور اسکو دوسری گفتگو کا موقع ہی نہ مل سکا۔ پھر جب منصور نے اس سے جدا ہونا چاہا تو اس نے یہ شعر عرض کیا۔

وارا‌ک تفعل ما تقول و بعضھم — مذق اللسان یقول ما لا یفعل

میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں اسکو ضرور ایفا کرتے ہیں اور بعض لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ ناقابل اعتبار زبان والے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کرتے نہیں۔

پھر اس نے جانے کا ارادہ کیا تو منصور ہنسے اور حکم دیا کہ اے ربیع اس کو ایک ہزار درہم دیدو جن کا میں نے اس سے وعدہ کیا تھا اور ایک ہزار اور دے دو۔

(۵۹) ابو عبید اللہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابو جعفر نے (یہ خلیفہ منصور کی کنیت ہے) یزید بن ابی اسید سے تخلیہ کیا اور کہا کہ اے یزید ابو مسلم کے قتل کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔

یزید نے جواب دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ اس کو ضرور قتل کر دیں اور پھر شکرانہ میں ایک اُونٹ ذبح کریں۔ خدا کی قسم خالص آپ کی حکومت قائم نہیں ہو سکتی اور آپ پُر مسرت زندگی نہیں بسر کر سکتے جب تک یہ شخص باقی ہے۔ یزید بن ابی اُسید کہتے ہیں کہ یہ سُنکر اسقدر تیور بدل لئے کہ میں نے خیال کیا کہ یہ ابھی مجُھ پر حملہ کر ڈالے گا۔ پھر بولے کہ خدا تیری زبان کاٹ دے اور تجھ پر تیرے دشمن کو مسلط کرے تو مجھے ایسے شخص کے قتل کا مشورہ دیتا ہے جس نے سب سے زیادہ ہماری امداد کی ہے۔ اور ہمارے دشمنوں پر سب سے زیادہ بھاری ہے۔ خدا کی قسم اگر تیری سابقہ خدمات کا خیال نہ ہوتا۔ اور نیز یہ کہ میں اس بات کو تیری خوش گپیاں سمجھ رہا ہوں تو تیری گردن جُدا کر دیتا۔ کھڑا ہو جا۔ تجھے خدا کھڑا ہونے کے قابل نہ رکھے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں اُٹھ گیا اور میری آنکھوں پر اندھیرا چھا گیا اس وقت میری تمنا تھی کہ زمین پھٹ جائے اور اس میں سما جاؤں۔ پھر جب منصور ابو مسلم کے قتل سے فارغ ہو چکے تو اسوقت مجھ سے کہا کہ اے یزید تم کو وہ دن یاد ہے کہ میں نے تم سے مشورہ کیا تھا۔ میں نے کہا ہاں۔ تو کہنے لگے کہ واللہ وہ تمہاری رائے صائب رائے تھی جس کے صحیح ہونے میں مجھے بالکل شک نہیں تھا۔ لیکن مجھے ڈر ہوا کہ اگر تم نے یہ راز افشا کر دیا تو میری سب تدابیر رائیگاں جائیں گی (اس لئے میں نے تمہارے ساتھ وہ انداز اختیار کیا تھا) (ابو مسلم خراسانی ایک بہت سفاک شخص تھا جس نے حجاج بن یوسف کی طرح ہزاروں انسانوں کا خون کیا تھا۔ خلافت عباسیہ کی بنیاد مضبوط کرنے میں اس کا بڑا دخل تھا۔ لیکن اس کی اپنی بڑی مضبوط جماعت تھی اور اس کے نکر میں لگا رہتا تھا حتیٰ کہ اس کے قتل میں کامیاب ہو گیا اور اس کی جماعت کو دولت برسا کر مطیع کر لیا)

(۶۰) خلیفہ مہدی کے متعلق علی بن صالح کہتے ہیں کہ میں مہدی کے پاس موجود تھا جب کہ شریک بن عبداللہ قاضی خلیفہ سے ملنے آگئے۔ تو مہدی نے چاہا کہ خوشبو جلائی جائے۔ قاضی صاحب کے لئے۔ تو خادم کو جو پیچھے کھڑا تھا حکم دیا کہ قاضی صاحب کے لئے "عود" لاؤ (عود اس خوشبو دار مرکب کو کہتے ہیں جس کے جلنے سے خوشبو دار دھواں بتدریج اُٹھتا رہتا ہے اور عُود ایک باجے کا نام بھی ہے جو سارنگی جیسا ہوتا ہے) خادم جا کہ عود باجہ اٹھا لایا اور اس نے لاکر قاضی شریک صاحب کی گود میں رکھ دیا۔ شریک نے کہا اے امیر المؤمنین یہ کیا ہے؟ مہدی نے جواب دیا کہ آج

صبح اس باجہ کو افسر پولیس نے برآمد کیا تھا ہم نے چاہا کہ یہ قاضی صاحب کے ہاتھ سے ٹوٹے قاضی صاحب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے جزاک اللہ خیراً یا امیر المؤمنین کہا اور اس کو توڑ دیا پھر دوسری باتوں میں لگ گئے اور وہ واقعہ فراموش ہو گیا۔ پھر مہدی نے شریک سے سوال کیا کہ اس صورت میں آپ کیا حکم دیتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے وکیل کو ایک شئے معین کے لانے کا حکم دیا مگر دوسرا لے آیا اور یہ دوسری چیز تلف ہو گئی۔ تو قاضی صاحب نے کہا اے امیر المؤمنین اس پر ضمان ہے (یعنی اس کی مثل چیز مہیا کرے یا قیمت ادا کرے) تو (قاضی صاحب کے جانے کے بعد) منصور نے خادم سے کہا کہ اس حرکت سے جو چیز تلف ہوئی اس کا ضمان ادا کر د (یہ دوسری ذکاوت ہے۔ کیسے لطیف طور پر دوسرا باجہ مہیا کرنے کا خادم کو ایما کیا)

(۶۱) محمد بن الفضل نے کہا کہ مجھ سے ایک ادیب نے حسن ابو سیف کی روایت سے بیان کیا کہ مہدی دربار عام میں تھے کہ ایک شخص آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک جوتہ تھا جو ایک رومال میں لپٹا ہوا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوتہ ہے جو میں آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ لایا ہوں۔ فرمایا لاؤ۔ اس نے پیش کر دیا۔ تو اس کے اندر کے حصہ کو بوسہ دیا۔ اور اپنی آنکھوں سے لگایا اور حکم دیا کہ اس شخص کو دس ہزار درہم دیئے جائیں جب وہ درہم لیکر چلا گیا تو ہمنشینوں سے کہا کہ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں یہ سمجھا نہیں ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا بھی نہیں چہ جائیکہ آپ نے اس کو پہنا ہو (ہمارے اس طرز عمل میں یہ مصلحت تھی کہ) اگر ہم اس کی تکذیب کرتے تو وہ لوگوں سے یہ کہتا پھرتا کہ میں نے امیر المؤمنین کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوتہ پیش کیا اور امیر المؤمنین نے اس کو مجھ پر پھینکدیا اور اس کی اطلاع کو رد کرنیوالوں کی بہ نسبت تصدیق کرنیوالے بہت لوگ ہوتے۔ کیونکہ عام لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ صرف ظاہری سطح کو دیکھتے ہیں۔ اور ہر کمزور کی حمایت پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ طاقتور کے مقابلہ پر۔ چاہے وہ کمزور ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ (اور طاقتور حق وانصاف پر ہو) تو ہم نے (دس ہزار درہم میں درحقیقت) اس کی زبان خریدی ہے اور (بظاہر) اس کا ہدیہ قبول کیا اور اسکے قول کی تصدیق کر دی۔ جو کچھ ہم نے کیا یہی ہمارے لئے میں مناسب معلوم ہوا۔

(۶۲) خلیفہ مامون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مبرد کہتے ہیں کہ مجھ سے عمارہ بن عقیل نے ذکر

کیا کہ مجھ سے ابن ابی حفصہ شاعر نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ امیر المؤمنین یعنی مامون الرشید شعر میں بصیرت نہیں رکھتے ہیں نے کہا کہ اُن سے زیادہ شعر میں صاحب فراست کون ہوگا۔ ان کا حال یہ ہے کہ ہم شعر کا پہلا حصہ پڑھتے ہیں تو وہ بقیہ حصہ سننے سے پہلے ہی آخر تک پورا شعر پڑھ دیتے ہیں۔ ابن ابی حفصہ نے کہا کہ میں نے ان کے سامنے (ان کی مدح میں) ایک شعر پڑھا جس میں اعلیٰ مضمون تھا مگر ان میں اس کو سنکر کچھ بھی تحریک نہ ہوئی اور وہ بیت یہ ہے اس کو سنو۔

اضحی امام الھدی المامون مشتغلاً بالدین والناس بالدنیا مشاغیل

(ہدایت کے امام مامون الرشید برابر دین میں مشغول رہتے ہیں۔ ایسی حالت میں کہ سب لوگ دنیا میں مستغرق ہوتے ہیں)

میں نے کہا اس شعر میں آپ نے ان کی مدح کی ہی کیا ہے (جس پر وہ جھوم جاتے) بجز اس کے کہ آپ نے ان کو ایسی بڑھیا کے درجہ میں ڈال دیا جو ہاتھ میں تسبیح لئے ہوئے محراب میں بیٹھی رہتی ہو۔ تو جب امیر المؤمنین دنیاوی امور سے کنارہ کش ہوں گے تو ان کا نظم کون انجام دے گا۔ حالانکہ وہ اسی کے ذمہ دار ہیں۔ (اس شعر پر بالکل ساکت رہنا تو ان کی بصیرت کی سب سے بڑی دلیل ہے) تم نے اس طرح کیوں نہ کہا جیسا کہ تمہارے چچا جریر نے عبدالعزیز بن الولید کی مدح میں کہا تھا۔

فلاھو فی الدنیا مضیعٌ نصیبہ، ولاعرض الدنیا عن الدین شاغلہٗ

وہ نہ دنیا کے بارے میں (یعنی دربارہ نظم مملکت) اپنے حصہ کو ضائع کرنیوالا ہے اور نہ دنیاوی متاع اس کو دین سے بے پروا کر سکتی ہے۔

(۶۳) مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو یہ حکایت پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ حسن لولوی مامون الرشید کو کوئی قصہ سنا رہے تھے اور مامون اس وقت امیر المؤمنین بن چکے تھے۔ مامون کو اونگھ آگئی حسن لولوی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین کیا آپ سو گئے؟ تو مامون نے بیدار ہو کر کہا بازاری شخص ہے واللہ! اے غلام اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر کر دے! مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ایسا اس لئے کہا کہ سلاطین کا مقصد ہی سوتے وقت کوئی قصہ سننے سے یہ ہوتا ہے کہ نیند آجائے۔ تو اس کا آواز دے کر جگانا مقصد سے بڑی غفلت کے علاوہ بے ادبی بھی تھا (مامون نے بازاری شخص کہہ کر اسی کی طرف اشارہ کیا)

(۶۴) خلیفہ معتضد باللہ کے متعلق (ان کے مصاحب خاص) ابوعبداللہ محمد ابن حمدون نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ معتضد باللہ نے رات کیوقت جب رات کا کھانا حاضر کیا جا چکا تھا مجھے حکم دیا کہ ہم کو کھانا کھلاؤ اور دسترخوان پر جوان مرغ مسلم اور تیتر بھونے ہوئے چنے گئے تھے۔ تو میں نے مرغ کے سینہ سے گوشت نکال کر پیش کیا۔ تو اس سے انکار کیا اور کہا ران کا گوشت لاؤ۔ چند لقمے کھانے کے بعد تیتروں کا گوشت اُتارنے کا ایما کیا۔ تو میں نے اُن کی ران سے گوشت نکال کر پیش کیا۔ تو فرمایا کیا ہو گیا آج تو میرے ساتھ عجیب حرکات کر رہا ہے ان کے سینہ کا گوشت نکال۔ میں نے کہا اے میرے آقا آج تو میں نے عقل کو پاؤں کے نیچے دبا رکھا ہے (کہ بعید از عقل حرکات مجھ سے سرزد ہو رہی ہیں) یہ سنکر ہنسنے لگے۔ میں نے عرض کیا میں آپ کو کتنا ہنساتا ہوں مگر آپ مجھے نہیں ہنساتے۔ فرمایا اس رومال کو اٹھاؤ اور جو اس کے نیچے سے ملے وہ لے لو۔ میں نے جب اس کو اٹھایا تو نیچے سے ایک دینار نکلا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس کو لے لوں؟ فرمایا ہاں! میں نے کہا اس وقت میرے ساتھ عجیب بات آپ کر رہے ہیں ایک خلیفہ اپنے ندیم کو عطا کر رہے ہیں صرف ایک دینار! فرمایا افسوس ہے بیت المال میں تیرا کوئی حق اس سے زیادہ نہیں۔ اور میرا نفس اپنے ذاتی مال میں سے دینا پسند نہیں کر رہا ہے لیکن اچھا میں ایک ایسا حیلہ کروں گا جس سے تجھ کو پانچ ہزار دینار مل جائیں میں نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ کہنے لگے کہ کل جب میرے پاس قاسم یعنی ابن عبیداللہ (وزیر) آئیں گے اور میری نظر اُن پر پڑے گی تو میں تجھ سے دیر تک (مصنوعی) سرگوشی کروں گا اور تیرے ساتھ اس طرح التفات کروں گا جیسا کہ کوئی غصہ کی حالت میں ہو اور تو اس سرگوشی کے دوران میں وزیر کی طرف کڑی نظر سے دیکھتے رہنا جس طرح حمد کا ارادہ کرنے والے دیکھتے ہیں۔ جب یہ سرگوشی ختم کر دوں تو چلے جانا تو جب تک وزیر باہر نہ جائے دہلیز کو مت چھوڑنا (اس کے آس پاس لگے رہنا) جب وزیر تجھ سے ملے گا تو تجھ سے بہت عمدہ طور سے مخاطب ہو گا اور تیری زبردستی دعوت کرے گا تجھ سے حال پوچھے گا تو اس سے اپنے افلاس کا حال بیان کرنا اور میری خدمت خاص کا اور میرے کم دینے کا ذکر کرنا اور بیان کر دینا کہ قرض اور عیال کے بوجھ نے کمر دوہری کر دی ہے۔ اور وہ جو کچھ تجھے دے وہ لے لینا اور جس قیمتی چیز پر تیری نظر پڑ جائے وہ اس سے طلب کر لینا وہ تجھے

ضرور دیگا۔ یہاں تک کہ تو پانچ ہزار دینار کا حساب پورا کرے۔ پھر جب تو یہ سب لے لیگا۔ تو وہ تجھ سے پوچھیگا کہ وہ خاص باتیں کیا ہو رہی تھیں تو پوری بات سچ سچ بیان کر دینا۔ خبردار جھوٹ مت بولنا اور بتا دینا کہ میں نے یہ ایک حیلہ کیا تھا اور ساری بات سنا دینا مگر یہ سب گفتگو اس وقت کرنا جب اس کا اصرار بڑھ جائے اور تو اس کو راز میں رکھنے کے لئے اس سے قسم مغلظہ (طلاق اور عتاق کی) لے چکے اور یہ گفتگو اس وقت کرنا جب کہ وہ تمام مال اپنے گھر میں پہنچا چکے۔ پھر جب کل کا دن آیا اور قاسم (وزیر) حاضر ہوئے تو خلیفہ نے (اس کو دیکھ کر) اس سے سرگوشی شروع کر دی اور سارا قصہ طے شدہ اسکیم کے مطابق پیش آیا۔ جب میں نکلا تو وزیر قاسم صاحب دروازہ پر موجود تھے میرا انتظار کر رہے تھے۔ کہنے لگے کہ اے ابو محمد! تم ہم کو کیوں ستایا کرتے ہو تم ہمارے پاس کبھی آتے ہی نہیں، کبھی ملاقات نہیں کرتے۔ نہ کبھی ہم سے اپنی کوئی حاجت بیان کرتے ہو۔ میں نے اُن سے عذر کیا کہ خلیفہ کی خدمت میں مسلسل کمربستہ رہنا پڑتا ہے۔ کہنے لگے آج تو تم کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا اور کچھ وقت مسرت کے ساتھ گذارنا ہوگا۔ میں نے کہا کہ میں تو وزیر صاحب کا خادم ہوں۔ میرا ہاتھ پکڑ کر سواری میں بٹھا لیا اور مجھ سے میرا حال پوچھنا شروع کر دیا اور میں نے شکایت شروع کر دی کہ میں خلیفہ کا راز دار مصاحب ہوں اور تنگی معاش اور قرض میں مبتلا ہوں اور بیٹیوں کی شادی کا فکر ہے۔ خلیفہ کی لاپرواہی اور بخل کا بھی ذکر کیا تو بڑی ہمدردی سے کہنے لگے کہ جو کچھ ہماری وسعت میں ہے ہم اس سے ہرگز دریغ نہ کریں گے۔ اگر تم ہم سے پہلے ذکر کر دیتے تو ہم تمہاری مدد کرتے اور یہ تکلیفیں نہ پہنچنے دیتے۔ میں نے شکریہ ادا کیا پھر ہم مکان پر پہنچ گئے تو کسی طرف توجہ کئے بغیر اوپر چڑھ گئے اور ملازمین خاص سے کہا کہ آج کا دن ہم نے ابو محمد کے ساتھ مسرت سے گذارنے کا ارادہ کیا ہے کوئی مخل نہ ہو! اور اپنے محررین کو بھی چھٹی دیدی اور خلوت گاہ کو بالکل خالی کر لیا۔ اور مجھ سے باتیں شروع کر دیں میرے لئے دستر خوان بچھایا گیا اور میرے لئے میوے لائے گئے اور اپنے دستِ خاص سے اُٹھا اُٹھا کر دیتے رہے اور کھانا آیا اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ جب شراب کا شغل شروع ہوا تو میرے لئے تین ہزار دینار کا حکم ہوا جن کو میں نے فوراً منگوا لیا اور کپڑے، خوشبوئیں اور سواریاں دی گئیں میں یہ سب وصول کرتا رہا اور میرے سامنے چاندی کی صینی تھی جس میں چاندی کی سیانچی تھی اور بابوریں ظروف شراب

تھے گلاس اور پیالے بیش قیمت بلور کے تھے۔ ان سب کے بارہ میں حکم دیا گیا کہ میری سواری میں رکھ دیئے جائیں میں نے بھی جس قیمتی چیز پر نظر پڑی وہ مانگ لی۔ ایک نفیس فرش مجھے دیا گیا کہ یہ بیٹیوں کے لئے ہے۔ پھر جب اہل مجلس رخصت ہوئے تو مجھے تنہائی میں کہا کہ اے ابو محمد میرے والد کے حقوق جو تم پر ہیں تم خود جانتے ہو اور میری دوستی کا بھی حق ہے میں نے کہا میں تو وزیر صاحب کا خادم ہوں کہنے لگے کہ میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں مگر قسم کھاؤ کہ تم بالکل سچی بات بیان کرو گے۔ میں نے کہا بسر و چشم پھر مجھے سچ بولنے پر اللہ کی قسم کھلائی اور سچائی پر بیوی پر طلاق اور آزاد ہو جانے کی شرط بھی قبول کرائی۔ پھر سوال کیا کہ میرے بارے میں کسی معاملہ پر تم اور خلیفہ آج سرگوشی کر رہے تھے (اور یہ خلیفہ کی ہدایت کے مطابق وہ اموال غنیمت اپنے دولت کدہ پر پہنچا چکے ہوں گے) تو میں نے سچائی کیساتھ تمام ماجرا حرف بحرف سنا دیا کہنے لگے تم نے مجھے بہت ہلکا کر دیا اور چونکہ خلیفہ کی نیت نیک ہے تو مجھے اس سے کوئی گرانی نہیں ہوئی میں وزیر صاحب کا شکریہ ادا کر کے اپنے گھر واپس آگیا۔ اگلے دن علی الصباح میں معتضد باللہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا کہنے لگے اپنی سرگزشت سناؤ۔ تو میں نے تمام داستان عرض کر دی کہنے لگے کہ دیناروں کو حفاظت سے رکھنا اور ایسا خیال کر لینا کہ میں جلدی ہی ایسا حیلہ پھر کر دوں گا۔

(۶۵) ابو بکر بن محمد سے منقول ہے کہ ایک دن معتضد باللہ ایک مکان میں جو ان کے لئے تعمیر کیا جا رہا تھا بیٹھے ہوئے کاریگروں کو دیکھ رہے تھے ان میں ایک سیاہ رنگ بدصورت نوجوان کو دیکھا جو بہت مسخرہ تھا۔ سیڑھیوں پر دو دو درجے پھلانگ رہا تھا اور دوسرے مزدوروں سے دوگنا بوجھ بھی اٹھاتا تھا۔ اس کو دیکھ کر خلیفہ کے دل میں شبہہ پیدا ہوا اس کو بلایا گیا اور اس کا سبب دریافت کیا تو اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔ خلیفہ نے ابن حمدون سے کہا جو وہاں موجود تھے اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے انہوں نے کہا کہ یہ کون ہے یعنی ایک بے حقیقت شخص ہے کہ آپ ایسے شخص کی سوچ میں پڑ گئے۔ شاید ایسا ہو کہ یہ کنبہ نہ رکھتا ہو اور مصارف کے فکر سے اس کا دل خالی ہو۔ خلیفہ نے کہا افسوس ہے (تو کچھ نہ سمجھا) میں نے اس کے بارہ میں جو اندازہ کیا ہے۔ میں اس کو غلط نہیں سمجھتا یا تو کہیں سے بغیر محنت اس کو کچھ دینار ہاتھ آگئے اور یا یہ چور ہے اور مٹی گارے کے کام سے اپنا راز پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔ ابن حمدون نے خلیفہ سے اس باب میں اختلاف کیا خلیفہ نے کہا کہ اس

سیاہ شخص کو ہمارے سامنے لاؤ تو وہ حاضر کیا گیا اور کوڑے مارنے والے کو بلایا گیا اور حکم دیا کہ اس کے کوڑے لگائے جائیں جب اس کے تقریباً ایک سو کوڑے لگ چکے اور خلیفہ نے قسم کھائی کہ اگر اس نے سچ نہ بیان کیا تو اس کی گردن ماردی جائے گی اور تلوار اور چمڑے کا فرش بھی منگا لیا گیا تو اسوقت وہ سیاہ رنگ شخص بولا کہ مجھے امن دیدیجئے (تو میں سچی بات کہدوں گا) خلیفہ نے کہا امان دی جاتی ہے بجز اس صورت کے جس میں حد واجب ہو۔ آخری الفاظ کو وہ سمجھا نہیں اور اس نے خیال کیا کہ اب میں محفوظ ہو چکا تو اس نے اپنا حال بیان کیا کہ میں برسوں سے اینٹوں کے بھٹہ پر کام کرتا تھا۔ چند مہینے گذرے کہ میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص میرے پاس سے گذرا جس کی کمر میں ایک ہمیانی بندھی ہوئی تھی۔ میں اس کے پیچھے لگ گیا اس نے ایک بھٹی کے قریب بیٹھ کر ہمیانی کھولی اور اس میں سے ایک دینار نکالا۔ اس کو میرے پیچھے کھڑے ہونے کی کچھ خبر نہ تھی۔ میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دیناروں ہی سے بھری ہوئی ہے تو میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کے ہاتھ جکڑ ڈالے اور اس کا منہ بند کر دیا اور ہمیانی چھین لی اور اس کو کندھے پر اٹھا کر لے گیا اور بھٹہ کے ایک گڑھے میں ڈال کر مٹی سے بھر دیا۔ چند دنوں کے بعد اس کی ہڈیاں نکال کر دریائے دجلہ میں پھینک آیا۔ دینار میرے پاس موجود ہیں جن سے میرے دل کو تقویت پہنچتی ہے معتضد نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کے مکان سے دینار نکال لائے (چنانچہ مع ہمیانی لائے گئے) ہمیانی پر اس مقتول مالک کا نام مع ولدیت لکھا ہوا مل گیا۔ تو شہر میں اس نام کی منادی کرائی گئی تو ایک عورت حاضر ہوئی (جس کے ساتھ ایک بچہ تھا) اس نے کہا کہ یہ میرے شوہر کا نام ہے اور یہ اسی کا بچہ ہے جو مجھ سے پیدا ہوا تھا۔ فلاں وقت وہ گھر سے نکلا تھا اور اس کے ساتھ ایک ہمیانی تھی جس میں ایک ہزار دینار تھے وہ اب تک غائب ہے۔ تو خلیفہ نے وہ سب دینار اس کے سپرد کر دیئے اور اس کی عدت گذارنے کا حکم دیا۔ اور اس کالے شخص کی گردن ماردی گئی اور حکم دیا کہ اس کی لاش کو وہیں بھٹی میں ڈالدی جائے۔

(۶۶) محسن کہتے ہیں کہ ایک رات معتضد باللہ اپنی کسی ضرورت سے باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک اَمرد (بغیر داڑھی والا) لڑکا ایک دوسرے لڑکے کی پشت سے اُتر کر چاروں ہاتھ پاؤں سے سرکتا ہوا دوسرے لڑکوں میں شامل ہو گیا۔ معتضد نے آکر یکے بعد دیگرے ہر ایک لڑکے کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ جب اس مجرم لڑکے کا نمبر آیا اور اس کے سینہ پر ہاتھ رکھا

تو اس کو سخت خفقان شروع ہو گیا (خوف سے اس کے دل کی حرکت بڑھی ہوئی تھی۔ ہاتھ رکھتے ہی اور بڑھ گئی) معتضد نے اس کے لات ماری اور بیٹھ گئے اور کوڑے وغیرہ منگائے تو اس نے اپنے فعل شنیع کا اقبال کر لیا تو اس کو قتل کر دیا۔

(۶۷) محسن ایک اور واقعہ معتضد باللہ کا بیان کرتے ہیں کہ اُن کے خدام میں سے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں خلیفہ کے محل پر دریائے دجلہ کے کنارہ کھڑا تھا۔ میں نے ایک شکاری کو دیکھا جس نے دریا میں اپنا جال ڈالا تھا جب وہ بھاری محسوس ہوا تو اس کو کھینچا جب اس کو لیکر اس کا مُنہ کھولا تو اس میں اینٹیں بھری ہوئی تھیں جن کے بیچ میں ایک ہاتھ رکھا ہوا تھا جو مہندی سے رنگا ہُوا تھا معتضد باللہ کے حکم سے وہ تھیلا مع اینٹوں اور ہاتھ کے حاضر کیا گیا۔ خلیفہ پر اس کا سخت اثر ہوا۔ فرمایا کہ شکاری سے کہو کہ وہ اس موقع کے آگے پیچھے مختلف مقامات پر دوبارہ جال ڈالے شکاری نے ایسا کیا تو ایک اور تھیلا نکلا جس میں سے ٹانگ برآمد ہوئی۔ پھر تلاش کیا گیا تو کوئی چیز نہ ملی۔ اس واقعہ سے معتضد باللہ پر سخت رنج و غم طاری ہو گیا کہ میری موجودگی میں اس شہر میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو انسان کو قتل کر کے اس کے اعضا کاٹ ڈالتے ہیں اور میں گرفتار نہ سکوں۔ یہ کیا سیاست ہے کہتے ہیں کہ تمام دن کھانا نہیں کھایا (اسی پر غور کرتے رہے (جب اگلا دن ہوا تو اپنے ایک معتمد کو بلا کر ایک خالی تھیلا دیا اور حکم دیا کہ یہ تھیلا لے کر بغداد کے تھیلا بنانے والے کاریگروں میں گھومو۔ اگر ان میں کوئی شخص اس کو پہچان لے کہ یہ اس کا بنا ہوا ہے تو اس سے پوچھو کہ یہ تم نے کس کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔ اس سے خریدار کا حال معلوم کر کے اس سے مل کر معلوم کرو کہ اس نے کس کو بیچا اور کسی کو اس تفتیش کی وجہ مت بتانا۔ وہ شخص تین دن تک غائب رہا۔ پھر اس نے آکر بیان کیا کہ وہ برابر اس کی جستجو میں چمڑے والوں میں پھرتا رہا یہاں تک کہ اس کے بنانے والے نے اس کو پہچان لیا اور اس سے میں نے پوچھا کہ تم نے یہ کس کو فروخت کیا تھا اس نے کہا کہ میں نے ایک عطر فروش کے ہاتھ بیچا تھا جو سوق یحییٰ[1] میں ہے۔ پھر عطر فروش سے مل کر اس کو تھیلا دکھایا اس نے دیکھ کر کہا "ارے یہ تھیلا تمہارے ہاتھ کہاں سے آگیا" میں نے کہا کہ کیا تم اسے پہچانتے ہو اس نے کہا ہاں تین مہینہ ہوئے مجھ سے دس تھیلے فلاں ہاشمی نے خریدے تھے میں نہیں جانتا کہ کس غرض سے اس نے لئے تھے۔ یہ تھیلا ان ہی میں کا ہے۔ میں نے کہا وہ ہاشمی کون ہے اس

[1] بازار کا نام ۱۲

نے کہا کہ وہ علی بن ریطہ کے بیٹوں میں سے ہے جو مہدی کی اولاد میں سے تھا۔ اس کا یہ نام ہے بڑا معزز شخص ہے مگر بدترین انسان اور سب سے زیادہ ظالم اور معزز مسلمان عورتوں کے لئے ایک فساد عظیم ہے اور ان پر فریب کاری میں اس سے زیادہ مکار کوئی نہ ہوگا اور دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جو اس کی ایذا رسانی اور حکومت میں اس کے رسوخ اور مال و دولت کے خوف کی وجہ سے معتضد کو اس کے مظالم سے خبردار کر سکے۔ اور وہ ہمیشہ مجھ سے باتیں کیا کرتا ہے اور میں اس کی گندی داستانیں سنا کرتا ہوں یہاں تک کہ ایک دن اس نے بیان کیا کہ وہ فلاں مغنیہ پر جو فلاں مغنیہ کی باندی ہے کئی برس سے عاشق ہے اور وہ ایسی حسینہ ہے گویا سونے کی منقش اشرفی ہے اور چودھویں رات کے چاند جیسی۔ اعلیٰ درجہ کی گانے والی ہے۔ اس نے اس کی مالکہ سے سودا کرنا چاہا مگر بن نہیں سکا۔ جب چند ایام گذر گئے تو اس کو معلوم ہوا کہ اس کی مالکہ اس کو ایک گاہک کو بیچ دینا چاہتی ہے وہ آگیا ہے اس نے اس پر ہزاروں دینار لگا دیئے ہیں۔ یہ سنکر اس نے مالکہ کو اپنی طاقت کے زور سے اس پر مجبور کیا کہ اس کو صرف تین دن کے لئے اس کے سپرد کر دے۔ تو اس نے ڈر کر اس کو بھیج دیا پھر جب تین دن گذر گئے تو اس کو غصب کر گیا اور اس کو ایسا غائب کیا کہ کچھ پتہ نہیں ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ وہ گھر سے بھاگ گئی ہے اور اس کے ہمسایہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے قتل کر دیا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے قبضہ میں ہے اور اس کی مالکہ نے ماتم برپا کر رکھا ہے۔ آتی ہے اور دروازہ پر چلاتی ہے اور منہ سیاہ کر لیا۔ مگر کچھ بھی نتیجہ نہیں نکلا۔ جب معتضد نے یہ واقعہ سنا تو اس انکشاف پر اللہ کا سجدۂ شکر ادا کیا اور کچھ لوگوں کو بھیجا جو اس ہاشمی کو پکڑ کر لے آئیں اور مغنیہ حاضر کی گئی اور وہ ہاتھ پاؤں نکال کر ہاشمی کو دکھائے جب اس نے دیکھا تو چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس کو اپنے ہلاک ہونے کا یقین ہوگیا۔ اور اقرار کر لیا۔ معتضد نے حکم دیا کہ مالکہ کو بیت المال سے جاریہ کی قیمت دی جائے۔ اس کو بعد ادائگی واپس کر دیا گیا اور ہاشمی کو قید کر دیا گیا بعض کہتے ہیں کہ اسے قتل کرا دیا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ قید میں مر گیا۔

(۶۸) عبد اللہ بن محمد بن حمدون نے بیان کیا کہ میں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ میں جوئے کے مال سے کوئی جائداد نہ خریدوں گا اور میرے ہاتھ اس سلسلہ سے جو رقم آئے گی اس سے موم بتیاں خریدوں گا جو جل کر ختم ہو جانیوالی چیز ہے۔ یا پینے کے لئے نبیذ خرید لیجائے گی۔ یا کسی مغنیہ کو

گانے کا انعام اس میں سے دیا جائے گا۔ ایک دن میں معتضد باللہ کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ میں نے ان سے ستر ہزار درہم جیتے۔ معتضد باللہ (ادائیگی کئے بغیر) اٹھ کر قبل عصر کی سنتیں پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ میں بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا اور اپنے اس عہد پر پچھتا رہا تھا اور دل میں کہہ رہا تھا کہ ستر ہزار درہم سے کہاں تک بستیں خریدونگا اور شراب خریدوں گا۔ اور کتنا انعام دوںگا۔ میں نے قسم کھانے میں بہت جلدی کی۔ اگر میں قسم نہ کھاتا تو اب اس رقم سے اچھی جائداد خرید لیتا اور قسم طلاق اور عتاق کی۔ (یعنی اگر میں نے فلاں کام کیا تو میری بیوی پر طلاق اور میرے غلام آزاد) اور بادشاہ کی مصاحبت سے برطرفی کی تھی جب معتضد نے سلام پھیرا تو مجھ سے پوچھا کہ تم کیا سوچ رہے ہو میں نے ٹالنا چاہا تو انہوں نے کہا میری زندگی کی قسم تمہیں سچا جواب دینا چاہیئے۔ تو میں نے سب خیالات کہہ دیئے انہوں نے کہا اور تمہارا خیال یہ ہے کہ میں قمار میں ستر ہزار درہم تمہیں دیدونگا۔ میں نے کہا تو کیا ان کو آپ ساقط کردیں گے۔ انہوں نے کہا ہاں ہم نے ساقط کر دیئے۔ اٹھو اور ان تخیلات کو چھوڑو اس کے بعد فرض رکعات میں مشغول ہو گئے اب مجھے پہلے سے بھی زیادہ غم لاحق ہو گیا اور مال کے ضائع ہونے پر رنجیدہ تھا اور اپنے نفس کو سچ بولنے پر ملامت کر رہا تھا۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے کہنے لگے اے ابو عبداللہ تم کو میری زندگی کی قسم سچ بتاؤ اب دوسری مرتبہ کیا سوچ رہے ہو۔ پھر میں نے سچی بات کہدی۔ کہنے لگے کہ قمار کا معاملہ تو ہم ختم کر چکے اور کہہ چکے کہ ہم نے اس رقم کو ساقط کر دیا لیکن ہم تم کو ستر ہزار درہم اپنے مال سے ہبہ کے طور پر دیتے ہیں۔ اس دینے پر نہ ہم کو کچھ گناہ ہوگا اور نہ تم کو اس کے لینے میں کچھ گناہ ہوگا اور جو کچھ جائداد اس سے تم خریدو گے وہ بھی حلال ہوگی اور نہ قسم ٹوٹنے کا کوئی سوال پیدا ہوگا۔ میں نے خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور مال لیکر اس سے جائداد خریدی۔ واللہ اعلم۔

باب ۱: وزراء کے عقل و ذہانت کے واقعات!

(۶۹) ابن الموصلی کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ میں یحییٰ بن مالک بن برمک (وزیر) کے پاس آیا اور ان سے اپنی تنگدستی کی شکایت کی انہوں نے کہا افسوس ہے ہم تمہاری کیا امداد کریں ہمارے پاس اسوقت کچھ نہیں ہے لیکن اسوقت ایک تدبیر ہم تم کو بتاتے ہیں تم اس میں جلدی کرو۔ میرے پاس نائب السلطنت مصر آیا تھا اور اجازت چاہتا تھا کہ والی مصر کی طرف سے

ہیں کوئی ہدیہ قبول کر لوں مگر میں نے انکار کیا تو اس نے بہت خوشامد کی اور مجھے معلوم ہوا تھا کہ تمہاری فلاں جاریہ (باندی) کے چند ہزار دینار تم کو دیئے جاتے تھے تو تم اُسے اس کے پاس لے جاؤ اور اس کو یہ بتا دو کہ وہ مجھے پسند ہے اور خبردار تیس ہزار دینار سے کم قبول نہ کرنا اور دیکھو کیا ہوتا ہے۔ واللہ یہ سن کر مجھے جلد پہنچ جانے کے سوا اور کچھ نہ سُوجھا۔ جہاں اُس نے ایما کیا تھا۔ اب اس نائب حکومتِ مصر سے جاریہ کی قیمت پر گفتگو ہوئی۔ میں نے کہا میں تیس ہزار سے کم نہ لوں گا۔ وہ گھٹانیکی کوشش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ بیس ہزار دینار پر آ گیا۔ جب میں نے بیس ہزار سنا تو مجھ میں استقامت نہ رہی اور اس کو رد نہ کر سکا اور میں نے اس کو فروخت کر دیا اور بیس ہزار لے لئے۔

پھر میں یحییٰ بن خالد کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا کہ جاریہ کی فروخت کے سلسلہ میں تم نے کیا کیا۔ میں نے ان کو مطلع کیا کہ واللہ میری ہمت نے جواب دے دیا تھا کہ میں نے بیس ہزار دینار سن کر ان کو قبول ہی کر لیا۔ اور ان کو سنکر رد نہ کر سکا۔ انہوں نے کہا تو پست خیال شخص ہے۔ اور یہ نائب شاہ مصر ہے۔ وہ اسی سلسلہ میں آیا تھا۔ یہ اپنی جاریہ لیجاؤ۔ اب اگر وہ پھر اسکا سودا کرے تو پچاس ہزار دینار سے کم پر رضامند نہ ہونا۔ وہ لازمی طور پہ تجھ سے خریدیگا۔ چنانچہ وہ پھر مجھ سے ملا اور اس کی قیمت پر گفتگو شروع ہو گئی۔ میں نے پچاس ہزار دینار طلب کئے وہ کم کرتا رہا۔ یہاں تک کہ تیس ہزار دینار اس نے مجھے دیدیئے۔ پھر میرے دل میں وہی کمزوری آگئی اور میں واپس نہ کر سکا اور پچاس ہزار پر قائم نہ رہ سکا اور اسی معاملہ کو قبول کر لیا۔ پھر میں یحییٰ بن خالد سے ملا۔ انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا تجھے دوسری بار بھی ہوش نہ آیا۔ میں نے کہا واللہ میں غیر متوقع دولت ملتی دیکھ کر انکار پر قادر نہ رہا۔ کہا یہ تمہاری جاریہ موجود ہے اس کو اپنی ساتھ لیجاؤ۔ میں نے کہا یہ ایسی جاریہ ہے جس کے وجود سے مجھے پچاس ہزار دینار کا فائدہ پہنچ چکا ہے۔ پھر بھی اسی کا مالک بنا رہوں۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ آزاد ہے اور میں اس سے نکاح کرتا ہوں۔

(۷۰) یحییٰ بن خالد کا قول ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو ان کے بھیجنے والے کی عقل کا اندازہ ظاہر کر دیتی ہیں ہدیہ، مکتوب اور ایلچی۔

(۷۱) ہم کو معلوم ہوا کہ منصور یحییٰ بن خالد کے اوصاف پر تعجب کیا کرتا تھا اور اس کی تیزی عقل کو بڑا درجہ دیتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ سب باپوں کے یہاں بیٹے پیدا ہوتے ہیں مگر خالد

بن برمک کے یہاں باپ پیدا ہوتے ہیں (یعنی فہم فراست میں ان کا ہر بیٹا باپ سے بڑھا ہُوا ہوتا ہے)

(۷۲) یحیٰی اپنے بڑے جعفر کو یہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ بیٹا ادب کی کوئی قسم حاصل کئے بغیر نہ چھوڑو۔ کیونکہ جو شخص کسی شئے سے ناواقف ہوتا ہے وہ اس کا دشمن بھی بن سکتا ہے۔ اور مجھے یہ گوارا نہیں کہ تم کبھی کسی ادبی نوع کے دشمن بنو۔

(۷۳) یحیٰی کا یہ مقولہ بھی ہے کہ جو شخص کسی مرتبہ پر پہنچ کر مغرور ہو گیا وہ خبر دے رہا ہے کہ اس کا اصلی مقام اس سے کمتر ہے۔ کسی شخص نے یحیٰی کی مدح کرتے ہوئے کہا کہ آپ احنف سے بھی زیادہ بردبار ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں اس شخص کا اپنے قریب ہونا بھی پسند نہیں کرتا جو مجھے میرے اصلی مقام سے زیادہ ظاہر کرے۔

(۷۴) ہم کو معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے اپنے محل میں بید کا ایک گٹھ دیکھا تو اپنے وزیر فضل بن الربیع سے کہا کہ یہ کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اے امیر المؤمنین عروق الرماح یعنی وہ شاخیں جن سے نیزہ بنتا ہے (بید کو عربی میں خیزران کہتے ہیں) جواب میں اس نے الخیزران نہیں کہا کیونکہ ہارون رشید کی ماں کا نام خیزران تھا۔

(۷۵) فضل بن ربیع کا مقولہ ہے کہ بادشاہوں سے ایسی گفتگو کرو جو جواب کی مقتضی نہ ہو اگر (اس وقت ان کی طبیعت کا میلان کلام کی جانب نہ ہو گا اور) انہوں نے جواب دیا تو ان پر بوجھ ہو گا اور اگر جواب نہ دیا تو تم پر شاق ہو گا۔

(۷۶) ثعلب کہتے ہیں کہ حسن بن سہل پریشان ہو جانے کے باوجود لوگوں کو کثرت کے ساتھ دیتے تھے اس پر کسی نے ان سے کہا لیس فی السرف خیر (اسراف یعنی زیادہ خرچ کرنے میں بھلائی نہیں) انہوں نے جواب دیا۔ بل لیس فی الخیر سرف (بلکہ بھلائی میں اسراف ہوتا ہی نہیں) اُن ہی الفاظ کو ترتیب بدل کر لوٹا دیا جس سے معنے سے بھرپور جملہ بن گیا۔

(۷۷) فتح بن خاقان نے خلیفہ متوکل باللہ کی داڑھی میں کوئی چیز دیکھی تو نہ اسکو ہاتھ لگایا اور نہ اُن سے کچھ کہا بلکہ غلام کو آواز دی کہ امیر المؤمنین کا آئینہ لاؤ جب وہ لایا گیا تو اس سے کہا کہ امیر المؤمنین کے سامنے کرو۔ یہاں تک کہ خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے اس شئے کو نکال دیا۔

(۷۸) ابو علی بن مقلہ کہتے ہیں کہ میں ابوالحسن بن الفرات کا کاتب (یعنی پیشکار) تھا اُن کے سامنے کام کرتا تھا۔ ابتدا میں مجھے دس دینار ماہوار ملتے تھے اس زمانہ میں حسن ابن الفرات دیوان خانہ میں اپنے بھائی کی ماتحتی کام کرتے تھے۔ جب ان کی ترقی ہو گئی۔ تو انہوں نے میری ترقی تیس دینار ماہوار کر دی میں اس تنخواہ پر ان کی پیشی کرتا رہا یہانتک کہ اب وہ خود وزارت عظمیٰ پر فائز ہو گئے اب مجھے پانسو دینار ماہوار ملنے لگا۔ ایک مرتبہ انہوں نے حکم دیا کہ ان تمام مخالفین کا اثاث البیت ضبط کیا جائے جنہوں نے معتز باللہ کے بیٹے سے بیعت کی تھی۔ اس کی تعمیل میں مخالفین کا مال و متاع پیش کیا جا رہا تھا وہ اس کو ملاحظہ کر کے خلیفہ مقتدر باللہ کے خزانہ میں بھیجتے رہتے تھے۔ اس سلسلہ میں ایک مرتبہ اُن کے پاس دو صندوق لائے گئے۔ اور یہ کہا گیا کہ یہ دونوں معتز باللہ کے بیٹے کے مکان سے برآمد کئے گئے ہیں ابوالحسن وزیر نے دریافت کیا کہ تم نے دیکھ لیا کہ ان میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ان میں رجسٹر ہیں جن میں ان لوگوں کے اسما اور نسب درج ہیں جنہوں نے معتز کے بیٹے سے بیعت کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ان کو مت کھولو پھر غلاموں کو حکم دیا کہ آگ لاؤ اور فراش کوئلہ لائے تو بہت سی آگ دہکانے کی ہدایت کی اور میری اور دیگر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ واللہ اگر میں ان دونوں صندوقوں میں کا ایک کاغذ بھی دیکھ لیتا تو ہر وہ شخص جس کا نام اس میں موجود ہے یہ گمان کر لیتا کہ شاید میں اسکو پہچان چکا ہوں اس طرح سب ہی کی نیتوں میں فساد پیدا ہو جاتا میری طرف سے بھی اور خلیفہ (مقتدر باللہ) کی طرف سے بھی اور یہ عقل کی بات نہیں۔ ان دونوں صندوقوں کو پھونک دو! ان دونوں صندوقوں کو مقفل حالت میں ہی آگ میں ڈال دیا گیا جب وہ ان کی موجودگی میں جل چکے تو میری طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے ابو علی اب ہر اس شخص کو جس سے لغزش ہو گئی تھی اور اس نے معتز کے بیٹے سے بیعت کر لی تھی اور خلیفہ بھی ان سب کے حق میں معافی اور امن کا حکم دے چکے ہیں میں نے مطمئن کر دیا۔ اب لوگوں کے نام میری طرف سے امن کی تحریر لکھتے ہو تمہارے پاس جو شخص بھی امن کی درخواست لیکر آئے وہ کوئی بھی ہو امن کا حکم لکھ کر میرے پاس لے آؤ تاکہ میں اس پر دستخط کر دوں میں تم کو یہ حکم لکھنے کا اختیار دیتا ہوں۔ پھر حاضرین سے کہا کہ جو کچھ میں نے ان کو حکم دیا ہے اس کی لوگوں میں اشاعت کر دو تاکہ جو لوگ چھپے پھرتے ہیں وہ ابو علی کے پاس خوشی سے امن کی درخواستیں لیکر آ جائیں۔ ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا اور

پوری جماعت نے ان کے لئے دعا کی اور خبر شائع ہو گئی اور امان کے احکامات لکھے گئے۔ اس سلسلہ میں تقریباً ایک لاکھ احکامات لکھے گئے (یہ ابو علی بن مقلہ فن خوشنویسی کے ائمہ میں سے ہیں۔ ۱۲ اشتیاق احمد)

(۷۹) ابو علی بن مقلہ کے بیٹے ابوالقاسم حسن کہتے ہیں کہ ایک دن ابو علی بن مقلہ کھانا کھا رہے تھے جب دستر خوان بڑھایا گیا اور انہوں نے اپنے ہاتھ دھوئے تو انہوں نے اپنے کپڑے پر ایک زرد نقطہ دیکھا جو اس حلوے کا لگ گیا تھا جو کھا رہے تھے تو دوات کھول کر اس زرد نشان پر قلم سے ایک نقطہ اس طرح بنا دیا کہ وہ نشان چھپ گیا اور کہنے لگے کہ وہ نشان خواہش نفس کا تھا۔ اور یہ نشان میری صنعت کا ہے اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

انما الزعفران عطر العذارى | و مداد الدواة عطر الرجال

زعفران صرف عورتوں کا عطر ہے | اور دوات کی سیاہی مردوں کا عطر ہے

(۸۰) ابوبکر صولی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے خلیفہ مکتفی باللہ کے حضور میں کچھ اشعار پڑھے تو انہوں نے کہا کہ تم فلاں شاعر سے بڑھے ہوئے ہو۔ میں نے کہا چونکہ آپ کا کرم مجھ پر زیادہ ہے اس لئے آپ نے یہ خیال فرمایا ورنہ فلاں شاعر تو مجھ سے بڑھا ہوا ہے۔ جب ہم مجلس سے باہر آئے تو مجھ سے قاسم بن عبید اللہ نے کہا تم نے (یہ کیا حرکت کی؟) کہ امیر المؤمنین کی بات کو رد کیا۔ انہوں نے ایک بات فرمائی تم نے اس کی نفی کی۔ میں نے کہا کہ میری سمجھ اتنی کہاں ہے۔ (اس حکایت میں قاسم کی ذکاوت کے اظہار کے علاوہ بزرگوں کے ادب کی تعلیم بھی مقصود ہے)

(۸۱) حکایت ہے کہ ایک بادشاہ کے راز اکثر اس کے دشمن پر ظاہر ہو جاتے تھے اور وہ اس کے مقابلہ کے لئے جو تدابیر کرتا تھا وہ بیکار ہو جاتی تھیں اس سے اس کو تشویش رہتی تھی۔ بادشاہ نے اپنے ایک مخلص سے یہ شکایت بیان کی اور کہا کہ ایک جماعت ہے جو میرے اسرار پر مطلع ہوتی ہے اور ان پر ان کا اظہار کئے بغیر چارہ بھی نہیں مجھے اس کا علم نہیں ہو سکا کہ ان میں سے کون شخص ظاہر کرتا ہے اور مجھے یہ بھی گراں ہے کہ میری جانب سے کسی متدین شخص کے ساتھ ایسا معاملہ ہو جو خائن کے ساتھ ہی مناسب ہونا چاہیے۔ اس شخص نے ایک کتاب منگائی اور اس میں امور مملکت کے متعلق کچھ خبریں (الگ الگ) تحریر کیں جو سب کی سب جھوٹی تجویز کی تھیں اور وہ کتاب بادشاہ کو دیکر کہا کہ جتنے لوگ ایسے ہیں کہ ان پر آپ کے اسرار ہمیشہ ظاہر ہوتے ہیں۔ ان

میں سے ایک کو تخلیہ میں بلاکر اس پر ان میں سے ایک بات ظاہر کر دیجئے اور اسکو تاکید کر دیجئے کہ کسی شخص کے سامنے زبان پر نہ لائے اور اس بات پر ان کا نام بھی لکھ دیجئے پھر دوسرے شخص، کو دوسری بات بتا کر یہی تاکید کر دیجئے کہ کسی سے نہ کہے اور اس پر اس کا نام تحریر کر دیجئے۔ اس طرح ہر ایک کو جُدا جُدا ایک ایک خبر بتائی گئی اور نام لکھ دیئے گئے۔ اس پر تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ جو جو خبریں مشہور ہوئیں ان سے خیانت کرنے والوں کا پتہ چل گیا اور جو حقیقۃً خیر خواہ تھے ان سے بیان کی ہوئی باتیں چھپی رہیں۔ اس تدبیر سے بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ دیانت دار کون ہیں اور اسرار کو فاش کرنے والے کون لوگ ہیں جن سے آئندہ احتیاط رکھی۔

(۸۲) منقول ہے کہ وزیر فخر الممالک کے سامنے ایک شخص کی رپورٹ پیش کی گئی جس میں ایک دوسرے شخص کی چغلی کھائی گئی تھی۔ جس پر فخر الممالک نے یہ تحریر کیا کہ سعایت یعنی چغلی کھانا بدترین عیب ہے اگرچہ خیر خواہی سے ہو۔ کیونکہ اگر تم نے خیر خواہی سے بھی کیا تو اس میں تمہارا نقصان تمہارے نفع سے بڑھا ہوا ہے اور میں کسی ممنوع فعل میں مبتلا نہیں ہوتا اور نہ کسی ذلیل شخص کی بات سنتا ہوں جو کسی ایسے شخص سے متعلق ہو کہ اس کو کچھ خبر نہیں۔ اگر تم بڑھاپے کی حمایت میں نہ ہوتے تو تمہارے جرم کے مقابلہ پر جو سزا مناسب ہو سکتی ہے میں اس کے لئے تیار ہو جاتا جو تم جیسے لوگوں کو پھر اس جیسی حرکت سے روک دیتی۔ اب تم کو چاہیئے کہ اس عیب سے اپنے نفس کو صاف کرو اور عالم الغیب سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر نیک اور بد کے اعمال کو اس مقام سے دیکھ رہا ہے کہ وہ اس کو نہیں دیکھ سکتے۔

(۸۳) وزیر ابو منصور بن جہیر نے ایک دن ابو نصر بن الصناع کے بیٹے کو نصیحت کی۔ استعمل باداب والا کنت صناعاً بغراب۔ آداب سے بلند مرتبہ (جو انسانیت کا حق ہے) حاصل کرو ورنہ پھر تو مثل کوّے کے ہو گا (جو سدھایا نہیں جا سکتا) آداب سے اپنا مقام بلند کرو ورنہ غراب (یعنی کوّے) کے مرتبہ میں رہو گے۔ اس میں لفظ صناعاً نے ایک حسن پیدا کر دیا کہ وہ صناع کی اولاد میں سے تھا۔

باب ۱۱: بادشاہ، اُمراء، درباری اور پولیس کے عمّال کی حکایات

(۸۴) مؤلف کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ ایک (خراسانی) شخص بغداد میں آیا جو حج کے

لئے جا رہا تھا اس کے پاس ایک دوست کا موتیوں کا ہار تھا جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی اس نے اس کو فروخت کرنے کی کوشش کی مگر نہ بک سکا۔ تو وہ ایک عطار کے پاس آیا جس کی اچھی شہرت تھی اس کے پاس اسکو امانت رکھدیا اور حج کو چلا گیا۔ پھر واپس آیا اور اس کے لئے ہدیہ لیکر اس سے ملا اس سے عطار نے کہا آپ کون ہیں اور یہ کیا ہے اس نے جواب دیا کہ میں وہی شخص ہوں جس نے تمہارے پاس ہار امانت رکھا تھا تو اس نے اس سے بات ہی نہ کی اور دھکے دیکر دوکان سے نیچے پھینک دیا اور کہنے لگا تو مجھ پر ایسے دعوے کر رہا ہے۔ لوگ جمع ہو گئے اور حاجی سے کہنے لگے کہ جس شخص پر تو یہ دعویٰ کر رہا ہے نہایت نیک شخص ہے۔ حاجی حیرت میں تھا اور بار بار اپنی بات لوگوں کو سناتا تھا مگر بجز گالیوں اور مار کے اس کو کچھ نہ ملا۔ کسی نے اس سے کہہ دیا کہ عضد الدولہ کے پاس جاؤ ان کو ایسے امور میں بڑی فراست ہے تو اس نے اپنا پورا واقعہ لکھ کر کسی مقرب کی معرفت عضد الدولہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس کو آواز دی گئی تو یہ حاضر ہوا اس سے پورا واقعہ معلوم کر کے فرمایا کہ تم کل صبح جا کر اس عطار کی دوکان پر بیٹھ جاؤ اگر وہ نہ بیٹھنے دے تو اس کے سامنے کی کسی دوکان پر بیٹھ جاؤ اور مغرب تک بیٹھے رہو اور اس سے بات نہ کرو۔ اسی طرح تین دن کرو۔ چوتھے دن ہم اُدھر سے گذریں گے اور کھڑے ہو کر تم سے سلام علیک کریں گے تم کھڑے نہ ہو اور نہ وعلیکم السلام سے آگے کوئی اور لفظ بولنا جو کچھ ہم تم سے سوال کریں صرف اسی سوال کا جواب دینا اور کچھ نہ کہنا پھر ہماری واپسی کے بعد تم اس عطار سے ہار کا ذکر چھیڑ دینا۔ پھر جو کچھ جواب وہ تم کو دے اس کی مجھ کو اطلاع دینا۔ اگر وہ تم کو ہار واپس کر دے تو اس کو لے کر ہمارے پاس آجانا۔ اس ہدایت کے مطابق یہ شخص عطار کی دوکان پر بیٹھنے کے لئے پہنچا مگر اس نے نہ بیٹھنے دیا تو وہ سامنے کی دوکان پر بیٹھ گیا اور تین دن تک بیٹھا رہا جب چوتھا دن ہوا تو عضد الدولہ ایک شاندار جلوس کے ساتھ اُدھر آئے اور جب اس خراسانی کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور السلام علیکم کہا۔ اس نے اپنی جگہ بیٹھے ہوئے، ہی وعلیکم السلام کہا عضد الدولہ نے کہا بھائی صاحب! آپ یہاں تشریف لائے ہیں مگر ہم سے نہیں ملتے نہ کوئی خدمت ہمارے سپرد کرتے ہیں اس نے جواب میں جیسا کہ طے ہوا تھا لمبی گفتگو سے بچتے ہوئے معمولی ہاں ہوں کی۔ مگر عضد الدولہ اس سے اصرار کرتے رہے اور کھڑے رہے اور ان کی وجہ سے پورا لشکر کھڑا رہا (اس سے لوگوں کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ شخص عضد الدولہ کا بڑا محترم دوست ہے) اور

اس عطار پر تو خوف سے غشی طاری ہونے لگی۔ جب عضد الدولہ رخصت ہوگئے تو عطار نے حاجی سے کہا کہ میاں بیرا افسوس ہے کہ تم نے یہ نہ بتایا کہ تم نے ہمارے پاس وہ ہار کس زمانہ سے رکھا تھا اور وہ کس چیز میں لپٹا ہوا تھا تم مجھے یاد دلاؤ شاید یاد آجاوے۔ اس نے اس کو سب کچھ بتایا اب وہ ڈھونڈنے کے لئے کھڑا ہوا ادھر اُدھر ہاتھ مارنے کے بعد ایک تھیلا اُلٹا جس میں سے ہار گرا۔ تو کہنے لگا میں درحقیقت بالکل بھول گیا تھا۔ اگر تم پورا حال نہ بتاتے تو اب بھی یاد نہ آتا۔ اس نے ہار لے لیا۔ اب حاجی نے اپنے دل میں کہا کہ اب عضد الدولہ کو بتانے سے کیا فائدہ ہوگا۔ پھر اس کو یہ خیال آیا کہ شاید عضد الدولہ ہی خبر لے تو ان کی خدمت میں حاضر ہوکر واقعہ عرض کیا۔ عضد الدولہ نے اس کے ساتھ اپنے حاجب کو وہ ہار دیکر عطار کی دوکان پر بھیجا جس نے عطار کو پکڑ کر وہ ہار اس کے گلے میں ڈالدیا اور اس کو دوکان کے دروازے پر ہی پھانسی دیکر لٹکا دیا۔ اور منادی کردی گئی کہ یہ اس شخص کی سزا ہے کہ جس کے سپرد ایک امانت کی گئی مگر وہ منکر ہوگیا۔ جب دن گذر گیا تو حاجب نے اس کی گردن سے ہار نکال کر حاجی کے سپرد کردیا اور جانے کی اجازت دے دی۔

(۸۵) ہم کو یہ حکایت پہنچی کہ عضد الدولہ کے امراء میں سے ایک ترک نوجوان تھا۔ اُس نے یہ حرکت شروع کی کہ ایک مکان کی دیوار کے سوراخ سے اس میں رہنے والی ایک عورت کو جھانکتا رہتا تھا۔ اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ ترکی روزانہ بہت دیر تک اس روزن سے جھانکتا رہتا ہے اس نے مجھ پر آرام حرام کر دیا ہے یہاں میرے سوا کوئی نہیں ہوتا۔ ہر دیکھنے والا یہی سمجھیگا کہ میں اس سے باتیں کیا کرتی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ اس کے شوہر نے کہا کہ تو اس کے نام ایک پرچہ لکھ جس کا یہ مضمون ہو کہ روزانہ کھڑا ہونا بیکار بات ہے۔ جب عشاء کے بعد اچھی طرح اندھیرا ہوچکے اور لوگ غافل ہوجائیں تو تم گھر میں آجانا۔ میں دروازے کے پیچھے ہونگی۔ اس کے بعد اس نے دروازے کے پیچھے ایک گہرا گڑھا کھودا اور اس کے انتظار میں کھڑا ہوگیا۔ جب وہ ترکی آیا تو اس نے دروازہ کھولا۔ جب وہ اندر داخل ہوا تو اس نے فوراً ہی اس کو دھکا دیکر گڑھے میں ڈالدیا اور اس پر مٹی بھر دی اس واقعہ کو کئی دن گذر گئے کسی کو کچھ خبر نہ ہوئی۔ ایک دن عضد الدولہ نے دریافت کیا کہ فلاں شخص کہاں ہے تو ان کو بتایا گیا کہ اس کا کچھ حال معلوم نہیں۔ اس پر عضد الدولہ غور کرتے رہے یہاں تک (کہ اس کی تحقیق کے لئے انہوں نے یہ صورت نکالی) کہ ایک ملازم کو اس مؤذن

کو بلانے کے لئے بھیجا جو اس مکان کے قریب والی مسجد کا تھا۔ اس نے مؤذن کو بظاہر بہت سخت پکڑا (اور عضد الدولہ کے سامنے حاضر کر دیا پھر عضد الدولہ نے) آہستہ سے اس سے کہا کہ یہ ایک سو دینار لو اور جو کچھ ہم تم کو حکم دیتے ہیں اس کی تعمیل کرو۔ جب تم اپنی مسجد میں جاؤ تو عشا کی آذان زیادہ رات گئے دیکر مسجد میں بیٹھ جانا پھر سب سے پہلے جو شخص تمہارے پاس آئے اور تم سے میرا حکم گرفتاری نافذ ہونے کی تحقیق کرے تو اس کی مجھے اطلاع دیدینا۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ اور ویسا ہی کیا۔ تو جو شخص سب سے پہلے آیا وہ وہی شیخ تھا (جس نے ترکی کو مارا تھا) اُس نے مؤذن سے کہا کہ میرا دل تیری ہی طرف لگا ہُوا تھا اور تمہیں اس طرح گرفتار کر کے بلوانے سے عضد الدولہ کی تم سے کیا غرض تھی۔ مؤذن نے کہا کہ الحمد للہ خیریت ہے کوئی خاص بات نہیں تھی۔ جب صبح ہوئی تو مؤذن نے عضد الدولہ کو جا کر حال سُنایا۔ اُنہوں نے شیخ کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ یہ حاضر کیا گیا۔ اس سے پوچھا کہ ترکی کا کیا معاملہ ہے بیان کرو۔ اس نے کہا کہ میں آپ سے بالکل سچی بات عرض کرتا ہوں۔ میری بیوی بہت پردہ دار اور پاکدامن ہے یہ شخص اس کی گھات میں لگا رہتا تھا اور ایک موری کے نیچے کھڑا رہتا تھا وہ بدنامی کے خوف سے اس شخص کے کھڑے رہنے سے پریشان ہوگئی تو میں نے اس کے ساتھ ایسا ایسا معاملہ کیا (سب تفصیل بیان کر دی) عضد الدولہ نے کہا جاؤ سپرد خدا۔ نہ کسی نے کچھ سنا اور نہ ہم نے کہا۔

(۸۶) محمد بن عبد الملک ہمدانی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ عضد الدولہ سے ڈاکوؤں کے ایک گروہ کی شکایت کی گئی جو کرد قوم کے تھے۔ یہ لوگ لُوٹ کھسوٹ کرتے تھے اور پہاڑی گھاٹیوں میں چھپ جاتے تھے (اس لئے اُن پر قابو پانا مشکل ہوگیا) تو عضد الدولہ نے ایک تاجر کو بلایا۔ اور اس کو ایک خچر دیا جس پر دو صندوق لدے ہوئے تھے۔ ان صندوقوں میں زہر ملا کر حلوا بند کیا گیا تھا جس میں نفیس خوشبو ملا دی گئی تھی اور اس حلوے کو بہت خوبصورت برتنوں میں رکھا گیا تھا اور اس کو کچھ دینار عطا کئے اور اس کو حکم دیا کہ قافلہ کیساتھ روانہ ہو جائے اور یہ ظاہر کرے کہ ان میں ان اطراف کے بعض حکام کی عورتوں کیلئے بطور ہدیہ یہ شاہی حلوا بھیجا جا رہا ہے۔ تاجر نے تعمیل کی اور قافلہ کے آگے آگے روانہ ہوگیا (جب قافلہ رہزنوں کی زد میں پہنچ گیا) تو ڈاکو لوگ آپڑے اور انہوں نے قافلہ کا سب مال متاع قبضہ میں کیا اور ان میں سے ایک شخص نے خچر پر قبضہ کیا اور جماعت کیساتھ اس کو بھی پہاڑ پر چڑھا لے گیا اور غریب مسافر ننگے کھڑے رہ گئے۔ پھر خچر والے

ڈاکو نے جب صندوق کھولا تو اس میں سے حلوا ملا، جس کی خوشبو پھیل گئی اور بہت نفیس خوشبو تھی وہ اس سے ڈرا کہ اس کو صرف اپنے پاس چھپایا نہیں جا سکتا۔ تو اس نے تمام ساتھیوں کو آواز دی ان سب نے آکر ایسی نفیس چیز دیکھی جو اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی یہ سب بھوکے تھے اس پر سب کے سب ٹوٹ پڑے اور خوب کھایا۔ بس کھا کر لوٹے ہی تھے کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ پھر تو سب قافلہ والوں نے دوڑ کر ان کے اموال و متاع پر قبضہ کر لیا اور ان کے ہتھیار بھی لے لئے اور جس قدر لوٹا ہوا مال تھا سب کا سب وصول کر لیا۔ اس سے زیادہ عجیب ترکیب ہمارے سننے میں نہیں آئی جس سے ظالم اور مفسدوں کی قطعاً بیخ کنی ہو گئی اور مفسدین کے کانٹے ہمیشہ کیلئے کاٹ دیئے گئے ہوں۔

(۸۷) مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ ایک تاجر خراسان سے حج کے لئے چلا (اور بغداد آکر) حج کی تیاری کرنے لگا اس کے پاس ضرورت سے زائد ایک ہزار دینار باقی رہ گئے اس نے سوچا کہ ان کا ساتھ رکھنا خطرے سے خالی نہیں اور کسی کے پاس امانۃً رکھوانے میں اس کے مکر جانے کا اندیشہ ہے اس لئے اس نے جنگل میں جا کر ایک ارنڈ کے درخت کے نیچے گڑھا کھود کر ان کو دبا دیا اور کسی نے اس کو نہیں دیکھا تھا۔ پھر وہ حج کے لئے روانہ ہو گیا جب حج سے فارغ ہو کر آیا تو اسی درخت کے نیچے پہنچ کر وہ موقع کھودا مگر وہاں سے کچھ نہ ملا اب تو اس نے رونا اور اپنا منہ پیٹنا شروع کر دیا جب اس سے لوگوں نے حال پوچھا تو اس نے کہا کہ زمین نے میرا مال چرا لیا جب اس کی بری حالت ہو گئی تو اس سے کہا گیا کہ تو عضد الدولہ کے پاس جا ان کی بہت دور رس سمجھ ہے اس نے کہا کیا وہ غیب دان ہیں۔ تو اس کو سمجھایا گیا کہ جانے میں تیرا حرج بھی تو نہیں ہے چنانچہ وہ گیا اور ان کو اپنا تمام قصہ سنایا یہ سنکر عضد الدولہ نے اطباء کو جمع کر لیا اور ان سے سوال کیا کہ کیا تم نے اس سال میں کسی کا ارنڈ کی کونپلوں سے کوئی علاج کیا ہے؟ ان میں سے ایک نے بتایا کہ میں نے آپ کے فلاں خواص کا علاج کیا ہے۔ پھر اسکو بلا کر پوچھا کہ کیا تم نے اس سال ارنڈ کی کونپلیں استعمال کی ہیں اس نے اقرار کیا۔ پھر پوچھا کہ کس نے تم کو لا کر دی تھی اس نے کہا فلاں فراش نے۔ حکم دیا گیا کہ اس کو حاضر کرو جب وہ آیا تو اس سے دریافت کیا کہ تم نے ارنڈ کے کس درخت سے کونپلیں توڑی تھیں۔ اس نے درخت کا موقع بیان کیا تو حکم دیا کہ اس شخص کو اپنے ساتھ لیجا کر وہ جگہ دکھاؤ جہاں سے تم نے کونپلیں توڑی تھیں۔ تو یہ شخص اس صاحب مال کو اس درخت کے پاس لے گیا اور کہا

کہ اس درخت سے لی تھی۔ اس شخص نے کہا واللہ اسی جگہ میں نے اپنا مال چھوڑا تھا۔ اس نے واپس آکر عضد الدولہ کو خبر دی۔ عضد الدولہ نے فراش کو حکم دیا کہ مال حاضر کرو اس نے کچھ تامل کیا۔ مگر جب عضد الدولہ نے ڈانٹا تو اس نے مال حاضر کر دیا۔

(۸۸) سلامی شاعر کہتے ہیں کہ میں نے عضد الدولہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا تو مجھے بہت بڑا صلہ عطا کیا۔ بیش قیمت کپڑے اور دینار مرحمت فرمائے اور ان کے سامنے شاہ فارس کی تلوار رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ میں اس سے گوشۂ چشم سے دیکھ رہا ہوں تو اس کو میری طرف پھینکدیا اور کہا کہ اس کو لے لو تو میں نے کہا وکل خیر عندنا من عندہ (جو خیر یعنی مال ہمارے پاس ہے وہ اس ہی کا عطیہ ہے) تو عضد الدولہ نے (غصہ سے) کہا کہ وہ تیرا باپ ہے میں یہ سنکر حیرت زدہ رہ گیا میں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکا تو اپنے استاد کے پاس پہنچا۔ اور ان سے حال بیان کیا۔ انہوں نے کہا افسوس ہے تجھ سے بہت بڑی خطا ہو گئی کیونکہ یہ کلمات ابو نواس کے ہیں جو اس نے ایک کتے کی تعریف میں کہے تھے۔ اس نے کہا:۔

انعب کلبا اھلہ فی کدہ قد سعدت جدودھم بجدہ

وکل خیر عندھم من عندہ

(ترجمہ) کتے کو اسکے مالک نے اس پر سختی ڈالکر مصیبت میں پھانس رکھا ہے ان کی تمام کوششیں اسی کی کوشش سے کامیاب ہوتی ہیں اور جو خیر بھی ان کے پاس ہے وہ اسی کتے کا عطیہ ہے) یہ سنکر میں (بہت متوحش واپس آیا) ایک کپڑا اوڑھے ہوئے بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو گیا) عضد الدولہ نے کہا تجھے کیا ہوا میں نے کہا ابھی بخار چڑھ گیا۔ انہوں نے کہا بخار کا سبب معلوم ہے۔ میں نے کہا میں نے ابو نواس کا دیوان دیکھ لیا۔ تو فرمایا اس بخار سے تم کو کوئی خطرہ نہیں ہے (مطلب یہ ہے کہ ہم معاف کرتے ہیں) میں اُن کے سامنے جھک گیا اور واپس آگیا۔

(۸۹) ابو الحسن بن ملال نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ مجھ سے ایک تاجر نے بیان کیا کہ میں چھاؤنی میں تھا اسلئے (مجھے اس واقعہ کا علم ہے) ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ سلطان جلال الدولہ اپنی عادت کے مطابق شکار کو نکلے تو ان کو ایک دیہاتی روتا ہوا ملا۔ سلطان نے پوچھا کیا ہوا تجھے، تو اس نے بیان کیا کہ تین لڑکوں نے میرے تربوزوں کا بوجھ جو میرے ساتھ تھا مجھ سے

چھین لیا اور میری کل پونجی وہی تھا۔ سلطان نے اس کو کہا کہ تو لشکر میں چلا جا وہاں ایک سُرخ رنگ کا قبہ ہے اس کے پاس بیٹھ جا۔ اور شام تک بیٹھے رہنا۔ میں واپس کر تجھے بے فکر کردونگا جب سلطان شکار سے واپس ہوئے تو اپنے بعض ملازمین سے کہا کہ مجھے تربوز کی خواہش ہے۔ لشکر میں اور خیموں میں تفتیش کرو۔ اگر کچھ ملجائے اس نے تعمیل کی اور تربوز لیکر آیا۔ سلطان نے پوچھا کہ یہ تم نے کس کے پاس دیکھا تو بتایا گیا کہ فلاں حاجب کے خیمہ میں تھا تو حکم دیا کہ اس کو حاضر کرو۔ (وہ حاضر کیا گیا) سلطان نے اس سے کہا کہ یہ تربوز کہاں سے آیا تو اس نے عرض کیا کہ کچھ لڑکے لائے تھے سلطان نے حکم دیا کہ فوراً ان کو حاضر کرو۔ وہ حاجب گیا اور اس نے محسوس کر لیا کہ سخت بات ہے تو میں نے لڑکوں کو قتل کے خوف سے بھگا دیا اور واپس آکر سلطان سے کہا کہ کسی طرح لڑکوں کو سلطان کی طلبی کا علم ہو گیا تو وہ بھاگ گئے۔ سلطان نے حکم دیا کہ دیہاتی کو حاضر کرو۔ وہ حاضر کیا گیا۔ سلطان نے اس سے کہا کہ کیا یہ وہی تربوز ہے جو تجھ سے چھینا گیا تھا۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ تو حکم دیا کہ اس کو لے لے اور یہ حاجب ہمارا غلام ہے اور ہم اس کو تیرے سپرد کرتے ہیں اور تجھے بخشتے ہیں جبکہ اس نے ان لڑکوں کو حاضر نہیں کیا جنہوں نے تیرے تربوز چھینے تھے اور خدا کی قسم اگر تو نے اس کو چھوڑ دیا تو میں تیری گردن اڑا دونگا۔ تو دیہاتی اس حاجب کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آیا۔ اب حاجب نے اپنی ذات کو آزاد کرنے پر اس سے تین سو دینار پر معاملہ کر لیا۔ پھر وہ دیہاتی سلطان کی خدمت میں آیا اور کہا اے سلطان جو غلام آپ نے مجھے ہبہ کیا تھا میں نے اسکو تین سو دینار میں بیچدیا۔ سلطان نے پوچھا کہ تو اس سودے پر خوش بھی ہے۔ اس نے اقرار کیا تو فرمایا اچھا قیمت اپنے قبضہ میں لے کر سلامتی سے رخصت ہو جاؤ۔

(۹۰) ابوالحسن بن ہلال نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے جو شخص دوسرے ترکمانی کا ہاتھ پکڑ کر لایا اور کہا اس کو میں نے اپنی بیٹی سے جماع کرتے ہوئے دیکھا اور میں چاہتا ہوں کہ اس کو آپ سے حکم حاصل کر کے قتل کردوں۔ سلطان نے کہا نہیں بلکہ اس کے ساتھ اس کا نکاح کر دے اور مہر ہم اپنے خزانے سے ادا کر دیں گے اس نے کہا کہ میں تو قتل کے سوا اور کوئی صورت قبول نہیں کرتا۔ سلطان نے حکم دیا کہ تلوار لاؤ۔ تو تلوار حاضر کی گئی۔ تو اس کو میان سے نکالا اور باپ سے کہا کہ آگے آؤ تو اس کو تلوار دی اور اپنے ہاتھ میں میان سنبھال لیا اور اس سے کہا اس تلوار کو میان میں دے دو۔ تو جب بھی وہ میان کے منہ پر لاکر تلوار اس میں داخل کرنا چاہتا تھا۔ سلطان اس میان کا منہ ہٹا دیتے تھے جس سے وہ

تلوار کو نہ داخل کر سکا۔ اس نے کہا حضور آپ چھوڑتے ہی نہیں کہ میں اس میں داخل کروں۔ سلطان نے فرمایا کہ یہی معاملہ اپنی بیٹی کا سمجھ اگر وہ نہ چاہتی تو یہ اس کے ساتھ کیسے کرتا۔ اس لئے اگر اس فعل کی سزا میں تو قتل ہی چاہتا ہے تو دونوں کو قتل کر (اس کی سمجھ میں آگیا) پھر نکاح پڑھنے والے کو بلا کر نکاح کرا دیا۔ اور مہر اپنے خزانے سے ادا کر دیا۔

(۹۱) اصمعی سے روایت ہے کہ ہلال بن ابی بردہ کو خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے پاس بھیجا گیا اور وہ شہر میں تھے۔ اُس نے آکر مسجد کا ایک کونہ سنبھال لیا اور وہاں خوب خشوع و خضوع کیساتھ نماز پڑھنا شروع کر دی اور عمر بن عبد العزیز اس شخص کو دیکھ رہے تھے۔ عمر نے علاء بن المغیرہ سے کہا اور یہ اُن کے مقرب خاص تھے۔ اگر اس شخص کا باطن بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ ظاہر تو یہ اہل عراق کی سیرت کے مطابق ہے جس کو برائی کے تحفظ کا ذریعہ (یعنی ریاکاری) نہیں سمجھا جائیگا۔ علاء بن المغیرہ نے کہا اے امیر المؤمنین میں اس کا پتہ لگا کر آپ کو بتاتا ہوں۔ اب علاء اس کے پاس پہنچے۔ اور یہ شخص مغرب اور عشاء کے درمیان نفلوں میں مشغول تھا۔ انہوں نے اس سے کہا دو رکعت پر سلام پھیر دیجیے مجھے تم سے ایک کام ہے۔ جب اس نے سلام پھیر دیا تو علاء نے کہا کہ تم کو معلوم ہوگا کہ میری رسائی اور تقرب امیر المومنین کی بارگاہ میں کسقدر ہے میں نے امیر المؤمنین کو اشارہ کیا ہے کہ تم کو عراق کا حاکم بنا دیں۔ بولو ایسا کرا دینے پر مجھے کیا رشوت دوگے اس نے (رشوت دینے پر آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے) کہا ایک سال کی پوری تنخواہ اور اس کی مقدار ایک لاکھ بیس درہم ہوتی تھی۔ علاء نے کہا اس معاہدہ کو تحریر کر دیجئے۔ اس شخص نے فوراً اُٹھ کر تحریر کر دیا۔ علاء اس تحریر کو لیکر عمر بن عبد العزیز کے پاس آئے۔ انہوں نے پڑھ کر عبد الحمید ابن عبد الرحمن بن زید بن الخطاب کو لکھا۔ یہ اس وقت کوفے کے گورنر تھے "بلال نے اللہ (کی عبادت کی ملمع سازی) سے ہم کو دھوکہ دینا چاہا قریب تھا کہ ہم دھوکہ کھا جائیں۔ پھر ہم نے اس کو پرکھا تو اس کو سب کا سب محض کھوٹ پایا۔

(۹۲) مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے ایک امیر کے سامنے وعظ کہا تو امیر نے اس کے پاس اپنی طرف سے مال بھیجا جب قاصد لوٹا تو امیر نے کہا۔ ہم سب شکاری ہیں لیکن جال مختلف ہیں۔

(۹۳) کہا گیا ہے کہ جس دن سفاح سے بیعت کی گئی (یہ پہلا خلیفہ عباسی ہے) اُس نے

خطبہ دینا شروع کیا۔ اس کے دوران میں اس کے ہاتھ سے عصا چھوٹ کر گر گیا۔ اس نے اس کو فال بد محسوس کیا۔ اس کے اصحاب میں سے ایک شخص نے اُٹھ کر اُسے اٹھایا اور صاف کر کے دیدیا اور یہ شعر پڑھا۔

فالقت عصاھا واستقر بھا النوٰی   کما قر عینًا بالایاب المسافر

تو اس نے اپنا عصا ڈالدیا (یعنی سفر ختم کیا) اور وہیں قیام کر لیا۔ جس طرح ایک مسافر کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں واپس آکر۔ (سفاح اس شعر کے مضمون اور اس کے پڑھنے والے سے خوش ہو گیا۔

(۹۴) حکایت: ایک امیر ایک قریہ میں وارد ہوا اس کو بال بنانے والے کی ضرورت محسوس ہوئی جو اس کے بال ٹھیک کر دے وہ امیر خود تنہا اس کے پاس آیا اور کہا کہ میں اس کا حاجب ہوں جو اس تمہاری بستی میں آئے ہیں۔ میرے بال ٹھیک کر دو۔ اگر تم اچھے ثابت ہوئے تو ان کے بال بنوائے جائینگے اور اس امیر نے ایسا اس لئے کیا کہ موتراش یہ نہ سمجھ سکے کہ امیر وہی ہے اور مرعوب ہو کر گھبرا جائے اور زخمی کر دے۔

(۹۵) عمر بن عثمان سے منقول ہے کہ خلیفہ منصور ایک (قصر) محل میں داخل ہوئے اس کی ایک دیوار پر یہ شعر لکھا ہوا پایا ؎ ومالی لا ابکی بعین خزینۃٍ   وقد قربت للظاعنین حمولٗ

میں کیوں غمگین آنکھوں سے روؤں حالانکہ رخصت ہونے والوں کی سواریاں انکے قریب آچکی ہیں۔

اور شعر کے نیچے ایہ ایہ لکھا ہوا تھا ابوعمر نے کہا اہ اہ تو دیکھا جاتا ہے پھر منصور نے کہا: ایہ ایہ کیا چیز ہے۔ ربیع نے عرض کیا اور وہ اس وقت خصیب حاجب کا ماتحت تھا۔ کہ اے امیر جب اس نے یہ بیت لکھا تو اس نے یہ چاہا کہ پڑھنے والے کو اپنی حالت سے بھی مطلع کر دے کہ وہ لکھتے وقت رو رہا ہے۔ منصور نے کہا یہ شخص کس قدر سمجھدار ہے یہ پہلا موقع ہے جس سے ربیع کا درجہ بلند ہونا شروع ہوا۔

(۹۶) مؤلف کہتے ہیں کہ یہ حکایت میں نے ابوالوفا ابن عقیل کی تحریر سے نقل کی ہے کہ ایک ہاشمی منصور کی خدمت میں آیا۔ منصور نے اس کو اپنے قریب لانا چاہا اور اس کو خاصہ شاہی میں شریک کرنا چاہا اور فرمایا کہ قریب آجاؤ۔ اس نے کہا کہ میں کھا چکا ہوں۔ اس پر منصور نے اس سے اعراض کر لیا جب وہ شخص باہر نکلا تو ربیع نے اس کو گدی سے دھکا دیا تو دوسرے حاجبوں نے بھی ربیع کو دیکھکر اس کو دھکے دیئے۔ اس واقعہ کی شکایت لیکر اس کے رشتہ دار منصور کے پاس آئے۔ ربیع نے کہا کہ

یہ جوان دُور سے سلام کرکے واپس ہوجاتا تھا۔ اب امیر المومنین نے اس کو قریب بلایا اور بٹھانا چاہا پھر ارشاد فرمایا کہ کھانے میں شرکت کرے تو یہ اس اکرام کا جواب یہ دیتا ہے کہ میں کھانا کھا چکا گویا امیر المومنین کے ساتھ تناول صرف پیٹ بھرنے کیلئے ہے اور ایسے لوگوں کی تادیب بجائے قول کے فعل سے ہی ہو سکتی ہے۔

(۹۷) غیاث بن ابراہیم سے منقول ہے کہ معن بن زائدہ امیر المومنین ابوجعفر (خلیفہ منصور) کے پاس پہنچے۔ ان کے قدم سے قدم ملاکر چلنا شروع کیا خلیفہ نے کہا اے معن اب آپ کی عمر بڑی ہوگئی معن نے کہا آپکی اطاعت میں اے امیر المومنین۔ پھر خلیفہ نے کہا مگر آپ (بڑی عمر کے باوجود) سخت ہیں معن نے کہا آپ کے دشمنوں پر۔ خلیفہ نے پھر کہا آپ میں (قوت) باقی ہے معن نے کہا وہ بھی آپ کے لئے ہے۔

(۹۸) ابوالفضل الربعی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ مامون الرشید نے عبداللہ بن طاہر سے پوچھا ہماری نشست گاہ اچھی ہے یا آپ کی۔ عبداللہ نے کہا میں آپ کے برابر کیسے ہوسکتا ہوں اے امیر المومنین۔ خلیفہ نے کہا میرا روئے سخن صرف عیش و لذت کی طرف ہے۔ عبداللہ بن طاہر نے کہا پھر تو میری منزل زیادہ اچھی ہے۔ خلیفہ نے کہا کس اعتبار سے ؟ انہوں نے کہا اس لئے کہ میں یہاں مالک ہوتا ہوں اور وہاں مملوک۔

(۹۹) محمد بن عبدالملک ہمدانی کہتے ہیں کہ احمد بن طولون ایکدن اپنی آرام گاہ میں کھانا تناول کر رہے تھے کہ انہوں نے ایک سائل کو پرانے کپڑوں میں دیکھا فوراً کچھ روٹیاں اُٹھا کر اُن پر بھنی ہوئی مرغی اور بھنا ہوا چوزہ اور بھنے ہوئے گوشت کا پارچہ اور ایک فالودہ کا ٹکڑا رکھا اور غلام کو حکم دیا کہ اسکو دے آئے۔ غلام نے واپس آکر عرض کیا کہ اس نے (لینا) پسند نہیں کیا۔ ابن طولون نے حکم دیا کہ اس کو یہاں لے آئے تو اس کو لاکر پیش کیا گیا۔ ابن طولون نے اس سے گفتگو کی تو اس نے بہت اچھا جوابدیا اور امیر کے رعب کا کچھ اثر قبول نہیں کیا۔ ابن طولون نے اس سے کہا کہ جو کچھ تحریرات تمہارے ساتھ ہیں وہ سب پیش کردو اور سچ بتاؤ تم کو کس نے بھیجا ہے۔ کیونکہ مجھے یہ بالکل یقین ہوچکا ہے کہ تم جاسوس ہو اور کوڑے مارنے والے کو طلب کیا۔ اب اس نے مخبر ہونے کا اقرار کر لیا۔ بعض حاضرین نے کہا واللہ یہ تو جادو ہے۔ احمد نے کہا جادو نہیں۔ لیکن صحیح قیاس ہے۔ میں

نے اس کی بدحالی کو دیکھا تو اس کے پاس ایسا اچھا کھانا بھیجا جس کو پیٹ بھرے ہوئے آدمی بھی خوشی سے کھانے کیلئے تیار ہو جائیں۔ مگر نہ یہ خوش ہوا اور نہ اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ پھر میں نے بلایا تو بڑی قوت سے ملا۔ جب میں نے اس کی بدحالی اور قوت قلبی دیکھی تو اندازہ کر لیا کہ یہ جاسوس ہے

(۱۰۰) ابن طولون نے ایکدن ایک حمال کو دیکھا جو صندوق سر پر اٹھائے جارہا تھا مگر اس کے نیچے اس میں بیچینی محسوس ہوتی تھی۔ ابن طولون نے کہا اگر یہ بیچینی بوجھ کے بھاری ہونے کی وجہ سے ہوتی تو اس حمال کی گردن پھولتی اور میں گردن کو اصل حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ تو اس اضطراب کیوجہ صرف اس خبر کا خوف ہو سکتا ہے جو یہ اٹھائے ہوئے ہے۔ یہ سوچکر صندوق کھولنے کا حکم دیا۔ تو اس میں ایک لڑکی کی لاش ملی جس کو قتل کر کے ٹکڑے کر دیئے گئے تھے امیر نے مزدور کو دھمکایا کہ تمام حال سچ سچ بیان کر۔ اس نے بیان کیا کہ چار آدمی فلاں مکان میں ہیں انہوں نے مجھے یہ دینار دیئے اور اس لاش کو لیجانے کے لئے کہا۔ اس پر اس حمال کے (اخفا جرم کی سزا میں) دو سو ڈنڈے مارے گئے اور ان چاروں کو قتل کر دیا گیا۔

(۱۰۱) ابن طولون علی الصباح اٹھکر ائمہ مساجد کی قرأت سنا کرتے تھے ایکدن انہوں نے ایک اپنے مصاحب کو بلا کر فرمایا کہ فلاں مسجد میں جاکر اس کے امام کو یہ دینار دے آؤ۔ یہ مصاحب کہتا ہے کہ میں گیا اور امام کے پاس بیٹھ کر سلسلہ گفتگو میں اس کو بے تکلف کر لیا۔ یہانتک کہ اس نے اپنی پریشانی کا تذکرہ کیا کہ اس کی بیوی کو پیدائش کے درد کی تکلیف ہے اور اس کے ضروری سامان کیلئے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اسی لئے آج نماز میں بھی کئی مرتبہ قرأت میں غلطی ہوگئی۔ پھر میں (اس کو دینار دے کر) ابن طولون کے پاس واپس آیا۔ اور حال بیان کیا۔ انہوں نے کہا اس نے سچ کہا۔ میں نے آج کھڑا ہو کر سنا تو میں نے دیکھا کہ بہت غلط پڑھ رہا ہے اسی سے میں سمجھا کہ اسکا دل کسی اور چیز میں مشغول ہے،

(۱۰۲) سہل بن محمد سجستانی نے بیان کیا کہ اہل کوفہ میں سے ایک عامل ہمارے یہاں وارد ہوئے۔ میں نے عمال سلطانی میں سے بصرہ میں کوئی عامل اس سے زیادہ فائق اور برتر نہیں دیکھا۔ میں ان سے ملنے گیا اور سلام علیک کی مجھ سے پوچھا کہ اے سجستانی بصرہ میں سب سے بڑے عالم کون ہیں۔ میں نے کہا زیادی سب سے زیادہ اصمعی کا علم رکھتے ہیں (یعنی علم ادب اور شعرا زمانہ جاہلیت کا کلام اور حالات وغیرہ) اور ابو عثمان مازنی ہم میں علم نحو کے سب سے بڑے عالم ہیں اور ہلال الرای ہم میں سب سے بڑے

فقیہ ہیں۔ اور شاذکوفی حدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ اور اللہ آپ کو خوش رکھے میں علم قرآن یعنی تجوید و قرأت کی طرف منسوب کیا جاتا ہوں اور ابن الکلبی شعراء کی تحریر میں (یعنی خبانہ نویسم ہیں) سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ تو انہوں نے اپنے کاتب سے کہا کہ ان سب حضرات کو کل یہاں جمع کر لینا۔ چنانچہ ہم سب کو جمع کر لیا گیا۔ عامل نے کہا تم میں مازنی کون صاحب ہیں؟ ابو عثمان نے کہا میں ہوں جناب! انہوں نے سوال کیا کہ کیا ظہار کے فدیہ میں ایسا غلام آزاد کرنا کافی ہو سکتا ہے جو کانا ہو (ظہار اس صورت کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے انت علیّ کظہر امّی یعنی تو میرے لئے ماں کی پشت کی برابر ہے۔ اگر وہ اس سے رجوع کرنا چاہے تو ایک غلام آزاد کرے تفصیلات فقہ کی کتابوں میں دیکھو) مازنی نے کہا میں صاحب فقہ نہیں ہوں میں عربیت یعنی نحو کا عالم ہوں۔ پھر زیادی سے کہا کہ اگر شوہر اور بیوی کے درمیان ایک تہائی مہر کی ادائگی پر خلع کا معاملہ طے ہو گیا ہو تو اس کو کس طرح لکھا جائیگا۔ زیادی نے کہا کہ یہ ہلال الرأی کا علم ہے میرا نہیں پھر ہلال سے پوچھا کہ ابن عون کی حسن سے کتنی سندیں ہیں؟ ہلال نے کہا کہ یہ میرا علم نہیں ہے۔ شاذکوفی کا علم ہے۔ پھر شاذکوفی سے کہا کہ اے شاذکوفی الا انھم یثنون صدورھم کس کی قرأت ہے؟ انہوں نے کہا یہ میرا علم نہیں ہے یہ ابو حاتم کا علم ہے پھر (مجھ سے) کہا اے ابو حاتم اگر اہل بصرہ کی تنگدستی اور جو کچھ اُن کے پھلوں کو نقصان پہنچا ہے پیش کر نیکے بعد بصرے پر نظر لطف کرنے کی امیر المؤمنین سے درخواست کرنا ہو تو کیونکر کی جائے۔ ابو حاتم نے کہا خدا آپ پر اپنی رحمت کرے میں تو قرأت کا عالم ہوں لغت اور کتابت کا عالم نہیں ہوں۔ کہنے لگے کیسے بُرے لوگ ہیں۔ پچاس برس سے علم کے درس و تدریس میں مشغول ہیں مگر کوئی بھی ایک فن کے سوا دوسرے فن کو نہیں پہچانتا یہانتک کہ اگر دوسرے فن کی بات ان سے پوچھی جائے تو اس میں چل ہی نہیں سکتے لیکن کوفہ میں ہمارا عالم کسائی ہے اس تنہا سے اگر یہ تمام سوالات کئے جاتے تو وہ ان سب کا جواب دے دیتا۔

(۱۰۳) ایک عامل نے اپنے دفتر میں ایک شخص کو دیکھا کہ اسکی ایک خفیہ بات پر کان لگائے ہوئے تھا۔ اس نے اسکو مارنے اور قید کرنے کا حکم دیا محرر قید خانہ نے سوال کیا کہ رجسٹر جیل میں اس کا جرم کیا درج کیا جائے عامل نے کہا لکھو استرق السّمع فاتبعہ شھابٌ ثاقبٌ ۝

(۱۰۴) ایک اندھا ایک اندھی کے ساتھ پکڑا گیا محرر نے دریافت کیا کہ ان دونوں کا قصہ

کس طرح لکھنا چاہیئے داروغہ جیل نے کہا لکھو ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ

(۱۰۴) احمد بن یحییٰ واثقی کے متعلق اُن کے پوتے حسین بن الحسن کہتے ہیں کہ میرے دادا احمد بن یحییٰ مکتفی باللہ کے زمانہ میں بغداد کے پولیس افسر تھے۔ ایک مرتبہ اُن کے زمانہ میں چوروں نے بڑا اودھم مچا دیا تھا۔ تمام تاجر جمع ہو کر خلیفہ مکتفی باللہ کے حضور میں فریادی گئے۔ خلیفہ نے احمد بن یحییٰ کیلئے حکم دیا کہ تمام چوروں کو گرفتار کر کے حاضر کریں ورنہ لوگوں کے تمام مال کا تاوان اُن سے وصول کیا جائیگا۔ اس حکم سے وہ بہت پریشان ہو گئے۔ اور رات میں اور دن میں تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر پھرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ دوپہر کے وقت ان کا گذر ایسی سڑک پر ہوا جو بغداد کی بیرونی بستی میں تھی جو لوگوں سے خالی تھی وہ اس پر چل پڑے اور اس میں زیادہ گندگی دیکھی کچھ دور جاکر ایک کوچہ سر بستہ نظر آیا تو اس میں داخل ہو گئے اس گلی میں جو مکانات واقع تھے اس کے دروازے کے سامنے انہوں نے مچھلی کے بڑے بڑے کانٹے اور پشت کی بڑی ہڈی پڑی ہوئی دیکھی۔ کانٹوں اور ہڈی کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوا کہ اس مچھلی کا وزن ایک سو بیس رطل یعنی ڈیڑھ من سے کم نہ ہوگا۔ انہوں نے اپنے ایک چابک والے کو دکھا کر کہا کہ جس مچھلی کے یہ کانٹے ہیں اس کی قیمت کا کیا تخمینہ ہے اس نے کہا ایک دینار۔ انہوں نے کہا کہ اس گلی کے رہنے والوں کی حیثیت اس قیمت کی مچھلی کی متحمل نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ ایک ایسی سڑک ہے جس کی خاص دیکھ بھال نہیں صحرا کی جانب واقع ہے۔ یہاں کوئی ایسا شخص آکر رہا ہے جو اس جیسے اخراجات کی برداشت کر رہا ہے۔ اس الجھن سے پردہ ہٹانا ضروری ہے۔ اس شخص نے اس کو مستبعد سمجھا اور کہا یہ ایک بعید سی بات ہے۔ انہوں نے جس مکان پر کانٹے دیکھے تھے اس کے برابر والے مکان کی عورت کو بلانے کی ہدایت کی کہ اس سے بات چیت کریں گے اسکا دروازہ کھٹ کھٹا کر پانی مانگا۔ اسمیں سے ایک بڑھیا ضعیفہ نکلی۔ یہ برابر اس سے بات کا سلسلہ دیر تک جاری رکھنے کیلئے پانی مانگتے رہے اور وہ دیتی رہی اور احمد بن یحییٰ افسر پولیس اس سے وہاں کے گھروں اور ان کے رہنے والوں کے حالات پوچھتے رہے اور وہ بغیر نتیجہ کا اندازہ کئے بتاتی رہی۔ آخر میں انہوں نے پوچھا کہ اس گھر میں جس پر مچھلی کے کانٹے پڑے تھے کون رہتا ہے۔ تو اس نے کہا واللہ ہم نہیں جانتے کہ درحقیقت اس کے رہنے والے کون لوگ ہیں۔ اتنا معلوم ہے کہ تقریباً ایک مہینہ سے اسمیں پانچ گرانڈیل جوان آکر رہے ہیں جو سوداگر معلوم ہوتے ہیں ہم ان کو دن میں آتے جاتے نہیں دیکھتے کبھی

طویل مدت میں کوئی نظر آجاتا ہے اُن میں سے کسی ایک کو ہم دیکھتے ہیں کہ کسی ضرورت کے لئے کہیں جاتا ہے تو جلدی سے واپس آجاتا ہے اور وہ تمام دن جمع رہتے ہیں اور کھاتے پیتے اور شطرنج اور نرد، کھیلتے رہتے ہیں اور ان کے پاس ایک لڑکا ہے جو انکی خدمت کرتا ہے اور جب رات ہو جاتی ہے تو وہ اپنے گھر چلے جاتے ہیں جو کرخ میں ہے (کرخ بغداد کا ایک محلہ ہے) اور لڑکے کو مکان کی دیکھ بھال کیلئے چھوڑ جاتے ہیں۔ پھر صبح کو کچھ رات باقی رہے اندھیرے میں ایسے وقت آجاتے ہیں کہ ہم سوتے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسلئے ہم ان کے واپس آنے کا بالکل ٹھیک وقت نہیں پہچان سکے۔ اب احمد بن یحییٰ نے پانی پینے کا سلسلہ بند کر دیا۔ اور بڑھیا بھی واپس ہو گئی انہوں نے اس شخص سے (جو ساتھ میں تھا) کہا کہ یہ سب چوروں کی صفات ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا بیشک! انہوں نے کہا کہ اب تم اس مکان کے گرد و پیش کا پہرہ دو اور مجھے دروازہ پر چھوڑ و اور فوراً دس آدمی بلوا کر اُن کو پڑوس کے مکانوں کی چھتوں پر متعین کر دیا اور انہوں نے خود دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو لڑکے نے آکر دروازہ کھولدیا۔ اور یہ کافی جمعیت کیساتھ مکان میں پہنچ گئے اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑا اور سب کو گرفتار کر کے پولیس کی تحقیقاتی مجلس کے حوالہ کر دیا جس نے ان سے اقرار کرالیا کہ یہ سب چوری کرنیوالے تھے اور انہوں نے ہی اپنے باقی ساتھیوں کا حال بتادیا۔ پھر واثقی نے ان سب کا تعاقب کیا۔ احمد بن یحییٰ واثقی اس قصہ پر فخر کرتے ہیں۔

(۱۰۶) مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو ایک والی مصر کا قصہ پہنچا کہ وہ کبوتر بازی کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں اُن کے ایک خادم سے اُن کا مقابلہ ہو گیا (کبوتروں کی دوڑ میں) خادم کا کبوتر بازی لے گیا۔ اس نے اپنے وزیر کے پاس کسی کو بھیجا کہ حال معلوم کرے (کبوتروں کی دوڑ کے وزیر صاحب نگران تھے) وزیر کو یہ لکھنا گراں گذرا کہ آپ ہار گئے اور یہ سمجھ میں نہ آیا کہ کس طرح کنایہ کیا جائے جس سے واقعہ معلوم ہو جائے۔ وہاں ایک کاتب تھا اس نے کہا اگر آپ چاہیں تو یہ شعر لکھ کر بھیجدیجیے۔

یا ایّھا الملکُ الّذی جدّہٗ	لکل جدٍّ قاھرٌ غالبٌ
اے بادشاہ جس کی خوش قسمتی	ہر دوسرے شخص کی قسمت کو دبانیوالی اور غالب رہتی ہے
طائرکَ السابقُ لکنّہٗ	اتیٰ وفی خدمتہٖ حاجبٌ

آپ ہی کا پرندہ جیتا ہوا رہا لیکن وہ اس طرح آیا کہ اس کی خدمت میں (آگے چلنے والا) ایک

حاجب بھی تھا وزیر نے اس کو پسند کیا اور انعام دیا اور یہی لکھ بھیجا۔

(۱۰۷) ابو محمد عبداللہ بن علی المقری کہتے ہیں کہ باب ابن النسوی کا حاجب بہت ہوشیار تھا ایک مرتبہ اس نے سردی کی رات میں (ایک قریب کے کمرہ میں سے) براده کی آواز سنی (براده اس ظرف کو کہتے ہیں جس میں پانی بھر کر دوسرے بڑے ظرف میں جس میں برف یا شورہ وغیرہ کا پانی ہوتا ہے ڈالکر گھماتے رہتے ہیں تاکہ اس چھوٹے ظرف کا پانی ٹھنڈا ہو جائے) اس نے دروازے کو سختی سے کھولنے کا حکم دیا تو اس میں سے ایک مرد اور ایک عورت نکلے (وہ آواز ان ہی کے شنیع فعل کی تھی) لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تم کیسے سمجھے تو اس نے کہا کہ (براده کی آواز سنکر) میں نے خیال کیا کہ یہ سردی کا زمانہ پانی ٹھنڈا کرنے کا نہیں اسلیئے یہ آواز ان ہی دونوں میں سے آرہی ہے۔

(۱۰۸) ابن النسوی کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے سامنے دو آدمی لائے گئے جن پر چوری کا اتہام تھا انہوں نے ان کو اپنے سامنے کھڑا کیا پھر ملازموں سے پینے کیلئے پانی مانگا جب پانی آگیا تو اس کو پینا شروع کیا پھر قصداً اپنے ہاتھ سے گلاس چھوڑ دیا جو گر کر ٹوٹ گیا ان میں کا ایک شخص اس کے اچانک گرنے اور ٹوٹنے سے گھبرا گیا اور دوسرا اسی طرح کھڑا رہا۔ اس گھبرا جانے والے شخص کو کہدیا گیا کہ چلا جائے اور دوسرے کو حکم دیا کہ مسروقہ مال واپس کرے۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیسے معلوم کر لیا کہ یہ چور ہے تو انہوں نے کہا کہ چور کا دل مضبوط ہوتا ہے وہ نہیں گھبراتا اور یہ گھبرانے والا اس لئے بری ہوا کہ اگر گھر میں ایک چوہا بھی حرکت کرتا تو یہ گھبرا کر بھاگ جاتا اور یہ خفیف سی حرکت بھی اس کو چوری سے روک دیتی۔

(۱۰۹) ان ہی کا ایک واقعہ ہم نے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ ایک شخص ابن النسوی کا ہمسایہ تھا وہ مسجد کا امام تھا۔ یہ شخص کسی سفارش کیلئے ابن النسوی کے پاس آیا۔ ان کے سامنے ایک رکابی تھی جس میں شکر پارے تھے۔ ابن النسوی نے کہا کھائیے! انہوں نے تامل کیا۔ ابن النسوی نے کہا میں آپ کے دل کی بات سمجھ رہا ہوں تم اپنے دل میں کہہ رہے ہو کہ ابن النسوی کے پاس حلال چیز کہاں ہو سکتی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کھاؤ اس سے زیادہ حلال آپ نے کبھی کھایا ہی نہ ہو گا۔ انہوں نے مزاح کے درجہ میں کہا آپ کے پاس ایسی چیز کہاں سے آگئی جس میں شبہ بالکل نہ ہو کہنے لگے اگر میں نے بتا دیا تو کھاؤ گے؟ امام صاحب نے اقرار کیا۔ ابن النسوی نے کہا اچھا سنو چند راتیں گذریں کہ اسی

وقت مکان میں موجود تھا کہ دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ باندی نے کہا کون ہے جواب آیا کہ ایک عورت اندر آنا چاہتی ہے اسکو اجازت دیدی گئی۔ وہ آتے ہی میرے قدموں پر گر پڑی اور انکو چومنے لگی۔ میں نے پوچھا کہ تو کیا حاجت رکھتی ہے اس نے کہا میرا شوہر ہے جس سے دو لڑکیاں ہیں ایک کی عمر بارہ سال اور دوسری کی چودہ سال ہے اور اس نے ایک اور نکاح کر لیا ہے اور میرے پاس بھی نہیں آتا اور بچے اپنے باپ کو بلاتے ہیں تو ان کیوجہ سے میرا دل تڑپنے لگتا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ ایک رات میرے لئے خاص کرے اور ایک رات دوسری کے لئے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیا کام کرتا ہے اس نے کہا روٹیاں پکاتا ہے۔ میں نے کہا اس کی دوکان کہاں ہے اس نے کہا کرخ میں اور اس کا نام بتایا۔ میں نے کہا تو کس کی بیٹی ہے۔ اس نے بتایا کہ فلاں کی۔ میں نے کہا تیرے بیٹیوں کے کیا نام ہے اس نے ان کے نام لئے۔ میں نے کہا انشاء اللہ میں اسکو تیرے پاس بھیجدونگا۔ پھر اس نے کہا کہ یہ ایک پگڑی ہے جس کا سوت میں نے اور میری بیٹیوں نے کاتا اس کا استعمال آپ کیلئے حلال ہے۔ میں نے کہا۔ یہ لیجاؤ اور اب چلی جاؤ وہ چلی گئی۔ میں نے اس کے شوہر کے پاس (دو سپاہی بھیجے کہ اس کو لیکر آئیں مگر گھبرا نہ دیں) وہ اسکو لے آئے مگر اس کی عقل اڑی ہوئی تھی۔ میں نے کہا تم ڈرو نہیں میں نے تم کو صرف اس لئے بلایا ہے کہ تم کو دو من آٹا اور اس کی اجرت دیدوں تا کہ تم سفر کے لئے روٹیاں پکا دو اب اس کا دل ٹھہر گیا۔ اس نے کہا میں اس کام کی اجرت نہیں لینا چاہتا۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ نقصان پہنچانے والا دوست کھلا دشمن ہوتا ہے تم تو ہمارے خاص ہو اور مجھ سے ایک خاص تعلق ہے تمہاری فلاں زوجہ ہمارے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی لڑکیاں کیسی ہیں جن کے یہ نام ہیں اس نے کہا سب خیریت سے ہیں میں نے کہا اللہ اللہ یہ کہنے کی تو مجھے ضرورت نہیں کہ اس کی دلداری کا تمہیں پورا خیال رکھنا چاہئے اس نے میرے ہاتھ چومے میں نے کہا اب تم اپنی دوکان پر جاؤ۔ جب تمہیں کوئی حاجت پیش آئے تو ہم سے بلا روک ٹوک مل سکتے ہو وہ واپس چلا گیا۔ آج کی رات وہ عورت آکر مکان میں داخل ہوئی اور یہ طباق ساتھ لائی اور مجھ کو خدا کی قسم دی کہ اسے واپس نہ کرنا اور بیان کیا کہ میں اور میری اولاد اب بالکل دلجمعی کیساتھ ہیں اور یہ کھانا خدا کی قسم میرے کاتے ہوئے سوت کی قیمت سے بنایا گیا ہے تو میں نے اسے قبول کر لیا۔" (امام صاحب اب کہئے) تو کیا یہ حلال ہے؟ امام نے کہا واللہ دنیا میں اس سے زیادہ حلال کوئی کھانا نہ ہوگا۔ کہا تو بس کھائیے تو انہوں نے بھی کھایا۔

(۱۱۰) احمد بن خصیب کا اسکے اموال تجارت پر ایک وکیل تھا جس پر اس نے خیانت کا الزام لگایا اور اسکو پکڑنے اور نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا تو وہ بھاگ گیا۔ اس کے بعد احمد نے اس کے پاس یہ اشعار لکھکر بھیجے تاکہ اس کو مانوس کرے اور اس کو حلفیہ یقین دلائے کہ جو اطلاع اس کو ملی وہ غلط تھی اور اپنے کام پر واپس آنے پر آمادہ کرے۔

انا لك عبد سامع ومطيع — واني لما تهوى اليه سريع
ولكن لي كفاً اعيش بفضلها — فما اشترى الا بها وابيع
ااجعلها تحت الرحا ثم ابتغي — خلاصاً لها اني اذاً لرقيع

میں تیرا ایک غلام ہوں جو تیرے احکام کو سننے اور اطاعت کرنیوالا ہے اور جس چیز کی تجھے خواہش ہو میرا کام اسکو جلد پورا کرنا ہے میرے پاس ایک ایسی ہتھیلی ہے جس کی فضیلت سے میں عیش کرتا ہوں میری ہر خرید و فروخت اسی کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ کیا میں اسی کو چکی کے نیچے دیدونگا اور پھر اس کے چھوڑانے کی راہ تلاش کرونگا۔ اگر ایسا ہوا تو میں بڑا بیحیا ہونگا۔

(۱۱۱) ابو سہل بن زیاد نے ہم سے بیان کیا کہ ایک شاعر تھا جس کی ایک چھوٹی سی جائداد تھی اس پر جو عامل تھا اس نے اس کی ہجو میں کچھ اشعار کہے۔ وہ (سنکر) خاموش رہا۔ جب غلہ کی تقسیم کا وقت آیا تو عامل سوار ہو کر غلہ کے ڈھیر پر (تقسیم کیلئے) پہنچ گیا اور سب شرکا پر تقسیم کر دیا اور شاعر کا حصہ بالکل ختم ہی کر دیا۔ یہ معلوم کر کے شاعر اس کے پاس شکایت لیکر آیا۔ اس نے کہا۔ سن رے اب ہمارا کوئی مطالبہ ایکدوسرے سے نہیں۔ تو نے ہماری ہجو کی شعر سے ہم نے تیری ہجو کی شعیر سے اب ہم دونوں برابر ہو گئے (شعیر جو کو کہتے ہیں)

(۱۱۲) ابن شبیب نے ہم سے ذکر کیا کہ وہ ایک مرتبہ خلیفہ مستنجد باللہ سے ملے ان سے خلیفہ نے کہا "این شئیت" (شئیت کہاں ہے) انہوں نے جواب میں کہا "عندك" یا امیر المؤمنین (تمہارے پاس اے امیر المؤمنین) خلیفہ نے لفظ ابن شبیب کی تصحیف این شئیت کی تھی انہوں نے جواب میں عبدك (آپ کا خادم) کی تصحیف عندك سے کر دی (تصحیف ایک صنعت ہے جس میں کسی حرف کی صورت کو باقی رکھتے ہوئے نقطے وغیرہ کا معمولی تصرف کر کے دوسرا لفظ بنا دیا جاتا ہے جیسے شک کا سگ یا توشہ کا بوسہ کر دیا جائے۔ ۱۲ مترجم۔

(۱۱۳) ایک عامل امیر کے سامنے کھڑے ہوئے تھے کہ ان کو پیشاب نے مجبور کیا تو یہ باہر آ گئے۔ پھر (فارغ) ہو کر واپس آئے تو امیر نے پوچھا کہاں گئے تھے، انہوں نے جواب دیا کہ رائے ٹھیک کرنے کے لئے "انہوں نے اس مقولہ مشہور کی طرف اشارہ کیا لا رائی لحاقن (پیشاب روکنے والے شخص کی رائے قابلِ اعتبار نہیں)

(۱۱۴) بعض شیوخ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک شخص کے پانچسو دینار چوری ہو گئے۔ وہ سب مشتبہ لوگوں کو حاکم کے پاس لے گیا۔ حاکم نے کہا کہ میں تم میں سے کسی کو مار پیٹ نہ کروں گا بلکہ میرے پاس ایک لمبی ڈور ہے جو ایک اندھیرے کمرے میں پھیلی ہوئی ہے۔ تم سب اس میں جاؤ اور ہر ایک شخص اس کو ہاتھ میں لیکر ڈورے کو شروع سے آخر تک ہاتھ لگائے چلا جائے اور ہاتھ کو آستین میں چھپا کر باہر آتا رہے۔ یہ ڈور چور کے ہاتھ پر لپٹ جائیگی اور اس نے ڈور کو پسے ہوئے کوئلہ سے کالا کر دیا تھا۔ تو ہر شخص نے ڈور پر اندھیرے میں اپنے ہاتھ کو کھینچا۔ مگر ان میں سے ایک شخص نے (اس کو ہاتھ نہیں لگایا) جب سب لوگ باہر آ گئے تو ان کے ہاتھوں کو دیکھا سب کے سیاہ تھے سوائے ایک شخص کے اسی کو پکڑ لیا گیا جو اقراری ہو گیا۔

باب ۱۲: قاضیوں کے احوالِ ذکاوت

(۱۱۵) شعبی سے مروی ہے کہ ایک عورت نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک ایسے شخص کی شکایت پیش کرتی ہوں جو دنیا کا بہترین شخص ہے بجز اس شخص کے جو اعمال خیر میں اس سے سبقت لے گیا ہو یا اس ہی جیسے اعمال پر کاربند ہو۔ وہ شخص تمام رات صبح تک نفلیں پڑھتا ہے اور تمام دن روزے سے رہتا ہے (اتنا عرض کرنے کے بعد پھر اس پر حیا کا غلبہ ہو گیا اور اس نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین میں اپنی شکایت واپس لینا چاہتی ہوں آپ نے فرمایا اللہ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تو نے بہت اچھی ثنا اور تعریف کی اور فرمایا بہت اچھا جب وہ چلی گئی تو کعب[1] بن سود نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین اس عورت نے بلیغ طور پر اپنی شکایت آپ کے سامنے پیش کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے کیا شکایت کی ہے۔ کعب نے عرض کیا کہ اپنے شوہر کی شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے اس عورت اور اسکے شوہر دونوں کو حاضر کئے جانے کا حکم دیا تو دونوں حاضر ہوئے تو آپ نے کعب سے فرمایا کہ تم ان کا فیصلہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کی موجودگی

[1] اسوقت کعب ابن سود کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی ۱۲ مترجم

میں فیصلہ کروں ہ آپ نے فرمایا کہ تم اپنی فطانت سے وہ بات سمجھ گئے جو میں نہیں سمجھ سکا تھا (اس لئے اب فیصلہ بھی تم ہی کرو) کعب نے فیصلہ کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فانکحو ما طاب لکم من النساءٰ مثنٰی وثلٰث ورُباعَ (انہوں نے شوہر کو حکم دیا کہ تین دن روزہ رکھو اور ایکدن افطار کرو۔ اور اس (بیوی) کیساتھ رہو اور تین رات نوافل کے لئے کھڑے رہا کرو اور ایک رات اس کیساتھ رہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا واللہ یہ فیصلہ میرے لئے پہلی نکتہ رسی سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ اس واقعہ کے بعد ہی آپ نے انکو بصرہ کا قاضی بنایا اور ان کیلئے سواری کا انتظام کر کے ان کو روانہ کر دیا۔

(۱۱۶) مجالد بن سعید کہتے ہیں میں نے شعبی سے پوچھا کہ یہ بات ضرب المثل ہو گئی کہ شریح لومڑی سے بھی زیادہ چالاک اور حیلہ باز ہے۔ اس کی کیا اصل ہے۔ انہوں نے مجھ سے اس کی وجہ بیان کی کہ شریح (قاضی) طاعون کے زمانہ میں نجف کی طرف چلے گئے تھے اور جب یہ نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتے تو ایک لومڑی آکر اُن کے سامنے کھڑی ہو جاتی اور ان کا دھیان بٹاتی اور اُن کے سامنے مضحکہ خیز حرکات کیا کرتی جس سے نماز میں ان کا دھیان بٹتا۔ جب اس پر عرصہ گذر گیا تو انہوں نے (یہ ترکیب کی کہ) ایک بانس کا ڈھانچ بنا کر اس کو اپنی قمیض پہنائی اور آستینیں باہر کو کر دیں اور اپنی ٹوپی اُڑھا کر عمامہ اس پر باندھ دیا۔ اب لومڑی اپنی عادت کے مطابق آکر کھڑی ہو گئی تو شریح نے پیچھے سے آکر دفعتہً اس کو پکڑ لیا۔ اسی بناء پر کہا جاتا ہے کہ شریح لومڑی سے زیادہ چالاک اور حیلہ ساز ہیں۔

(۱۱۷) مجالد شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ میں شریح کے پاس موجود تھا کہ ایک عورت ایک مرد سے جھگڑتی ہوئی آئی اسکی آنکھوں میں آنسو جاری تھے وہ رونے لگی میں نے کہا اے ابو امیہ (یہ شریح کی کنیت ہے) میرے خیال میں یہ غمزدہ مظلوم ہے انہوں نے جواب دیا اے شعبی یوسف کے بھائی بھی تو رات کو اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے تھے

(۱۱۸) قریش میں کے ایک شیخ نے بیان کیا کہ شریح اپنی ایک اونٹنی فروخت کرنا چاہتے تھے خریدار نے کہا اے ابو امیہ اس کا دودھ کیسا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جس برتن میں چاہو دودھ لو (اس سے کنایتہً یہ وصف مراد ہو سکتا ہے کہ بہت دودھ ہے جس سے بڑے سے بڑا برتن بھی بھر جائیگا) اُس نے پوچھا کہ رفتار کیسی ہے؟ جواب دیا کہ بستر بچھا کر سو جاؤ (یہاں بھی کنایتہً یہ

مفہوم ہوتا ہے کہ بہت سبک سیر ہے مگر حقیقی معنے اور ہی ہیں) پھر اس نے پوچھا خصلت کیسی ہے تو جواب دیا کہ جب تم اس کو اونٹوں میں دیکھو گے تو اس کی جگہ پہچان لو گے اپنا کوڑا لٹکاؤ اور رسوائی ہو جاؤ۔ اس نے کہا کہ اس کی طاقت کا کیا حال ہے تو جواب دیا دیوار پر جتنا بوجھ چاہو لاد سکتے ہو اس نے خرید لیا لیکن اُن کی بیان کی ہوئی کوئی صفت بھی اُن میں نہ پائی تو اس نے شریح کے پاس آکر کہا کہ میں نے اسمیں ایسی کوئی صفت بھی نہیں پائی جو آپ نے ظاہر کی تھی۔ شریح نے کہا میں نے تو تجھ سے جھوٹ نہیں بولا (تیری سمجھ کا قصور ہے) پھر اس نے اقالہ کی خواہش کی جس کو انہوں نے منظور کر لیا (اقالہ کے معنے فسخ بیع کے ہیں کہ بائع اپنی خوشی سے معاملہ طے شدہ کو مشتری کے کہنے سے دست بردار ہو جائے۔)

(۱۱۹) بہت سے لوگوں سے مروی ہے کہ جب (امیر) زیادہ بیمار تھے تو شریح جب اُن کے پاس سے (بعد مزاج پرسی) واپس آئے تو مسروق الاجدع نے ایک قاصد کی معرفت اُن سے پوچھا کہ آپ نے امیر کا کیا حال دیکھا انہوں نے یہ جواب دیا کہ ان کو امر و نہی کرتے ہوئے چھوڑ کر آیا ہوں۔ مسروق نے کہا ان کی مراد "امر" سے وصیتیں تھیں اور نہی سے یہ کہ عورتیں نوحہ کرنے سے باز رہیں (صاف صاف مایوسی کا اظہار خلافِ مصلحت تھا اس لئے ایسے الفاظ بولے جن کا ظاہری مفہوم یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سب خیریت ہے۔)

(۱۲۰) مروی ہے کہ عدی بن ارطاۃ شریح کے پاس آئے جب وہ مجلس قضا میں بیٹھے تھے۔ آکر کہنے لگے کہ آپ کہاں ہیں۔ شریح نے جواب دیا تمہارے اور دیوار کے درمیان۔ انہوں نے کہا اچھا میری بات سنو۔ شریح نے کہا اس مجلس میں اسی لئے بیٹھا ہوں۔ عدی نے کہا میں اہل شام میں سے ہوں شریح نے کہا ہمارے دوست ہمارے قریب۔ انہوں نے کہا میں نے اپنی قوم میں کی ایک عورت سے شادی کی۔ شریح نے کہا خدا برکت دے آپ کو اتفاق سے رکھے اور بیٹے دے۔ انہوں نے کہا اور میں نے بیوی کے رشتہ داروں سے یہ شرط منظور کی تھی کہ میں اس کو اس کے میکے سے نہیں نکالونگا۔ شریح نے کہا شرط کی پابندی بہت ضروری ہوتی ہے۔ عدی نے کہا اور میں اسکو وہاں سے نکال لانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا خدا حافظ۔ عدی نے کہا آپ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ شریح نے کہا کر چکا ہوں (ایسی صورت میں شرط توڑنے کا گناہ ہوتا

ہے جس پر معافی یا سزا کا تعلق خدا سے ہے فی "حفظ اللہ" سے یہی مراد، تھی۔مگر نکاح باقی رہتا ہے وہ فسخ نہیں ہوتا۔)

(۱۲۱) مروی ہے کہ ایاس بن معاویہ کے پاس تین عورتیں آئیں انہوں نے (ان کو دیکھ کر) کہا کہ ان میں سے ایک بچے کو دودھ پلانیوالی ہے اور دوسری کنواری ہے اور تیسری بیوہ ہے۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوگیا؟ انہوں نے کہا دودھ پلانے والی جب بیٹھی تو اس نے اپنے ہاتھ سے پستان کو سنبھالا اور جب کنواری بیٹھی تو اس نے کسی کی طرف التفات نہیں کیا اور بیوہ جب آئی تو وہ داہنے بائیں اپنی نگاہ پھراتی رہی۔

(۱۲۲) ابوالحسن قیسی سے معلوم ہوا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے پاس جو عام لوگوں میں سے تھا کچھ مال امانت رکھا، اور یہ شخص ایسا امانت دار مشہور تھا جس کے بارہ میں کسی کو شبہ نہ تھا، پھر امانت رکھنے والا شخص مکہ چلا گیا۔جب یہ واپس آیا تو اپنا مال طلب کیا تو یہ شخص مکر گیا تو مدعی ایاس کے پاس پہنچا اور پورا واقعہ سنایا۔ ایاس نے کہا کیا میرے پاس تمہارے آنے کی اس کو خبر ہو گئی اس نے کہا نہیں۔پھر پوچھا کہ تم کسی شخص کی موجودگی میں اس سے جھگڑے ہو۔اس نے کہا کہ نہیں کسی کو اس کی خبر نہیں ہوئی۔ایاس نے کہا تو لوٹ جاؤ اور کسی کے سامنے اس کا ذکر بھی نہ کرو اور دو دن کے بعد مجھ سے ملو وہ شخص چلا گیا۔اب ایاس نے اس امانت رکھنے والے کو بلا کر کہا کہ کثیر مقدار میں ہمارے مال آگیا ہے۔ہمارا ارادہ ہے کہ وہ تمہارے سپرد کردیں کیا آپ کا مکان محفوظ ہے اس نے کہا کہ ہاں۔ایاس نے کہا تو مال رکھنے کے لئے مناسب جگہ ٹھیک کر لیجئے۔اور مزدوروں کا انتظام بھی ہو جانا چاہیئے جو اُسے اُٹھا کر لیجائیں اب (دو دن کے بعد) وہ شخص آیا تو اس سے ایاس نے کہا اب تم جا کر اس سے اپنا مال مانگو اگر وہ دیدے تو فہو المراد اور اگر انکار کرے تو اس سے کہنا کہ میں قاضی کو خبر کرتا ہوں، چنانچہ یہ شخص اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میرا مال دیدے ورنہ میں قاضی صاحب کے پاس جا کر شکایت کردوں گا اور تمام ماجرا ان سے بیان کردونگا۔ اس نے اسکا مال اسکو واپس دیدیا اس شخص نے ایاس کے پاس جا کر اطلاع دی کہ اس نے مال واپس دیدیا پھر وہ امین ایاس کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسکو ہٹوا کر نکلوادیا اور کہا کہ اے خائن خبردار کبھی ادھر کا رُخ بھی نہ کرنا۔

(۱۲۳) جاحظ نے ذکر کیا کہ ایاس بن معاویہ نے زمین میں ایک شگاف کو دیکھ کر کہا کہ اس میں کوئی جانور ہے لوگوں نے غور سے دیکھا تو اسمیں سانپ تھا ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیسے سمجھے، تو انہوں نے کہا کہ اس شگاف میں ہر دو اینٹ کے درمیان کچھ تراوٹ دیکھ کر میں سمجھا کہ نیچے کوئی سانس لینے والی شے ہے۔

(۱۲۴) جاحظ سے مروی ہے کہ ایاس سفر حج میں تھے کہ ایک کتے کے بھونکنے کی آواز سنکر کہنے لگے کہ یہ کتا بندھا ہوا ہے۔ پھر اس کے بھونکنے کی آواز آئی تو بولے کہ اب کھولدیا گیا۔ جب لوگ پانی تک پہنچ گئے (جہاں آبادی تھی) تو وہاں کے لوگوں سے پوچھا تو ایاس کی بات ٹھیک نکلی، ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیسے سمجھے تو انہوں نے کہا جب کتا بندھا ہوا تھا تو اس کی آواز ایک ہی جگہ سے سنائی دے رہی تھی۔ پھر میں نے سُنا کہ وہ آواز کبھی قریب ہو جاتی تھی کبھی بعید۔

(۱۲۵) اور ایک مرتبہ ایاس کا گذر (اسی سفر میں) ایک پانی پر ہوا۔ (جہاں بستی تھی) تو کہنے لگے ایسے کتے کی آواز سن رہا ہوں جو اس بستی سے باہر کا ہے ان سے کہا گیا کہ آپ نے کیسے پہچانا تو کہا کہ ایک آواز دبی ہوئی ہے اور دوسری آوازیں سخت ہیں جب وہاں کے لوگوں سے پوچھا تو ایسا ہی ثابت ہوا کہ ایک اوپرے کتے پر دوسرے کتے بھونک رہے تھے۔

(۱۲۶) ابوسہل نے ہم سے بیان کیا کہ عہدہ قضا کبھی دو کے درمیان مشترک نہیں بنایا گیا۔ مگر عبیداللہ بن الحسن العنبری اور عمر بن عامر کے درمیان یہ دونوں مشترک طور پر بصرہ کے قاضی تھے۔ ہر مجلس میں دونوں جمع رہتے تھے اور لوگوں کو جب دیکھتے ایک ساتھ دیکھتے۔ کہتے ہیں کہ دونوں کے پاس ایک قوم ایک باندی کا معاملہ لیکر آئی۔ جو کپڑا انہیں پہنتی تھی (اس لئے جو خریدار تھا وہ اسکو عیب قرار دیکر اپنے لئے خیار عیب کے حق کا مدعی تھا اور اسکو بیچنے والا اسکو عیب نہیں مانتا تھا اسی کے فیصلہ کے لئے عدالت کی طرف ان لوگوں نے رجوع کیا تھا) تو ان کے بارہ میں عمر بن عامر نے کہا کہ یہ ناقص الخلقت ہے اور عبیداللہ بن الحسن نے کہا کہ جو چیز ایسی ہو جو خلقت اور طبیعت عام کے خلاف ہو وہ عیب ہے (تو دونوں کے جملوں کو ملا کر یہ فیصلہ بنا کہ باندی معیوب ہے۔ اس میں تجویز کی تکمیل کسی ایک قاضی کے فیصلہ سے نہیں ہو سکی جب تک دونوں کو بطور صغریٰ و کبریٰ ملایا نہیں گیا۔ اور غالباً اس حکایت کے اظہار سے یہی مقصد ہے کہ اشتراک کی حیثیت کو اس طرح یہ دونوں حضرات

باقی رکھتے تھے)

(۱۲۷) یزید بن ہارون سے مروی ہے کہ واسط میں ایک ایسے شخص کو قاضی بنایا گیا جو ثقہ اور بہت احادیث کے حافظ تھے (ان کے سامنے ایک شخص نے اپنا مقدمہ پیش کیا جس کی رُوداد یہ ہے کہ) اس شخص نے ایک شاہد (گواہ) کو ایک سربمہر تھیلی امانت رکھنے کے لئے دی (زمانہ اسلام میں یہ ایک خاص اعزازی عہدہ تھا کہ جو لوگ دیانت و تقویٰ رکھتے تھے اُن سے عام لوگ اپنے تحریری معاہدات پر دستخط کراتے تھے اور حکومت انکی شہادت کو تسلیم کرتی تھی) اور ذکر کر دیا کہ اس میں ایک ہزار دینار ہیں جب یہ امانت رکھنے والا عرصہ دراز تک غائب رہا اور تھیلی اس شاہد کے قبضہ میں تھی تو اُس نے یہ تصور کر لیا کہ وہ شخص مر چکا ہے۔ اب اس مال کو اپنے تصرف میں لانے کی نیت ہو گئی پھر سوچکر یہ کیا کہ تھیلی کو نیچے کی طرف سے اُدھیڑا (تاکہ مُہر علیٰ حالہ باقی رہے) اور اسمیں سے دینار نکال کر اُن کے بجائے درہم بھر دیئے اور سی کر حسب سابق کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد مالک واپس آیا اور اس نے شاہد سے اپنی امانت واپس مانگی۔ اُس نے سربمہر تھیلی واپس کر دی۔ جب اُس نے اپنے گھر پہنچکر مہر کو توڑا تو اس میں سے درہم نکلے۔ پھر وہ شاہد کے پاس واپس آیا اور اس سے کہا کہ اللہ تجھے معاف کرے میرا مال واپس کر میں نے تو اس میں دینار رکھے تھے اور اس میں سے درہم برآمد ہوئے تو وہ انکاری ہو گیا۔ یہ مقدمہ جب قاضی صاحب کے سامنے پیش ہُوا تو انہوں نے پوچھا کہ یہ تھیلی کب امانت رکھی گئی تھی تو بیان کیا گیا پندرہ سال پہلے۔ اب قاضی صاحب نے ان درہموں کو لیکر ان کے چھاپ کو پڑھنا شروع کیا تو (سنوں کے پڑھنے سے معلوم ہُوا کہ) ان میں سے بعض درہم دو سال پہلے کے بنے ہوئے تھے۔ اور بعض تین سال پہلے کے۔ سب اسی کے قریب کے تھے قاضی صاحب نے حکم دیا کہ مدعی کو دینار واپس کئے جائیں جو شاہد نے واپس کئے۔ قاضی صاحب نے اس کو خائن کہہ کر پکارا اور شہر میں منادی کرادی کہ فلاں بن فلاں قاضی نے فلاں بن فلاں قاضی کو شہادت سے ساقط قرار دیا ہے۔ سب لوگ اس کو جان لیں اور آج کے دن کے بعد اس کے دھوکہ میں نہ آئیں۔ اس شاہد نے واسط میں اس کی جسقدر جائداد تھی سب بیچدی اور واسط سے بھاگ گیا اور کسی ایسی جگہ چلا گیا کہ پھر اس کا کسی کو پتہ نہ چل سکا۔

(۱۲۸) ابو محمد قرشی نے ہم سے بیان کیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس کچھ مال امانت رکھا۔ پھر

جب اس سے طلب کیا تو اس نے انکار کر دیا اس نے اپنا معاملہ ایاس بن معاویہ کے سامنے پیش کیا مدعی نے بیان کیا کہ میں نے اس کو مال دیا۔ قاضی ایاس نے سوال کیا کہ کس کے سامنے دیا تھا اس نے کہا کہ میں نے ایسی جگہ دیا تھا اور وہاں کوئی موجود نہ تھا قاضی نے کہا کہ اس جگہ کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا کہ ایک درخت ہے۔ قاضی نے کہا اچھا اب تم اسی جگہ جاؤ اور درخت کو دیکھو شاید اللہ تعالیٰ وہاں جانے سے ایسی بات واضح کر دیں جس سے تمہارا حق ظاہر ہو جائے ہو سکتا ہے کہ تم نے درخت کے قریب اپنا مال دفن کیا ہو اور وہاں جا کر یاد آ جائے جب تم درخت کو دیکھو۔ یہ شخص چلا گیا قاضی صاحب نے مدعا علیہ کو مدعی کی واپسی تک بیٹھا رہنے کا حکم دیا وہ بیٹھ گیا اور ایاس قضا کے متعلق کام کرتے رہے اور ایک ساعت اس کی طرف دیکھنے کے بعد انہوں نے پوچھا کہ اے شخص کیا وہ تیرا ساتھی اس درخت تک پہنچ گیا ہو گا جس جگہ کا وہ ذکر کر رہا تھا۔ اس نے کہا نہیں (اس نفی سے ثابت ہو گیا کہ یہ اس جگہ سے بخوبی واقف ہے) ایاس نے کہا "مردود تو یقیناً خائن ہے۔ اس نے کہا خدا آپ کیساتھ آسانی کرے آپ میرے ساتھ آسانی کر دیجئے انہوں نے اس پر ایک نگہبان مقرر کر دیا جو اسکی حفاظت کرے (اور جانے نہ دے) یہاں تک کہ وہ شخص واپس آ گیا۔ اس سے ایاس نے کہا یہ تمہارے حق کا اقرار کر چکا ہے اس کو پکڑ لو۔

(۱۲۹) ابن السماک نے ذکر کیا کہ ایک دن قاضی القضاۃ شامی کے سامنے دو شخصوں نے اپنا جھگڑا پیش کیا جب کہ یہ جامع منصور میں بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے دس دینار اس کو امانۃً دیئے تھے دوسرا کہتا تھا کہ اس نے مجھے کچھ نہیں دیا آپ نے مطالبہ کرنیوالے سے کہا کہ تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے اس نے کہا کہ نہیں۔ قاضی صاحب نے کہا اور نہ کسی کی آنکھوں کے سامنے دیئے اس نے کہا کہ نہیں وہاں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں تھا قاضی صاحب نے کہا کہ کس جگہ سپرد کئے تھے اس نے کہا کرخ کی ایک مسجد میں (کرخ بغداد کا ایک بڑا محلہ ہے جس میں بہت مساجد ہیں) پھر جس سے مطالبہ کیا جا رہا تھا اس سے انہوں نے پوچھا کہ کیا تم حلف کر دو گے؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ نے مدعی سے کہا کہ جس مسجد میں تم نے ان کو وہ دینار سپرد کئے تھے۔ وہاں جاؤ اور وہاں سے میرے پاس قرآن کا ایک ورق اٹھا کر لاؤ تا کہ میں اسی سے اسکو حلف دوں۔ وہ شخص چلا گیا اور قاضی صاحب نے اس متہم کو روک لیا۔ جب ایک گھڑی گذر گئی تو اسکی

طرف التفات کیا اور پوچھا تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ شخص مسجد میں پہنچ گیا ہوگا۔ اس نے کہا نہیں ابھی نہیں پہنچا۔ یہ جواب اقرار کے مانند ہو گیا تو اس پر سونے کی ادائیگی لازم قرار دی پھر اس نے اقرار کر لیا۔

(۱۳۰) ابو العینا (نابینا) کا بیان ہے کہ دنیا میں ابن ابی دواد سے زیادہ میں نے ادب پر کسی کی استقامت نہیں دیکھی۔ میں جب بھی ان کے یہاں سے (ملاقات کے بعد) نکلا ہوں کبھی اس طرح نہیں کہا کہ یا غلام خُذ بیدہٖ (اے غلام اس کا ہاتھ پکڑ لے) بلکہ یہ کہا کرتے تھے۔ یا غلام اخرج معہٗ (اے غلام ان کیساتھ جاؤ) مجھے اُن کے اس جملہ کا انتظار رہا کرتا تھا۔ اسکو ترک نہیں کیا اور نہ میں نے کسی دوسرے سے یہ جملہ سُنا۔

(۱۳۱) مروی ہے کہ یحییٰ بن اکثم جب قاضی بصرہ بنائے گئے تو ان کی عمر تقریباً بیس سال تھی انکو اہل بصرہ نے کم درجہ خیال کیا ان میں سے ایک نے پوچھا کہ قاضی صاحب کتنے برس کے ہیں وہ سمجھ گئے کہ وہ چھوٹا سمجھ رہے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ میری عمر عتاب بن اُسید سے زیادہ ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اہل مکہ پر قاضی بنایا تھا اور میری عمر معاذ بن جبل سے زیادہ ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن پر قاضی بنایا تھا اور میری عمر کعب بن سور سے زیادہ ہے جنکو عمر بن الخطابؓ نے اہل بصرہ پر قاضی بنایا تھا۔

(۱۳۲) ابن اللیث سے مروی ہے کہ اہل خراسان میں سے ایک شخص نے مرزبان مجوسی کے ہاتھ جو وزیر جعفر کی والدہ کا کارندہ تھا تیس ہزار درہم میں کچھ اونٹ فروخت کیے وہ ادائگی قیمت میں ٹال مٹول کرتا رہا اور نہیں دی وہ عرصہ تک پڑا رہا (پریشان ہو کر) اس نے (قاضی) حفص بن غیاث کے بعض مصاحبوں سے مل کر مشورہ کیا۔ اس نے کہا کہ اس سے جا کر یہ کہو کہ آپ فی الوقت مجھے ایک ہزار درہم دیدیجئے باقی قیمت کے لئے میں ایکدوسرے شخص کے حق میں حوالہ لکھ دونگا آپ اسکو جب چاہیں دے دیں پھر میں خراسان چلا جاؤں گا۔ ایسا کر لینے کے بعد پھر مجھ سے ملو تو پھر مشورہ دوں۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا وہ مرزبان سے ملا اور اس نے ایک ہزار درہم دیدیئے اس شخص نے واپس آ کر اس مشورہ دینے والے کو خبر دی اس نے کہا اب مرزبان کے پاس واپس جا کر یہ کہو کہ جب کل آپ سوار ہو کر جائیں تو قاضی حفص بن غیاث کی طرف ہوتے جائیں میں [illegible] ہوں گا اور کسی شخص کو اپنی طرف سے [illegible] وکیل بنا دوں گا اور پھر [illegible] جب [illegible]

صاحب کے پاس آکر بیٹھے تو فوراً قاضی صاحب کے سامنے لقبیہ رقم کا دعویٰ پیش کر دینا (اس ترکیب سے فوراً ہی فیصلہ ہو جائے گا اور مرزبان کو یہ موقع نہ مل سکیگا کہ وہ اپنے اعلیٰ اثر و رسوخ کا استعمال کر کے قاضی صاحب کو فیصلہ روکنے پر مجبور کرے) اس شخص نے ایسا ہی کیا قاضی صاحب نے فوراً اس کو محبوس کر لیا۔ اُم جعفر کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے خلیفہ ہارون الرشید سے کہا کہ تمہارے قاضی نے میرے وکیل کو محبوس کیا ہے اس کو حکم دیدیجئے کہ وہ فیصلہ ملتوی کر دے (اور مرزبان کو رہا کر دے) ہارون نے حکم دیدیا کہ ایسا لکھدیا جائے۔ قاضی حفص کو بھی اس کی خبر ہو گئی انہوں نے مدعی سے کہا کہ فوراً گواہ حاضر کرو تاکہ امیر المؤمنین کے مکتوبات کے آنے سے پہلے میں محبوس کے مقابلہ پر تیرے حق میں لکھدوں (اس نے گواہ حاضر کر دیئے اور قاضی صاحب نے فیصلہ لکھنا شروع کر دیا) تو (امیر المؤمنین کا مکتوب لیکر ایک شخص حاضر ہو گیا۔ قاضی صاحب نے اس شخص سے کہا ٹھہرو فیصلہ لکھنے سے فارغ ہو کر مکتوب وصول کر کے پڑھا اور اس خادم سے کہا کہ امیر المؤمنین سے سلام عرض کرو اور خبر دیدو کہ آپ کا مکتوب اس وقت وارد ہوا جب حکم نافذ ہو چکا تھا۔

(۱۳۳۳) بدائنی نے بیان کیا کہ مطلب بن محمد الحنظی مکہ کے قاضی تھے اور ان کی زوجیت میں ایک ایسی عورت تھی جس کے چار شوہر مر چکے تھے جب قاضی صاحب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو وہ اُن کے سرہانے بیٹھ کر روئی اور کہنے لگی مجھے کس کے پاس زندگی بسر کرنے کی وصیت کرتے ہو تو قاضی صاحب نے جواب دیا چھٹے بدنصیب کے پاس۔

(۱۳۳۴) ہم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے ابو حازم کے پاس آکر کہا کہ شیطان میرے پاس آکر مجھ سے کہتا ہے کہ تو نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے وہ مجھ کو اس وسوسہ میں مبتلا کرتا رہتا ہے انہوں نے کہا (اور حقیقت کیا ہے) کیا تو نے اسکو طلاق نہیں دی۔ اس نے کہا نہیں! انہوں نے کہا کیا تو نے کل میرے پاس آکر میرے نزدیک اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی۔ اس نے کہا خدا کی قسم میں تو آج ہی آپ کے پاس آیا ہوں اور میں نے کسی صورت سے بھی اسے طلاق نہیں دی! انہوں نے کہا جب شیطان تیرے پاس آئے بس اسوقت بھی اسیطرح قسم کھا لینا اور آرام سے رہنا۔

(۱۳۳۵) یحییٰ بن محمد سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ مجھ سے ایک قابل اعتماد شخص نے بیان کیا کہ ایک قاضی پر ان کی بیوی نے تقاضا کیا کہ مجھے ایک باندی خرید دیجئے۔ وہ اس سلسلہ میں

بردہ فروشوں میں گئے۔ جنہوں نے ان کے سامنے چند لڑکیاں پیش کیں۔ ان میں سے ایک کو انہوں نے پسند کر لیا اور اپنی بیوی کو لاکر دکھایا کہ میں اپنے مال سے اس کو تمہارے لئے خرید کر لاؤنگا۔ اس نے کہا مجھے آپ کے مال کی حاجت نہیں۔ یہ دینار لیجئے اور اس کو میرے واسطے خرید لائیے اور ان کو ایک سو دینار دیدیئے (بڑی سمجھدار عورت تھی کہ ان کے الفاظ "اپنے مال سے" سنکر اُن کی نیت کو تاڑ گئی) یہ دینار قاضی صاحب نے لے لئے انکو گھر میں (کسی تھیلی میں سر مہر کر کے) الگ رکھدیا اور جاکر اپنے لئے خرید لائے اور اپنے مال سے ہی قیمت ادا کی اور بیعنامہ بھی اپنے ہی نام لکھایا اور لڑکی کو آہستہ سے بتادیا اور اسکو پوشیدہ رکھنے کی ہدایت کردی۔ اب انکی بیوی اس سے خدمت لیتی رہتی تھی جب قاضی صاحب کو تنہائی میسّر آجاتی تھی تو یہ اس سے ہمبستر ہوتے ایک دن ایسا اتفاق ہُوا کہ ایسے وقت میں سر پر آپہنچی۔ اس نے کہا اے بدکردار شیخ زانی یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ کیا تو ہی مسلمانوں کا قاضی ہے۔ قاضی نے کہا کہ "وہ شیخ" "بدکردار نہیں ہے۔ رہا "زنا" سو خدا کی پناہ اور اپنے نام کا بیعنامہ نکال کر اس کے سامنے رکھدیا اور اس کو حیلہ سے آگاہ کر دیا اور سر مہر دینار نکالکر اس کے آگے ڈالدیئے اس وقت وہ سمجھی کہ قاضی صاحب نے حرام فعل نہیں کیا اور برابر خوشامدیں کرتی رہی یہاں تک کہ قاضی صاحب نے اس کو فروخت کر دیا۔

(۱۲۳۶) تنوخی سے مروی ہے کہ قاضی القضاۃ ابوالسائب نے بیان کیا کہ ہمارے شہر ہمدان میں ایک شخص تھا جس کا حال چھپا ہوا تھا قاضی صاحب نے اسکو مقبول القول بنانا چاہا اور اس سے اس بارے میں پوچھا بھی تو اسکو پوشیدہ اور ظاہر حالات کے اعتبار سے اہل سمجھا پھر اس سے کچہری میں آنے کیلئے مراسلت بھی کی (اس زمانہ کی وکالت کی طرح پہلے شاہد بھی ایک عہدہ تھا جس پر متقی اور صادق لوگوں کو منتخب کیا جاتا تھا۔ اقرار ناموں اور فیصلوں کو ان کے دستخط سے موثق کیا جاتا تھا) تاکہ اس کے اقوال کو قبول کرے اور یہ بھی حکم دیدیا کہ اس کے دستخط کا نمونہ رجسٹروں میں محفوظ کر لیا جائے جن پر بوقت حاضری اسکی شہادت قلمبند ہوا کرے جب قاضی صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور یہ شخص مع دوسرے شاہدوں کے آیا مگر جب اُس نے اپنی شہادت ثبت کرنا چاہی تو قاضی صاحب نے قبول نہ کیا۔ قاضی صاحب سے کسی نے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا مجھ پر یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ ریا کار (یعنی اپنے کو بنانے والا ہے) تو مجھے مناسب معلوم نہ ہُوا

کہ اس کے قول کو قبول کروں۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ یہ کس طرح سمجھے۔ انہوں نے کہا یہ میرے پاس روزانہ آتا تھا جب میری نظر اس پر پڑتی تھی تو گھر کے دروازے سے مجلس تک اسکے جتنے قدم پڑتے تھے میں شمار کر لیتا تھا لیکن جب آج میں نے اسکو شہادت کیلئے بلایا اور یہ آیا تو میں نے اسی مقام سے اس کے قدم شمار کئے تو دو یا تین قدم بڑھے ہوئے پائے (کیونکہ مصنوعی وقار کے لئے معمول سے چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے تشریف لائے تھے) میں سمجھ گیا کہ یہ شخص ریاکار ہے اسی لئے قبول نہیں کیا۔

(۱۳۷) ابوالعیناءؒ سے مروی ہے کہ افشین ابودلف سے حسد کرتا تھا اور اس کی دانائی اور شجاعت کی وجہ سے اس کا دشمن تھا۔ افشین نے اس کے پھنسانے کیلئے ایک حیلہ کیا (یعنی اس کے خلاف ایک جھوٹا دعویٰ اپنے یہاں دائر کرایا) یہاں تک کہ ابودلف کیخلاف خیانت اور قتل کی شہادتیں بھی گذر گئیں اور سیاف (قتل کرنیوالا) بھی حاضر کر لیا گیا ایسے وقت اس واقعہ ابن ابی دواد کو علم ہو گیا تو یہ فوراً سوار ہو کر چل پڑا اور اپنے ساتھ اور چند ایسے لوگوں کو لے لیا جو افشین کے دشمن تھے یہ اس کے پاس پہنچ گئے اور اس سے کہا کہ میں تمہارے پاس امیرالمؤمنین کا بھیجا ہوا آیا ہوں اور امیرالمؤمنین نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ قاسم بن علیٰ (یعنی ابودلف) کیساتھ کوئی حرکت نہ کی جائے اور اس کو سلامتی کیساتھ ہمارے پاس بھیجدیا جائے۔ پھر شاہدوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ گواہ رہو کہ میں نے امیرالمؤمنین کا پیغام اس کو پہنچا دیا ہے۔ اسکے بعد افشین کوئی گزند ابودلف کو نہ پہنچا سکا۔ پھر ابن ابی دواد خلیفہ معتصم باللہ کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ اے امیرالمؤمنین میں آپ کی طرف سے ایک ایسا پیغام پہنچا کر آیا ہوں جس کا آپ نے مجھے حکم نہیں دیا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اس سے بڑا کوئی نیک کام نہیں کیا اور میں اُسی کی بنا پر آپ کے لئے بھی خدا سے جنت کا اُمیدوار ہوں۔ پھر پورا واقعہ ان کو سنایا تو خلیفہ نے ان کی رائے اور تدبیر کو پسند کیا (اب افشین کا فرستادہ شخص ابودلف کو لیکر امیرالمؤمنین کی بارگاہ میں پہنچا) اور اس شخص کی طرف توجہ کی جو قاسم (ابودلف) کو لیکر حاضر ہوا تھا۔ حکم دیا کہ ان کو رہا کیا جائے اور افشین کی اس حرکت سے اس پر عتاب ہوا۔

(۱۳۸) ابن قتیبہ نے کہا کہ ایک قاضی کے یہاں ایک مرتبہ فرزدق نے شہادت دی تو قاضی نے کہا ابوفراس کی شہادت کو ہم نے جائز رکھا ہے مگر مزید شہادتیں لاؤ (ابوفراس فرزدق کی

کنیت ہے) جب فرزدق واپس ہوئے تو ان سے کہا گیا واللہ تمہاری شہادت کو معتبر نہیں مانا گیا (فرزوق مشہور شاعر تھا)

(۱۳۹) دو آدمی قاضی ضمضم کے پاس آئے ان میں سے ایک کا دوسرے پر یہ دعویٰ تھا کہ یہ میرا طنبورا نہیں دیتا۔ مدعیٰ علیہ انکاری تھا۔ مدعی نے کہا میں شہادتیں پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس نے دو گواہ پیش کئے جنہوں نے مدعی کے سچا ہونے کی گواہی دی۔ مدعیٰ علیہ نے کہا قاضی صاحب ان گواہوں سے ان کا پیشہ دریافت کیجئے (پوچھا گیا) تو ایک نے بتایا کہ وہ نبیذ بیچنے والا ہے اور دوسرے نے بیان کیا کہ وہ جانور سینگانے والا ہے تو قاضی نے مدعا علیہ سے کہا کہ طنبورے کے دعوے پر تیرے نزدیک ان سے بڑھیا گواہوں کی ضرورت ہے (جیسا دعویٰ ہے ویسے ہی گواہ ہیں) اُٹھ اس کو وہ طنبورہ واپس دے۔

(۱۳۹) دو آدمی ایک بکری کے بارے میں جھگڑ رہے تھے ہر ایک نے اس کا ایک ایک کان پکڑ رکھا تھا۔ اس دوران میں ایک شخص آگیا۔ دونوں نے اس سے کہا جو فیصلہ تم کرو گے وہ ہمیں منظور ہو گا۔ اس نے کہا اگر تم میرے فیصلہ پر راضی ہو تو ہر ایک یہ حلف کرے کہ اگر وہ میرا فیصلہ نہ مانیگا تو اس کی بیوی پر طلاق ہے۔ تو دونوں نے ایسا حلف کر لیا پھر اس نے کہا اب اس کے کان چھوڑ دو تو دونوں نے چھوڑ دیئے اب اس نے اس کا کان پکڑا اور لیکر چلتا بنا (کہ اس کا فیصلہ یہی تھا) دونوں دیکھتے رہ گئے اس سے بات کرنے پر قادر بھی نہ رہے (کہ اگر ناراضی کا اظہار کرتے ہیں تو بکری کے ساتھ بیوی بھی جائے گی)

(۱۴۱) ہم کو قاضی ابی عمر کا قصہ معلوم ہوا کہ ایک بار انہوں نے ایک معزز شخص کو عہدۂ قضا سپرد کیا۔ پھر اس کے بارے میں ان سے ایسی باتیں ذکر کی گئیں جو عہدۂ قضا کی شان کے خلاف تھیں تو انہوں نے اس عہدہ کو واپس لینے کا ارادہ کیا اس پر بعض لوگوں نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ الزامات جو ان پر لگائے گئے ہیں صحیح ثابت ہو گئے تو ان کو معزول کر دیں انہوں نے جواب دیا کہ وہ میرے نزدیک صحیح نہیں ہیں اس کے باوجود الگ کرنا ضروری سمجھ رہا ہوں۔ پوچھا گیا کہ اس کی کیا وجہ۔ انہوں نے کہا کیا ان کی آبرو بن ایسے الزامات کا احتمال پیدا نہیں ہو گیا (یعنی ان کی شخصیت ایسے الزامات سے بالاتر نہیں ہے) اور یہ صورت اس صورت کے مشابہ

بن گئی کہ کسی شخص پر جب اس نوع کے اتہام لگائے جائیں تو اس کی برائیوں کے پیش نظر شک کرنے میں جلدی کیجاتی ہے اور عہدہ قضا اس سے بھی نازک تر ہے۔ بالآخر اس سے یہ عہدہ واپس لے لیا۔

(۱۴۲) احمد بن ابی دواد خلیفہ واثق باللہ سے ملنے کے لئے گئے۔ خلیفہ نے اُن سے کہا کہ میرے پاس ابھی محمد بن عبدالملک الزیات بیٹھا ہوا تھا اس نے تمہارا تذکرہ بہت ہی برائی کے ساتھ کیا ابن ابی دواد نے کہا اے امیر المؤمنین میں اس خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے اس شخص کو اس امر کا محتاج بنایا کہ وہ سچ کو چھوڑ کر جھوٹ کو اختیار کرے اور مجھے اس خصلت سے متنفر بنایا۔

(۱۴۳) ایک شخص ایک قاضی کے پاس ایک معاہدہ مہر کے بارے میں شہادت دینے کے لئے آیا۔ قاضی صاحب نے اس سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا المسیب قاضی نے کہا آج نہیں (مسیب کے لفظی معنے ہیں کسی کو بھٹکتا ہوا چھوڑ دینے والا۔ اسی کے پیش نظر قاضی نے کہا کہ آج نہ کر بیٹھے۔

باب ۱۳ : اُمت کے علماء اور فقہاء کے واقعاتِ ذہانت

(۱۴۴) شعبی رح کے بارے میں منقول ہے مجاہد سے کہ شعبی حمام میں داخل ہوئے تو داؤد ازدی کو بغیر پاجامہ کے دیکھا تو اپنی دونوں آنکھیں میچ لیں۔ داؤد نے کہا اے ابو عمرو کب سے اندھے ہو گئے ہو۔ شعبی نے جواب دیا کہ جب سے خدا نے تیرا پردہ چاک کر دیا۔

(۱۴۵) شعبی رح خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس گئے۔ بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے میرے منہ میں لقمہ دینے شروع کر دیئے اور کہنے لگے کہ شعبی رح تیری حدیثیں مجھے ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ مرغوب ہیں۔ پھر کہا کم عطائک (تمہارا وظیفہ کتنا ہے) میں نے کہا الفی درھم (دو ہزار درہم) تو اہل شام سے سرگوشی کرتے ہوئے کہنے لگے عراقی نے جواب میں نحوی غلطی کی پھر خلیفہ نے سوال کیا کم عطائک (سوال کے دہرانے سے) منشا یہ تھا کہ میں ہی الفاظ پھر کہوں تو وہ میری غلطی ظاہر کریں۔ میں نے جواب دیا الفا درھم تو کہنے لگے کہ تم نے الفی درھم کیوں نہیں کہا میں نے کہا اے امیر المؤمنین آپ نے بھی (کم عطاؤک کہکر) نحوی غلطی کی تھی تو میں نے جواب میں (عمداً) غلطی کر دی کیونکہ مجھے یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ آپ تو پیدل چلیں اور میں سوار ہو کر چلوں تو کہنے لگے آپ نے ٹھیک کہا اور شرمندہ ہوئے۔

(۱۴۶) ابراہیم نخعی کے بارے میں مغیرہؒ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعیؒ کو جب کوئی ایسا شخص تلاش کرتا جس سے وہ ملنا نہ چاہتے تو خادمہ باہر آکر یہ کہدیتی تھی کہ مسجد میں دیکھو (یہ نہیں کہا جاتا تھا کہ وہ گھر میں نہیں ہیں)

(۱۴۷) مروی ہے کہ ایک شخص نے آکر ابراہیم نخعی سے کہا کہ میں نے ایک شخص کا برے کلمات سے ذکر کیا۔ اس کو بھی میری گفتگو کی اطلاع ہو گئی۔ (اب میں دفع مضرت کیلئے اس کے دل سے اثر زائل کرنا چاہتا ہوں) تو کس عنوان کیساتھ اس سے معذرت کروں۔ کہنے لگے یوں کہدیجیو واللہ ان اللہ لیعلم ما قلت من ذالک من شئ (لفظ ما نافیہ بھی ہو سکتا ہے اور موصولہ بھی معذرت کرنیوالا موصولہ کا مفہوم اپنی مراد قرار دیگا تو یہ معنی ہونگے۔ خدا کی قسم بیشک اللہ کو بخوبی علم ہے کہ میں نے اس سلسلہ میں کہا تھا جو کچھ مگر اسنے "اکہدی" اور حلفیہ بیان سے مخاطب کا ذہن نافیہ کی طرف منتقل ہو گا۔ نافیہ کی صورت میں یہ معنے ہوں گے خدا کی قسم بیشک، اللہ بخوبی جانتا ہے کہ میں نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہا) مترجم۔

(۱۴۸) علی بن ہاشم نے ایک شخص سے روایت کیا جس کا نام بھی لیا تھا کہ جب ہم ابراہیم نخعی کے پاس سے آیا کرتے تو ہم سے کہا کرتے تھے کہ اگر میرے بارے میں تم سے پوچھا جائے تو کہہ دینا کہ ہمیں خبر نہیں کہ وہ کہاں ہے (اس میں جھوٹ لازم نہیں آئے گا) کیونکہ جب تم میرے پاس سے چلے گئے تو پھر تم کو کیا خبر ہو سکتی ہے کہ میں کہاں ہوتا ہوں (نماز کی جگہ، کھانے کی جگہ، آرام کی جگہ، بیت الخلاء گھر میں بہت سی جگہ ہوتی ہیں اس لئے ایسا کہدینا غلط نہیں ہو سکتا۔

(۱۴۹) اعمش کے بارے میں جریر بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دن اعمش سے ملنے کے لئے چلے تو ہم نے ان کو ایک خلیج کے کنارے پر بیٹھے دیکھا جو بارش کے پانی سے ہو گئی تھی ہم اسکے دوسرے کنارے پر بیٹھ گئے کہ ایک کاہے سلسلہ کا شخص آیا جب اس نے اعمش کو دیکھا اور ان کے بدن پر ایک پرانا اونی جبہ خراب سا تھا تو ان کو حقیر سمجھ کر بیگار لینے کے ارادہ سے) کہا اٹھ مجھے اس خلیج سے پار کردے اور ان کا ہاتھ کھینچ کر کھڑا کر لیا اور ان پر سوار ہو گیا اور یہ کلمات بھی پڑھے (جو گھوڑے وغیرہ پر سواری کے وقت مسنون ہیں) سبحٰن الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین اعمش اسکو لادے ہوئے چلدیئے یہانتک کہ جب خلیج کے بیچ میں پہنچ گئے تو اسے وہاں پھینک مارا

اور کہنے لگے اب یہ پڑھ رب انزلنی منزلا مبرکا وانت خیرالمنزلین (یہ دُعا منزل مقصود پر پہنچکر پڑھنا مسنون ہے) پھر نکل آئے اس کالے کو پانی میں ہاتھ پاؤں مارتا چھوڑ کر چلے آئے۔

(۱۵۰) ابوبکر بن عیاش سے مروی ہے کہ جب اعمش نماز فجر سے فارغ ہوجاتے تھے تو اُن کے پاس قرا آکر قرأتِ قرآن سیکھتے تھے۔ اس مسجد کی امامت ابوحصین کرتا تھا ایک دن اعمش نے (اپنے کسی شاگرد سے) کہا کہ ابوحصین ہم سے قرأت اس طرح سیکھتا ہے کہ روزانہ وہیں اپنی جگہ بیٹھا رہتا ہے اور تعلیم کے ختم تک رہتا ہے اور اس طرح سیکھ لینا چاہتا ہے کہ شکر بھی نہ ادا کرنا پڑے پھر قاریوں میں سے اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ ابوحصین فجر کی نماز میں زیادہ تر سورہ صافات پڑھتا ہے۔ کل تم مجھے سورۃ صافات ہی سنانا جب آیت (فالتقمہ الحوت) پر پہنچو تو ہمز کردینا (یعنی واؤ پر آواز کو ذرا دبا دیا جائے تاکہ ہمزہ کے قریب پہنچ جائے) چنانچہ اگلے دن شاگرد نے ایسا ہی کیا اور اعمش نے اس پر گرفت نہ کی۔ اس کے دو تین روز بعد ابوحصین نے نماز فجر میں پھر سورہ صافات پڑھی اور جب لفظ حوت پر پہنچا تو ہمز کیا۔ جب لوگ نماز سے فارغ ہوگئے اور اعمش اپنی مجلس میں آبیٹھے تو ابوحصین کا کوئی رشتہ دار آگیا تو اس سے اعمش نے کہا اے فلاں اگر تم ہمارے ساتھ آج نماز فجر پڑھتے تو تم کو معلوم ہوتا کہ اس محراب میں حوت کی کیسی گت بن رہی تھی پھر ابوحصین کو، معلوم ہوگیا کہ اصل بات کیا تھی تو (بجائے اس کے کہ اپنے نخوت اور تکبر آمیز طرز عمل پر متنبہ ہو کر معذرت کرتا اور اس عظیم الشان شیخ کامل سے استفادہ کرتا مشتعل ہو کر) بعض لوگوں کو اکسایا اور انکو کھینچکر مسجد سے نکالدیا اور یہ ابوحصین اپنی قوم بنی اسد میں سربرآوردہ شخص تھا۔

(۱۵۱) ابوالحسن مدائنی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے اعمش سے کہا کہ اے ابومحمد میں نصف درہم میں ایک گدھا کرایہ کرکے تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ فلاں فلاں حدیث کے بارے میں تم سے کچھ سوال کروں (اس شخص نے علم حدیث کو ایسی سستی چیز بتانا کہ اس پر نصف درہم کے خرچ کو اہمیت کیسا تھ اس نے ذکر کیا اس لئے اس کیساتھ اس کے مناسب معاملہ ضروری سمجھ کر) اعمش نے کہا کہ بقیہ نصف درہم پر پھر گدھا کرایہ پر لے کر لوٹ جاؤ۔

(۱۵۲) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ مکہ کے راستہ میں میں نے ابوحنیفہ کو دیکھا جبکہ لوگوں نے ایک جوان تیار اونٹ کا گوشت بھون لیا تھا اور،

چاہتے تھے کہ سرکہ لیسا نہ کھائیں مگر ایسا کوئی برتن موجود نہ تھا جس میں سرکہ ڈالکر دستر خوان پر رکھ لیا جائے اس کی کوئی صورت سمجھ میں نہیں آئی تھی تو انہوں نے ریت کو کھود کر ایک گڑھا بنایا اور اس پر (چمڑے کا) دستر خوان بچھایا اور (گڑھے پر دستر خوان کو دبا کر پیالہ نما جگہ بنالی) اس موقع پر سرکہ الٹ دیا۔ سب نے اطمینان کے ساتھ اپنی خواہش پوری کرلی۔ لوگوں نے اُن سے کہا کہ آپ ہر ایک کام میں حسن پیدا کرتے ہیں تو فرمانے لگے کہ تمہیں اللہ کا شکر کرنا چاہیئے اس نے تو تم پر یہ فضل کیا کہ میرے دل میں اس تدبیر کا القا کردیا (یہ ہوتی ہیں اللہ کے خاص بندوں کی باتیں)

(۱۵۳) محمد بن حسن سے مروی ہے کہ ایک شخص کے گھر میں چوروں نے داخل ہوکر اس کو تین طلاق کا حلف لینے پر مجبور کیا (یعنی یہ کہلوایا کہ اگر میں نے شور مچایا یا کسی کو بتایا کہ مال لینے والے کون لوگ ہیں تو میری بیوی پر تین طلاق) کہ کسی کو نہیں بتائے گا (اور اس کا سب مال و اسباب لے گئے) صبح کو وہ شخص چوروں کو دیکھتا رہا کہ وہ اس کا سامان فروخت کر رہے ہیں، مگر اس حلف کی وجہ سے بولنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا۔ اس نے آکر امام ابو حنیفہؒ سے مشورہ کیا آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اپنے محلہ کی مسجد کے امام اور مؤذن کو لاؤ اور اہل محلہ میں سے جو صاحب جاہ اشخاص ہیں ان کو بھی۔ یہ شخص ان سب کو لے گیا۔ ان سے ابو حنیفہ نے فرمایا کہ کیا آپ لوگ چاہتے ہیں کہ اس کا مال واسباب اللہ اس کو واپس کردے سب نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنے پاس تمام بدچلن اور تمام متہم لوگوں کو جمع کرلو اور ان کو کسی گھر میں سے ایک ایک شخص کو باہر کرتے جاؤ اور اس سے پوچھتے رہو کہ کیا یہ ہے تمہارا چور؟ اگر وہ چور نہ ہو تو یہ کہہ دو نہیں کہتا رہے۔ اور اگر چور ہو تو چپ ہوجائے۔ جب یہ چپ کر جائے تو تم اس پر قبضہ کرلو۔ ابو حنیفہؒ کی اس تدبیر پر لوگوں نے عمل کیا تو اللہ نے اس کا تمام مال مسروقہ واپس دلوادیا۔

(۱۵۴) حسین الاشقر کہتے ہیں کہ کوفہ میں طالبین میں سے ایک نیک شخص تھا اس کا امام ابو حنیفہؒ کی طرف گذر ہوا آپ نے اس سے پوچھا کہ کہاں جارہے ہو تو اس نے کہا کہ ابن ابی لیلیٰ کی طرف آپ نے اس سے فرمایا کہ وہاں سے واپسی پر مجھ سے ملو تو بہت اچھا ہو اور لوگ ابن ابی لیلیٰ کی دعاؤں سے فیضیاب ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ شخص ابن ابی لیلیٰ کی خدمت میں تین دن ٹھہر کر جب واپس ہوا تو امام ابو حنیفہ کی طرف سے گذرا۔ آپ نے اس کو آواز دی۔ السلام علیک

کی پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ تم تین دن کے لئے ابن ابی لیلیٰ کے پاس کس غرض سے گئے تھے۔ اس نے کہا کہ ایسی بات ہے جسے میں لوگوں سے چھپاتا ہوں۔ میں نے یہ اُمید کی تھی کہ وہاں جاکر اس کا کوئی حل نکل آئے گا۔ امام ابو حنیفہؒ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے اس نے کہا کہ میں ایک صاحب وسعت شخص ہوں اور دنیا میں ایک بیٹے کے سوا اور کوئی میرا وارث نہیں ہے اور اس کا حال یہ ہے کہ جب میں کسی عورت سے اس کا نکاح کرتا ہوں تو وہ اُسے طلاق دیتا ہے۔ میں نے اس کو ایک باندی خرید کر دیدی تو اس کو بھی آزاد کر دیا۔ آپ نے پوچھا کہ پھر ابن ابی لیلےٰ نے اس کے بارے میں کیا کہا اُس نے کہا کہ انہوں نے یہ جواب دیا کہ میرے پاس اس کا کوئی حل نہیں ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ ہمارے پاس بیٹھو ہم تمہیں اس مشکل سے نکالدیں گے۔ پھر کھانا آگیا اسکو اس میں شریک کیا جب کھانے سے فراغت ہوگئی تو اس سے فرمایا کہ تم اپنے بیٹے کو ساتھ لیکر بازار جاؤ پھر جو باندی اس کو پسند آجائے اور اس کی قیمت کا معاملہ بھی تمہارے حسب منشا ہو جائے تو اس کو اپنی ذات کے لئے خرید لو اس کے لئے نہ خریدنا پھر اس باندی کیساتھ اس کا نکاح کر دو۔ پھر اگر اس نے طلاق دیدی تو وہ تمہارے پاس لوٹ آئیگی اور اگر اس نے آزاد کر دیا تو یہ عتق جائز نہ ہوگا (کہ وہ تمہاری مملوکہ ہوگی) اگر اس سے اولاد ہوگئی تو تمہارا نسب ثابت رہیگا (اور اس شخص کو فقدان نسب ہی کا غم تھا) اس نے کہا کیا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بالکل جائز ہے پھر یہ شخص ابن ابی لیلیٰ کے پاس گیا اور ان سے اس تدبیر کا ذکر کیا تو انہوں نے بھی کہا کہ ابو حنیفہؒ نے ٹھیک رائے دی ہے۔

(۱۵۵) امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ خلیفہ منصور نے ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ کو بلایا تو آپ تشریف لے گئے ربیع نے جو منصور کا حاجب تھا اور ابو حنیفہ کا دشمن کہا کہ اے امیر المؤمنین یہ ابو حنیفہ آپ کے دادا (حضرت عبداللہ ابن عباسؓ) کی مخالفت کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس کا قول یہ تھا کہ کسی معاملہ پر حلف کرنے والا اگر اس سے ایک یا دو دن کے بعد استثنار کر دے یعنی انشاء اللہ کہدے تو یہ اس کے لئے جائز ہے اور امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ حلف کیساتھ متصلاً ہی جائز ہے (بعد میں معتبر نہ ہوگا) ابو حنیفہ نے کہا اے امیر المؤمنین یہ ربیع چاہتا ہے کہ آپ کے لشکر کی گردن تو آپ کی بیعت سے آزادی دلادے منصور نے پوچھا کہ یہ کیسے آپ نے فرمایا کہ لوگ آپ کے سامنے تو حلف کر جائیں گے پھر اپنے گھروں پر واپس جاکر استثنا کر دیا کریں گے تو جو

حلفیہ عہد اطاعت لیا جاتا رہیگا وہ باطل بھی ہوتا رہیگا۔ منصور ہنسنے لگا۔ اور اس نے کہا اے ربیع ابو حنیفہ کو کبھی نہ چھیڑنا (ورنہ اسیطرح منہ کی کھایا کریگا) جب ابو حنیفہ باہر آگئے تو ربیع نے ان سے کہا کہ آج تو آپ نے مردانے ہی کا کام کر دیا۔ آپ نے فرمایا وہ کام تو نے کیا تھا میں نے اپنے لئے اور تیرے لئے خلاصی کی راہ نکالی۔

(۱۵۶) عبدالواحد بن غیاث سے مروی ہے کہ ابو العباس طوسی امام ابو حنیفہ کے متعلق بُرے خیالات رکھتا تھا اور اس کا علم ان کو بھی تھا ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ منصور کے پاس گئے، اور وہاں اس وقت کثیر مجمع تھا۔ طوسی نے کہا آج مجھے ابو حنیفہ کی خبر لینا ہے۔ چنانچہ سامنے آیا اور کہا کہ اے ابو حنیفہ امیر المؤمنین ہم میں سے کسی شخص کو بُلا کر یہ حکم دیتے ہیں کہ اس شخص کی گردن کاٹ دی جائے اور جس کو حکم دیا جاتا ہے اس کو یہ خبر نہیں کہ گردن کاٹنے کے حکم کے لئے خلیفہ نے کیسے گنجائش نکالی۔ (ایسی حالت میں گردن کاٹنا جائز ہوگا یا نہیں) ابو حنیفہؒ نے فرمایا، اے ابو العباس (اس کا جواب دو کہ) امیر المؤمنین کے احکام حق پر مبنی ہوتے ہیں یا باطل پر اس نے کہا حق پر آپ نے فرمایا بس تو حق کا نفاذ کر تا رہ جس صورت سے بھی (تجھے حکم دیا جا رہا) ہو، اور تیرے لئے اس کی تحقیق ضروری نہیں۔ ابو حنیفہؒ نے جو لوگ ان کے پاس بیٹھے تھے اُن سے فرمایا کہ یہ شخص مجھے باندھنا چاہتا تھا۔ مگر میں نے اُسے جکڑ دیا۔

(۱۵۷) علی بن عاصم کہتے ہیں کہ میں ابو حنیفہ کی خدمت میں گیا دیکھا کہ اُن کے پاس حجام ان کے بال بنا رہا ہے آپ نے اس سے فرمایا کہ تو جس مقام پر سفید بال ہوتے ہیں ہمیشہ اُسی جگہ کو لپٹا رہتا ہے تو ان میں کیوں اضافہ کر رہا ہے اُس نے کہا اضافہ کس طرح جب کہ (میں سفید بال کاٹتا رہتا ہوں آپ کی گفتگو ظرافت پر مبنی تھی) آپ نے فرمایا کہ (جتنا تو ان کا پیچھا کرتا ہے) ان میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے اب تو سیاہ بالوں کو لپٹا کر تاکہ ان میں اضافہ ہو۔

(۱۵۸) یحییٰ بن جعفر کہتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ سے میں نے (ایک ان کا واقعہ) سُنا فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ بیابان میں مجھے پانی کی بڑی ضرورت لاحق ہوئی۔ میرے پاس ایک اعرابی آیا اس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا میں نے اس سے پانی مانگا اس نے انکار کیا اور کہا کہ پانچ درہم میں دیدونگا۔ میں نے پانچ درہم دیکر وہ مشکیزہ لے لیا پھر میں نے کہا اے اعرابی ستو کی طرف کچھ

رغبت ہے؟ اس نے کہا لاؤ میں نے اسکو ستو دیدیا جو روغن زیتون سے چرب کیا گیا تھا۔ وہ خوب پیٹ بھر کر کھا گیا۔ اب اسکو پیاس لگی تو اس نے کہا کہ ایک پیالہ پانی دیدیجئے۔ میں نے کہا پانچ درہم میں ملیگا۔ اس سے کم نہیں کیا جائے گا (اب ایسا ہی وہ حاجتمند تھا اس حیلہ سے) میں نے اس سے اپنے پانچوں درہم واپس لے لئے اور میرے پاس پانی بھی رہ گیا۔

(۱۵۹) امام ابوحنیفہؒ اور ان کی ذہانت کا ذکر تھا اس پر عبد الحسن بن علی نے بیان کیا کہ کوفہ میں حجاج میں سے ایک حاجی نے ایک شخص کے پاس کچھ مال امانت رکھا اور حج کو چلا گیا، پھر واپس آکر اپنی امانت طلب کی تو وہ شخص منکر ہو گیا اور اس نے جھوٹی قسمیں کھانا شروع کر دیں یہ صاحب مال امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں مشورے کے لئے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے انکار کرنے کا کسی کے سامنے ذکر نہ کرنا۔ اور یہ منکر شخص امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں آیا جایا رہتا تھا آپ نے اس سے تخلیہ میں کہا کہ ان لوگوں نے (یعنی صاحبان حکومت نے) مجھ سے کسی ایسے شخص کے بارے میں مشورہ طلب کیا ہے جس میں قاضی ہونے کی صلاحیت ہو۔ کیا آپ اس کو پسند کریںگے کہ آپ کا نام بھیجدیا جائے تو اس نے کچھ بناوٹی انکار شروع کیا اور ابوحنیفہؒ نے اس کو رغبت دلانا شروع کی تو وہ اس عہدے کے لالچ کیساتھ آپ کے پاس سے رخصت ہوا۔ پھر وہ حاجی صاحب مال آپ کے پاس آیا تو اس سے آپ نے فرمایا کہ اب اس کے پاس جاؤ اور یہ کہو کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم بھول گئے ہو اس لئے میں تمہیں یاد دلاتا ہوں کہ میں نے فلاں وقت تمہارے پاس امانت رکھی تھی اور یہ اس کی علامت ہے۔ یہ شخص گیا اور اسی طرح گفتگو کی اب اس نے فوراً وہ امانت واپس کر دی (اور امام صاحب کو بھی مطلع کر دیا) پھر جب وہ امین صاحب ابوحنیفہؒ سے ملے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس معاملہ پر غور کیا تو سوچا کہ مجھے آپ کا مرتبہ بلند کرنا چاہیئے۔ یہ تو یوں ہی ایک کم درجہ کا عہدہ ہے میں اس پہ آپ کا نام نہ بھیجوں یہانتک کہ کوئی اس سے اونچے درجہ کی جگہ سامنے آئے۔

(۱۶۰) ابن الولید نے ہم سے بیان کیا کہ ایک نوجوان امام ابوحنیفہؒ کا پڑوسی تھا۔ جو بکثرت ان کی مجلس میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ اس نے ایک دن ابوحنیفہ سے کہا کہ اہل کوفہ میں سے فلاں شخص کے یہاں میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اور میں نے وہاں پیغام بھی بھیج

دیا ہے۔ لیکن وہ مجھ سے اتنا بڑا مہر طلب کرتے ہیں جو میری وسعت اور طاقت سے باہر ہے اور نکاح کا خیال بھی دل پر غالب ہو رہا ہے اب کیا تدبیر کروں آپ نے فرمایا اللہ سے استخارہ کر لو اور جو کچھ وہ طلب کرتے ہیں ان کو دیدو۔ اس مشورے کے بعد اس نے ان لوگوں کے پاس اس مطالبہ کی منظوری کی اطلاع بھیجدی۔ پھر جب نکاح ہو گیا تو اس نے امام صاحب سے عرض کیا کہ میں نے ان سے درخواست کی کہ مہر مقررہ کا کچھ حصہ اب لے لیں سردست کُل کی ادائگی میری وسعت سے باہر ہے مگر وہ نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ اسکو بغیر پورا دین مہر ادا کئے نہ بھیجیں گے آپ نے فرمایا حیلہ کر لو۔ اسوقت قرض لیکر ادا کر دو، کہ تم اپنی زوجہ تک پہنچ جاؤ۔ مجھے اُمید ہے ان لوگوں کی سخت مزاجی کی وجہ سے تمہارا کام آسان ہو جائے گا۔ اُس نے ایسا ہی کیا کہ چند لوگوں سے قرض لیکر وہ رقم پوری کی ان میں سے ایک ابو حنیفہ بھی تھے۔ پھر جب یہ اپنی بیوی کے پاس داخل ہو گیا اور وہ اس کے پاس پہنچادی گئی تو ابو حنیفہ نے اس سے کہا کہ اگر تم یہ ظاہر کر دو کہ اس شہر سے تمہارا کسی دور دراز ملک میں جانے کا ارادہ ہے اور یہ بھی ارادہ ہے کہ اپنی بیوی کو ہمراہ لیکر جاؤ۔ تو تم سے کسی کو مواخذہ کا حق نہیں ہے تو (اس تجویز کے مطابق) یہ شخص دو اُونٹ کرایہ کر کے لے آیا اور ظاہر کر دیا کہ وہ بطلب معاش خراسان کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا ارادہ بیوی کو بھی ہمراہ لیجانے کا ہے۔ یہ بات اس کے کنبہ والوں پر بہت شاق ہوئی اور وہ لوگ حکم شرعی معلوم کرنے اور مدد لینے کے لئے امام ابو حنیفہؒ کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو شرعاً اختیار ہے جہاں چاہے لیجائے۔ اُنہوں نے امام صاحب سے کہا کہ ہمارے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اپنی بیٹی کو بھی نکل جانے دیں۔ اُن سے آپ نے کہا تو پھر اس کو راضی کر لو جس کی صورت ہے کہ جو کچھ تم نے اس سے لیا ہے وہ اس کو واپس کر دو۔ انہوں نے اس بات کو منظور کر لیا تو اس جوان کو ابو حنیفہؒ نے بلا کر اس سے فرمایا کہ وہ لوگ جھک کر اس پر راضی ہو گئے ہیں کہ جو کچھ مہر تم سے لیا ہے واپس کر دیں اور اس سے بری الذمہ قرار دیدیں (اب اس شخص کے دماغ پر فتح کا نشہ چڑھ گیا) اس نے کہا کہ میں تو اس رقم سے اُوپر مزید وصول کرنا چاہتا ہوں (مگر امام صاحب کی تنبیہ سے سب نشہ ہرن ہو گیا) آپ نے فرمایا کہ تمہارے لئے جو رقم خرچ کرنے پر وہ راضی ہو گئے ہیں تمہیں اس کو منظور کر لینا چاہیئے ورنہ اگر عورت نے کسی شخص کے حق میں

اپنے ذمہ قرض ہونے کا اقرار کرلیا۔ تو پھر تاانقضائے دین تم اُسے اپنے ساتھ نہیں لیجا سکتے اس نے (گھبرا کر) کہا اللہ اللہ پھر تو میں اُن سے کچھ بھی نہیں وصول کر سکوں گا۔ کہیں اس ترکیب سے وہ مطلع نہ ہو جائیں۔ بس وہ فوراً ٹھہر جانے پر آمادہ ہو گیا۔ اور جو کچھ رقم مہر دہ دے رہے تھے۔ اسی کو واپس لے لینے پر اکتفا کر لیا۔

(۱۶۱) احمد بن الدقاق سے مروی ہے کہ اصحاب امام ابو حنیفہؒ میں سے ایک شخص نے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ عورت کے متعلقین نے کہا کہ ہم ابو حنیفہ سے مشورہ کریں گے (اس نے اس کی اطلاع آپ کو دی) آپ نے اس سے کہا کہ جب تم میرے پاس آؤ تو اپنا ہاتھ اپنے ذکر پر رکھ کر آنا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب ان لوگوں نے ابو حنیفہؒ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے ان سے کہہ دیا کہ میں نے اس کے ہاتھ میں ایسی شے دیکھی ہے جس کی قیمت دس ہزار درہم ہے۔ (اس طرح وہ مائل ہو گئے)

(۱۶۲) ہم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص ابو حنیفہؒ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ اس نے کسی جگہ مال دفن کیا تھا اب وہ موقع یاد نہیں آتا۔ ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ یہ کوئی فقہی سوال نہیں ہے کہ جس کا میں کوئی حل نکالوں۔ اچھا ایسا کرو کہ جاؤ اور آج تمام رات نفلیں پڑھتے رہو صبح تک۔ انشاء اللہ تمہیں یاد آجائے گا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا ابھی چوتھائی رات سے بھی کچھ کم ہی گذرا تھا کہ اس کو وہ جگہ یاد آگئی (تو اس نے نوافل کو ختم کر دیا) پھر اس نے اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ شیطان تجھے نوافل نہیں پڑھنے دیگا اور تجھے یاد دلا دیگا۔ کیوں نہ تو نے اللہ عز وجل کے شکرانہ کے لئے بقیہ رات نفل پڑھتے میں گذاری۔

(۱۶۳) ابن عون کے بارے میں ابن مثنی سے مروی ہے کہ وہ لشکر میں تھے جب مشرکین کے لشکر میں سے ایک شخص نے نکل کر مبارز طلب کیا (کہ جس کا دل چاہے میرے مقابلہ کے لئے آئے۔) تو اس کے مقابلہ کے لئے ابن عون نکلے اور وہ ڈھاٹا باندھے ہوئے تھے اس کو قتل کر آئے۔ پھر واپس آکر لوگوں میں رل مل گئے۔ حاکم نے کوشش کی کہ یہ پتہ لگا سکے کہ یہ کس کا کارنامہ تھا مگر معلوم نہ کر سکا پھر اس کے منادی نے آوازیں لگائیں کہ جس شخص نے اس مشرک کو قتل کیا ہے وہ مجھ سے آکر ملے۔ تب ابن عون اس کے پاس گئے اور اس سے یہ کہا کہ ایک مجاہد کے لئے یہ ضروری

نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں نے اسے قتل کیا (امیر جہاد سے مل کر اس کے حکم کی تعمیل بھی کر دی اور پھر بھی اظہار عمل سے بچے رہے)

(۱۶۴) یحییٰ بن یزید سے مروی ہے کہ ایک سپاہی ایک ایسے شخص کی تلاش میں آیا جو ابن عون کی مجلس میں تھا اس نے کہا اے ابن عون کیا آپ نے فلاں کو دیکھا ہے آپ نے یہ جواب دیا کہ وہ ہر دن ہمارے یہاں نہیں آتا بس وہ چلا گیا اور اس کو چھوڑ گیا۔

(۱۶۵) ہشام بن الکلبی کے بارے میں محمد بن ابی السری کہتے ہیں کہ مجھ سے ہشام بن الکلبی نے کہا کہ میں نے حفظ بھی ایسا کیا کہ کسی نے ایسا نہ کیا ہوگا اور مجھ سے بھول بھی ایسی ہوئی جو کسی سے نہ ہوئی ہوگی میرے چچا ایسے تھے کہ مجھ پر حفظ قرآن سے خفا ہوتے تھے تو میں ایک گھر میں داخل ہوا اور قسم کھالی کہ جب تک پورا قرآن حفظ نہ کر لونگا گھر سے نہ نکلونگا۔ تو میں نے قرآن کو تین دن میں حفظ کر لیا (نسیان کا یہ واقعہ پیش آیا کہ) ایک دن میں نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی (چونکہ داڑھی زیادہ بڑھ گئی تھی) میں نے اس کو مٹھی میں پکڑا تاکہ باہر بڑھے ہوئے بالوں کو مٹھی کے نیچے سے کاٹ دوں لیکن مٹھی سے اوپر کا حصہ کاٹ دیا۔

(۱۶۶) عمارہ بن حمزہ کے متعلق منقول ہے کہ وہ منصور کے دربار میں پہنچے اور اپنے مقررہ مقام پر جو بلحاظ مرتبہ متعین تھا جا کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین میں مظلوم ہوں، منصور نے کہا کہ کس نے تجھ پر ظلم کیا۔ اس نے کہا عمارہ نے میری جائداد غصب کر لی۔ منصور نے کہا اے عمارہ اٹھو اور اپنے حریف کے برابر جا کر بیٹھو۔ عمارہ نے کہا کہ یہ میرا حریف نہیں ہے منصور نے کہا یہ کس طرح جب کہ وہ تم پر دعویٰ کر رہا ہے۔ عمارہ نے کہا کہ اگر وہ جائداد اسی کی ہے تو میں اس سے نزاع نہیں کرنا چاہتا (کہ اپنی ثابت کروں) اور اگر میری ہے تو میں اس کے حق میں اس سے دست بردار ہوتا ہوں اور میں اس مجلس سے اٹھ کر جس پر امیر المومنین نے مجھے مشرف کیا جائداد کی وجہ سے ادنیٰ درجہ میں آنا گوارا نہیں کرتا۔

(۱۶۷) حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے متعلق ابن حمید سے منقول ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن المبارکؒ کے پاس بیٹھے ہوئے چھینک لی اور الحمد للہ نہ کہا۔ ان سے آپ نے کہا جب چھینک آئے تو چھینکنے والا کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا الحمد للہ۔ آپ نے فرمایا یرحمک اللہ۔

(۱۶۸) امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک کنیز ہارون الرشید کی کنیزوں میں سے اس کے پاس موجود تھی اور ہارون الرشید کے سامنے ایک جواہرات کی مالا رکھی ہوئی تھی۔ ہارون الرشید اس کو اُٹھا کہ الٹنے پلٹنے کا مشغلہ کرنے لگے۔ پھر وہ مالا گم ہو گئی۔ ہارون نے اس کنیز کو متہم کیا کہ یہ اس کی حرکت ہوگی۔ جب اس سے دریافت کیا تو اس نے انکار کیا۔ ہارون الرشید نے قسم کھالی کہ میں نے اگر اس سے چوری کا اقرار نہ کرالیا تو میری بیوی پر طلاق اور میرے سب مملوک آزاد اور مجھ پر حج لازم۔ وہ کنیز برابر انکار پر قائم رہی اور وہ اس کو متہم کرتے رہے اب ہارون الرشید کو قسم ٹوٹنے کا اندیشہ لاحق ہو گیا۔ تو امام ابو یوسف کو بلا کر پورا قصہ سنایا، انہوں نے کہا کہ اس کنیز سے مجھے بات کرنے کا موقع عنایت فرما دیجئے اور ہمارے ساتھ ایک خادم ہوگا تاکہ میں آپ کو اس قسم سے باہر کر سکوں۔ ہارون الرشید نے اس کا انتظام کر دیا۔ امام ابو یوسف نے اس سے ملکر کہا کہ جب امیر المومنین تجھ سے ہار کے بارے میں سوال کریں تو تو اس سے انکار کر دینا پھر جب دوبارہ سوال کریں تو کہہ دینا کہ میں نے لیا ہے۔ پھر جب تیسری مرتبہ سوال کریں تو کہہ دینا کہ میں نے نہیں لیا یہ سمجھا کر واپس تشریف لاتے وقت خادم کو یہ ہدایت کر دی کہ اس گفتگو کی امیر المومنین کو اطلاع نہ دینا اور ہارون الرشید سے آپ نے کہا اے امیر المومنین آپ اس کنیز سے ہار کے بارے میں تین مرتبہ پے در پے سوال کیجئے وہ آپ کی تصدیق کریگی۔ خلیفہ نے جا کر اس سے سوال کیا اس نے پہلی مرتبہ انکار کیا۔ پھر دوسری مرتبہ سوال کیا تو اس نے کہا ہاں میں نے لیا ہے۔ خلیفہ نے کہا تو کیا کہہ رہی ہے۔ اس نے کہا واللہ میں نے نہیں لیا۔ لیکن مجھے، ابو یوسف نے ایسا سمجھایا تھا۔ پھر خلیفہ نے امام ابو یوسف سے کہا یہ کیا معاملہ ہے آپ نے فرمایا اے امیر المومنین آپ کی قسم پوری ہو چکی ہے کیونکہ اس نے آپکو خبر دی کہ اس نے ہار لیا اور پھر خبر دی کہ نہیں لیا تو دونوں میں سے ایک جواب میں وہ سچی ہے اور اب آپ اپنے حلف کی قید سے نکل چکے ہیں۔ ہارون بہت خوش ہوئے اور ان کو انعام دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ ہار بھی مل گیا۔

(۱۶۹) ایک مرتبہ ہارون الرشید نے امام ابو یوسف سے پوچھا کہ فالودہ اور لوزینہ کے بارے میں آپ کا کیا فیصلہ ہے دونوں میں سے کونسا اعلیٰ ہے۔ آپ نے کہا اے امیر المومنین فریقین جب تک حاضر نہ ہوں میں فیصلہ نہیں کیا کرتا۔ ہارون الرشید نے دونوں چیزیں منگا دیں۔ اب ابو یوسف

نے لقمہ پر لقمہ مارنا شروع کر دیا۔ کبھی فالودہ میں سے کھاتے تھے اور کبھی لوزینہ میں سے جب دونوں پیالے آدھے کہہ دیئے تو بولے اے امیر المؤمنین میں نے ابتک کوئی دو حریف ان سے زیادہ لڑنے والے نہیں دیکھے جب بھی میں نے ایک کے حق میں فیصلہ دینے کا ارادہ کیا تو فوراً دوسرے نے اپنی دلیل پیش کر دی۔

(۱۷۰) یزید بن ہارون کے بارے میں احمد بن محمد بن یحیٰی بن سعید القطان کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون نے مجھ سے کہا کہ تو مجھ پر گیہوں کے آدھے گلے والے چکّی کے پاٹ سے بھی زیادہ بھاری ہے میں نے کہا اے ابو خالد پورے گلے کا پاٹ کیوں نہیں کہدیا۔ کہنے لگے کہ جب گلا پورا ہوجاتا ہے تو وہ آسانی کے ساتھ گھومتا ہے اور آدھے گلے کا پاٹ زیادہ زور لگانے سے گھومتا ہے۔

(۱۷۱) امام شافعیؒ کے بارے میں حسن بن الصباح سے مروی ہے کہ جب امام شافعی بغداد آئے تو رشید نے امین اور مامون کے مابین جو عہد کرایا تھا اس سے اتفاق کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ صبح کے وقت عام لوگ مبارکباد دینے کے لئے ہارون الرشید کے یہاں پہنچے اور دار العامہ میں بیٹھ کر اجازت کا انتظار کرنے لگے۔ اب لوگوں نے باہم گفتگو کی کہ ہم کو دونوں شاہزادوں کے لئے کس عنوان سے دعا کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جب ہم ان کے لئے (مسند آرائے خلافت ہونے کی) دعا کریں گے تو وہ خلیفہ کے حق میں بددعا ہوگی اور اگر ہم اُن کے حق میں دعا ہی نہ کریں تو یہ بھی ایک تقصیر ہوگی۔ اتنے میں امام شافعی آکر بیٹھ گئے۔ یہ اشکال ان کے سامنے بھی پیش کیا گیا تو آپ نے کہا اللہ توفیق دینے والا ہے۔ جب خلیفہ کے پاس سے اجازت آگئی تو سب لوگ اندر پہنچ گئے، تو سب سے پہلے بولنے والے امام شافعی تھے آپ نے کہا:

لا قصّرا عنہا ولا بلغتہا حتّٰی یطول علی یدیک طوالہا

نہ کوتاہی کریں یہ دونوں اس (خلافت) سے یعنی یہ دونوں اس کے اہل رہیں اور نہ تو اس کو دے۔ تاکہ خلافت کی لانبی رسی تیرے ہاتھوں پر دراز رہے۔

ربیع سے منقول ہے کہ امام شافعی بیمار ہوئے تو میں ان کے پاس عیادت کے لئے گیا، اور کہا اے ابو عبد اللہ (قوی اللہ ضعفک لفظی ترجمہ) قوی کر دے اللہ آپ کے ضعف کو آپ نے فرمایا کہ اے ابو محمد اگر اللہ نے میرے ضعف کو میری قوت سے قوی کر دیا تو گویا مجھے ہلاک کر دیا۔ میں

نے کہا اے ابو عبداللہ میں نے تو ان کلمات سے صرف خیر ہی کا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا اگر تم میرے لئے بددعا بھی کرتے ہوئے ہوتے تو (پھر بھی مجھے تمہاری نسبت بدگمانی نہ ہوتی) میں یہی سمجھتا کہ تمہاری نیت صرف خیر ہی کی ہے (مقولہ مؤلف) امام شافعی کے اصول میں سے ہے کہ وہ ظاہر الفاظ کو اخذ کرتے ہیں اسی بنا پر انہوں نے خیال کیا کہ جب ضعف قوی ہو جائے گا تو تکلیف بڑھے گی حالانکہ صحیح حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ دعا تعلیم کی اور پڑھنے کا حکم دیا۔ قوّنی رضاک ضعفی (اے اللہ قوی کر دے اپنی رضا میں میرے ضعف کو) ظاہر ہے کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ بجائے ضعف کے قوت عطا فرما دے اور اس میں ایک حد تک مجازی معنے ملحوظ کئے گئے ہیں ربیع نے بھی یہی مجاز استعمال کیا تھا۔ مگر شافعی نے حقیقت کا قصد کیا۔

(۱۷۲) ربیع کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص امام شافعی کی خدمت میں ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا تو آپ نے اس سے کہا کہ کیا تو صنعا کا رہنے والا ہے اس نے اقرار کیا۔ پھر آپ نے کہا شاید تو لوہار ہے اس نے اس کا بھی اقرار کیا۔

(۱۷۳) حرملہ بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میرے سامنے امام شافعی سے ایک شخص نے سوال کیا کہ میری بیوی کے پاس ایک کھجور تھی میں نے اس کو یہ کہدیا کہ اگر تو نے یہ کھجور کھالی تو تجھ پر طلاق اور اس کو پھینک دیا تب بھی طلاق اب کیا کرنا چاہیئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آدھی کھالے اور آدھی پھینک دے (مقولہ مؤلف) ایک روایت میں یہ واقعہ جو بیان کیا گیا ہے۔ امام شافعی سے امام احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا اور ہمارے اصحاب نے اس جنس کے بہت سے مسائل ذکر کئے ہیں جن کے جواب پر کوئی بہت ذہین مفتی ہی آگاہ ہو سکتا ہے۔ ہم ان میں سے چند مسائل کا یہاں ذکر کرتے ہیں کیونکہ ایسی چیزیں ایک سمجھدار کے لئے بہت مفید ہے۔

(۱۷۴) ان میں سے ایک یہ ہے۔ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا جو پانی میں کھڑی تھی۔ اگر تو اس پانی میں ٹھہرے تو تجھ پر طلاق اور نکلی تب طلاق، تو ہم دیکھیں گے کہ اگر پانی جاری تھا اور اس شخص نے کوئی خاص نیت نہیں کی تھی۔ تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی چاہے وہ نکل آئے یا ٹھہری رہے اور اگر پانی کھڑا تھا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اُسے فوراً کوئی دوسرا زبردستی اٹھا کر باہر لے آئے۔

(۱۷۵) اگر ایسی صورت واقع ہو کہ عورت سیڑھی پر ہے اور اس سے شوہر نے کہا کہ اگر تو اس سیڑھی پر چڑھی یا اس سے نیچے اُتری یا تو نے اپنے آپ کو نیچے گرایا یا کسی نے نیچے اُتارا تو تجھ پر طلاق ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ وہ دوسری سیڑھی پر منتقل ہو جائے (جو اس سیڑھی کے برابر رکھ دی جائے۔)

(۱۷۶) اگر (گھر والوں نے) بہت سی کھجوریں کھائیں اور پھر شوہر نے یہ کہہ دیا کہ اگر تو نے میرے سامنے اس تعداد کا ذکر نہ کیا جو میں نے کھالی ہے (تو تجھ پر طلاق) تو اس سے رہائی کی یہ صورت ہے کہ جس قدر کھجوریں کھانے کا زیادہ سے زیادہ احتمال ہو ایک سے لے کر اس عدد تک گنتی چلی جائے (اس گنتی میں صحیح عدد بھی اس کے سامنے مذکور ہو ہی جائے گا۔)

(۱۷۷) اگر (شوہر اور بیوی دونوں نے) کھجوریں کھائیں اور (دونوں کی گٹھلیاں ایک جگہ مخلوط پڑی ہیں) شوہر نے کہا اگر میری کھائی ہوئی کھجوروں کی گٹھلیوں کو اپنی کھائی ہوئی کھجور کی گٹھلیوں سے الگ نہ کر دے گی تو تجھ پر طلاق۔ تو عورت کو چاہئے کہ ہر ایک گٹھلی کو الگ الگ کر دے۔

(۱۷۸) اگر کسی نے بیوی سے کہا کہ تجھ پر طلاق ہے اگر تو تصدیق نہ کر دے گی۔ اس امر کی کہ تُو نے میری چیز چوری کی یا نہیں ہ تو اگر اس نے یہ کہہ دیا کہ میں نے چُرایا جو کچھ چرایا تو طلاق نہ پڑے گی (اگرچہ چوری بھی ثابت نہ ہوگی)

(۱۷۹) اگر کسی کے تین بیویاں ہیں اور وُہ ان کے لئے بازار سے دُو دوپٹے خرید کر لایا۔ ان پر ہر ایک جھگڑنے لگی اس پر شوہر نے کہا تم سب پر طلاق اگر اس مہینہ میں تم میں سے ہر ایک بیس بیس دن نہ اوڑھے۔ تو اس کی یہ صورت ہے کہ ایک دوپٹہ بڑی کو اور ایک درمیانی کو اوڑھنے کے لئے دیدیا جائے اور دس دن کے بعد بڑی بیوی یہ دوپٹہ سب سے چھوٹی کو دیدے اور درمیانی عمر والی سے مسلسل بیس دن پورے کرنے کے بعد بڑی بیوی اُسے لیکر اوڑھ لے آخر ماہ تک۔

(۱۸۰) مسئلہ: (تین بیویوں والے شخص نے) تین کوس کا سفر کیا اور اس کے ساتھ دو خچر ہیں۔ تینوں سوار ہونے کے لئے جھگڑنے لگیں۔ اس شوہر نے طلاق کا حلف کیا کہ تم میں سے ہر ایک کو دو کوس سوار ہو کر چلنا ہوگا۔ تو ایسا کیا جائے کہ سب سے بڑی اور درمیانی کو سوار کر دیا

جلائے۔ پھر ایک کوس چل کر درمیان والی اُتر جائے اور اس کے خچر پر بڑی بیٹھ جائے اور چھوٹی سوار ہو جائے۔ درمیان والی کے خچر پر اور آخر مسافت تک بیٹھی رہے۔ اور درمیانی عمر والی بڑی کی جگہ دو فرسخ کے ختم تک بیٹھی رہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۸۱) **مسئلہ**: ایک شخص اپنے گھر میں تیس بوتلیں لایا (جن میں سے) دس بھری ہوئی اور دس آدھی آدھی اور دس خالی تھیں۔ (اس کے تین بیویاں ہیں) پھر کہا تم سب پر طلاق ہے اگر میں ان کو تم پر میں اس طرح برابر تقسیم نہ کر سکوں کہ اس تقسیم پر نہ ترازو سے کام لوں اور نہ پیمانے سے۔ اس کو چاہیے کہ وہ پانچ آدھی آدھی بوتلیں لیکر دوسری پانچ آدھی آدھی بوتلوں میں بھر دے (اس طرح پانچ پوری بوتلیں بن جائیں گی اور دس پوری بوتلیں تو موجود ہی تھیں اب کل پندرہ بوتلیں بھری ہوئی ہو جائیں گی اور پانچ خالی بوتلوں کا اضافہ دس خالی بوتلوں میں ہو کر کل پندرہ خالی بوتلیں ہو جائیں گی) اب ہر ایک بیوی کو پانچ بوتلیں بھری ہوئی اور پانچ خالی دیدے۔

(۱۸۲) ایک شخص نے اپنی بیوی کے پاس ایک برتن دیکھا جس میں پانی بھرا ہوا تھا اس نے بیوی سے کہا کہ یہ مجھے پلادے اس نے انکار کر دیا۔ تو اس نے حلف بالطلاق کیا کہ نہ تو اس پانی کو پی سکتی ہے اور نہ گرا سکتی ہے اور نہ برتن میں باقی چھوڑ سکتی ہے اور نہ کوئی ایسی ہی صورت اختیار کر سکتی ہے (مثلاً یہ کہ کسی دوسرے کو پلادے) تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ برتن میں کوئی ایسا کپڑا ڈالا جائے جو پانی پی جائے پھر اس کو دُھوپ میں سکھا لیا جائے۔

(۱۸۳) ایک شخص نے قسم کھائی (اور بیان کیا کہ) اس کی بیوی نے یہ پیام بھیجا ہے کہ میں تجھ پر حرام ہو چکی اور میں نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا ہے اور میں تیرے لئے ضروری قرار دیتی ہوں کہ تو میرے لئے میرا خرچ بھیج اور میرے شوہر کا خرچ بھیج (یہ قسم اس طرح صحیح ہو سکتی ہے کہ) یہ ایک ایسی عورت ہے جس کو اس کے باپ نے اپنے غلام کے نکاح میں دے دیا تھا پھر اس غلام کو اموال تجارت دیکر کہیں بھیجا اس کے بعد اُس (باپ) کا انتقال ہو گیا اب اس شخص کے تمام ترکہ کی وارث اس کی بیٹی ہوئی اور غلام سے (چونکہ وہ اب اس کا مملوک ہو گیا) نکاح فسخ ہو گیا۔ اور اس نے عدت پوری کی اور دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اب وہ

یہ پیام بھیجتی ہے۔ کہ مال میرے لئے یہاں بھیجو کہ اس کی اب میں مالکہ ہوں (اور مالک کو حق ہے کہ اپنے مال کے بارے میں کسی کو بھی حوالہ کرنے کا حکم نافذ کرے اس لئے تیئے شوہر کو بھی دلواتی ہے۔

(۱۸۴) کسی کے دو بیویاں ہیں ان میں سے ایک بالاخانہ میں ہے اور دوسری نیچے گھر میں ہے شوہر نے سیڑھی چڑھنا شروع کیا تو دونوں بیویوں نے اپنے اپنے پاس آنے پر اصرار شروع کر دیا۔ اس شخص نے قسم کھائی کہ نہ میں اوپر چڑھ کر تیرے پاس آؤنگا۔ اور نہ نیچے اُتر کر تیرے پاس آؤنگا۔ اور نہ اس جگہ اس ساعت میں ٹھہرونگا۔ تو چاہیے کہ نیچے کے گھر والی اُوپر چڑھ آوے اور اُوپر والی اُتر کر اس کے پاس آجائے اب اس کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس کے ساتھ چاہے چلا جائے۔

(۱۸۵) اگر اپنی زوجہ سے حلف کیا کہ میں تیرے گھر میں بوریہ نہیں لاؤنگا۔ اور تجھ سے جماع بوریہ پر ہی کرونگا پھر اس نے گھر میں جماع بھی کر لیا اور قسم بھی نہ ٹوٹی۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بوریہ کا سامان گھر میں لے آئے اور کاریگر کو بلا کر گھر میں ہی بوریہ بنوالے اور اس پر جماع کرے۔

(۱۸۶) اگر کسی نے حلف کیا کہ میں اپنی زوجہ سے روز روشن میں جماع کرونگا۔ اور باوجود پانی پر استعمال کی قدرت ہونے کے دن میں غسل بھی نہ کرونگا اور امام کے ساتھ جماعت کی نماز بھی فوت نہ ہونے دونگا تو اسکو چاہیے کہ وہ امام کے ساتھ فجر کی اور ظہر کی اور عصر کی نماز پڑھ لے اور بعد عصر جماع کرے جب سورج غروب ہو جائے تو فوراً غسل کرے اور امام کے ساتھ نماز مغرب پڑھ لے۔

(۱۸۷) ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں نے ایک ایسے (روزہ دار) شخص کو دیکھا جو (ایک مسجد میں) دو مقتدیوں کا امام بنکر نماز ادا کر رہا تھا (نماز کے دوران میں) اس نے اپنے داہنی طرف توجہ کی تو ایک قوم کو دیکھا جو آپس میں باتیں کر رہے تھے (ان کی باتیں بھی سنیں) تو اس پر اس کی بیوی حرام ہو گئی اور اس کا روزہ باطل ہو گیا اور دونوں مقتدیوں کے کوڑے مارنے واجب ہو گئے اور مسجد کو ڈھا دینا پڑا۔ یہ ایسا شخص تھا جس نے ایک ایسی عورت سے نکاح کر لیا جس کا شوہر غائب تھا اور ان دونوں مقتدیوں نے شہادت دی تھی کہ وہ مر گیا اور اس نے ہمارے سامنے یہ وصیت کی تھی کہ اس کے گھر کو مسجد بنا دیا جائے۔ اور یہ شخص مقیم اور

روزہ سے تھا جب اس نے داہنی طرف التفات کیا تو دیکھا کہ وہ غائب شخص جو اس کی بیوی کا شوہر تھا آگیا اور یہ لوگ گفتگو کر رہے تھے کہ عید کا چاند ثابت ہو چکا ہے۔ اس لئے آج یوم عید ہے اس کو اس کی اطلاع نہیں تھی کہ شوال کا ہلال دیکھا جا چکا (اس لئے روزے سے تھا) اور اس نے اپنی ایک جانب میں پانی اور کپڑے پر ناپاکی کا نشان بھی دیکھ لیا تو عورت حرام ہو گئی خاوند کے آجانے سے اور روزہ باطل ہوا یوم عید کے ثبوت سے اور نماز باطل ہوئی کپڑے پر ناپاکی کے مشاہدہ سے۔ اور ان دونوں آدمیوں کو اس لئے کوڑے مارے جائیں گے کہ انہوں نے جھوٹی شہادت دی تھی اور مسجد کا توڑنا اس لئے ضروری ہو گیا کہ وصیت غلط ہو گئی اور مالک کو اس کا گھر ملے گا۔

(۱۸۸) ایک شخص کے پاس چھوارے اور انجیر اور کشمش تھی جنکا مجموعی وزن بیس رطل تھا۔ اس نے قسم کھائی کہ اس نے چھوارے فی رطل نصف درہم اور انجیر فی رطل دو درہم اور کشمش فی رطل تین درہم کے بھاؤ سے فروخت کئے اس شخص کو کل کی قیمت بیس درہم وصول ہوئی تو (اس کی قسم سچی ہونے کی یہ صورت ہے کہ) اس کے پاس چھوارے چودہ [۱۴] رطل اور انجیر پانچ [۵] رطل اور کشمش ایک رطل تھا۔

(۱۸۹) ابو محمد یحیی بن المبارک یزیدی کے بارے میں مبرد سے مروی ہے کہ خلیفہ مامون الرشید نے ان سے کچھ پوچھا تو انہوں نے کہا لا وجعلنی اللہ فداک یا امیر المؤمنین۔ یعنی نہیں اور مجھے اللہ آپ کے قربان کرے اے امیر المؤمنین۔ تو مامون پھڑک اُٹھا اور بولا کہ اللہ نے کیسی عقل رسا تم کو عطا فرمائی کوئی "واؤ" کسی دوسرے موقع پر اسقدر احسن نہیں ہوگا جس قدر اس موضع پر زیب دے رہا ہے اور ان کو انعام اور خلعت عطا کیا گیا (اگر لا کے بعد بغیر واؤ کے جعلنی اللہ الخ ہوتا تو بالکل اُلٹے معنے ہوتے تھے)

(۱۹۰) ابو العیناء کے بارے میں محمد بن یحیی نے بیان کیا کہ ہم سے ابو العیناء نے ذکر کیا کہ مجھ سے خلیفہ متوکل علی اللہ نے کہا کہ میں تم کو اپنا مصاحب بنانا چاہتا ہوں میں نے کہا کہ مجھ میں اس کی طاقت نہیں اور میں یہ اس بنا پر نہیں عرض کر رہا ہوں کہ مجھے اس شرف کا علم نہیں جو خلیفۃ المسلمین کی مجلس کی رکنیت سے مجھے حاصل ہوگا لیکن میں نے ایسا اس لئے عرض کیا کہ مجھ پر تو پردہ پڑا ہوا ہے (کہ میں اندھا ہو نیکی وجہ سے دیکھ نہیں سکتا) اور ایسے شخص کے اشارات بے محل ہوں گے اور ایماء شاہی اس سے مختلف ہوگا ہو سکتا ہے کہ اس کا کلام غیظ و غضب کے موقع

کے مناسب ہو اور آپ اسوقت خندہ پیشانی ہوں یا اس کا کلام مسرت و رضا کے موقع کا ہو اور آپ چین بجبیں ہوں اور جب ان دونوں حالتوں میں مجھ کو امتیاز نہ ہوگا تو ہلاک ہو سکتا ہوں متوکل نے کہا تم نے ٹھیک کہا مگر (ہماری خوشی بہر حال یہی ہے ، تم اپنے اُوپر ہماری مصاحبت لازم ہی کر لو، میں نے عرض کیا (بسر و چشم) ایسا لزوم جیسا فرض اور واجب کا ہوتا ہے تو مجھ کو دس ہزار درہم صلہ عطا فرمایا گیا۔

(۱۹۱) اور ایک روایت یہ ہے کہ متوکل علی اللہ نے (اپنی مجلس میں) کہا ہماری خواہش ہے کہ ہم ابوالعیناء کو اپنا ندیم بنائیں کاش یہ نابینا نہ ہوتا (اس کی وجہ سے رکاوٹ ہوتی ہے) ابوالعینا نے سُنکر کہا، اگر امیر المؤمنین مجھے رویت ہلال اور مُہروں کے نقوش دیکھنے سے معاف رکھیں تو مجھ میں مصاحبت کی صلاحیت ہے۔

(۱۹۲) ابوالعیناء کا ایک واقعہ ہمکو معلوم ہُوا کہ انہوں نے عبداللہ ابن سلیمان سے اپنے وظیفہ مقررہ کی دیر سے ملنے کی شکایت کی انہوں نے کہا کیا ہم نے فلاں (صیغہ دار مال) کو آپ کے کام کے لئے لکھ نہیں دیا تھا۔ ابوالعیناء نے کہا اس شخص نے مجھے ٹال مٹول کر کے کانٹوں میں کھینچ رکھا ہے انہوں نے کہا تم نے ہی تو اس کو انتخاب کیا تھا۔ ابوالعیناء نے کہا مجھ پر اس کا بار نہیں ڈالا جا سکتا۔ موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمیوں کا انتخاب کیا تھا ان میں سے ایک بھی صاحب سعادت نہ نکلا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ ان کو زلزلہ نے آپکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی سرح کو کاتب منتخب کیا تھا وہ مرتد ہو کر کفار سے جا ملا اور علیؓ نے ابوموسیٰ اشعری کو منتخب کیا تھا۔ ابوموسیٰ نے علی ہی کے خلاف فیصلہ دیا۔

(۱۹۳) ایک وزیر نے کثرت کار کی شکایت کی تو ابوالعیناء نے کہا، خدا مجھے وہ دن نہ دکھائے کہ آپ فارغ ہُوں۔

(۱۹۴) ابوالعیناء سے کہا گیا بقی من یُلقیٰ (یعنی کوئی ایسا شخص باقی رہ گیا ہے جس سے ملاقات کی جائے، مطلب یہ تھا کہ ابوالعیناء نے اپنے زمانہ میں کوئی صاحب کمال نہیں چھوڑا تھا جس سے ملاقات نہ کی ہو تو ایک سائل نے پوچھا کہ کوئی ایسا شخص باقی تو نہیں رہ گیا اس نے لفظ یُلقیٰ لقی یلقی سے لیا تھا۔ مگر القاء (باب افعال سے بمعنے گرا دینا) کا مجہول بھی یُلقیٰ ہی

آئے گا اور اسی کا قصد کرے گے) ابوالعیناء نے جواب دیا نعم فی البیر۔ یعنی ہاں کنویں ہیں۔

(۱۹۵) ابوالعیناء سے پوچھا گیا کہ حماد بن زید بن درہم اور حماد بن سلمہ بن دینار میں کیا فرق ہے (یعنی دونوں میں کون افضل ہے) تو ابوالعیناء نے جواب دیا کہ دونوں کے مرتبہ میں وہی فرق ہے جو ان دونوں کے دادا کے ناموں میں باعتبار قیمت سکہ فرق ہے (یعنی جو فرق درہم اور دینار میں ہے)

(۱۹۶) ابوجعفر محمد بن جریر الطبری کے بارے میں ابن المزوق بغدادی کے غلام نے بیان کیا کہ میرا آقا میری بہت عزت کرتا تھا اس نے ایک کنیز خریدی اور اس سے میرا نکاح کر دیا۔ مجھے اس سے بہت محبت ہو گئی مگر اس کنیز کو مجھ سے اسی درجہ شدید بغض ہو گیا اور وہ مجھ سے ہمیشہ بدکتی تھی اور اس حد تک معاملہ پہنچا کہ ایک دن اس نے مجھے سختی سے جھڑکا میں نے غصہ سے یہ کہدیا کہ تجھ پر تین طلاق اگر تو نے جیسے الفاظ سے مجھے مخاطب کیا میں بھی اسی قسم کے الفاظ سے تجھے مخاطب کروں میرے تحمل نے تیرا مزاج بگاڑ دیا۔ (وہ عورت بڑی چالاک اور ذہین تھی اس نے اپنی خلاصی کی راہ نکال لی) اس پر اس نے فوراً کہا تجھ پر جدا کرنے والی تین طلاق (اب اگر وہ یہی کلمات کہتا ہے تو ان کی وجہ سے طلاق واقع ہو جائے گی اور نہیں کہتا ہے تو اس حلف کی وجہ سے طلاق ہو جاتی ہے) یہ کہتا ہے کہ میں دنگ رہ گیا اور نہیں سمجھ سکا کہ اسے کیا جواب دوں اس اندیشہ سے کہ اگر میں نے اسکو وہی کہدیا جو اس نے کہا تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ تو میں ہدایت حاصل کرنے کے لئے ابوجعفر طبری کے پاس پہنچا اور ان کو سب قصہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس سے یہ الفاظ کہدے کہ تجھ پر تین طلاق اگر میں تجھے طلاق دیدوں تو ان ہی کلمات سے اس کو بھی خطاب ہو جائیگا اور تیری قسم پوری ہو جائے گی اور اس پر طلاق نہیں پڑیگی، اور ایسی قسموں کو اب مت اٹھانا۔

(۱۹۷) علی بن عیسیٰ الربعی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ کنارہ دجلہ پر پیدل جا رہے تھے کہ انہوں نے رضی اور مرتضیٰ کو کشتی میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور ان دونوں کے ساتھ عثمان بن جنی بھی تھے تو انہوں نے ان سے کہا دونوں شریفوں کا یہ معاملہ تعجب خیز ہے کہ عثمان تو ان کے درمیان بیٹھا ہوا ہو اور علی ان سے دور کنارے پر پیدل جا رہا ہو۔

(۱۹۸) ابوالوفا ابن عقیلؒ کے بارے میں ازہر بن عبدالوہاب سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ابن عقیل سے آکر کہا کہ میں جب بھی نہر میں خواہ دو غوطے لگاؤں یا تین مجھے یہ یقین نہیں

ہوتا کہ پانی میرے سر سے اوپر ہو گیا ہے اور میں پاک ہو گیا ہوں اب میں کیا کروں۔ انہوں نے جواب دیا کہ نماز پڑھنا چھوڑ دے آپ سے پوچھا گیا کہ یہ آپ نے کیسے فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین سے کوئی باز پرس نہیں ہے۔ بچے سے جب تک بالغ نہ ہو جائے اور سونے والے سے جب تک جاگ نہ جائے اور مجنون سے جب تک ہوش میں نہ آجائے اور جو شخص نہر میں غوطہ لگائے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ اور پھر بھی وہ یہی خیال کرے کہ اس کا غسل نہیں ہوا تو وہ مجنون ہی ہو سکتا ہے۔

(۱۹۹) ابراہیم بن دینار کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عقیل نے بیان کیا کہ مجھے اطلاع پہنچی کہ سلطان محمد بن علی بغداد پہنچنے والے ہیں۔ میں ملاقات کے لئے جبہ پہن کر نکلا اور ایک ٹیلہ پر جو اُن کے راستہ پر تھا بیٹھ گیا جب وہ پہنچ گئے تو میرے بارے میں مقربین سے پوچھا: کہا گیا کہ یہ ابن عقیل ہیں تو سواری کو پیچھے ہٹا کر اترے اور میرے ساتھ بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ آپ سے ملاقات کو میرا دل چاہتا تھا اور طہارت کے بعض مسائل مجھ سے دریافت کئے پھر اپنے خادم سے فرمایا کہ تمہارے ساتھ کیا ہے اس نے پچاس دینار نکالے تو مجھ سے کہا یہ قبول کر لیجئے میں نے کہا مجھے بالکل ضرورت نہیں کیونکہ امیر المومنین نے مجھے کسی کا حاجتمند نہیں رہنے دیا اس لئے میں کسی کا عطیہ قبول نہیں کرتا۔ جب میں اپنے مکان پر واپس آگیا تو دیکھتا ہوں کہ ایک خادم خلیفہ میرے پاس مال لے کر آیا خلیفہ کے پاس سے اور میرے اس فعل کا خلیفہ کی طرف سے شکریہ ادا کیا اور میں سلطان محمد علی سے انکار کے وقت جانتا تھا کہ وہاں وہ شخص موجود ہے جو جملہ حالات سے خلیفہ کو باخبر کرنے کی خدمت پر متعین ہے۔

(۲۰۰) اور ہم کو ابن عقیل کا ایک یہ قصہ پہنچا ہے کہ وہ ایک دن نماز جمعہ سے رہ گئے تو لوگ ان کے پاس بہت متفکر آئے تو کہا کہ میں نے صندوقوں کے پاس نماز پڑھی ہے اسی طرح پھر ایک مرتبہ جمعہ کی نماز سے رہ گئے تو جب لوگوں نے اس پر توحش کا اظہار کیا تو کہا کہ میں نے منارہ کے قریب نماز پڑھی اور (حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے گھر پر ظہر کی نماز پڑھی تھی۔م) صندوقوں سے ان کی مراد اپنے گھر کے صندوق تھے اور منارہ سے مراد بھی گھر ہی کا منارہ تھا۔

(۲۰۱) بعض فقہاء کے بارے میں منقول ہے کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ جب میں

اپنے کپڑے اتار کر اور نہر میں داخل ہو کر غسل کروں تو قبلہ کی طرف توجہ کروں یا کسی دوسری طرف تو انہوں نے جواب دیا کہ اپنے کپڑوں کی طرف توجہ کرو جو تم نے اتارے (اور کنارے پر رکھے کہ کوئی ان کو لیکر نہ بھاگ جائے)

باب ۱۴ : عابدوں اور زاہدوں کی حکایات و ذکاوت

(۲۰۲) حضرت جنیدؒ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے شیخ سری سقطی سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ طرطوس میں علت ذرب (دستوں کی بیماری) میں مبتلا ہو گیا۔ تو قاری صاحبان میرے پاس عیادت کے لئے آئے اور ایسے بیٹھ گئے کہ جانے کا تصور ہی نہیں۔ مجھے ان لوگوں کے بیٹھنے سے تکلیف ہو رہی ہے۔ کہنے لگے کہ آپ اللہ سے دعا کیجئے۔ میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے اللہ ہمیں عیادت کا ادب سکھا دیجئے۔

(۲۰۳) یوسف بن الحسین نے بیان کیا کہ مجھ سے کہا گیا کہ ذوالنون اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتے ہیں۔ میں نے (اس کے شوق سے) مصر پہنچکر ایک سال ان کی خدمت میں گذارا، پھر ان سے عرض کیا کہ اے استاد میں نے آپ کی خدمت کی میرا حق خدمت آپ پر واجب ہے، اور مجھ سے کہا گیا کہ آپ اللہ کا اسم اعظم جانتے ہیں۔ اور آپ مجھے پہچان چکے ہیں کہ مجھ سے زیادہ کوئی اس کا اہل آپ نے نہ پایا ہوگا میں چاہتا ہوں کہ وہ آپ مجھے تعلیم کر دیں۔ یہ سنکر ذوالنون خاموش ہو گئے اور مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ میں نے ان کے سکوت سے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ مجھے بتا دیں گے اس کے بعد چھ ماہ گذر گئے تو ایک دن میرے پاس گھر میں سے ایک طباق لیکر آئے اور اس پر سرپوش تھا۔ اور وہ ایک رومال سے بندھا ہوا تھا اور ذوالنون جیزہ میں رہتے تھے کہنے لگے کہ تم ہمارے فلاں دوست کو جانتے ہو جو فسطاط میں رہتے ہیں میں نے کہا ہاں واقف ہوں فرمایا تو یہ میں ان کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں تم ان کو دے آؤ۔ میں نے وہ رومال سے بندھا ہوا طباق لے لیا اور میں اس کو لیکر طویل راستہ پر چلتا رہا اور سوچتا رہا کہ ذوالنون جیسا شخص فلاں شخص کے پاس ہدیہ بھیج رہا ہے۔ دیکھنا تو چاہئے کہ اس میں کیا ہے۔ میں صبر نہ کر سکا یہاں تک کہ پل پر پہنچ گیا، وہاں بیٹھ کر رومال کھولا اور ڈھکنا اٹھایا تو اس میں ایک چوہا تھا جو طباق سے کود کر بھاگ گیا میں اس واقعہ سے سخت غصہ میں بھر گیا اور میں نے کہا کہ ذوالنون میرے

ساتھ مسخراپن کر رہا ہے اور مجھ جیسے شخص کے ہاتھ چوہا بھیجتا ہے اور اسی غصہ کی حالت میں واپس آگیا۔ جب ذوالنون نے مجھے دیکھا تو میرے چہرے سے سب کچھ سمجھ لیا۔ پھر کہا اے احمق ہم نے تیرا تجربہ کیا تھا۔ ہم نے تیرے ہاتھ میں ایک چوہا امانت دیا تھا تو نے اس میں بھی ہمارے ساتھ خیانت کی تو تو کیا ایسے حال کے ہوتے ہوئے میں اللہ کا اسم اعظم تیری امانت میں دیدوں۔ میرے پاس سے چلا جا میں آئندہ تجھے دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔

باب ۱۵ : عرب اور علماء عربیت کے واقعات وحکایات

(۲۰۴) ہم سے علی بن مغیرہ نے بیان کیا کہ جب نزار بن معد کی وفات کا وقت آیا تو اس نے اپنے مال کو اپنے بیٹوں پر تقسیم کر دیا اور وہ چار تھے مضرؔ اور ربیعہؔ اور ایادؔ اور انمارؔ اور کہا بیٹو یہ سرخ خیمہ جو چمڑے کا بنا ہوا تھا اور جو مال اس سے مشابہت رکھتا ہے وہ مضر کا ہے۔ اسی لئے مضر کو مضر الحمرا کہا جاتا تھا۔ اور یہ سیاہ خیمہ اور جو مال اس کے مشابہ ہے وہ ربیعہ کا ہے تو اس نے سیاہ رنگ کے گھوڑے لے لئے اسی لئے ربیعہ کو ربیعۃ الفرس کہا گیا۔ اور یہ خادمہ اور جو مال اس کے مشابہ ہے وہ ایاد کا ہے اور اس خادمہ کا مخلوط رنگ تھا جس میں سیاہی اور سفیدی تھی تو ایاد نے ابلق گھوڑے لے لئے اور یہ تھیلی اور بیٹھک انمار کی ہے جس میں یہ اپنی نشست رکھیگا تو انمار نے اپنے حصہ کی چیز لے لی اور بیٹوں سے یہ بھی کہا اگر اشیاء موجودہ کی تقسیم کے بارے میں تم میں اختلاف واقع ہو جائے تو تم کو چاہیئے کہ افعٰی بن الافعٰی جرہمی سے فیصلہ کرالو۔ (مذکورہ بالا قبضہ ابن الافعٰی جرہمی کے فیصلہ کے بعد عمل میں آیا تھا) جب نزار کا انتقال ہو گیا تو ان بھائیوں میں اختلاف واقع ہوا تو انہوں نے افعٰی کے سامنے اپنا معاملہ پیش کرنے کا ارادہ کیا اور افعٰی نجران کا بادشاہ تھا۔ یہ سب روانہ ہو گئے۔ دورانِ سفر میں مضر کی نظر ایک قطعۂ زمین پر پڑی جس میں کسی جانور نے گھاس چری تھی تو کہا کہ جس اونٹ نے یہاں گھاس چری ہے وہ کانا ہے۔ ربیعہ نے کہا اور وہ ٹیڑھا بھی ہے (یعنی ایک کروٹ پر جھک کر چلتا ہے) اور ایاد نے کہا کہ اس کی دُم کٹی ہوئی ہے اور انمار نے کہا کہ وہ بدکا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے تھوڑا ہی راستہ قطع کیا تھا کہ اُن کو ایک شخص ملا جس کی سواری کا اونٹ کھو گیا تھا۔ اس نے اُن سے اس کے بارے میں پوچھا تو مضر نے کہا کیا وہ کانا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ ربیعہ نے کہا کیا وہ ٹیڑھا بھی ہے۔ اُس نے کہا ہاں۔ ایاد

نے کہا کیا ابتر یعنی بغیر دُم کا ہے اس نے کہا ہاں۔ انمار نے کہا کیا وہ بدکا ہُوا ہے اُس نے اس کی بھی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ واللہ یہ سب صفات میرے اونٹ کی ہیں مجھے بتاؤ کہ وہ کہاں ہے توان سب نے اس سے قسم کھا کر کہا کہ ہم نے اُسے نہیں دیکھا۔ وہ انکو لپٹ پڑا اور کہنے لگا کہ میں تمہیں کیسے سچا سمجھوں جب کہ تم نے میرے اُونٹ کی تمام علامات بیان کر دیں اور اُن کے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ جب یہ نجران پہنچ گئے اور افعی جرہمی کے یہاں جا کر اُترے تو اس اونٹ والے بڈھے نے بادشاہ کو پکار کر کہا کہ ان لوگوں کے ہاتھ میرا اونٹ لگا کیونکہ انہوں نے مجھ سے اس کی تمام علامات بیان کی ہیں پھر کہتے ہیں کہ ہم نے اُسے دیکھا بھی نہیں۔ افعی نے اُن سے کہا کہ جب تم نے اس کو دیکھا نہ تھا تو اس کی صفات کیسے بیان کیں۔ تو مضر نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ وہ ایک سمت کی گھاس چرتا چلا گیا اور دوسری طرف کی گھاس کو نہیں چھیڑا میں نے اس سے سمجھا کہ وہ کانا تھا۔ ربیعہ نے کہا کہ زمین پر میں نے اس کے پاؤں کے ایک نشان کو پورا مکمل نشان پایا اور دوسرا نشان خراب اس سے میں سمجھا کہ وہ اپنے ٹیڑھے پن کی وجہ سے ایک پاؤں زمین پر سخت ڈالتا ہے اور اس کو رگڑتا ہُوا اُٹھانے کی وجہ سے خراب کر دیتا ہے۔ اور ایاد نے کہا کہ میں نے اسکی مینگنیوں کو مجتمع اور اکٹھی دیکھا اس سے میں سمجھا کہ اس کی دُم کٹی ہوئی ہے اور اگر وہ دُم والا ہوتا، تو اس کے دُم ہلانے سے مینگنیاں متفرق ہو جاتیں اور انمار نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ زمین کا ایسا حصہ جہاں گھاس خوب گنجان ہے وہاں سے کچھ کھائی گئی۔ پھر دوسری ایسی جگہ کی گھاس کھائی گئی جو اس سے خراب اور بدتر جگہ ہے جہاں کم گھاس ہے میں اس سے سمجھا کہ وہ بدکا ہُوا ہے۔ (ورنہ اچھی جگہ سے کھاتا رہتا) افعی نے ان لوگوں کا بیان سُنکر بڈھے سے کہا کہ ان لوگوں سے تیرے اُونٹ کا تعلق نہیں ہے کہیں اور جا کر تلاش کر۔ پھر اُن سے پوچھا کہ تم کون ہو تو اُن لوگوں نے اپنا پورا قصہ بیان کیا اس نے ان کو مرحبا کہا پھر بولا کہ باوجود اس قدر فہم و ذکاء کے جس کو میں دیکھ چکا ہوں پھر بھی تم کو میرے فیصلے کی کیسے احتیاج ہوئی؟ پھر اُن کے لئے کھانا اور شراب منگائی گئی جب وہ طعام و شراب سے فارغ ہوئے تو مضر نے کہا کہ آج تک میں نے ایسی عمدہ شراب نہیں دیکھی اچھا ہوتا کہ یہ قبر پر لگے ہوئے انگور کی نہ ہوتی اور ربیعہ نے کہا کہ میں نے آج تک ایسا اعلیٰ گوشت نہیں دیکھا کاش کہ وہ جس بکری کا ہے وہ کُتیا کے دُودھ

سے نہ پرورش کی جاتی اور ایاد نے کہا کہ میں نے آج تک ایسا صاحب مروت و شرافت نہیں دیکھا کاش وہ اسی باپ کا بیٹا ہوتا جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور انمار نے کہا میں نے آجتک ایسی روٹی نہیں دیکھی کیا اچھا ہوتا کہ اس کو حائضہ عورت نہ گوندھتی اور افعیٰ نے ایک شخص کو اُن پر متعین کر دیا تھا جو ان کی باتوں پر کان لگائے رکھے اس شخص نے ان کی پوری گفتگو اس کو سُنا دی بادشاہ نے اسکے بعد ناظم شراب خانہ کو طلب کر کے اس سے پُوچھا کہ جو شراب تم نے اب مہیّا کی تھی وُہ کس طرح حاصل کی گئی ہے اُس نے کہا کہ یہ اس انگور سے بنائی گئی ہے جو آپ کے والد صاحب کی قبر پر لگا ہُوا ہے۔ ہمارے پاس اسوقت اس سے زیادہ نفیس شراب موجود نہ تھی۔ اور بادشاہ نے بکری کے بارے میں چرواہے سے تحقیق کی تو اس نے اقرار کیا کہ ہم اُس کو کتیا کا دُودھ پلایا کرتے تھے اور بکریوں میں اس سے فربہ اور کوئی بکری نہ تھی اس لئے اسی کو ذبح کیا گیا۔ پھر اپنے محل میں جا کر بادشاہ نے اس کنیز سے سوال کیا جس نے آٹا گوندھا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ حائضہ ہے۔ پھر اپنی ماں کے پاس پہنچا اور اپنے باپ کے بارے میں اس سے تفتیش کی تو اس نے بتا دیا کہ وہ ایسے بادشاہ کے ماتحت تھی جس کے اولاد نہیں ہوتی تھی اس لئے مجھے اس بات سے بڑی گرانی تھی کہ اس کے بعد حکومت کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ تو میں نے اپنے نفس پر ایک ایسے شخص کو قدرت دیدی جو ہمارے یہاں مہمان ہوا تھا اس نے جماع کیا جس سے اس سلطنت کا وارث پیدا ہُوا اس تحقیق کے بعد بادشاہ ان کی ذکاوت پر حیران ہو گیا۔ اور پھر اُن کے پیچھے اس شخص کو لگایا جس نے ان کی باتیں سُنی تھیں کہ اُن سے جو کچھ انہوں نے کہا تھا اس کی وجہ دریافت کرے چنانچہ اس شخص نے مل کر ان سے گفتگو کی تو مضر نے کہا کہ یہ شراب اس انگور سے بنائی گئی جو قبر پر لگا ہُوا ہے مجھے ایسے معلوم ہوئی کہ شراب کا خاصہ ہے کہ جب پی جاتی ہے تو (سرور لاتی ہے) اور غم زائل ہو جاتا ہے۔ اور اس کا اثر میں نے اس کے خلاف پایا جب اس کو پیا تو دل پر غم کا غلبہ ہو گیا۔ ربیعہ نے کہا کہ یہ بات کہ یہ گوشت ایسی بکری کا ہے جو کُتیا کے دُودھ سے پالی گئی ہے مجھ کو اس وجہ سے معلوم ہوئی کہ بھیڑ بکری اور دوسرے اقسام حیوانات کا گوشت نیچے اور چربی اُوپر ہوتی ہے بجز کُتے کے کہ اس کا گوشت اُوپر اور چربی نیچے ہوتی ہے تو میں نے اس میں کُتے کی یہ خاصیت دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ ایسی بکری کا گوشت ہے جس کو کُتیا کا دُودھ پلایا گیا ہے

اور اس سے گوشت نے یہ خاصیت حاصل کی اور ایاد نے کہا کہ یہ بات کہ بادشاہ اپنے اس باپ کا بیٹا نہیں ہے جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے میں نے اس طرح معلوم کی کہ اس نے ہمارے لئے کھانا تیار کرایا مگر خود ہمارے ساتھ نہیں کھایا میں اس سے سمجھا کہ یہ اس کی طبعی حالت اس کے باپ جیسی نہیں ہے کیونکہ وہ ایسا نہیں کیا کرتا تھا اور انمار نے کہا کہ یہ بات کہ روٹی حائضہ کے گوندھے ہوئے آٹے کی ہے میں ایسے سمجھا کہ روٹی کو انگلیوں سے توڑنے سے اسکے باریک ریزے ہو جاتے ہیں مگر اس کے نہیں ہوتے تھے میں اس سے سمجھا کہ اس کو حائضہ نے گوندھا تھا (اس لئے چمڑیلی ہو گئی) اس شخص نے افعی کو اس تمام گفتگو سے مطلع کیا اُس نے کہا یہ لوگ تو شیاطین ہیں (ان کو جلد رخصت کرنا چاہئے) پھر اُن کے پاس آیا اور اُن سے کہا کہ اپنی رُوداد سُناؤ تو انہوں نے جو کچھ ان کے باپ نے وصیت کی تھی بیان کی اور جو کچھ باہم اختلاف واقع ہُوا وہ بھی بیان کیا تو اس نے فیصلہ کیا کہ جو مال سُرخ خیمہ کے مشابہ ہے وہ وہ مضر کا ہے تو اس کے حصہ میں دینار اور سُرخ رنگ کے اُونٹ آئے اسی لئے مضر کو مضر الحمرا کہا گیا ہے۔ پھر کہا اور جو اموال سیاہ قبہ کے مشابہ ہیں خواہ چوپائے ہوں یا اور کچھ وہ ربیعہ کا حصہ ہے تو اس کو سیاہ رنگ کے گھوڑے دیئے گئے اسی لئے اس کو ربیعۃ الفرس کہا گیا اور جو مال اس خادمہ کے مشابہ ہو جس کے رنگ میں سفیدی اور سیاہی ہے وہ ایاد کا ہے تو اس کے حصہ میں ابلق گھوڑے اور گائے بیل آئے۔ اور انمار کے حق میں درہموں اور زمین کو تجویز کیا اس کے بعد یہ لوگ واپس آ گئے۔

(۲۰۵) (مقولہ مؤلف) جاننا چاہئے کہ عرب بطور ضرب المثل صاحب فی کاوت کے لئے دہار کا استعمال کرتے ہیں (دہا کے معنے جودت رائے اور حذق کے ہیں) کہتے ہیں ادھیٰ من قیس بن زھیر یعنی قیس بن زہیر سے زیادہ بڑی سمجھ رکھتا ہے۔ یہ قیس بن زہیر بنی عبس کا سردار تھا اور نہایت ذکی مانا جاتا تھا اس کا مقولہ ہے کہ چار ایسے ہیں جو جلد اُبل پڑتے ہیں۔ غلام مملوک جب خود مالک بن جائے اور کمینہ جب پیٹ بھرا ہُوا بنجائے۔ اور باندی جب وارث بن جائے۔ اور بدشکل عورت جب اس کا نکاح ہو جائے۔

(۲۰۶) شعبی سے مروی ہے کہ عمرو بن معدیکرب ایک دن (مسلح اور سوار ہو کر) ایک قبیلہ

میں پہنچے (جس سے عداوت تھی)، تو انہوں نے دیکھا کہ ایک گھوڑا بندھا ہُوا ہے اور نیزہ زمین میں گڑا ہُوا ہے اور اس کا مالک ایک گڑھے میں قضاحاجت میں مشغول ہے اُنہوں نے اُس کو للکارا کہ، اپنے ہتھیار سنبھال میں تجھے قتل کرونگا۔ اس نے پوچھا کہ تو کون ہے انہوں نے جواب دیا کہ میں عمرو بن معدیکرب ہوں اُس نے کہا اے ابو ثور تو میرے ساتھ انصاف نہیں کر رہا ہے (یہ کہاں کی بہادری ہے) کہ تو گھوڑے کی پُشت پر سوار ہے اور میں کنویں کے اندر ہوں (مردانگی یہ ہے کہ) تو مجھ سے یہ عہد کرے کہ مجھے تو اس وقت تک قتل نہیں کریگا جب تک میں اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار نہ ہو جاؤں اور اپنے ہتھیار نہ سنبھال لوں۔ عمرو بن معدیکرب کہتے ہیں کہ میں نے اس کو یہ قول دیدیا کہ میں اس کو اس وقت تک قتل نہیں کروں گا جبتک گھوڑے پر سوار نہ ہو جائے اور اپنے ہتھیار نہ سنبھال لے تو وہ اسجگہ سے نکلا جس میں قضائے حاجت کے لئے بیٹھا تھا اور اپنی تلوار کو نیام میں کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ کیا بات ہے اُس نے کہا کہ نہ میں گھوڑے پر سوار ہونگا۔ اور نہ تجھ سے قتال کرونگا۔ اگر تُو عہد توڑنا چاہتا ہے تو تُو جان (اور تمام عمر عہد شکنی کے داغ کو منہ پر لگائے پھرنا) اس کے بعد مجھے اس شخص کو چھوڑنا اور واپس آنا پڑا۔ میں نے اس سے بڑا حیلہ باز نہیں دیکھا۔

(۲۰۷) ابو حاتم اصمعی کہتے ہیں کہ ہم سے بنی عنبر کے ایک شیخ نے بیان کیا کہ بنو شیبان نے بنی العنبر کے ایک شخص کو قید کر لیا۔ اس نے اُن سے کہا کہ میں اپنے خاندان والوں کے پاس قاصد بھیجنا چاہتا ہوں تاکہ وُہ میرا فدیہ ادا کر دیں ——— انہوں نے کہا بشرطیکہ قاصد سے جو گفتگو کرنا ہو وہ ہمارے سامنے کرو۔ پھر وہ قاصد کو لے آئے۔ اس نے قاصد سے کہا کہ میری قوم سے جا کر کہنا کہ ان الشجر قد اورق یعنی درختوں پر پتے آ گئے۔ وان النساء قد اشتکت یعنی اور عورتیں بیمار ہو گئیں (یہ وہ ترجمہ ہے جو سننے والے ظاہر معنے کے اعتبار سے سمجھیں گے) پھر اس قاصد سے پوچھا کہ تو سمجھتا ہے اس نے کہا ہاں سمجھتا ہوں۔ اس نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے پُوچھا کہ یہ کیا ہے۔ تو اُس نے جواب دیا کہ یہ رات ہے۔ کہنے لگا مجھے اطمینان ہو گیا کہ تُو سمجھتا ہے (دل کی بات یہ تھی کہ اب یہ اطمینان ہو گیا کہ بے وقوف ہے جو کلمات میں کہوں گا وہ میرے مقصد پر مطلع ہوئے بغیر ضرور پہنچا دے گا) اب تُو روانہ ہو جا اور میرے متعلقین

سے یہ کہدو کہ "میرے بھورے اونٹ کی پشت سے بوجھ اتار لو۔ (تبادر معنے یہ ہیں کہ اسکو فروخت کرکے میرے فدیہ کی رقم کا انتظام کرو) اور میری سُرخ رنگ اونٹنی پر سوار ہو جاؤ اور حارثہ سے میرے معاملہ میں پوچھو" قاصد یہ پیغام لیکر قوم کے پاس پہنچ گیا۔ قوم نے حارثہ کو بلا لیا (یہ وہاں کا ایک ذہین شخص تھا) اسکے سامنے قاصد نے پوری بات بیان کردی حارثہ نے قوم سے تنہائی میں بیان کیا کہ "ان الشجر قد اورق" سے اس کی مراد یہ ہے کہ قوم (بنو شیبان) مسلح ہو چکی ہے (جب کہ کوئی شخص مسلح ہو جائے تو کہا جاتا ہے اورق الرجل) اور اس کا یہ کہنا کہ ان النساء قد اشتکت کا (یہاں اشتکت کے معنے بیمار ہو گئیں کے نہیں ہیں بلکہ) یہ مطلب ہے کہ انہوں نے جنگ کے لئے شکا فراہم کر لئے ہیں (شکا پانی کے چھوٹے مشکیزے کو کہتے ہیں) اور اس کے اس اشارے سے کہ یہ رات ہے یہ مراد ہے کہ یہ تم پر رات کی طرح یا رات کو چھا جائیں گے اور اس کا یہ کہنا کہ عروا جملی اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سب صمان سے کوچ کر جاؤ (صمان اس گاؤں کا نام ہے) اور اس کا یہ کہنا کہ ارکبوا ناقتی الحمراء اس سے اسکی مراد یہ ہے کہ تم جلد میدان کی طرف نکل جاؤ (جہاں کی سُرخ گھاس ہے) جب یہ مطلب انہوں نے سمجھ لیا تو سب اپنے مکانوں سے نکل گئے پھر جب قوم نے حملہ کیا اور لوگ وہاں پہنچے تو وہاں انکو ایک بھی نہ ملا۔

(۲۰۸) مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ مجھے ابن الاعرابی سے یہ حکایت پہنچی کہ قبیلہ طے نے عرب کے ایک جوان کو قید کر لیا تھا تو اس کے باپ اور چچا پہنچے تاکہ فدیہ دیکر اُسے لیجائیں تو ان لوگوں نے ان دونوں سے رقم فدیہ بڑھانے کے لئے جھگڑنا شروع کر دیا وہ اُن کو جو رقم دینا چاہتے تھے یہ لوگ اس پر راضی نہ ہوئے تو اس کے باپ نے (بیٹے کے سامنے) اُن سے کہا نہیں وہ قسم ہے اس ذات کی جس نے فرقدین کو (دو ستاروں کے نام جو اکٹھے رہتے ہیں) پیدا کیا جو صبح اور شام جبل طے پر طلوع رہتے ہیں جو کچھ میں دینا چاہتا ہوں اس پر کچھ بھی نہ بڑھاؤنگا" پھر دونوں واپس آگئے اور پھر باپ نے چچا سے کہا کہ میں اپنے بیٹے کے کانوں میں ایسی بات ڈال آیا ہوں کہ اسمیں سمجھ ہے تو نجات کی راہ نکال لے گا۔ اس پر زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ وہ اُن سے آملا اور ایک حصہ اُن کے اُونٹوں کا بھی ہنکا لایا۔ باپ نے اس کو یہ بات سمجھائی تھی کہ سفر میں فرقدین کا خیال رکھنا کہ یہ دونوں ستارے آجکل اس پر طلوع ہو رہے ہیں اور اس سے غائب نہیں ہوتے۔

(۲۰۹) ابن الاعرابی نے ہمیں یہ حکایت سنائی جو اُن کو ان کے مشائخ سے معلوم ہوئی تھی کہ قبیلہ بنی تمیم میں کا ایک شخص تھا جس کے ایک خوبصورت بیٹی تھی اور یہ شخص غیرتمند تھا۔ اس نے اپنے مکان میں ایک کمرہ بنوادیا جو بیٹی اور اس کے شوہر کے لئے خاص کردیا تھا۔ یہ شوہر اس کے خاندان میں کا تھا یعنی اس لڑکی کے چچا کی اولاد میں سے تھا۔ اب یہ حال پیش آیا کہ قبیلہ کنانہ کے ایک نوجوان کا اس کمرہ کی جانب گذر ہوا اس کی نظر اس لڑکی پر اور لڑکی کی نظر اس پر پڑی اور دونوں کے دلوں میں ایکدوسرے کی شدید محبت پیدا ہوگئی اس نوجوان کا اس تک پہنچنا کسی طرح ممکن نہیں تھا تو اُس نے (اظہار محبت اور پیغام کے لئے) یہ صورت نکالی کہ ایک شعر بنایا اور قبیلہ کے ایک بچے کو سکھایا اور اس کو یہ سمجھایا کہ کھیلنے کے حیلہ سے تو اس گھر میں چلا جا اور اس شعر کو اس طرح پڑھتے رہنا کہ نہ سر کو اوپر اٹھانا اور نہ کسی سے مخاطب ہوکر پڑھنا اور نہ کسی کی طرف اشارہ کرنا۔ تو لڑکے کو جس طرح سمجھایا تھا اُس نے اسی طرح کیا۔ اور اس لڑکی کا شوہر ایک دو دن کے بعد ایک سفر کا عزم کئے ہوئے تھا لڑکے نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا:

لحی اللّٰہُ من یلجیٰ علی الحب اھلہٗ — ومن یمنعُ النفسَ اللجُوجَ ھَواھا

(ترجمہ) خدا برا کرے اس شخص کا جو محبت پر اہل محبت کو برا کہتا ہے اور کون شخص ہے جو نفس حریص کو اس کی خواہش سے روک سکے)

لڑکی نے جب یہ شعر سنا تو سمجھ گئی اور یہ شعر کہا:

الا انّما بینَ التفرُّقِ لیلۃٌ — وتُعطیٰ نفوسُ العاشقینَ مُناھا

(ترجمہ) خبردار رہ! جدائی کی صرف ایک رات باقی ہے (کیونکہ شوہر سفر میں جانیوالا ہے) اور عاشقوں کے نفوس کو اُن کی تمنّائیں دی جائیں گی۔

ماں نے سُنا تو وہ سب کچھ سمجھ گئی اور اُس نے یہ شعر کہا:

الا انما تعنون ناقۃ رحلکم — فمن کانَ ذا نوق لدیہ رعاھا

(ترجمہ) ارے تم نے کوچ کرنے کے لئے ناقہ کی نیت کر رکھی ہے لیکن جو ناقہ کا مالک ہے وہ اس کے پاس ہی اس کی نگہداشت کرتا ہے۔

باپ نے بھی سُنا اور سب کچھ سمجھ گیا۔ اُس نے یہ شعر کہا:

فاناسنزعاها و نوثق قیدھا ونطرد عنہا الوحش حین اتاھا

(ترجمہ) ہم اس کو چرائیں گے اور اس کی نگہداشت کڑی کر دیں گے اور جو وحشی اس کے قریب آئے گا اس کو بھگا دیں گے۔

شوہر نے بھی یہ اشعار سُن لئے اور سب واقعہ سمجھ گیا تو اُس نے یہ شعر کہا:۔

سمعتُ الذی قلتمُ فہا انا مُطلِقٌ فتاتیکم مھجورۃً لبلاھا!

(ترجمہ) جو کچھ تم سب نے کہا وہ میں نے سُن لیا میں اس کو آزاد کئے دیتا ہوں تاکہ وہ عورت چھوڑی ہوئی بنکر اپنے ابتلاء کے باعث تمہارے پاس آسکے۔

چنانچہ شوہر نے طلاق دیدی اور اس نوجوان نے اس کے پاس اپنا رشتہ بھیجدیا۔ اور مہر پر راضی کر لیا پھر اس سے نکاح ہوگیا۔

(۲۱۰) عتبی نے ہم سے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ جب ہم بصرہ میں تھے تو شدید گرمی پڑی اور ہوا بند تھی۔ تو ایک اعرابی سے کہا گیا کہ تمہاری ہواؤں کو کیا ہوا تو اس نے کہا رُک گئی گویا کچھ لوگوں کی باتیں کان لگا کر سُن رہی ہے۔

(۲۱۱) ہم سے ربیع نے بیان کیا کہ امام شافعی فرماتے تھے کہ ایک دیہاتی شخص نے ایک قوم کے سامنے کھڑے ہوکر اپنی حاجت کا اظہار کیا اور کہا خدا تم پر رحم کرے میں مسافر ہوں اور سفر کی صعوبت میں گرفتار ہوں اللہ اس شخص پر رحمت کرے جس کو وسعت دی گئی اور اس نے کسی حاجتمند کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کو ایک آدمی نے ایک درہم دیا تو اُس نے اُس سے کہا خدا تجھے اجر عطا کرے بغیر اس کے کہ (پہلے) تجھے کسی تکلیف میں ڈالے۔

(۲۱۲) ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ ایک عربی دیہاتی نے اپنے بھائی سے کہا کہ کیا تو دودھ کی چھاچھ بغیر کھنکارے ہوئے پی سکتا ہے؟ اُس نے کہا ہاں۔ دونوں نے اس شرط پر ایک رقم طے کر لی جب اس نے پیا تو گلے میں تکلیف ہوئی تو اُس نے (کھنکھارنے کی ترکیب نکالی اور) کہا کبشٌ املح ونبتٌ اقبح وانا فیہ اسبح (ان کلمات سے معنے مقصود نہیں، معنے یہ ہیں مینڈھا چست کبر ہے اور گھاس خراب ہے اور میں اس میں نرمی اختیار کر رہا ہوں۔ مقصود کھنکھار کا بدل ح کو بنانا ہے) بھائی نے کہا تو کھنکھار رہا ہے تو اُس نے کہا من تنحنح فلا افلح (جو

کھنکھارے گا وہ نفع میں نہ رہیگا۔ ایسے الفاظ سے جواب دیا کہ پھر کھنکھار پیدا ہو گئی)

(۲۱۴۳) ابراہیم بن المنذر الحزامی نے یہ قصہ سنایا کہ ایک دیہاتی صحرائی عرب کے باشندوں میں سے ایک شہری کے یہاں آیا اُس نے اس کو اپنے یہاں بطورِ مہمان ٹھہرایا۔ اس کے پاس بہت مرغیاں تھیں اور اسکے گھر والوں میں ایک بیوی اور اس سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ یہ شہری میزبان بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی سے کہا آج ناشتہ کے لئے مرغی بھون کر لے آنا۔ جب ناشتہ تیار ہو کر آگیا تو میں اور میری بیوی اور دونوں بیٹے اور دونوں بیٹیاں اور وہ اعرابی سب ایک خوان پر بیٹھ گئے ہم نے وہ بُھنی ہوئی مرغی اس کے سامنے کر دی اور کہا آپ ہمارے درمیان اسے تقسیم کر دیجئے ہم نے اُس سے ہنسنے اور مذاق کرنے کے لئے ایسا کیا تھا۔ اُس نے کہا تقسیم کرنیکا کوئی احسن طریق تو میں نہیں جانتا۔ لیکن اگر تم میری تقسیم پر راضی ہو تو میں سب پر تقسیم کرنیکو طیار ہوں ہم نے کہا ہم سب راضی ہیں۔ اب اس نے مرغی کا سر پکڑ کر کاٹا اور وہ مجھے دیا اور کہا رأس (یعنی سر) رئیس کیلئے پھر دونوں بازو کاٹے اور کہا دونوں بازو دونوں بیٹوں کے۔ پھر دونوں پنڈلیاں کاٹیں اور کہا ساقین دونوں بیٹیوں کی پھر پیچھے سے دُم کا حصہ کاٹا اور بولا کہ عجز (یعنی چوتڑ والا حصہ) عجوز (بڑھیا) کے لئے۔ پھر کہا زور (یعنی دھڑ کا پورا حصہ) زائر (مہمان) کا۔ اس طرح پوری مرغی پر قبضہ کیا۔ جب اگلا دن آیا تو میں نے بیوی سے کہا کہ آج پانچ مرغیں بھون لینا۔ پھر جب صبح کا ناشتہ لایا گیا تو ہم نے کہا تقسیم کیجئے تو کہنے لگا میرا خیال یہ ہے کہ آپ صاحبان کو میری شام کی تقسیم قابلِ اعتراض ہوئی ہم نے کہا نہیں ایسا نہیں ہُوا آپ تقسیم کیجئے کہنے لگا جفت کا حساب رکھوں یا طاق کا؟ ہم نے کہا طاق کا۔ تو کہا بہتر! تو یہ ہو گا، تو اور تیری بیوی اور ایک مرغی، پورے تین ہو گئے (یہ کہکر) ایک مرغی ہماری طرف پھینکدی۔ پھر کہا اور تیرے دو بیٹے اور ایک مرغی پورے تین ہو گئے (یہ کہکر) دوسری مرغی ان کی طرف پھینکدی۔ پھر کہا اور تیری دو بیٹیاں اور ایک مرغی پورے تین ہو گئے (یہ کہکر) تیسری مرغی ان کی طرف پھینکدی۔ پھر کہا میں اور دو مرغیاں پورے تین ہو گئے اور خود دو مرغیاں لیکر بیٹھ گیا۔ پھر ہمیں یہ دیکھ کر کہ ہم اس کی دو مرغیوں کو دیکھ رہے ہیں بولا کہ تم لوگ کیا دیکھ رہے ہو؟ شاید تمہیں میری طاق والی تقسیم پسند نہیں آئی وہ تو اسی طرح صحیح آسکتی ہے۔ ہم نے کہا اچھا تو جفت کے حساب سے تقسیم کیجئے۔ یہ سُنکر پھر سب مرغیوں کو اکٹھا کرکے

اپنے سامنے رکھ لیا اور بولے تُو اور تیرے دونوں بیٹے اور ایک مرغی چار ہوگئے (یہ کہکر میری طرف ایک مرغی پھینکدی۔ اور بڑھیا اور اس کی دونوں بیٹیاں اور ایک مرغی ان کی طرف پھینکدی۔ اور میں اور تین مرغیاں ملکر چار ہوگئے (یہ کہہ کر) تین مرغیاں اپنے آگے رکھ لیں پھر آپ نے اپنا منہ آسمان کی طرف اُٹھا کر کہا اے اللہ تیرا بڑا احسان ہے تُو نے ہی مجھے اس تقسیم کی سمجھ عطا فرمائی۔

(۲۱۴) ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ ایک اعرابی سے سوال کیا گیا تم نے کس حال میں صبح گذاری تو اس نے کہا کہ اس حال میں کہ ہر شئے کو اپنے سے بھاگتا ہوا اور نحوست کو اپنی طرف آتا ہُوا دیکھتا ہوں۔

(۲۱۵) مہدی بن سابق نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک اعرابی ایک شخص سے ملنے کے لئے آیا اس شخص کے سامنے ایک طباق میں انجیر رکھے ہوئے تھے اُس نے اس اعرابی کو دیکھ کر انکو ایک چادر سے ڈھانپ دیا اعرابی نے بھی دیکھ لیا تھا وہ سامنے بیٹھ گیا۔ اس شخص نے اعرابی سے کہا کہ قرآن کی کچھ آیات عمدگی سے سناؤ گے؟ اس نے کہا ہاں سُنا سکتا ہوں۔ اس نے کہا تو سنایئے۔ اس نے پڑھنا شروع کیا وَالزَّیْتُوْنِ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ وہ شخص بولا کہ تین کہا گیا۔ (یعنی وَالتِّیْنِ کیوں نہیں پڑھا) اس نے جوابدیا کہ (اسکی ضرورت نہ تھی کیونکہ) تین تو چادر کے نیچے (موجود ہی) ہے۔ (تین انجیر کو کہتے ہیں)

(۲۱۶) عیسٰے بن عمر نے بیان کیا کہ ایک اعرابی کو بحرین کا والی (گورنر) بنادیا گیا۔ اُس نے وہاں کے سب یہودیوں کو جمع کر لیا اور کہا تم عیسٰی بن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے ان کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا۔ یہ سنکر اس نے کہا پھر تو یہ ضروری بات ہے کہ تم نے اسکی دیت (خون بہا) ادا کی ہوگی؟ ان لوگوں نے جواب دیا "نہیں" اعرابی نے کہا تو واللہ تم یہاں سے جا نہیں سکتے جبتک اس کی دیت نہ دیدو گے۔ تو جب تک ان سے دیت نہ وصول کر لی جانے نہ دیا۔

(۲۱۷) ابن قتیبہ نے بیان کیا کہ ابوالعاج جوالیِ بصرہ کا عامل (گورنر) تھا۔ اس کے سامنے عیسائی شخص لایا گیا ابوالعاج نے اس سے نام پوچھا تو اس نے اپنا نام بندار شہر بندار بتایا عامل نے کہا کہ پھر تو تم تین ہو اور ایک جزیہ دیتے ہو۔ نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس

سے تین جزیے وصول کئے۔

(۲۱۸) انہی سے مروی ہے کہ اس کو تبالہ کا حاکم بنایا گیا تو یہ منبر پر چڑھا اور بغیر خدا کی حمد و ثنا کہے یہ کہنا شروع کیا کہ امیر المؤمنین نے تمہارے اس شہر پر مجھے حاکم بنا کر بھیجا ہے اور خدا کی قسم میں نہیں پہچانوں گا کہ یہ موقع حق کا ہے یا نہیں۔ یہ میرا کوڑا ہے۔ میرے پاس ظالم آئے یا مظلوم، میں تو دونوں ہی کو اُدھیڑ ڈالونگا۔ تو لوگ حقوق کے سلسلہ میں آپس میں ہی لین دین کر کے جھگڑے نبٹا لیا کرتے تھے مگر کوئی مقدمہ اس کے پاس نہیں لاتے تھے۔

(۲۱۹) منقول ہے کہ ایک اعرابی نے عمرو بن عبید سے آ کر کہا کہ میری اونٹنی چوری ہو گئی آپ اللہ سے دعا کر دیجئے کہ وہ اسکو مجھے پھر دلوا دے انہوں نے دُعا کی کہ "اے اللہ اس فقیر کی اونٹنی چوری ہو گئی اور آپ نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا کہ وہ چوری جائے اے اللہ اسکو اس کے پاس واپس بھیجدیجئے" اعرابی نے کہا اے شیخ! بس اب میری ناقہ گئی۔ اب میں اس سے ناامید ہو چکا شیخ نے کہا کیوں؟ اس نے کہا اس لئے کہ جب اللہ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ چوری نہ جائے پھر بھی چوری ہو گئی تو مجھے یقین نہیں ہوتا کہ اب وہ میری اونٹنی کو واپس کرنے کا ارادہ کریگا۔ اب وہ واپس نہ آئے گی اور یہ کہہ ان کے پاس سے چلدیا۔

(۲۲۰) حاجب بن زرارہ نے بارگاہ کسریٰ میں حاضری کی اجازت چاہی تو حاجب نے پوچھا کہ آپ کون ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں عرب قوم کا ایک (معمولی) شخص ہوں تو اجازت مل گئی۔ جب کسریٰ کے سامنے جا کر کھڑے ہوئے تو کسریٰ نے پوچھا کہ تو کون ہے تو انہوں نے کہا میں ایک عرب سردار ہوں۔ کسریٰ نے کہا کیا تو نے ہی حاجب سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں ایک (معمولی) شخص قوم عرب کا ہوں۔ اُس نے کہا بیشک میں نے کہا تھا لیکن میں اس وقت بادشاہ کے دروازہ پر کھڑا تھا اس حال میں ان ہی کی طرح عام آدمی تھا۔ لیکن جب بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا تو سردار بن گیا کسریٰ نے کہا "زہ" (یہ ایک فارسی کلمہ ہے جس کے معنے ہیں "خوب" کسریٰ جب کسی سے خوش ہو کر "زہ" کہتا تھا۔ تو اس کو انعام دیا جاتا تھا) اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا جائے۔

(۲۲۱) جاحظ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک اعرابی سے کہا کہ کیا تم اسرائیل کو ہمز کرتے

ہوا ہمز کے معنے اصطلاحاً تو ہمزہ کے اظہار کے ہیں مگر لغت میں اسکے معنے سختی کیساتھ گرانے یا جھٹکا دینے کے ہیں۔ اور اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام ہے) اعرابی نے کہا اگر میں ایسا کرونگا تو بہت بُرا آدمی ہونگا۔ پھر اُس نے پوچھا کہ تم فلسطین کو جر دیتے ہو (جر کے اصطلاحی معنے زیر کے ہیں اور لغوی معنے ہیں کھینچنا) اعرابی نے کہا پھر تو میں بڑا طاقتور ہوں گا۔

(۲۲۲) جاحظ سے یہ بھی منقول ہے کہ ابوصاعد شاعر نے غنوی کو ایک رقعہ لکھا جس میں یہ اشعار تحریر کئے۔

رأیتُ فی النوم انی مالکٌ فرساً ولی نصیفٌ وفی کفی دنانیر،

(ترجمہ) میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک گھوڑے کا مالک ہوں۔ اور میرے پاس ایک شال ہے اور میرے ہاتھ میں بہت سے دینار ہیں۔

فقال قوم لھم علمٌ ومعرفۃٌ رأیتَ خیراً وللاحلام تفسیر،

تو اصحاب علم و معرفت نے کہا تیرا خواب بہت اچھا ہے اور خوابوں کی تعبیر ہوتی ہے۔

اقصُص مَنامکَ فی دار الامیر تجد تحقیقَ ذالکَ وللفال التبا شیر،

(ترجمہ) تو اپنا خواب امیر کی بارگاہ میں بیان کر تو اس کی حقیقت تجھ کو مل جائے گی اور (یہ خواب اچھی فال ہے) اور فال سے اچھی بشارتیں وابستہ ہوتی ہیں۔

غنوی نے یہ رقعہ پڑھ کر اس کی پشت پر تحریر کر دیا۔ اَضغاثُ اَحلامٍ وَمَا نَحنُ بِتَاوِیلِ الاَحلامِ بِعٰلِمِینَ ہ (یہ قرآن مجید کی آیت ہے جسکا ترجمہ یہ ہے۔ یہ پریشان خیالات ہیں اور ہم لوگ خوابوں کی تعبیر کا علم بھی نہیں رکھتے)

(۲۲۳) ایک شخص نے ابوعثمان مازنی کو اپنا ایک شعر سُنایا اور پوچھا کہ آپ کے نزدیک یہ کیسا ہے۔ مازنی نے کہا میں یہ سمجھتا ہوں کہ تو نے ایک عمل کیا ہے (عمل اصطلاح اطبا میں پیٹ سے مواد خبیثہ کو حقنہ وغیرہ کے ذریعہ سے نکالنے کی تدابیر کو کہتے ہیں) اپنے پیٹ سے اس کو نکالنے کے لئے اگر تُو اسے چھوڑ دیتا تو مرض شک میں مبتلا ہو جاتا۔

(۲۲۴) منقول ہے کہ ایک اعرابی کشتی میں سوار ہُوا۔ پھر اس کو پاخانے کی ضرورت ہوئی تو چلانے لگا۔ نماز۔ نماز۔ تو لوگوں نے کشتی کو کنارے کے قریب کر دیا۔ تو نکلا اور قضائے حاجت کی۔

پھر واپس آکر کہنے لگے (اپنی کشتی لے جاؤ۔ تم پر بھی اس کے بعد یہ وقت آئے گا۔

(۲۲۵) ایک اعرابی نے چند لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر ان کے نام پوچھے اُن میں سے ایک نے کہا کہ میرا نام وثیق ہے (وثیق کے معنی ہیں باندھنے والا) دوسرے نے اپنا نام منیع بتایا (منیع کے معنی ہیں روکنے والا) تیسرے نے اپنا نام ثابت بتایا۔ چوتھے نے کہا میرا نام شدید ہے۔ اعرابی سنکر کہنے لگا کہ میں سمجھ گیا۔ تالے تمہارے ہی ناموں سے بنائے جاتے ہیں۔

(۲۲۶) ہشام بن عبدالملک نے ایک دن اپنے مصاحبوں سے کہا کون شخص ہے جو مجھے ایسی گالی دے جس میں فحش لفظ نہ ہوں اس کے انعام میں یہ منقش چادر اس کو دی جائے گی۔ وہاں ایک اعرابی موجود تھا۔ اس نے کہا "اسے ڈال دے او بھینگے" ہشام نے (اس کو دیتے ہوئے) کہا "لے اسے تجھے خدا سمجھے"

(۲۲۷) ابوالعیناء صاعد کے دروازے پر آکر کھڑے ہوئے تو انکو اطلاع دی گئی کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں تو واپس ہو گئے کچھ دیر کے بعد دوبارہ آئے پھر یہی کہا گیا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ ابوالعیناء نے کہا ہر نئی چیز میں لذت ہوتی ہے (یعنی نئے نمازی معلوم ہوتے ہیں)۔

(۲۲۸) حسن سے پوچھا گیا کہ ایام بیض (ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں تاریخ) کے روزے مستحب ہونے کی کیا وجہ ہے انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا تو ایک اعرابی جو اُن کے حلقہ میں بیٹھا تھا بولا "لیکن میں جانتا ہوں" آپ نے پوچھا کہ کیا وجہ جانتے ہو۔ اُس نے کہا کہ چاند گرہن ہمیشہ ان ہی میں سے کسی تاریخ میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ آسمان پر جب کوئی امر حادث ہو تو اسی زمانہ میں زمین میں اس کی خاص عبادت کی جائے۔

ایک اعرابی سلیمان بن عبدالملک کے دسترخوان پر شریک طعام ہوا تو اس نے اپنے ہاتھ آگے بڑھانا شروع کر دیئے۔ اس سے حاجب نے کہا کہ اپنے آگے سے کھاؤ۔ اُس نے کہا دوسروں پر عیب لگانے والا خود اس میں مبتلا ہوتا ہے۔ یہ بات سلیمان کو ناگوار گذری۔ فرمایا کہ آئندہ اس شخص کو یہاں نہ آنے دیا جائے۔

(۲۲۹) ایک دوسرے اعرابی کو بھی سلیمان کے دسترخوان پر شرکت طعام کا موقع ملا اُس نے بھی آگے ہاتھ بڑھائے تو حاجب نے اس سے کہا کہ اپنے قریب سے کھاؤ۔ اس نے کہا جو سبزہ زار میں داخل

کر دیا گیا اس کو اختیار بھی دیدیا گیا سلیمان کو اسکا جواب پسند آیا اور اس کی حاجتیں پوری کردیں

(۲۳۰) ابن المدبر سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ شکار کے تعاقب میں ہارون الرشید اور عیسٰی جعفر بن منصور کا بیٹا اور فضل بن ربیع وزیر اپنے خدام کی جماعت میں داخل ہو گئے۔ ان کی ایک فصیح زبان اعرابی سے ملاقات ہوئی۔ عیسٰی اس سے لپٹ پڑا اس حد تک کہ اس کو یا ابن الزانیہ کہدیا یعنی اے زناکار عورت کے بیٹے۔ اس نے کہا کہ تو نے کس قدر گندہ کلام کیا تجھکو معافی مانگنا چاہیئے ورنہ اس کا مالی معاوضہ دینا چاہیئے۔ تجھے اس بات پر ان دونوں خوبصورت شخصوں کے فیصلہ پر رضامند ہونا چاہیئے جو یہ ہمارے مابین نافذ کریں عیسٰی نے کہا مجھے منظور ہے۔ دونوں نے اعرابی سے کہا کہ اس گالی کے بدلے میں اس سے دو دانگ وصول کرلے۔ اس نے ان سے کہا کیا یہی فیصلہ ہے انھوں نے کہا ہاں۔ اعرابی نے کہا تو یہ لو ایک درہم اور (میں کہتا ہوں کہ) تم سب کی مائیں زناکار ہیں (تم تینوں اس میں سے دو دو دانگ تقسیم کرلینا۔ ایک درہم چھ دانگ کا ہوتا ہے) اور جو میرا تمہارے ذمہ واجب ہے وہ میں تمھیں بخشتا ہوں۔ اس کے بعد یہ سب ہنسی سے بے اختیار ہو گئے اور ان کے تمام دن کا تفریحی مشغلہ اس اعرابی کی باتیں بن گئیں اور اس اعرابی کو ہارون نے اپنے خواص میں شامل کرلیا۔

(۲۳۱) ایک اعرابی نے ایک شخص سے یہ حدیث سُنی جو عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ جس شخص نے حج کی نیت کی اور کسی مجبوری کی وجہ سے وہ حج نہ کرسکا تو اس کو حج کا ثواب دیا جائیگا تو اعرابی نے کہا اس سال کوئی مزدوری اس سے زیادہ سستی اور منفعت بخش نہیں رہی۔

(۲۳۲) ایک اعرابی نے رمضان میں چودھویں رات کا چاند دیکھ کر کہا تو خود تو موٹا ہو گیا اور مجھے دبلا کردیا۔ (اسی کی تجھے سزا ملی ہے کہ) خدا نے مجھے دکھادیا کہ تو سل میں مبتلا ہو گیا۔ (تیرے بدن میں اسی کے داغ ہیں)۔

(۲۳۳) ایک اعرابی نے عامل کو بددعا دی کہ خدا تجھ پر صادات ڈالدے۔ (اس کی مراد صاد والے حروف ہیں) یعنی صفع (تھپیڑ) اور صرف (یعنی صرف الدہر بمعنی گردش ایام) اور صلب (سولی)

(۲۳۴) ایک اعرابی نے دعا کی اے اللہ جس نے مجھ پر صرف ایک مرتبہ ظلم کیا تو اسے جزار

خیر دے اگر دوبارہ نہ کیا) اور جس نے مجھ پر دو مرتبہ ظلم کیا تو مجھے بھی جزا دے اور اسکو بھی دے اور جو تین مرتبہ ظلم کرے تو صرف مجھے ہی جزا دیدے، اُسے نہ دیجئے۔

(۲۳۵) ایک اعرابی نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہاری ہنڈیا کس حد تک پہنچ گئی۔ عورت نے جواب دیا اس کا خطیب خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہو چکا ہے۔ اس سے ہنڈیا کا جوش مراد لے رہی تھی۔

(۲۳۶) ایک مرتبہ خلیفہ مہدی نے ایک عرب بوڑھیا کے سامنے کھڑے ہو کر پوچھا کہ تو کس قبیلہ کی ہے۔ اس نے کہا قبیلہ طے کی یہ سُنکر اُس سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ قبیلہ طے میں حاتم جیسا شخص دوسرا نہیں ہُوا اس نے بلا تامل جواب دیا وہی وجہ ہے جس کی بنا پر دنیا کے بادشاہوں میں تجھ جیسا نہیں ہُوا۔ مہدی کو اس عورت کے ایسے فی البدیہہ جواب سے حیرت ہوئی اسکو انعام عطا کیا گیا۔

(۲۳۷) اصمعی نے بیان کیا کہ ایک اعرابی عورت سے جس سے پہلے سے شناسائی تھی میں نے اس کے بیٹے کا حال پوچھا اس نے کہا انتقال ہو گیا اور خُدا کی قسم اس کے گم ہو جانے سے اللہ نے مجھے مصائب سے مامون کر دیا پھر یہ شعر پڑھا:۔

وكنتُ اخافَ الدهرَ ما كان باقيًا فلمّا تولّى مات خوفي من الدهرِ

(ترجمہ) اور وہ جب تک زندہ تھا میں زمانہ سے ڈرا کرتی تھی۔ اور جب اس نے پیٹھ پھیری زمانہ سے میرا خوف جاتا رہا۔

(۲۳۸) ابن الاعرابی نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سُنا "میں تمہارے سامنے علیؓ اور حمادؒ کا وسیلہ لاتا ہوں تو اس سے کہا کہ تو نے تو دو ساکن جمع کر دیئے (دو ساکن حرفوں کا جمع ہونا کلام کا عیب ہے)۔

باب ۱۶: ایسے حیلوں کا بیان جو اہلِ ذکاوت نے اپنا کام نکالنے کیلئے استعمال کئے!

(۲۳۹) محمد بن سعد سے مروی ہے کہ ہرمزان اہل فارس میں سے تھا جب جلولا کا معاملہ ختم ہوا تو یزدجرد (شہنشاہ فارس) حلوان سے اصفہان کی طرف نکلا پھر اصطخر پہنچا اور ہرمزان کو تستر کی طرف روانہ کیا۔ ہرمزان نے تستر کا انتظام کیا اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا۔ اور ان لوگوں کا ابوموسیٰ نے محاصرہ کر رکھا تھا بالآخر اہل قلعہ اس شرط پر باہر آ گئے کہ ان کے بارے میں حضرت عمرؓ کے سوا کسی اور کو فیصلہ کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اس لئے ابوموسیٰؓ نے ہرمزان اور اس کے ساتھی بارہ

سرداروں کو اسیر کر کے حضرت عمرؓ کی خدمت میں مدینہ روانہ کر دیا۔ ان لوگوں کے دیباکے کپڑے تھے اور سونے کے پٹکے باندھے اور ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ انکو اسی ہیئت کے ساتھ مدینہ لایا گیا تو لوگوں نے انکو دیکھ کر تعجب کرنا شروع کر دیا۔ پھر لوگ ان کو لیکر حضرت عمرؓ کے مکان پر پہنچے تو وہ نہیں ملے۔ پھر آپ کو لوگوں نے تلاش کرنا شروع کیا۔ اس پر ہرمزان نے فارسی میں کہا کہ تمہارا بادشاہ کھویا گیا۔ پھر بتایا گیا کہ حضرت عمر مسجد میں ہیں۔ مسجد میں جا کر دیکھا کہ آپ سر کے نیچے چادر رکھے ہوئے سو رہے ہیں۔ ہرمزان نے پوچھا کہ کیا تمہارے بادشاہ یہ ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہمارے خلیفہ آپ ہی ہیں اس نے پوچھا کہ کیا اُن کا کوئی حاجب اور نگہبان نہیں ہے لوگوں نے کہا ان کا نگہبان اللہ ہے۔ یہاں تک کہ ان کا وقت معین آپہنچے۔ ہرمزان نے کہا مبارک بادشاہ ہیں (حضرت عمرؓ بیدار ہو چکے تھے آپ نے ان کو دیکھ کر) کہا حمد و ستائش صرف اللہ کیلئے ہے جس نے اس کو اور اس کے متبعین کو اسلام کے مقابلہ پر ذلیل کیا۔ پھر آپ نے ان کو تبلیغ اسلام کی پھر ان کے انکار پر قتل کا فیصلہ کیا۔ ہرمزان نے کہا کیا آپ پانی پلا سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم پر قتل اور پیاس جمع نہیں کئے جائیں گے۔ پھر اس کے لئے پانی منگایا۔ ہرمزان نے پانی کا برتن ہاتھ میں لے لیا مگر پینے میں توقف کیا کہ ایسی حالت میں کہ برہنہ شمشیر سامنے ہے کیا اطمینان ہو سکتا ہے کہ یہ گھونٹ حلق سے اترنے کی نوبت آتی ہے یا نہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا پی لو اور تم کو کوئی اندیشہ نہیں میں تم کو قتل نہیں کرونگا جب تک تم یہ نہیں پی لو گے۔ یہ سن کر ہرمزان نے برتن ہاتھ سے پھینکدیا پھر عمر نے قتل کا حکم دیا تو اس نے کہا کہ کیا تم مجھ کو امن نہیں دے چکے ہو؟ حضرت عمر نے فرمایا کہ وہ کیسے؟ ہرمزان نے کہا آپ نے مجھ سے کہا کہ تم کو کوئی اندیشہ نہیں (جب تک یہ نہیں پی لو گے قتل نہ کئے جاؤ گے) اور اب اس پھینکے ہوئے پانی کا پینا ممکن نہیں ہے لہٰذا قتل بھی واقع نہ ہوگا۔ یہ سنکر زبیر اور انس اور ابو سعید نے اس کی تصدیق کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کو خدا سمجھے اس نے اسطرح امن حاصل کر لیا کہ میں مطلع نہ ہو سکا۔ اس کے بعد ہرمزان نے اسلام قبول کر لیا۔

(۲۴۰) عبد الملک سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مغیرہؓ بن شعبہ فرماتے تھے مجھے کوئی دھوکہ نہیں دے سکا بجز ایک سالڑکے کے جو حرث بن کعب کے خاندان سے تنہا کہتے ہیں کہ میں نے انکے خاندان کی ایک عورت کا ذکر کیا اور اسوقت میرے پاس بنی حارث میں کا ایک نوجوان موجود تھا اس نے

کہا اے امیر آپ کیلئے اس میں کچھ خیر معلوم نہیں ہوتی میں نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو اس کے بوسے لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کے بعد میں نے توقف کیا کچھ روز کے بعد مجھے اطلاع پہنچی کہ اسی جوان نے اس سے نکاح کر لیا میں نے اس کے پاس ایک شخص کی معرفت یہ کہکر بھیجا کہ کیا تو نے مجھے یہ نہیں جتلایا تھا کہ تو نے ایک شخص کو دیکھا ہے جو اس کے بوسے لے رہا تھا (اور اب خود نکاح کر لیا) اس نے کہا ہاں بیشک میں نے اس کے باپ کو دیکھا تھا کہ وہ اس کو چوم رہا تھا اسکے بعد جب بھی مجھے وہ جوان اور اسکا دھوکا یاد آتا تھا مجھے رنج ہوتا تھا۔

(۲۴۱) ہیثم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم کے پاس اپنا رشتہ بھیجا انہوں نے ذریعہ معاش دریافت کیا تو اس نے چوپاؤں کی تجارت بیان کیا تو انہوں نے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد جب اس سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ بلّیاں فروخت کیا کرتا ہے۔ اس پر جھگڑا ہوا اور یہ مقدمہ قاضی شریح کے سامنے پیش کیا گیا قاضی صاحب نے فیصلہ کیا کہ دواب (یعنی چوپایہ) کا اطلاق بلّیوں پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور نکاح کو نافذ قرار دیا۔

(۲۴۲) اصمعی راوی ہے کہ محمدؒ بن حنفیہ نے مختار کے زمانہ میں کوفہ آنے کا ارادہ کیا۔ جب مختار کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا کہ امام مہدی کی یہ علامت ہے کہ کوئی شخص بازار میں ان کے تلوار ماریگا تو ان پر اثر نہ ہوگا جب اس گفتگو کی اطلاع محمد بن حنفیہ کو ہوئی تو (مختار کی بدنیتی سمجھ گئے) اور اپنے مقام پر ٹھہر گئے۔

(۲۴۳) داؤد بن الرشید کہتا ہے کہ میں نے ہیثم بن عدی سے پوچھا کہ کس چیز سے سعید بن عبد الرحمٰن کو یہ استحقاق حاصل ہوا کہ مہدی نے اس کو قاضی بنا دیا تھا اور ایسے شاندار منصب پر بٹھا دیا۔ ہیثم نے کہا کہ مہدی سے عبد الرحمٰن کا جوڑ لگنے کا دلچسپ قصہ ہے اگر تم پسند کرو گے تو میں مفصل بیان کر دونگا میں نے کہا واللہ مجھے شوق ہے سنائیے۔ ہیثم نے کہا تو سنو جب کہ خلافت مہدی کے پاس پہنچ گئی تو سعید بن عبد الرحمٰن ربیع حاجب کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں امیر المؤمنین سے ملنا چاہتا ہوں۔ ربیع نے کہا کہ تم کون ہو اور تمہاری کیا ضرورت ہے۔ سعید نے کہا میں ایک شخص ہوں میں نے امیر المؤمنین کے متعلق ایک اچھا خواب دیکھا ہے جسکو میں ان سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ربیع نے کہا اے شخص بہت لوگ اپنی ذات کے بارے میں بہت سی باتیں خواب میں دیکھتے ہیں جو پوری

نہیں اترتیں۔ پھر کسی دوسرے کے حق میں کوئی بات دیکھی جائے تو اس پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے جاؤ کوئی اور حیلہ کرو جس میں اس سے زیادہ نفع ہو۔ سعید نے کہا کہ اگر تم امیر المؤمنین کو میرے آنے کی اطلاع نہ دوگے تو میں کسی دوسرے شخص سے جو امیر المؤمنین سے ملا سکے سوال کرنے پر اور خلیفہ سے یہ بات ظاہر کرنے پر مجبور ہونگا کہ میں نے ملنے کی اجازت چاہی تھی مگر تم نے اُن کو اطلاع نہ دی۔ پھر ربیع مہدی کے پاس گیا اور کہا اے امیر المؤمنین اپنی ذات کے بارے میں آپ نے لوگوں کو لالچی بنادیا لوگ مختلف قسم کے حیلے بنا کر آپ کے پاس آتے ہیں۔ مہدی نے کہا بادشاہوں کا ایسا ہی طریقہ رہا ہے پھر کیا بات ہے۔ ربیع نے کہا کہ ایک شخص دروازے پر موجود ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے امیر المؤمنین کے حق میں ایک اچھا خواب دیکھا ہے اور امیر المؤمنین سے اس کو بیان کرنا چاہتا ہے۔ اس سے مہدی نے کہا اے ربیع خدا کی قسم میں بہت سی خوابیں خود اپنی ذات کے لئے دیکھتا ہوں جو صحیح نہیں اُترتیں چہ جائیکہ کوئی دوسرا میرے بارے میں دیکھنے کا دعویٰ کرے جسمیں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ یہ اُس نے گھڑ لیا ہو۔ ربیع نے کہا واللہ میں نے اس سے ایسی ہی گفتگو کی تھی مگر وہ نہیں مانتا۔ مہدی نے کہا اچھا تو اس کو بُلالو۔ تو سعید کا داخلہ ہو گیا اور یہ سعید بن عبد الرحمٰن ایک بہت وجیہ اور خوبصورت چہرہ رکھتا تھا۔ اس کے اچھی لمبی ڈاڑھی تھی اور تیز چلنے والی زبان تھی۔ اس سے مہدی نے کہا کہ خدا تم کو برکت دے بتاؤ تم نے کیا خواب دیکھا ہے۔ سعید بن عبد الرحمٰن نے کہا اے امیر المؤمنین میرے خواب میں ایک آنیوالے نے آکر مجھ سے کہا کہ امیر المؤمنین مہدی کو اطلاع کردو کہ وہ تیس برس اطمینان کے خلافت پر متمکن رہیں گے اور اس (خواب کی صداقت) کی نشانی یہ ہے کہ وہ اسی رات میں یہ خواب دیکھیں گے کہ گویا وہ یاقوت کے نگینے ہاتھ میں لئے ہوئے الٹ پلٹ رہے ہیں پھر اُن کو شمار کرینگے تو پورے تیس یاقوت پائیں گے، گویا وہ یاقوت ان کو ہبہ کئے گئے ہیں۔ مہدی نے کہا تم نے کیسا اچھا خواب دیکھا اور ہمکو تمہارے اس خواب کا اسی آنیوالی رات میں امتحان بھی ہو جائیگا جیسا کہ تم نے خبر دی ہے۔ پھر اگر معاملہ تمہارے کہنے کیمطابق واقع ہوا تو ہم تم کو جو کچھ تم چاہو گے عطا کریں گے اور اگر بات اس کے خلاف نکلی تو ہم تم سے کوئی مواخذہ بھی نہ کریں گے کیونکہ ہم کو علم ہے کہ خواب کبھی ہو بہو واقع ہو جاتا ہے اور کبھی مختلف ہو جاتا ہے۔ سعید نے کہا اے امیر المؤمنین میں اس وقت کیا کروں جب میں اپنے گھر والوں اور متعلقین سے ملوں گا اور ان کو اطلاع دوں گا

کہ میں امیر المؤمنین کے حضور میں تھا اور خالی ہاتھ واپس ہوا تو وہ سب کس قدر غمگین اور متحیر ہوں گے) مہدی نے کہا اب ہم کیا کریں سعید نے کہا کہ امیر المؤمنین ہماری ضرورت کی چیز کچھ تو ابھی عطا فرمادیں اور میں حلف بالطلاق کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے (کہ امیر المؤمنین کو خواب میں تیس یاقوت دیئے جائیں گے) وہ بالکل ٹھیک ہے تو مہدی نے حکم دیا کہ اس کو دس ہزار درہم دیئے جائیں اور یہ بھی حکم دیا کہ کل کی حاضری کے لئے ان سے کوئی کفیل (ضامن) لیا جائے جب مال ان کو دیدیا گیا اور انہوں نے قبضہ کر لیا اور کہا گیا کہ تمہارا کفیل کون ہے؟ تو سعید نے ایک خادم کو تاکا جو مہدی کے سرہانے کھڑا ہوا تھا۔ جو بہت خوبصورت تھا اور عمدہ لباس میں تھا۔ کہنے لگے کہ یہ میری کفالت کریگا۔ مہدی نے اس سے پوچھا کہ تم ان کے کفیل بنتے ہو تو اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور اس نے (انکار سے) شرمندگی محسوس کرتے ہوئے کہا ہاں میں کفیل ہوتا ہوں سعید بن عبدالرحمٰن واپس آ گئے۔ جب وہ رات آ گئی تو جیسا کہ سعید نے کہا تھا مہدی نے قطعی حرف بحرف اسیطرح خواب دیکھا اور صبح ہوتے ہی سعید دروازے پر آ موجود ہوئے اور حاضری کی اجازت طلب کی جو مل گئی۔ جب مہدی کی نظر سعید پر پڑی تو مہدی نے کہا بولو تمہاری خواب کا مصداق کہاں ہے؟ سعید نے کہا کیا امیر المؤمنین نے خواب نہیں دیکھا اب مہدی نے جواب میں کچھ الفاظ چبانا شروع کر دیئے۔ سعید نے کہا کہ میری بیوی پر طلاق ہے اگر امیر المؤمنین نے خواب نہ دیکھا ہو۔ مہدی نے سعید سے کہا کیا ہو گیا تم حلف بالطلاق پر اسقدر جری کیسے ہو گئے۔ سعید نے کہا اس لئے کہ میں سچ پر حلف کر رہا ہوں۔ پھر مہدی نے اقرار کر لیا کہ واللہ میں نے وہ سب صاف صاف دیکھا ہے۔ سعید نے خوشی سے اللہ اکبر کہا اور یہ کہ اب وعدہ وفا کیجئے مہدی نے کہا خوشی اور عزت کے ساتھ۔ پھر مہدی نے حکم دیا کہ ان کو تین ہزار دینار دیئے جائیں اور دس بکس ہر قسم کے کپڑوں کے دیئے جائیں اور تین خاص اصطبل کے اچھی قسم کے گھوڑے مع زیور دیئے جائیں۔ سعید یہ عطیات لیکر واپس آ رہے تھے کہ وہ خادم ان سے آ کر ملا۔ جس نے ان کی کفالت کی تھی اور ان سے کہا کہ میں تم سے اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ جس خواب کا تم نے امیر المؤمنین سے ذکر کیا تھا کیا وہ واقعی دیکھا تھا۔ سعید نے اس سے کہا خدا کی قسم بالکل نہیں۔ پھر خادم نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے امیر المؤمنین نے جو کچھ تم نے کہا تھا اس

کے مطابق خواب دیکھ لیا۔ سعید نے کہا کہ یہ اتنے بڑے شعبدے کی بات ہے جس کے راز کو تم جیسے لوگوں پر کھولنا ٹھیک نہیں (یہ راز بھی سن لو) اس کی بنا یہ ہے جب میں نے اپنے کلام کو پوری قوت سے امیر کے گوش گذار کر دیا تو اس کے دل میں اتر گیا اور اسکا نفس اس بات میں مشغول ہو گیا اور اسکا قلب اس پر غور و فکر سے لبریز ہو گیا اور قوت فکریہ پورے طور پر اس میں مشغول ہو گئی تو جب وہ سویا تو جس چیز میں اس کی قوت فکریہ مشغول تھی وہی چیز (نفس کے سامنے) سوتے وقت قوت متخیلہ نے سامنے کر دی پھر خادم نے سوال کیا کہ تم نے حلف بالطلاق کیا (ایک ظنی امر پر اس کی جرأت کیسے ہوئی) سعید نے کہا اس سے تو ایک ہی طلاق پڑتی (کیونکہ طلاق مغلظہ کا حلف نہیں کیا تھا) ابھی تو میرے پاس دو طلاق کا حق باقی تھا (اس کے بعد بیوی کی مستقل جدائی کا موقع آتا ہے) (اگر امیر المومنین وہ خواب نہ دیکھتے اور ایک طلاق واقع ہو جاتی) تو میں بیوی کے مہروں پر دس درہم اور اضافہ کر دیتا اور خلاصی حاصل کر لیتا جس کے ساتھ (اسقدر دولت) حاصل کر لی یعنی دس ہزار درہم تین ہزار دینار اور دس بکس مختلف اقسام کپڑوں کے اور تین گھوڑے۔ خادم مبھوت ہو کر سعید کا منہ تکنے لگا اور بہت متعجب ہوا تو سعید نے کہا کہ میں نے خدا کی قسم بالکل سچ کہا ہے چونکہ تم نے میری کفالت کی تھی اس لئے میں نے اس کی مکافات میں تم سے بالکل سچ بات کہدی۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ اس راز کو پوشیدہ رکھنا اس نے بھی ایسا ہی کیا پھر مہدی نے سعید کو اپنی مصاحبت کیلئے طلب کر لیا تو وہ اس کے ندیم اور مقرب ہو گئے اور مہدی کے لشکر پر قاضی کا منصب بھی ان کو مل گیا اور مہدی کی وفات تک یہ اس پر قائم رہے مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم سے یہ قصہ اسی طرح روایت کیا گیا ہے اور مجھے اس کی صحت میں شک ہے۔ ایک ایسے ممتاز قاضی سے ایسا قصہ منسوب کیا جائے یہ بہت ہی مستبعد ہے (از مترجم عفا اللہ عنہ۔ شیخ کمال الدین دمیری مصنف حیٰوۃ الحیوان نے یہ پورا قصہ آخر تک امام ابن الجوزی کی اسی کتاب سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے "میں کہتا ہوں کہ امام احمدؒ سے ان ہی سعید بن عبد الرحمٰن کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ان میں کوئی عیب نہ تھا۔ اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ یہ ثقہ تھے اور ہیثم بن عدی نے (جس کی روایت سے یہ قصہ نقل کیا گیا ہے) ان پر یہ اتہام [illegible] ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ہیثم ثقہ نہیں تھا اور جھوٹ بولا کرتا تھا علی بن المدینی کا قول ہے میں ہیثم

کو کسی درجہ میں رکھنے سے خوش نہیں ہوں۔ ابوداؤد عجلی کا قول ہے کہ وہ کذاب تھا۔ ابراہیم بن یعقوب جرجانی کا قول ہے کہ ہیثم ساقط الاعتبار ہے اور اس نے خود ہی اپنا پردہ فاش کر دیا۔ ابوزرعہ نے کہا کہ وہ (روایت کے باب میں) کوئی چیز نہ تھا۔"

(۲۴۴) عاصم احول سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کا پیام دیا لڑکی والوں نے کہا ہم نکاح نہیں کریں گے جب تک تم طلاق نہ دیدو گے اس نے ان سے کہا کہ گواہ رہو بیں تین طلاق دے چکا ہوں۔ اب اس سے نکاح کر دیا۔ اور وہ اپنی پہلی بیوی کی زوجیت پر بدستور قائم رہا اس پر قوم نے طلاق کا دعویٰ کیا۔ اس نے ان لوگوں سے پوچھا کہ میں نے کیا کہا تھا۔ انہوں نے کہا ہم نے کہا تھا ہم اسوقت تک نکاح نہ کرینگے جب تک تو تین طلاق نہیں دیدیگا۔ تو تے کہا گواہ رہو میں تین طلاق دے چکا ہوں اس نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ پہلے فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے میرے نکاح میں تھی اور میں نے اس کو طلاق دی تھی انہوں نے کہا معلوم ہے پھر اس نے کہا کہ یہ بھی معلوم ہے کہ فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے وہ بھی میرے نکاح میں تھی پھر میں نے اس کو طلاق دی تھی انہوں نے کہا کہ ہاں۔ پھر اس نے کہا کہ فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے وہ بھی میرے نکاح میں تھی اور میں نے اس کو بھی طلاق دی تھی انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا۔ اس نے کہا تو پھر میں تین طلاقیں دے چکا ہوں۔ اور یہی میں نے کہا تھا انہوں نے کہا کہ ہماری گفتگو اس بیوی کو طلاق دینے کے بارہ میں ہو رہی تھی۔ یہ تنازعہ شفیق بن ثور کے سامنے لایا گیا جو عثمان کے پاس جا رہے تھے جب شفیق واپس آئے تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اس صورت کے بارے میں عثمان سے سوال کیا تھا انہوں نے اس کی نیت کو قابل اعتبار مانا ہے۔

(۲۴۵) عوف بن مسلم النحوی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن محمد صاحب السند اور انکے اصحاب مشرکین کے شہروں میں پھرنے کیلئے نکلے۔ دشمن انکے آنے پر مطلع ہو گیا تو یہ بھاگے (اس دوران میں) انہوں نے ایک بوڑھے کو دیکھا جس کیساتھ ایک غلام تھا اس سے عمر بن محمد نے کہا ہم کو اپنی قوم کا حال بتاؤ کہ اس نے ہم کو گھیرنے کے لئے کس مقام پر گھات لگائی ہے) اور اگر تم نے بتا دیا تو تم کو امن ہے اس نے کہا مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر میں نے تمہیں بتا دیا تو یہ غلام مجھے بادشاہ کے سامنے کھینچ لیجائے گا اور وہ مجھے (اس جرم میں) قتل کر دیگا میں اس لئے اس غلام کو قتل کئے دیتا ہوں تاکہ (پھر مطمئن

ہو کر، تمہیں آگاہ کر سکوں اس کے بعد اس نے غلام کی گردن مار دی۔ اب اس شیخ نے کہا حقیقت یہ ہے کہ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ اگر تمہیں بتانے سے میں نے انکار کر دیا تو یہ غلام سب کچھ بتا دیگا اب میں اس سے مطمئن ہو گیا۔ خدا کی قسم اگر وہ لوگ میرے پاؤں کے نیچے بھی ہوتے تو میں اس کو نہ اٹھاتا (اور قوم کے راز کو افشا نہ ہونے دیتا) تو انہوں نے اس کی گردن مار دی۔

(۲۴۶) حسن بن عمارہ سے مروی ہے کہ میں زہریؒ کے پاس آیا جب کہ وہ درس حدیث ترک کر چکے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یا تو آپ مجھے حدیث سنائیے اور یا میں آپ کو سناؤں۔ فرمایا تم سناؤ میں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی حکم بن عتبہ نے انہوں نے روایت کیا یحییٰ بن الجزار سے انہوں نے کہا میں نے علی علیہ السلام سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ جاہلوں سے یہ مواخذہ نہیں کرے گا کہ وہ تعلم اختیار کرتے۔ بلکہ اہل علم سے مواخذہ کریگا کہ وہ علم کی اشاعت کرتے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے چالیس حدیثیں سنائیں۔

(۲۴۷) حمیدی سے مروی ہے کہ ہم سفیان بن عیینہ کی خدمت میں بیٹھے تھے انہوں نے ہم سے زمزم والی حدیث بیان کی کہ وہ جس حاجت کی نیت سے پیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دیگا یہ سنکر ایک شخص مجلس سے اٹھ کر چلا گیا اور پھر واپس آیا اور سفیان سے کہنے لگا کہ اے ابو محمد کیا وہ حدیث جو زمزم کے بارے میں ہم سے روایت کی گئی صحیح نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ صحیح ہے اس نے کہا کہ میں اس نیت سے کہ آپ مجھے ایک سو احادیث سنا دیں زمزم کا ایک ڈول پی کر آیا ہوں۔ سفیان نے کہا بیٹھو اور پھر اس کو ایک سو احادیث سنائیں۔

(۲۴۸) ابن ابی زر سے مروی ہے کہ جب حجاج کی آمد ہوتی تھی تو سفیان بن عیینہ باب بنی ہاشم پر ایک بلند مقام پر آ کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ تاکہ لوگوں کو دیکھتے رہیں۔ ایک دن وہاں آپ کے پاس طلبۂ حدیث میں سے ایک شخص آ بیٹھا اور بولا کہ اے محمد کوئی حدیث سناؤ (اگرچہ یہ بے موقع سوال تھا کہ آپ کا وہاں بیٹھنا درس حدیث کے لئے نہ تھا مگر پھر بھی بتقاضائے اخلاق آپ نے اس کو بہت سی حدیثیں سنا دیں (مگر وہ بھی ایک چیمڑ شخص تھا) پھر اس نے کہا کہ اور سنائیے۔ آپ نے پھر اور احادیث سنائیں (جب آپ خاموش ہوئے) تو پھر اس (بے ادب) نے کہا اور سنائیے تو آپ نے اور احادیث سنائیں اور اس کے بعد اس کو دھکا دیدیا (جس سے مقصد

یہ تھا کہ اب دور ہو جائے) مگر وہ وادی کی طرف جا پڑا (یہ ایک عیارانہ چال تھی) اور اس کے گرنے کا حال لوگوں میں ایک دوسرے کے ذریعہ سے پھیل گیا اور بہت سے حجاج وہاں اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ سفیان بن عیینہ نے ایک حاجی کو قتل کر دیا۔ جب یہ شور و شغب بہت بڑھ گیا تو سفیان ڈر گئے اور اُتر کر اس شخص کے پاس آئے اور اس کے سر کو اپنی گود میں رکھ کر کہنے لگے کہ کیا ہوا تیرے کس جگہ چوٹ لگی مگر وُہ برابر اپنے پاؤں دے دے کر مار رہا تھا اور مُنہ سے جھاگ نکال رہا تھا کہ سفیان ابن عیینہ نے ایک آدمی کو مار ڈالا۔ سفیان نے اس سے کہا کمبخت (کیوں مجھے بدنام کر رہا ہے) کیا تو نہیں دیکھ رہا ہے کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں تو اُس نے آہستہ سے کہا کہ میں نہیں اُٹھوں گا جبتک آپ مجھے ایک سو احادیث زہری اور عمرو بن دینار کی نہ سنادیں گے۔ جب آپ نے سنادیں تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

(۲۴۹) محسن بن علی التنوخی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اس نے بیان کیا کہ سنہ بیالیس میں جب حج کے لئے گیا تو میں نے مسجد حرام میں بہت سا نقد مال اور کپڑے بکھرے ہوئے دیکھے میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو لوگوں نے بتایا کہ خراسان میں ایک نیک مرد بڑا دولت مند ہے جسکو علی الزراد کہتے ہیں اس نے پچھلے سال اسیطرح بہت سا مال اور کپڑے ایک اپنے معتمد کیساتھ بھیجے تھے اور اس کو یہ حکم دیا تھا کہ قریش کو عبرت دلائے جسکو ان میں سے حافظ قرآن پائے اس کو اتنا مال اور اتنے کپڑے دیدے تو یہ شخص جب پہلے سال یہاں آیا تھا تو پورے خاندان قریش میں اس کو کوئی حافظ قرآن نہ ملا بجز بنی ہاشم میں کے ایک شخص کے تو اس کو حصہ مقررہ دیدیا۔ اور اس نے لوگوں کو سب بات (یعنی قریش میں صرف ایک حافظ کا ملنا) بتائی اور باقی مال کو واپس لیجا کر مالک کو دیدیا۔ پھر جب یہ سال آیا پھر وہ مال اور کپڑے اس نے یہاں دوبارہ بھیجے تو قریش کی تمام شاخوں میں سے ایک خلق عظیم آموجود ہوئی جنہوں نے (پچھلے سال کے واقعہ سے عبرت حاصل کر کے) قرآن حفظ کر لیا تھا اور اس کی موجودگی میں ایک دوسرے سے حفظ میں مقابلہ بھی کر رہے تھے اور کپڑے اور دراہم حاصل کر رہے تھے یہاں تک کہ وہ سب ختم ہو گئے اور ایسے لوگ باقی رہ گئے جن کو نہیں ملا اور وہ اس سے مطالبہ کر رہے تھے۔ میں نے سُنکر کہا کہ اس شخص نے قریش کے فضائل کو پھر ان کی طرف واپس لانے

کے لئے کیسی اچھی تدبیر کی جس کی بہتر جزا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو عطا فرمائے گا۔

(۲۵۰) ہم سے ابراہیم بن عبداللہ نے بیان کیا کہ میں اپنی پھوپھی کے یہاں گیا۔ میں نے پھوپھی زاد بھائیوں کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہیں تو انہوں نے کہا کہ وہ عبداللہ بن داؤد کے یہاں گئے ہیں۔ انہوں نے وہاں خاصی دیر کر دی پھر اس کو برا کہتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ ہم نے اس کو مکان پر دیکھا تو وہاں نہ ملے اور لوگوں سے معلوم ہوا کہ اپنے باغیچہ میں گئے ہیں تو ہم وہاں پہنچے اور ان کو سلام کیا اور سوال کیا کہ ہم کو حدیث سنائیے انہوں نے کہا کہ میں اس وقت معذور ہوں اس کام میں لگا ہوا ہوں۔ یہ باغیچہ ہے جس سے میرا معاش وابستہ ہے اسکو پانی دینے کی ضرورت ہے اور ہمارے پاس کوئی پانی دینے والا موجود نہیں ہم نے کہا ہم رہٹ کو گھما کر اس کو پانی دیئے جاتے ہیں کہنے لگے کہ اگر نیت صحیح (یعنی محض لوجہ اللہ ہو) موجود ہو تو ایسا کر لو۔ پھر ہم نے رہٹ گھمانا شروع کیا یہاں تک کہ سارے باغ کو سیراب کر دیا۔ پھر ہم نے ان سے کہا کہ اب حدیث سنا دیجئے بولے میرے دل میں رکاوٹ ہے میں حدیث سنانے کے لئے تصحیح نیت نہیں پاتا۔ اور میرے کام کے لئے تمہاری نیت صحیح تھی تمہیں اس کا اجر ملے گا۔

(۲۵۱) علی بن محسن سے مروی ہے کہ ان کے والد کہتے ہیں کہ ہمیں بغداد کے بہت سے اکابر سے معلوم ہوا کہ وہاں پل کے دوسری طرف دو اندھے سائل پھرا کرتے ہیں ان میں سے ایک تو امیر المومنین علیؓ کے نام کا واسطہ دے کر مانگا کرتا ہے اور دوسرا حضرت معاویہؓ کے نام کا واسطہ دیکر مانگا کرتا ہے اور بہت سے لوگ ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں وہ اپنی بھیک کے ٹکڑوں کو جمع کرتے رہتے ہیں۔ جب لوٹتے ہیں تو ان ٹکڑوں کو برابر بانٹ لیتے ہیں اور اسی حیلہ سے لوگوں سے وصول کرتے رہتے ہیں۔

(۲۵۲) عبدالواحد بن محمد الموصلی کہتے ہیں کہ ہم سے موصل کے ایک نوجوان نے بیان کیا کہ جب ناصر الدولہ نے ابوبکر بن رائق موصلی کو قتل کیا تو لوگوں نے اس کے گھر کو جو موصل میں تھا لوٹا میں بھی لوٹنے کیلئے گھر میں پہنچا۔ تو مجھے ایک تھیلی ہاتھ لگی جس میں ایک ہزار دینار سے زیادہ تھے میں نے اس کو اٹھا لیا مگر اس بات سے خائف تھا کہ اگر اسی طرح اسے لیکر نکلا اور میرے

پاس کسی فوجی نے اسے دیکھ لیا تو وہ اس کو مجھ سے چھین لیگا اب میں نے گھر میں چکر لگانا شروع کیا تو میں مطبخ میں پہنچ گیا۔ وہاں سے میں نے ایک بڑا دیگچہ اٹھا لیا جس میں سکباج تھا (یعنی شوربا جو گوشت کیساتھ سرکہ شامل کر کے پکایا جاتا تھا) میں نے اس تھیلی کو اس میں ڈالدیا اور اس کو اپنے ہاتھ پر رکھ کر اٹھا لیا تو جو شخص بھی سامنے آیا اس نے دیکھ کر یہ خیال کیا کہ میں کمزور ہوں اور بھوک نے مجھے اس پر مجبور کیا کہ میں یہ دیگچہ لئے جا رہا ہوں یہاں تک کہ سلامتی کے ساتھ اپنے گھر آگیا۔

(۲۵۳) قاضی ابوالحسن بن عباس نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے ایک دوست کو بغداد کے ایک کشتیوں سے بنے ہوئے پل پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور اس دن تیز ہوا چل رہی تھی (جس کی وجہ سے پل حرکت کر رہا تھا) اور وہ ایک رقعہ لکھ رہے تھے میں نے کہا کیا ہوگیا ایسی جگہ اور ایسے وقت میں (آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں) کہنے لگے کہ میں ایک ایسے شخص کو دھوکہ دینا چاہتا ہوں جس میں رعشہ ہے اور میرے ہاتھ سے رعشہ والے ہاتھ کے سے حروف نہیں نکلتے تھے تو میں نے یہاں بیٹھنے کا ارادہ کیا تاکہ ہوا سے جو موجیں اٹھکر کشتیوں کو ہلاتی ہیں اس سے میرے قلم سے بھی رعشہ والے ہاتھ سے لکھے ہوئے حروف نکلیں گے اور اس کے خط سے مشابہت ہو جائے گی۔

(۲۵۴) محسن نے کہا کہ مجھ سے ابوالطیب بن عبدالمومن نے بیان کیا کہ ایک بڑا دھوکے باز تجربہ کار شخص بغداد سے حمص آیا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی۔ وہاں پہنچکر اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ یہ احمقوں کی بستی ہے اور میں نے دھوکہ دینے کیلئے ایک اسکیم بنائی ہے اس میں تجھے مدد کرنا ہوگی۔ اس نے کہا جو مرضی ہو۔ اس بدمعاش نے کہا تو فلاں جگہ بیٹھی رہا کر (اور میں فلاں مسجد میں مٹھیا جماؤں گا) اور تو کبھی میرے پاس سے بھی نہ گذرنا اور روزانہ ایسا کرنا کہ میرے لئے دو تہائی رطل کشمش (ایک رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے) اور دو تہائی رطل بادام تازے لاکر اور کوٹ کر دونوں کو خوب گوندھ دینا اور دوپہر کے وقت اس کو ایک کوری اینٹ پر رکھدینا تاکہ میں پہچان سکوں۔ یہ اینٹ فلاں بیت الخلاء میں جو جامع مسجد کے قریب ہے رکھدیا کرنا ان اشیاء میں کبھی ناغہ نہ کرنا اور کبھی میرے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ اس نے کہا بہتر ہے اب اس نے بہروپ بھر کے ایک اونی جبہ پہنا جو ساتھ لایا تھا اور اونی پاجامہ پہنا اور رومال سر پر

باندھا اور مسجد جامع کے ایسے ستون کے پاس جس کے قریب سے لوگوں کی آمد و رفت زیادہ رہتی تھی تمام دن تمام رات نماز بغیر وقفہ پڑھنا شروع کر دی، بجز ایسے اوقات کے جن میں نماز ممنوع ہے اور ان اوقات میں بھی جب بیٹھتا تھا تو تسبیح پڑھتا رہتا تھا اور کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہتا تھا اور اپنی جگہ بیدار رہتا تھا عرصہ دراز تک اس کا یہ معمول جاری رہا لوگوں کی نظریں اس پر اٹھنا شروع ہوئیں، اور مشہور ہو گیا کہ یہ صاحب کبھی نماز منقطع نہیں کرتے اور کھانا چکھتے بھی نہیں، تمام اہل شہر اس کے معاملہ میں حیران ہو گئے یہ مکّار شخص کبھی مسجد سے باہر نہیں نکلتا تھا بجز اس کے کہ ہر روز ایک دفعہ دوپہر کے وقت اس بیت الخلا میں جا کر پیشاب کرتا تھا اور اس اینٹ کے پاس جا کر جسکو وہ پہچانتا تھا اور اس پر وہ کشمش بادام والا معجون رکھا ہوتا تھا اس کو چٹ کر جاتا یہ معجون اینٹ پر رکھا ہوا ایسا لگتا کہ پاخانہ دکھائی دیتا تھا جو شخص بھی یہاں آتا اور جاتا تھا اس کو اس کے پاخانہ ہونے میں کبھی شک نہیں ہوا، یہ اسکو کھا کر توانائی حاصل کر لیتا تھا اور واپس آجاتا تھا جب عشاء کی نماز کا وقت ہوتا یا رات کے کسی حصّہ میں جب موقع دیکھتا پانی بقدر ضرورت پی لیا کرتا تھا۔ اور اہل حمص اس خوش فہمی میں رہے کہ یہ شاہ صاحب نہ کھانا کھاتے ہیں اور نہ پانی پیتے ہیں اور اس کی شان انکی نگاہوں میں کافی بلند ہو گئی، لوگ اس کی زیارت کیلئے آنے لگے اور بات کرتے تھے تو یہ جواب ہی نہیں دیتا تھا لوگوں کا ایک ہجوم اسکے گرد رہنے لگا اور اس سے بات کرنے کی سب نے ہی کوشش کی مگر یہ بول کر نہ دیا تو اس کی جلالتِ شان اور بڑھ گئی یہاں تک کہ لوگوں نے اس کی نشستگاہ کی زمین کو برکتیں حاصل کرنے کے لئے چھونا شروع کر دیا، اس جگہ کی مٹی لیجانے لگے۔ اس کے پاس بیماروں اور بچوں کو اٹھا اٹھا کر لانے لگے، یہ اُن پر اپنا ہاتھ پھیر دیا کرتا تھا، جب اس عیّار نے اچھی طرح بھانپ لیا کہ اسکا مقام لوگوں کی نگاہوں میں کس درجہ بلند ہو چکا ہے اور اس بہروپ پر ایک سال گذر چکا تھا تو بیت الخلاء میں اپنی بیوی کیساتھ دوسری کانفرنس کی اور حل کر اس کو سمجھایا کہ جمعہ کے دن جب لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو آکر مجھے لپٹ پڑیئے اور میرے منہ پر تھپڑ مارنا اور کہنا کہ اے اللہ کے دشمن اے فاسق تو بغداد میں میرے بیٹے کو قتل کر کے بھاگ کر یہاں آگیا اور عبادت گذار بن گیا تیری عبادت تیرے منہ پر ماری جائے گی اور تو

مجھے جھٹ کر چھوڑئیے مت اور لوگوں سے اپنا ارادہ یہ ظاہر کرنا کہ اپنے بیٹے کے قصاص میں تو مجھے قتل کرانا چاہتی ہے، لوگ جمع ہو کر تیری طرف بڑھیں گے اور میں اُن کو اس سے روکتا رہوں گا کہ وہ تجھے تکلیف پہنچائیں اور میں لوگوں کے سامنے اعتراف کرونگا کہ بیشک میں نے اس کے بیٹے کو قتل کیا تھا اور توبہ کر کے یہاں آگیا، اللہ کی عبادت کر رہا ہوں اور جو فعل شنیع مجھ سے سرزد ہوا اس پر ندامت کے ساتھ اللہ سے توبہ کر رہا ہوں تو لوگوں سے قصاص کا مطالبہ کرنا کہ مجھے اس مجرم کو جو تمہارے سامنے اقرار بھی کر رہا ہے۔ کھینچکر سلطان کے سامنے لیجانے دو۔ اب وہ تیرے سامنے دیت (یعنی خونبہا) پیش کریں گے مگر تو قبول مت کرنا یہاں تک کہ (بڑھتے بڑھتے) دس دیت تک پہنچ جائیں یا جو تو مناسب موقع سمجھے کہ اب وہ لوگ مجھے بچانے کی حرص میں اپنے عطیات بڑھانے سے رک گئے اور یہ یقین کرلے کہ اب اس پر اضافہ ممکن نہیں رہا پھر تو اُن کے فدیہ کو قبول کر لینا اور مال جمع کر لینا اور لیکر اسی دن بغداد سے نکل جانا اور یہاں مت ٹھہرنا میں بھی موقع دیکھ کر بھاگ آؤنگا اور تجھ سے مل جاؤنگا (یہ اسکیم طے ہوگئی) اب جب کہ اگلا دن جمعہ کا آگیا تو حسب تجویز عورت پہنچ گئی۔ اور اس کو لپٹ پڑی اور جو کچھ اسکو سمجھایا گیا تھا۔ وہ سب کچھ عمل میں لائی تو شہر والے کھڑے ہوگئے کہ وہ اسے قتل کر ڈالیں اور کہنے لگے کہ اے خدا کے دشمن یہ شخص تو ابدال میں سے ہے۔ یہ تو وہ ہستی ہے جس کی برکت سے دنیا قائم ہے۔ یہ قطب وقت ہے اُس نے ان کو اشارہ کیا کہ ٹھہر جاؤ اور اس عورت کو تکلیف نہ پہنچاؤ تو لوگ ٹھہر گئے اس نے نماز مختصر کی اور سلام پھیر کر دیر تک زمین پر لوٹا پھر کہا اے لوگو جب سے میں آیا ہوں تم نے کبھی کوئی لقمہ میری زبان سے سنا ہے؟ تو اس کا کلام سننے کے لئے ایک دوسرے بشارت دینے لگے تو ایک شور بلند ہوگیا کہ نہیں (ہم نے کبھی آپ کی زبان سے کوئی بات نہیں سُنی) پھر بولا کہ میں تمہارے یہاں اس گناہ سے توبہ کر کے آیا ہوں جسکا یہ عورت ذکر کر رہی ہے اور یہ سچ ہے کہ میں بُری حالت میں گرفتار اور خسارے میں مبتلا شخص تھا۔ بیشک مجھ سے اس کے بیٹے کا قتل سرزد ہُوا اور اس گناہ سے توبہ کر کے یہاں آگیا اور اپنی عمر عبادت میں گذار رہا ہوں اور میں برابر اپنے نفس کو اس پر آمادہ کرتا رہا ہُوں کہ پھر واپس جا کر اپنے کو اس عورت کے سپرد کر دوں تاکہ یہ مجھے اپنے بیٹے کے قصاص میں قتل کر دے کیونکہ مجھے یہ کھٹکا لگا رہا ہے

کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ نے میری توبہ قبول نہ کی ہو اور میں اللہ سے برابر دُعا کرتا رہا ہوں کہ وہ میری توبہ قبول کرلے اور اس عورت کو مجھ پر مسلط کردے یہاں تک کہ میری دعا قبول ہو گئی کہ یہ میرے پاس آگئی اور مجھ پر اس نے قصاص لینے کے لئے قابو پالیا ہے تو اب تم اسے موقع دو کہ یہ مجھے قتل کردے اور میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تو ایک شور مچ گیا اور رونے پیٹنے کی آوازیں بلند ہوگئیں اور وہ عالم شہر کی طرف جانے لگا تاکہ وہ اس کے بیٹے کے قصاص میں اُسے قتل کردے۔ اب سربرآوردہ لوگوں نے قوم سے کہا کہ تم بہک گئے ہو کہ اس مصیبت سے چھٹکارے کی راہ نہیں نکالتے ایسے بندۂ صالح کو اپنے شہر میں محفوظ رکھنے کی تدبیر نہیں کرتے تمہیں چاہیئے کہ اس عورت کیساتھ نرمی سے بات کرو اور اس سے درخواست کرو کہ وہ دیت قبول کرلے جس کو ہم سب مل کر ادا کردیں۔ پھر لوگوں نے عورت پر گھیرا ڈالا اور اس سے دیت کا سوال کیا تو اُس نے انکار کردیا لوگوں نے کہا دو دیت لے لے۔ اس نے جواب دیا کہ میرے بیٹے کے ایک بال کے مقابلہ میں ایک ہزار دیت دو۔ لوگ اس پر اصرار کیساتھ بڑھتے بڑھتے دس دیت تک پہنچ گئے اس نے کہا کہ تم میرے سامنے مال جمع کرکے رکھ دو اگر اس کو دیکھ کر میرا قلبی رجحان اسکے قبول کرنے کی طرف ہو گیا تو قبول کرلوں گی ورنہ میں تو قاتل کو قتل کرا کر رہونگی۔ تو لوگوں نے ایک لاکھ درہم جمع کرکے اس سے کہا کہ یہ لے لے اس نے کہا نہیں جی میرے نفس میں یہی اثر ہے کہ میں اپنے بیٹے کے قاتل کو قتل ہی کراؤں۔ اب لوگوں نے اس کے سامنے اپنے کپڑے اپنی چادریں اور اپنی انگوٹھیاں پھینکنا شروع کردیں اور عورتوں نے اپنے زیور پھینکے اتنے سامان کے بعد اس نے بیٹے کے خون سے دست بردار ہونے کا اظہار کیا اور یہ سب سامان لیکر چلتی ہوئی اس شخص نے اس کے بعد جامع مسجد میں چند دن قیام کیا یہاں تک کہ اس نے اندازہ کرلیا کہ اب وہ بہت دور نکل چکی ہے۔ پھر ایک رات میں وہ بھی بھاگ نکلا بہت ڈھونڈا گیا مگر اس کا کچھ بھی پتہ نشان نہ ملا۔ یہاں تک کہ ایک طویل مدت کے بعد لوگوں کو پتہ چلا کہ وہ تو روپیہ بٹورنے کے لئے محض ایک عیاری اور فریب تھا۔

(۲۵۵) منقول ہے کہ کوفہ میں ایک عورت تھی جس کے شوہر پر تنگی معاش واقع ہو گئی اس نے شوہر سے کہا اچھا ہوتا اگر تم گھر سے نکلتے اور شہروں میں سفر کرکے اللہ کا فضل تلاش

کرتے تو یہ شخص شام پہنچ گیا اور اس نے تین سو درہم کمائے اور ان سے ایک اچھی خوبصورت اونٹنی خریدی مگر وہ بدخو اور ہٹی نکلی جس نے اس کو پریشان کر دیا اور غصہ سے بھر دیا اور (ساتھ ہی) بیوی کی طرف بھی اسکا غصہ رجوع ہو گیا کہ اسی نے سفر پر مجبور کیا تھا (نہ سفر کرتا نہ یہ مصیبت گلے پڑتی) تو اس نے حلف بالطلاق کیا کہ میں جسدن کوفہ میں جاؤں گا اس کو ایک درہم میں بیچ ڈالونگا پھر (جب غصہ رفع ہو گیا تو) نادم ہوا اور (کوفہ پہنچ کر) بیوی کو قصہ سنایا اس نے ایک بلّی پکڑ کر اونٹنی کی گردن میں لٹکادی اور کہا کہ اس کو بازار لیجا اور یہ آواز لگا کہ "لے لو بلّی تین سو درہم میں اور اونٹنی ایک درہم میں اور دونوں ایک ساتھ فروخت ہونگی" اس نے ایسا ہی کیا تو ایک اعرابی آ کر ناقہ کو سب طرف سے دیکھتا جاتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا تو کیسی حسین ہے کیسی اچھی ہے اگر تیرے گلے میں بلی پڑی ہوئی نہ ہوتی۔

(۲۵۶) ہم کو ابودلامہ کا قصہ معلوم ہوا کہ وہ ایک مرتبہ مہدی کے پاس پہنچا اور ان کو ایک قصیدہ سنایا، مہدی نے اس سے کہا کہ جو حاجت ہو بیان کرو، ابودلامہ نے کہا اے امیر المومنین مجھے ایک کتّا عطا فرما دیجئے، مہدی کو غصہ آ گیا اور بولے کہ میں کہتا ہوں کہ اپنی حاجت بیان کر تو کہتا ہے کہ مجھے کتّا دیدیجئے ابودلامہ نے کہا اے امیر المومنین حاجت میری ہے یا آپ کی مہدی نے کہا تیری ہے ابودلامہ نے کہا بس تو میری یہی درخواست ہے کہ مجھے شکاری کتّا عطا فرما دیا جائے مہدی نے حکم دیدیا کہ اسے کتّا دیدیا جائے ابودلامہ نے پھر کہا اے امیر المومنین جب میں شکار کو جاؤں گا تو کیا اس کے ساتھ پیدل دوڑونگا؟ تو مہدی نے حکم دیا کہ اس کو ایک گھوڑا بھی دیدیا جائے (جب گھوڑا بھی آ گیا تو) تو پھر کہنے لگا اے امیر المومنین اس کی خدمت کون کریگا تو مہدی نے ایک غلام عطا کر دیا۔ تو پھر کہنے لگا اے امیر المومنین اس کا بھی تو انتظام کر دیجئے کہ جب میں کچھ شکار لیکر گھر آؤں گا تو اس کو کون پکائیگا۔ تو مہدی نے ایک کنیز بھی عطا کر دی۔ پھر بولا کہ اے امیر المومنین یہ سب کہاں رہینگے تو ایک مکان کی منظوری بھی دیدی گئی پھر بولا کہ اے امیر المومنین میری گردن پر تو ایک عیال کا بوجھ آ پڑا یہ سب کہاں سے کھائیں گے مہدی نے کہا کہ امیر المومنین نے ایک ہزار جریب قطعہ عامر (آباد سر سبز) اور ایک ہزار جریب غامر عطا کیا۔ ابودلامہ نے کہا حضور! عامر کو میں سمجھتا ہوں مگر غامر کیا ہے۔ مہدی نے کہا ایسی خراب

زمین جس میں کچھ نہ ہو ابو دلامہ نے کہا تو میں امیر المومنین کو ایک لاکھ جریب جنگل کی دیتا ہوں لیکن میں تو امیر المومنین سے دو ہزار جریب عامر مانگتا ہوں مہدی نے پوچھا کہاں سے ابو دلامہ نے کہا بیت المال سے مہدی نے کہا اچھا وہاں سے مال دوسری جگہ منتقل کر دو اور ایک جریب اس کو دیدو ابو دلامہ نے کہا اے امیر المومنین جب وہاں سے مال منتقل ہو گیا۔ تو وہ غامر بن جائے گی اس پر مہدی ہنسنے لگے اور اُس کو عطیات سے) خوش کر دیا۔

(۲۵۷) ایک نصرانی ضحاک بن مزاحم کے پاس آتا جاتا تھا۔ انہوں نے اس سے ایک دن کہا کہ تو اسلام کیوں نہیں لاتا اس نے کہا اسکی یہ وجہ ہے کہ مجھے شراب بہت پسند ہے اور میں اسکو نہیں چھوڑ سکتا۔ انہوں نے کہا اسلام لے آ اور پیتا رہ۔ یہ اسلام لے آیا پھر اس سے ضحاک نے کہا اب تو مسلمان ہو چکا ہے اگر تو نے شراب پی تو ہم تجھ پر حد جاری کر دیں گے اور اگر اسلام سے پھرا تو تجھے قتل کر دیں گے۔

(۲۵۸) ضمرہ شوذب سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص کے ایک باندی تھی اُس نے اس سے (باندی سے) پوشیدہ طور پر ہمبستری کی پھر (جب خود غسل کرنا اور اس کنیز کو نہلانا چاہا) اپنی بیوی سے کہا کہ حضرت مریم اس رات میں غسل کیا کرتی تھیں تو سب غسل کر لو تو (اس حیلہ سے) خود بھی غسل کر لیا اور بیوی اور کنیز نے بھی غسل کر لیا۔

(۲۵۹) جاحظ نے بیان کیا کہ ایک شخص داڑھ کے درد کو جھاڑنے کے سلسلہ میں لوگوں کو دھوکہ دیا کرتا تھا کہ ان سے کچھ اینٹھ لے اور جس کو جھاڑا کرتا تھا اس سے یہ کہدیا کرتا تھا کہ خبردار آج کی رات تمہارے دل میں بندر کا خطرہ بھی نہ آنے پائے۔ اب وہ بیمار تمام رات درد میں گذارتا اور صبح کو اس کے پاس آتا تو یہ کہا کرتا تھا کہ غالباً تمہیں بندر کا دھیان آگیا ہو گا وہ کہتا کہ ہاں آیا تھا تو یہ کہدیتا تھا کہ اسی وجہ سے تو جھاڑنے نفع نہیں دیا۔

(۲۶۰) منقول ہے کہ عقبہ ازدی کو ایک لڑکی کے پاس لیجایا گیا جس پر اس رات میں جن کا اثر ظاہر ہوا جس میں اس کے متعلقین نے ارادہ کیا تھا کہ اس کے شوہر کو اس کے پاس بھیجدیں جب عقبہ وہاں گئے تو دیکھا کہ وہ پڑی ہوئی ہے تو اس کے متعلقین سے کہا کہ آپ سب علیحدہ ہو جائیں اور) مجھے تنہائی کا موقع دیں تو وہ ہٹ گئے انہوں نے اس سے کہا کہ جو دل کی بات ہو وہ مجھ

سے بالکل سچ سچ بیان کر دے اور تیری مشکل کو حل کر دینا میرے ذمہ ہوگا اس نے کہا کہ جب میں اپنے متعلقین کے یہاں تھی تو میرا ایک شخص سے تعلق تھا اور اب ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ شوہر کو میرے پاس بھیجیں اور حقیقت یہ ہے کہ میں کنواری نہیں ہوں۔ اب مجھے رسوائی کا سخت خوف ہے تو کیا تمہارے پاس کوئی حیلہ ہے جو رسوائی سے بچالے۔ عقبہ نے کہا ہاں پھر اسکے متعلقین (شوہر وغیرہ) سے ملے اور کہا کہ جن نے نکل جانے کو مان لیا ہے۔ اب تم پسند کر لو کہ اس کے بدن کے کس عضو سے اسکو نکلوانا چاہتے ہو اور یہ سمجھ لو کہ جس عضو سے اس جن کو باہر کیا جائے گا۔ وہ لازمی طور پر بیکار ہو جائے گا۔ اگر آنکھوں سے نکلا تو یہ اندھی ہو جائیگی اور اگر کان سے نکلا تو بہری ہو جائیگی اور اگر منہ سے نکلا تو گونگی ہو جائیگی اور ہاتھ سے نکلا تو لنجی ہو جائے گی۔ اور اگر پاؤں سے نکلا تو لنگڑی ہو جائیگی۔ اور اگر فرج سے نکلا بکارت زائل ہو جائے گی۔ اسکے متعلقین نے کہا اس سے زیادہ ہلکی بات کوئی نہیں کہ اس کی بکارت زائل ہو جائے تو آپ اس شیطان کو فرج سے ہی نکال دیجئے۔ تو عقبہ نے (کچھ جھاڑ پھونک کا دکھاوا کر کے) کو یقین دلا دیا کہ اس نے ایسا کر دیا۔ پھر عورت شوہر کے پاس چلی گئی۔

(۲۶۱) ایک شخص نے احنف بن قیس کے تھپڑ مارا انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیوں مارا اس نے کہا کہ مجھ سے اس پر ایک رقم طے کی گئی ہے کہ میں سردار بنی تمیم کے منہ پر تھپڑ مار دوں۔ احنف نے کہا تو نے کچھ بھی نہ کیا۔ تجھے حارثہ بن قدامہ کے منہ پر مارنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ سردار بنی تمیم وہ ہے۔ وہ شخص چلدیا اور حارثہ کے منہ پر جاکر تھپڑ مار دیا۔ حارثہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا اور احنف نے یہی سوچا تھا۔

(۲۶۲) ابو محمد الخشاب نحوی۔ سے مروی ہے کہ ایک جولاہے کا گذر ایک طبیب پر ہوا اس نے دیکھا کہ وہ کسی مریض کے لئے نقوع (جو کسی عرق یا پانی میں دوا کو بھگو کر اس کا نتھار) تجویز کر رہا ہے اور کسی مریض کے لئے تمر ہندی (املی کے کتارے) تجویز کر رہا ہے اس نے کہا کون ہے جو اس کام کو عمدگی سے نہ کر سکے وہ اپنی بیوی کے [illegible] آیا۔ اور اس سے کہا میرے لئے ایک بڑا عمامہ بنا دے اس نے کہا کہ کس چیز نے تجھے اتنا بلند پرواز کر دیا۔ وہ بولا میں تو اب حکیم بنوں گا۔ وہ بولی ایسا نہ کر بیٹھنا جب تو لوگوں کو جان سے ماریگا تو لوگ تجھے سنگوا دیں گے اس نے کہا یہ اٹل ارادہ

ہے (آخر کار بڑا اگٹر باندھ کر مطب شروع کر دیا گیا) پہلے دن جاکر بیٹھے اور لوگوں کے لئے دوائیں تجویز کرتے رہے اور کافی روپے کمائے (اور کئی دن ایسے کرتا رہا) پھر آکر بیوی سے کہا کہ میں روزانہ ایک گولی بنا لیتا ہوں (اور ہر بیمار کو وہی دیتا ہوں) دیکھ کتنا کما چکا ہوں۔ اس نے کہا یہ کام چھوڑ دے حکیم جی نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا (اس گفتگو سے) دوسرے دن ایسا ہوا کہ ایک باندی کا گذر حکیم جی (کے مطب) کی طرف ہوا اس نے دیکھ کر اپنی مالکہ سے کہا جو سخت بیمار تھی میر جی چاہتا ہے کہ نیا طبیب تمہارا علاج کرے اس نے کہا اس کو بلا لے چنانچہ آپ تشریف لے آئے۔ اور حال یہ تھا کہ اس بیمار کا مرض تو ختم ہو چکا تھا صرف کمزوری باقی تھی (مگر وہ یہ نہ سمجھی تھی) حکیم جی نے تجویز کیا کہ ایک مرغی بھون کر لاؤ وہ لائی گئی اور مریضہ نے خوب کھائی تو ضعف جاتا رہا۔ اور وہ اٹھ بیٹھی (پھر تو خوب واہ واہ ہوئی) شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ تک پہنچ گئی اس نے اس کو بلا کر جس مرض میں وہ مبتلا تھا اس کا اظہار کیا۔ اتفاقیہ طور پر اس نے ایک ایسی دوا کہدی جو اس کو موافق آگئی۔ اس کے بعد سلطان کے پاس ایسے لوگوں کی ایک جماعت پہنچی جو اس ... ہے کو پہچانتی تھی انہوں نے سلطان سے کہا کہ یہ شخص ایک جولاہا ہے یہ کچھ نہیں جانتا۔ سلطان نے کہا اس شخص کے ہاتھ سے مجھے صحت ہوئی اور فلاں عورت کو اسی کے علاج سے صحت ہوئی یہ میرا تجربہ ہے۔ اس کے خلاف میں تمہاری بات تسلیم نہ کروں گا۔ انہوں نے کہا ہم تجربہ کرانے کے لئے اس کے سامنے چند مسائل رکھتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا ایسا کر لو اور انہوں نے کچھ سوالات تجویز کر کے اس سے کئے اس نے کہا کہ اگر میں ان مسائل کے جوابات تمہارے سامنے بیان کروں گا۔ تو تم جواب کو نہیں سمجھ سکو گے کیونکہ جوابات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو طبیب ہو۔ لیکن (اگر تمہیں تجربہ ہی کرنا ہے تو اس طرح کر لو کیا تمہارے یہاں بڑا شفاخانہ نہیں ہے لوگوں نے جواب دیا کہ ہے پھر اس نے کہا کیا اس میں ایسے بیمار نہیں ہیں جو مدت سے پڑے ہوئے ہوں لوگوں نے کہا ہیں۔ اس نے کہا بس میں ان کا علاج کئے دیتا ہوں تم دیکھو گے کہ سب کے سب عافیت کے ساتھ گھنٹہ بھر میں اٹھ کر کھڑے ہو نگے۔ کیا میری قابلیت کے اظہار کے لئے کوئی دلیل اس سے بڑی سکتی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ پھر یہ شفاخانے کے دروازے پر پہنچا اور لوگوں سے کہا تم سب یہاں بیٹھو میرے ساتھ اندر کوئی نہ آئے اور تنہا داخل ہوا۔ اسکے ساتھ صرف افسر شفاخانہ تھا۔

اس نے افسر سے کہا کہ جو کچھ عمل میں کروں گا اگر تو نے کسی کے سامنے اس کا اظہار کر دیا تو میں تجھے پھانسی دلا دوں گا اور اگر تو خاموش رہا تو مالا مال کر دونگا۔ اس نے کہا میں نہیں بولونگا۔ اس کو حلف بالطلاق دلایا پھر اس سے پوچھا کیا تیرے پاس اس شفاخانہ میں تیل موجود ہے اُس نے کہا ہاں۔ کہا کہ لے آوہ بہت سا تیل لے آیا۔ اس نے وہ ایک بڑی دیگ میں ڈالا۔ اور اس کے نیچے آگ جلائی جب تیل خوب جوش مارنے لگا تو مریضوں کی جماعت کو آواز دی اُن میں سے ایک مریض سے کہا کہ تیری بیماری صرف اسی سے دفع ہو سکتی ہے کہ اس دیگ میں بیٹھ جائے۔ مریض اللہ کو یاد کرنے لگا۔ اے اللہ تو ہی مددگار ہے۔ حکیم جی نے کہا یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ اس مریض نے کہا مجھے تو شفا ہو چکی تھی بس معمولی سا درد تھا سر میں۔ حکیم جی نے کہا۔ پھر شفاخانہ میں تو کیوں پڑا رہا جب اچھا ہو چکا ہے۔ اس نے کہا کہ بس یوں ہی کوئی خاص وجہ نہیں۔ حکیم جی نے کہا۔ تو چلا جا اور لوگوں سے کہتے جانا کہ میں تندرست ہو چکا۔ وہ وہاں سے نکل کر بھاگا اور لوگوں سے کہہ گیا کہ میں شفایاب ہو گیا ان حکیم صاحب کی آمد سے پھر دوسرے مریض کا نمبر آیا اس سے بھی وہی ارشاد ہُوا کہ تیری بیماری صرف اس طرح دفع ہو سکتی ہے کہ تو اس دیگ میں بیٹھ جائے۔ اس نے کہا اللہ اللہ اجی میں تو تندرست ہو چکا ہوں حکیم جی نے کہا اس میں بیٹھنا ضروری ہے، اُس نے کہا میں تو آج ہی شام کو رخصت ہونے کا ارادہ کر رہا تھا۔ اب حکیم جی نے فرمایا اگر تجھے شفا ہو چکی ہے تو چلا جا اور لوگوں سے کہتے جانا کہ میں اچھا ہو گیا ہوں وہ بھی نکلکر بھاگا (جان بچی لاکھوں پائے) اور لوگوں سے کہتا گیا کہ حکیم صاحب کی برکت سے مجھے صحت ہو چکی ہے یہی حال سب کا ہُوا یہاں تک کہ سب حکیم صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے رخصت ہو گئے (بنا داں آنچناں روزی رساند۔ کہ دانا اندراں حیراں بماند)

(۲۶۳) ایک عورت کا ایک آشنا تھا۔ اس نے قسم کھائی کہ جب تک تو کوئی ایسا حیلہ نہیں کرے گی کہ میں تیرے شوہر کے رُوبرو تجھ سے جماع کروں میں تجھ سے بات نہ کرونگا۔ اس نے ایسا حیلہ کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اس کا ایکدن مقرر ہو گیا۔ اور ان کے گھر میں ایک بہت لمبا کھجور کا درخت تھا۔ اس عورت نے اپنے شوہر سے کہا میرا دل چاہتا ہے کہ اس کھجور پر چڑھکر کھجوریں اپنے ہاتھ سے توڑ کر کھاؤں۔ اس نے کہا ایسا کرلے جب وہ بالکل چوٹی پر چڑھ گئی تو اپنے شوہر

کی طرف دیکھ کر بولی کہ ہائیں یہ تو غیر عورت کے ساتھ کیا کر رہا ہے بڑا افسوس ہے تجھے شرم نہیں آتی کہ میری موجودگی میں تو اس سے جماع میں مشغول ہے اور گالیاں دیتی اور چیختی رہی اور وہ قسم کھاتا رہا کہ میں تو یہاں اکیلا ہوں یہاں کوئی دوسرا موجود بھی نہیں پھر اُتر کر اس سے جھگڑتی رہی - اور وہ حلف بالطلاق کرتا رہا کہ وہ بالکل اکیلا تھا - پھر اس نے عورت سے کہا کہ تو بیٹھ میں اُوپر چڑھ کر دیکھتا ہوں - جب وہ درخت کی چوٹی پر پہنچ گیا - اس نے اپنے آشنا کو بلا لیا - اس نے اس سے مُنہ کالا کرنا شروع کر دیا - شوہر نے اوپر سے جب نیچے یہ معاملہ دیکھا تو اس نے بیوی سے کہا - میں تیرے قربان اپنے دل میں اس بات کا کچھ رنج مت رکھ جو تو نے میرے بارے میں بیان کی تھی جو بھی اس درخت پر چڑھے گا وہ ایسا ہی دیکھے گا - جیسا کہ تُو نے دیکھا تھا (اور اب میں بھی تجھے اسیطرح دیکھ رہا ہوں)

(۲۶۴) ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ نے ذکر کیا ہے کہ ایک دن فرزدق ایک خوش رنگ منقش چادر اوڑھے ہوئے ایک عورت کے پاس سے (جو اپنے مکان کے قریب کھڑی تھی) گذرا پھر اسکو دیکھنے لگا (کہ کیسی خوبصورت ہے) اس کی باندی نے کہا کہ یہ چادر کیسی اچھی ہے - فرزدق نے کہا اگر تیری مالکہ مجھے بوسہ دینے کی اجازت دیدے تو اُسے یہ چادر دیدوں - باندی نے مالکہ سے کہا کہ اس اعرابی کو بوسہ دینے میں کیا نقصان پہنچے گا - جس کو یہاں کوئی پہچانتا بھی نہیں - اس عورت نے اجازت دیدی - تو فرزدق نے اس کا بوسہ لیا اور اس کو چادر دیدی - پھر اس کنیز سے پانی مانگا وہ ایک شیشہ کے گلاس میں پانی لائی جب اس لڑکی نے ہاتھ پر رکھا تو اس نے گلاس ہاتھ سے گرا دیا - وہ گر کر ٹوٹ گیا - اس کے بعد فرزدق دروازے پر بیٹھے ہی رہے تا آنکہ صاحب مکان آگیا اس نے کہا اے ابو فراس کیا کوئی حاجت ہے؟ فرزدق نے کہا نہیں لیکن میں نے اس گھر سے تھوڑا پانی پینے کے لئے منگایا تھا جو کانچ کے گلاس میں لایا گیا وہ میرے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو اس گھر والوں نے اس کے بدلہ میں میری چادر پر قبضہ کر لیا - اس شخص نے گھر میں جا کر بیوی کو سخت سُست کہا اور کہا کہ فرزدق کو اس کی چادر واپس کر دو -

باب ۱۷: ایسے حیلوں کا ذکر جن کا انجام مقصود کے خلاف نکلا

(۲۶۵) ابراہیم سے منقول ہے کہ جب امیر معاویہؓ بوڑھے ہو گئے تو ان کو بے خوابی کی شکایت ہو گئی اور جب اُن کی آنکھ لگتی تھی تو ناقوسوں کی آوازیں جگا دیا کرتی تھیں - ایک دن

جب صبح کے وقت حضرت معاویہؓ کی مجلس میں لوگ جمع ہو گئے تو معاویہؓ نے کہا اے جماعت عرب تم میں کوئی ایسا (بہادر) ہے کہ میں اس کو جو حکم دوں وہ اس کی تعمیل کرے اور میں اس کو بقدر تین دیت مال پہلے دیدونگا اور بقدر دو دیت مال اس وقت دیا جائے گا جب واپس آجائیگا تو قبیلہ غسان کا ایک نوجوان کھڑا ہو گیا اور بولا کہ اے امیر المؤمنین میں تیار ہوں معاویہؓ نے کہا یہ کام ہے کہ تم میرا یہ خط بادشاہ روم کے پاس لیجاؤ۔ جب تم اس کے فرش پر پہنچ جاؤ تو اذان دیدو اس نے پوچھا کہ پھر کیا کرنا ہے معاویہؓ نے کہا بس اور کچھ نہیں۔ اس نے کہا کہ اتنی تھوڑی محنت کا آپ نے بڑا معاوضہ دیا۔ یہ شخص خط لیکر روانہ ہو گیا۔ جب قیصر روم کے فرش پر پہنچا تو اس نے اذان دیدی۔ امراء دربار اس حرکت سے حیران رہ گئے اور انہوں نے تلواریں سونت لیں تو فوراً بادشاہ روم دوڑ کر اس غسانی کے پاس آگیا اور اس کو اپنی آڑ میں لے لیا اور ان لوگوں کو حضرت عیسیٰ کا واسطہ اور اپنے حقوق کا واسطہ دیکر قتل سے باز رکھا حتی کہ وہ لوگ رک گئے پھر اس کو اپنے ساتھ تخت تک لے گیا اور خود تخت پر بیٹھ گیا اور اس کو بائیں طرف بٹھایا۔ پھر کہا اے امراء دربار حقیقت یہ ہے کہ معاویہؓ بوڑھا ہو گیا ہے اور بڑھاپے میں بیخوابی کی بیماری ہو جاتی ہے۔ اس کو ناقوس کی آواز سے تکلیف پہنچی تو اس نے یہ چاہا کہ یہ شخص اذان کی بنا پر یہاں تمہارے ہاتھوں سے قتل کر دیا جائے تو اس کو بہانہ بنا کر جو اس کے شہر میں ناقوس پھونکنے والے ہیں ان کو وہ قتل کر ڈالے اور خدا کی قسم اس کی امید کے خلاف ہم اس کو اس کے پاس (صحیح سلامت) واپس بھیجیں گے بادشاہ روم نے اس شخص کو جوڑا اور سواری دیکر واپس کر دیا۔ جب یہ شخص لوٹ کر معاویہ کے پاس پہنچا تو معاویہؓ نے اس سے کہا کیا تو مجھ تک آگیا صحیح سلامت اس نے کہا جی ہاں (صحیح سلامت آگیا) مگر آپ کی عنایات سے نہیں اور کہا جاتا ہے کہ (ہر زمانہ میں) مسلمانوں میں جیسا خلیفہ ہوتا رہا اس کے بالمقابل روم میں ویسا ہی بادشاہ ہوتا رہا ہے اگر یہاں محتاط ہوا تو وہاں بھی ویسا ہی محتاط اگر یہاں عاجز ہوا تو وہاں بھی عاجز چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہد میں جو بادشاہ تھا۔ (وہ بھی عمرؓ کی طرح بڑا مدبر تھا) اسی نے ان میں دفاتر کا نظم قائم کیا اور دشمنوں سے حفاظت کے سامان کئے اور جو بادشاہ معاویہ کے زمانہ میں تھا وہ احتیاط و تدبر اور عمل میں معاویہ کے مشابہ تھا۔

(۲۶۶) ایک فوج کے ملازم نے اپنا قصہ بیان کیا کہ میں ملک شام کے سفر کے لئے روانہ ہوا

اُس کی ایک بستی میں جانا چاہتا تھا۔ میں راستہ میں تھا اور چند کوس طے کر چکا تھا اور تھک گیا تھا میں ایک جانور پر سوار تھا اور اس پر ہی میرا زادِ راہ اور روپیہ تھا اور شام قریب آچکی تھی۔ دفعتہً میری نظر ایک بڑے قلعہ پر پڑی اور اس میں ایک راہب کو دیکھا جو صومعہ میں تھا۔ وہ میری طرف آیا اور میرا استقبال کیا اور مجھ سے اپنے پاس رات گذارنے کی خواہش کی اور یہ کہ میں اس کی ضیافت قبول کروں میں اس پر تیار ہو گیا۔ جب میں اس کلیسا میں پہنچا تو اپنے سوا مجھے کوئی اور نظر نہیں آیا۔ اس نے میری سواری کو پکڑ کر باندھا اور اس کے آگے جَو ڈالے اور میرے سامان کو ایک کمرے میں رکھا اور گرم پانی لے کر آیا۔ یہ زمانہ سخت سردی کا تھا اور برف گر رہی تھی اور میرے سامنے بہت سی آگ روشن کر دی اور بہت اچھا کھانا لا کر کھلایا جب رات کا ایک حصہ گذر گیا اور میں نے سونے کا ارادہ کیا تو میں نے اس سے سونے کی جگہ اور بیت الخلاء کا راستہ معلوم کیا اُس نے مجھے راستہ بتایا۔ بیت الخلاء بالاخانہ پر تھا جب میں قضاء حاجت کے لئے اوپر گیا اور بیت الخلاء کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا بوریہ ہے۔ پھر جب میرے دونوں پاؤں اس پر رکھے گئے تو میں نیچے آگرا (کلیسا سے باہر) میدان میں پڑا تھا۔ وہ بوریہ چھت سے باہر کے حصہ پر لٹکا یا ہوا تھا اور اس رات میں بہت برف گر رہا تھا۔ میں بہت چلایا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں کھڑا ہو گیا۔ میرا بدن زخمی تھا مگر اعضا سالم تھے میں برف سے بچنے کے لئے ایک محراب کے نیچے کھڑا ہو گیا جو اس قلعہ کے دروازہ میں تھی دفعتہً ایک اتنا بڑا پتھر آکر پڑا کہ اگر وہ میرے سر پہ آلگتا تو اس کو پیس دیتا میں وہاں سے بھاگتا اور چلاتا ہوا نکلا تو اُس نے مجھے گالیاں دیں تو میں سمجھا کہ یہ سب اس کی شرارت ہے جو میرے تمام سامان کو لوٹنے کے لئے کی ہے جب میں نکلا تو مجھ پہ برف گرتا رہا جس سے میرے کپڑے بھیگ گئے اور میں نے اپنی حالت پر نظر کی کہ یہ میرا بدن اکڑا جا رہا ہے سردی اور برف سے تو میں نے یہ ترکیب سوچی کہ تقریباً تیس رطل (پندرہ سیر) کا پتھر تلاش کر کے اپنے کندھے پر رکھا اور صحرا میں بھاگ کر ایک لمبا چکر لگایا اتنا کہ تھک گیا اور بدن گرم ہو گیا تو اس کو کندھے سے ڈالکر آرام کرنے بیٹھ گیا۔ پھر جب سکون ہو گیا اور مجھے سردی نے دبایا تو پھر میں نے وہی پتھر سنبھالا اور اسی طرح بھاگنا شروع کر دیا (رات بھر یہ عمل جاری رہا) طلوعِ آفتاب سے پہلے جب کہ میں اس قلعہ کی پشت پر تھا تو میں نے اس کلیسا کا دروازہ کھلنے کی آواز سُنی اور دفعتہً راہب پر نظر پڑی کہ وہ نکلا اور اس موقع پر آیا۔ جہاں

میں گرا تھا۔ جب اُس نے مجھے نہ دیکھا تو اُس نے کہا "اے میری قوم اُس نے کیا کیا" اور میں اُس کے کلمات سن رہا تھا اور میرا خیال ہے کہ اس منحوس نے یہ سوچا کہ وُہ قریب کی بستی میں یہ دیکھنے کے لئے جائیگا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ اب اس نے چلنا شروع کیا تو میں دیر کے دروازے تک اس کے پیچھے پیچھے چھُپتا ہُوا پہنچ گیا اور قلعہ میں داخل ہو گیا اور وہ اس دیر کے گرد مجھے ڈھونڈنے کے لئے آگے بڑھ گیا اور میں دروازے کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور میری کمر میں ایک خنجر تھا جس کی اُس راہب کو خبر نہ تھی جب اس کو گھوم پھر کر میرا کوئی نشان نہ ملا تو وہ لوٹ کر آ گیا اور اندر داخل ہُوا اور دروازہ بند کیا اس وقت جب کہ مُجھے یہ اندیشہ ہُوا کہ یہ مجھے دیکھا ہی چاہتا ہے میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کو خنجر سے زخمی کر کے بچھاڑ دیا اور ذبح کر ڈالا اور قلعہ کا دروازہ بند کر دیا اور بالاخانہ پر چڑھ کر آگ کی روشنی کی جو وہاں سلگی ہوئی موجود تھی اور اپنے اُوپر سے وہ کپڑے اتار کر پھینکے اور اپنے اسباب کو کھولکر اس میں سے کپڑے نکالکر پہنے اور راہب کی چادر لیکر اس میں سو گیا مجھے (رات کی تکلیف سے) افاقہ عصر سے پہلے نہ ہو سکا۔ اب میں بیدار ہُوا اور قلعہ میں گھوما یہانتک میں کھانے کی چیزوں تک پہنچ گیا وہاں کھانا کھا کر سکون حاصل کیا اور مجھ کو اس قلعہ کے کمروں کی تالیاں بھی ہاتھ لگ گئی تھیں اب میں نے ایک ایک کمرے کو کھولکر دیکھا تو وہاں عظیم اموال جمع تھے سونا اور چاندی اور بیش قیمت اشیا اور کپڑے اور قسم قسم کے آلات اور لوگوں کے کجاوے اور ان کا اسباب اور سامان بہت ہی کچھ تھا۔ کیونکہ اس راہب کی عادت تھی کہ وہ ہر اس شخص کے ساتھ جو ادھر سے تنہا گذرتا تھا وہی معاملہ کرتا تھا جو اس نے میرے ساتھ کیا تھا اور اس کے اموال پر قابض ہو جاتا تھا میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ مال کو کیسے لیجاؤں۔ میں نے یہ ترکیب کی کہ چند کپڑے راہب کے پہن کر کچھ روز تک جب کہ گذرنے والے اس مقام سے گذرتے تھے دور سے اپنے کو دکھاتا رہا تاکہ لوگ مجھے وہی راہب سمجھیں اور جب کچھ قریب ہوتے ان کی طرف پشت کر لیا کرتا اس طرح یہ معاملہ مخفی رہا پھر چند روز کے بعد میں نے وہ کپڑے اتار ڈالے اور میں نے اس دیر کے سامان میں سے دو گونیں نکالکر ان کو مال سے بھر لیا۔ ادھر ان کو اپنے خچر پر لاد کر ایک قریب کی بستی میں لے گیا جہاں میں نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا اور برابر وہاں سے ایسی قیمتی چیزوں کو منتقل کرتا رہا جن کے جسم ٹھوس ہیں اور پھر ایسی اشیا کو منتقل کیا جن کا ہلکا جسم تھا اور قیمت زیادہ تھی میں نے وہاں صرف وہی اشیا چھوڑیں جو زیادہ وزنی تھیں۔ پھر ایک

روز بہت سے خچر اور گدھے اور مزدور کرایہ کر لئے اور جسقدر بھی قدرت ہوسکی وہ سب اشیاء لاد لاد کر ایک بڑے قافلہ کیساتھ چل پڑا اور یہ زبردست اموال غنیمت لیکر اپنے وطن میں آگیا مجھ کو وہاں سے دس ہزار درہم نقد اور بہت سے دینار اور قیمتی سامان دستیاب ہوا تھا۔ میں نے اس سامان کو زمین میں گاڑ کر رکھ چھوڑا کسی کو میرے حال کی قطعی خبر نہ ہوسکی (شیخ کمال الدین دمیری نے اس قصہ کو نقل کر کے لکھا ہے کہ " اس حکایت کو حافظ ابن شاکر نے بھی اپنی تاریخ میں ابو محمد البطال کی روایت سے ذکر کیا ہے اور قصہ کے بعض اجزاء میں کہیں کہیں اس سے تھوڑا سا اختلاف بھی کیا ہے" مترجم)

(۲۶۷) علی بن الحسین اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے نیشاپور کے لشکر والوں کی ایک جماعت نے یہ واقعہ نقل کیا جنمیں چند کاتب اور تاجر وغیرہ بھی ہیں کہ سن تین سو چالیس سے کچھ اوپر ہوا ہوگا ان کے ساتھ ایک نوجوان نصرانی کاتب تھا جو ابی الطیب القلانسی کا بیٹا تھا وہ ایک مرتبہ کسی ضرورت سے دیہات کی طرف گیا اس کو کردوں نے پکڑ کر ستانا شروع کر دیا اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی ذات کو ان سے خریدے (یعنی مطلوبہ رقم دے تو رہا کیا جاسکتا ہے) اس نے ایسا نہ کیا اور اپنے متعلقین کو لکھا کہ میرے پاس چار درہم (۴ ماشہ) افیون بھیجدو اور یاد رکھو کہ میں اس کو پیونگا اور پھر مجھے سکتہ لاحق ہو جائیگا اور یہ کرد لوگ مجھے مردہ سمجھنے میں شک نہ کریں گے اور مجھے تمہارے پاس بھیجدیں گے۔ جب تمہارے پاس میں پہنچا دیا جاؤں تو مجھے تم حمام میں داخل کر دینا اور میرے جسم کو خوب پیٹنا تاکہ بدن گرم ہو جائے اور ایارج کے ساتھ منہ میں مسواک کرنا تو میں ہوش میں آجاؤنگا اور وہ نوجوان ناتجربہ کار تھا اس نے کسی سے سن رکھا تھا کہ جو زیادہ افیون کھاجائیگا اس کو سکتہ پڑے گا۔ پھر جب حمام میں داخل کیا جائے گا اور جسم پر چوٹیں لگائی جائیں گی اور ایارج سے مسواک کی جائیگی تو اچھا ہو جائیگا۔ اور اس کو مقدار خوراک کا علم نہیں تھا غرض وہ چار درہم افیون کھا گیا اور کردوں نے دیکھ کر یقین کر لیا کہ وہ مر گیا تو انہوں نے اس کو کسی چیز میں بند کر کے اس کے متعلقین کے پاس بھیج دیا جب یہ شخص انکے پاس پہنچا دیا گیا تو انہوں نے اس کو حمام میں داخل کر دیا اور اس کے جسم کو بہت پیٹا اور مسواک بھی کی مگر اس میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہوئی اور حمام میں گئی

دنوں تک اس کو رکھا گیا۔ اطباء نے بھی اسکو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ یہ مر چکا ہے انہوں نے پوچھا کہ اس نے کتنی افیون کھائی تھی ان کو چار درہم وزن بتایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ (حمام کی حرارت سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے) اگر اس کو جہنم میں بھی بھون دیا جائیگا تو یہ اچھا نہیں ہو سکتا۔ یہ عمل اس شخص پر مؤثر ہو سکتا ہے جو چار دانق (½ درہم) یا ایک درہم تقریباً کھالے۔ یہ تو یقیناً مر چکا ہے۔ مگر اس کے اقربا کا اطمینان نہ ہُوا اور انہوں نے اس کو حمام میں رکھا یہاں تک کہ جسم میں بُو اور تغیّر پیدا ہونے لگا اس وقت اُسے دفن کیا اور جو تدبیر اُس نے کی تھی وُہ الٹی پڑ گئی۔

(۲۶۸) محسن کہتے ہیں کہ اس کی مثال ایک پرانی روایت ہے وُہ یہ کہ بلال بن ابی بُردہ بن ابی موسیٰ اشعری حجاج کی قید میں تھے وہاں اُن کو ستایا جاتا تھا اور یہ معمول تھا کہ جو شخص قید خانہ میں مر جاتا تھا۔ حجاج کے پاس اس کی رپورٹ جاتی تھی وہ اس کے نکالنے کا حکم دیدیا کرتا تھا اور یہ کہ ورثہ کو لاش سپرد کر دی جائے۔ ایک مرتبہ بلال نے داروغہ جیل سے کہا میں تم کو دس ہزار درہم دیتا ہوں تم میرا نام مردوں کی فہرست میں لکھ دو جب وُہ حکم دیگا کہ لاش متعلقین کے سپرد کر دی جائے تو میں کسی بعید مقام کو بھاگ جاؤنگا۔ حجاج کو میرا کچھ حال معلوم ہو سکے گا۔ اور اگر چاہو تو تم بھی میرے ساتھ بھاگ نکلو تمہیں ہمیشہ کے لئے مالدار کر دینا میرے ذمہ ہے تو داروغہ نے مال لے لیا اور ان کا نام مُردہ ظاہر کر کے پیش کر دیا۔ حجاج نے کہا کہ اس جیسے شخص کو اس کے اہل کے حوالہ کرنا اس وقت تک مناسب نہیں ہے جب تک میں اس کو دیکھ نہ لوں اس کو لاؤ۔ اب وُہ بلال کے پاس آیا اور اُن سے کہا کہ تیار ہو جاؤ انہوں نے کہا کیا خبر ہے تو اس نے حجاج کا حکم اور پوری بات بیان کر دی اب اگر میں نے تمہاری لاش نہ دکھائی تو وہ مجھے قتل کر ڈالے گا وہ ضرور سمجھ جائیگا کہ میں نے حیلہ کیا تھا اب تمہیں گلا گھونٹ کر مارنا ضروری ہو گیا۔ بلال نے رو کر اس سے بہت کچھ کہا سُنا کہ وہ ایسا نہ کرے مگر کوئی صورت نہ بنی تو انہوں نے وصیّت کی اور نماز پڑھی پھر ان کو داروغہ جیل نے پکڑ کر گلا گھونٹ دیا پھر ان کو نکال کر حجاج کے سامنے لے گیا۔ جب اُس نے دیکھ لیا کہ وہ مر چکے تو کہہ دیا کہ اُس کے رشتہ داروں کے حوالے کر دیا جائے چنانچہ وُہ لوگ لے گئے۔ انہوں نے دس ہزار درہم میں اپنے لئے قتل خریدا تھا اور جو حیلہ کیا تھا وُہ الٹا پڑ گیا۔

(۲۶۹) ابن جریر وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ منصور نے عبداللہ بن علی کو پوشیدہ طور پر رات کو عیسیٰ بن موسیٰ کے حوالہ کیا اور کہا اے عیسیٰ اس شخص نے مجھ سے نعمت (خلافت) کو زائل کرنا چاہا اور تم سے بھی جب کہ تم مہدی کے بعد میرے ولیعہد ہو اور خلافت تمہارے پاس بھی پہنچنے والی ہے، اس کو لیجاؤ۔ اس کی گردن مار دینا اور خبردار کمزور اور ضعیف مت بن جانا۔ پھر لکھ کر دریافت بھی کیا جس چیز کا میں نے تم کو حکم دیا تھا تم نے کیا کیا۔ تو عیسیٰ نے جواب دیا جو حکم آپ نے دیا تھا اس کو نافذ کر دیا گیا۔ اب منصور کو عبداللہ بن علی کے قتل میں کوئی شک باقی نہیں رہا۔ اور حقیقت یہ تھی کہ عیسیٰ کو اس کا خفیہ نگار باخبر کر چکا تھا کہ منصور آپ کو اور عبداللہ کو دونوں کو قتل کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس نے تم کو اس کے قتل کا حکم تو مخفی طور پر دیا ہے اور تم پر خون کا دعویٰ کھلم کھلا ہوگا اور تم کو اس میں پھنسا لیگا۔ عیسیٰ نے پوچھا پھر تمہاری کیا رائے ہے اس نے رائے دی کہ عبداللہ کو اپنے مکان میں پوشیدہ رکھو۔ جب منصور تم سے علانیہ طلب کرے پھر تم بھی علانیہ اس کو پیش کر دینا۔ اب منصور نے (یہ یقین کر لینے کے بعد کہ عیسیٰ عبداللہ کو قتل کر چکا ہے) ایک شخص کو خفیہ طور پر سمجھایا کہ وہ عبداللہ کے چچا کی اولاد کو عبداللہ بن علی کے لئے سوال کرنے پر آمادہ کرے اور ان کو یہ امید دلائے کہ وہ پورا کیا جائے گا (اور اس کو رہا کر کے تمہارے سپرد کر دیا جائیگا) چنانچہ (اس کے سمجھانے پر) ان لوگوں نے (آکر) منصور سے گفتگو کی اور یہ سوال اٹھایا۔ منصور نے کہا ہمارے پاس عیسیٰ ابن موسیٰ کو لاؤ۔ وہ آ گئے۔ تو کہا اے عیسیٰ میں نے عبداللہ بن علی کو تمہارے سپرد کیا تھا اور ان لوگوں نے اس کے بارے میں مجھ سے گفتگو کی اس کو میرے پاس لاؤ۔ عیسیٰ نے کہا اے امیر المؤمنین کیا آپ نے مجھے اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔ منصور نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے میں نے قتل کا حکم نہیں دیا۔ اس کے بعد ان مدعیوں سے کہا کہ یہ تمہارے سامنے تمہارے رشتہ دار کے قتل کا اقرار کر چکا ہے اور اس بات کا مدعی ہے کہ میں نے اس کو قتل کا حکم دیا تھا اور جھوٹ بولتا ہے تو انہوں نے کہا پھر آپ اس کو ہمارے سپرد کیجئے ہم اسکو وہیں رکھیں گے۔ منصور نے کہا تمہیں اختیار دیا جاتا ہے۔ تو وہ عیسیٰ کو میدان میں لے گئے اور بہت لوگ جمع ہو گئے۔ پھر ایک شخص نے ان میں سے اپنی تلوار برہنہ کر کے عیسیٰ کی طرف بڑھا تا کہ اسکے مارے۔ اس سے عیسیٰ نے کہا کیا تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا ہاں واللہ۔ عیسیٰ نے کہا مجھے امیر المؤمنین کے پاس

واپس لے چلو۔ لوگ منصور کے پاس لے آئے۔ عیسیٰ نے کہا کہ آپ نے اس کے قتل سے میرے قتل کا ارادہ کیا تھا (اور میں نے اس فریب کو سمجھنے کے بعد اس کو محفوظ رکھا تھا) اور یہ تمہارا چچا زندہ صحیح سالم موجود ہے اور عبداللہ بن ابی کو بلوا کر سامنے کھڑا کر دیا (اس طرح منصور کا حیلہ اس کے لئے رسوائی بن گیا)

(۲۷۰) حارثی نے بیان کیا کہ خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانہ میں چند شوخ طلبہ حدیث کے ساتھ نوعمری کے زمانہ میں میرا بغداد جانا ہوا۔ ہم نے ایک خادم کو دیکھا جو خصی (خوجہ) تھا وہ سرِ راہ ایک دوکان لگائے بیٹھا تھا اور اس کے سامنے دوائیں اور سرمہ پیسنے کے کھرل اور آلات جراحی رکھے ہوئے تھے اور سر پر ایک پورا نا شامیانہ تنا ہوا تھا جیسا ان بازاری حکیموں کا دستور ہے میں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ انہوں نے کہا یہ ایک خادم ہے جو طبابت کا پیشہ کرتا ہے لوگوں کے لئے دوائیں تجویز کرتا ہے اور پیسے کماتا ہے اور بغداد کے عجائبات میں سے ایک یہ بھی ہے میں نے کہا میں اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس کی سمجھ کا اندازہ کر سکوں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اس کی فہم تو ہیں بھی نہیں جانتا مگر ہمارا دل بھی چاہتا ہے کہ تم اس سے چھیڑ چھاڑ کرو۔ میں نے کہا چلو میں اس کو چھیڑونگا۔ وہ اس کے پاس پہنچا اور اپنی ایسی حالت بنالی کہ گویا غش کھا رہا ہے اور مرنے کے قریب ہے، اور سخت بیمار ہے اور کئی دفعہ چلایا اے استاد! اے استاد! خادم حکیم نے اس کو ڈانٹ کر کہا کچھ بول تو سہی خدا تجھے شفا نہ دے تجھ پر کیا مصیبت پڑ گئی کونسا طاعون تیرے سر پہ آپڑا اس نے کہا استاد میں اپنی آنتوں میں اندھیرا دیکھتا ہوں اور میرے بالوں کے سروں پر مروڑ پیدا ہو گیا۔ اور جو کچھ میں آج کھاتا ہوں وہ دوسرے دن مردار کی طرح (جوں کا توں) نکل جاتا ہے میرے حال کے مطابق نسخہ تجویز کر دیجئے۔ خادم نے جواب تیار کر لیا تھا بولا "تیرے بالوں کے مروڑ کا یہ علاج ہے کہ اپنا سر اور داڑھی منڈوا دے مروڑ بھی جاتا رہے گا اور آنتوں کے اندھیرے کا یہ علاج ہے کہ اپنے حجرے کے دروازے پر قندیل لٹکا دے (حجرے سے مراد شکم ہے دروازہ مبرز ہیں سے تمام اندر کا حصہ) چمک اٹھے گا جیسے چھتہ کی گلی (ایسے دو مکانوں کی دیواروں پر جن کا فاصلہ کم ہو چھت ڈالدی جائے جس کے نیچے گذرگاہ ہو وہ چھتہ کہلاتا ہے) اور یہ شکایت کہ جو کچھ تو آج کھاتا ہے وہ اگلے دن مردار کی طرح نکل جاتا ہے تو بس تو اپنے اخراجات سے چھوٹ گیا جو پیٹ میں سے (پاخانہ)

نکلے پھر اسی کو کھا لیا کہ وہ ہماری گفتگو کے وقت عام لوگ جمع ہو گئے تھے اُنہوں نے شور وغل اور ہمارا مزاق اڑانا شروع کر دیا اور جو مسخراپن ہم نے اس کے ساتھ کرنا چاہا تھا وہ ہم پر ہی پلٹ پڑا۔ اب ہمارا منتہائے عمل صرف یہی ہو سکا کہ ہم بھاگ اُٹھیں۔ چنانچہ ہم کو بھاگنا ہی پڑا۔

(۲۷۱) حسین بن عثمان وغیرہ سے منقول ہے کہ عضد الدولہ نے شاہ روم کے یہاں بوسم رسالت قاضی ابوبکر باقلانی کو بھیجا جب قاضی صاحب دارالسلطنت میں پہنچ گئے تو بادشاہ کو اُن کی آمد سے مطلع کیا گیا اور قاضی صاحب کے علم کے مرتبہ سے بھی آگاہ کیا گیا۔ بادشاہ نے اُن سے ملاقات کی صورت پر غور کیا اور اس کو یہ اندازہ ہو گیا کہ حاضری کے وقت جیسا کہ عام طور پر رعیت کا دستور ہے، کہ بادشاہ کے سامنے زمین کو چومتے ہیں قاضی ابوبکر اس کفر کو اختیار نہیں کریں گے تو اس نے سوچکر یہ صورت نکالی کہ وہ جس تخت پر بیٹھے اس کو ایسی جگہ بچھایا جائے جہاں پر داخلہ ایک اتنے چھوٹے دروازے سے ہو کہ اس سے گذرنا بغیر رکوع یعنی زیادہ جھکنے کے ممکن نہ ہو تاکہ قاضی رکوع کی صورت میں اندر داخل ہوں اور اسی حالت کو زمین بوسی کے قائمقام سمجھ لیا جائے جب قاضی صاحب وہاں پہنچے تو اس حیلہ کو سمجھ گئے تو انہوں نے اپنی پشت پھیر کر سر جھکایا اور دروازے میں پیچھے کو سرکتے ہوئے داخل ہوئے کہ بادشاہ کی طرف پشت رہی پھر اپنا سر اٹھایا اور گھوم کر بادشاہ کی طرف پھر گئے تو بادشاہ کو ان کی دانشمندی کا علم ہُوا اور ان سے مرعوب ہُوا۔

(۲۷۲) مروی ہے کہ قبیلہ مزینہ نے ثابت کو جو (اسلام کے مشہور شاعر) حسان انصاری کا باپ تھا قید کر لیا اور فدیہ کے بارے میں کہا کہ ہم بکروں کے سوا اور کسی جنس کو تسلیم نہ کریں گے ثابت کی قوم بھی اس ضد سے جوش میں بھر گئی اور انہوں نے کہا کہ ہم بکرے نہیں دیں گے۔ ثابت نے اُن کے پاس پیغام بھیجا کہ جو کچھ یہ مانگ رہے ہیں وہی ان کو دیدو۔ جب وہ بکرے لیکر آگئے۔ تو ثابت نے کہا کہ ان کے بھائیوں کو ان کے حوالے کر دو اور مزینہ والوں سے کہا کہ اپنے بھائیوں کو پکڑو۔ اس وقت سے مزینہ کا نام مزینۃ التیس پڑ گیا (تیس بکرے کو کہتے ہیں) یہ لفظ اُن کی چڑھ اور مذاق بن گیا۔

ایک شاعر جس کا نام جہیار تھا لمبی قطع داڑھی والا تھا اور مطرز شاعر کے چگّی داڑھی تھی یہ دونوں اکٹھے ابوالحسن جہرمی کے پاس سے گذرے۔ اس نے یہ شعر کہا۔

اِضْرِطْ علَى الْكوسج وَالاِلْحی وَزِدْهما اِنْ غضبا سلحاً!

ترجمہ:- "چگی ڈاڑھی والے اور لمبی داڑھی والے کے منہ پر گوز مار دے۔ اور اگر یہ ناراض ہوں تو تھوڑا سا پاخانہ گرا دے۔" اور ارادہ کیا کہ مضمون کی تکمیل کے لئے آگے بھی کچھ کہے کہ مطرز یہ بول پڑا کہ تیرا کیا حال ہوگا کہ تو علی بن ابی علی کو جو قادر باللہ کا حاجب ہے اور علی بن علی کے بعد حسن بن احمد کو بھی جو قادر کا مصاحب ہے ایسے بُرے کلمات سے یاد کرتا ہے اور علی بن علی الحی یعنی لمبی ڈاڑھی والا تھا اور حسن کوسج یعنی چگی داڑھی والا تھا۔ پھر تو جہرمی گھبرا گیا اور اس کو یہ ڈر ہوگیا کہ یہ اطلاع اُن تک پہنچا دیں گے تو اُس نے مہیار دیلمی کو یہ قطعہ لکھا جس میں خوشامد یں کر رہا ہے۔

ابا الحسن اصفح ان مثلی من جنیٰ ومثلک من اعفیٰ من العد واد عفا

ترجمہ: اے ابوالحسن معاف کیجئے کیونکہ مجھ جیسے چھوٹے خطا کار ہوتے ہیں اور تم جیسوں کی شان یہ ہے کہ وہ دشمن سے بھی عفو و درگذر کرتے ہیں۔

ائن طوحت بی ھفوۃٌ قلتُ جفوۃ وحملت سمعی من عتابکَ ما ذفا

ترجمہ: اگر مجھے ہلاک کرنیوالی بات میرے منہ سے نکل گئی تو اس سے اعراض کر لیا جائے اور میرے کان نے آپ کے عتاب کا اتنا بوجھ اُٹھایا کہ جسے بچھاڑ ہی دیا۔

(۲۷۳) مجھ سے ابو بکر خطاط نے بیان کیا کہ ایک فقیہ شخص تھا جس کا خط بہت بھدا تھا! دوسرے فقہا اس پر بدخطی کا عیب لگایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کوئی خط تمہارے خط سے زیادہ بھدا نہیں ہو سکتا وہ ان کے اس اعتراض سے جھلایا کرتا تھا۔ ایکدن بازار میں اس کی ایک مجلد کتاب پر نظر پڑی جو فروخت ہو رہی تھی۔ اس کا خط اس کے خط سے بھی بد تر تھا۔ تو اس نے کشادہ دلی سے اس کی قیمت دی اور اس کو ایک دینار اور ایک قیراط میں خرید لیا اور اس کتاب کو لے کر آیا تاکہ فقہاء پر اپنی حجت قائم کرے جب وہ اس کو پڑھیں۔ جب یہ ان کے پاس آیا تو پھر انہوں نے اس کی بدخطی کا ذکر شروع کر دیا اس نے کہا (تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ میرے خط سے زیادہ بُرا کوئی خط نہیں ہو سکتا) مجھے ایسا خط مل گیا ہے جو میرے خط سے بھی بھدا ہے اور میں نے اس کے خریدنے پر بہت بڑی قیمت صرف کی ہے تاکہ تمہارے اعتراضات سے چھٹکارا ملے اور وہ کتاب اُن کے آگے رکھ دی۔ انہوں نے اسکے صفحات اُلٹنے شروع کر دیئے۔ جب آخر پر نظر پڑی تو اس پر ان ہی حضرت

کا نام لکھا ہُوا تھا انہوں نے اس کتاب کو کبھی جوانی میں لکھا تھا۔ انکو دکھایا تو بہت شرمندہ ہوئے۔

(۲۷۴) ابو بکر نے بیان کیا کہ بصرہ میں ایک گانے والی تھی جس کی فیس پانچ دینار تھے اور خوبصورتی اور گانے میں بہت بڑھی ہوئی تھی مگر اس میں یہ عیب تھا کہ وہ دیہاتی تھی قاف کو کاف سے بدل دیا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ بصرے کے امراء میں سے ایک کے یہاں بلائی گئی اور گانا شروع کیا وما لی لا ابکی واندب ناقتی (اور میں کیوں نہ روؤں اور اپنی ناقہ پر نوحہ کیوں نہ کروں) اُس نے اندب ناکتی کہا (ناکت نکت۔ نکت۔ سے ہے جس کے لحاظ سے یہ معنے ہوں گے کہ اپنے گرا دینے والے اور نقصان پہنچانے والے پر کیوں نوحہ نہ کروں) امیر نے کہا ہم نے پانچ دینار ٹھیک وزن کے تجھے دیئے لیکن تو اب بھی ہم پر نوحہ کر رہی ہے تو ہم نہیں چاہتے کہ تو ہمارے پاس ٹھہرے۔ پھر اسکو واپس کر دیا اور وہ مغنیہ شرمندہ ہوئی۔ واللہ اعلم۔

باب ۱۸: ایسے لوگوں کا حال جو کوئی حیلہ کر کے آفت سے بچ گئے۔

(۲۷۵) ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کسی کار خاص پر مامور کیا جو قریش میں سے تھا اس کے متعلق آپکو یہ اطلاع پہنچی کہ اس نے یہ شعر کہا۔

اسقنی شربۃً الذ علیھا واسق باللہ مثلہ ابن ھشام

ترجمہ: مجھے ایسی شراب پلاوے جس سے میں لذت حاصل کروں اور خدا کی قسم ویسی ہی ابن ہشام کو بھی پلا (چونکہ لفظ شربۃً سے متبادر معنے شراب کے ہی ہوتے ہیں اس لئے شکایت کرنے والے نے آپ سے اس کی شکایت کی) اس شخص کو بھی اس کی اطلاع ہوگئی کہ اس کی شکایت اس بیت کی بنا پر کی گئی ہے تو اُس نے اس کے بعد دوسرا بیت اور ملا لیا (حضرت عمر نے اس کو طلب کیا) جب وہ حاضر ہُوا تو آپ نے فرمایا کیا تو نے یہ شعر نہیں کہا۔ اسقنی شربۃً الخ اس نے عرض کیا ہاں، اے امیر المؤمنین (اس کے بعد یہ ہے)

عسلاً بارداً اماء سحابٍ انی لا احبُ شرب المدام

ترجمہ: یعنی ایسا ٹھنڈا شہد جو بادل کے پانی میں ملایا گیا ہو۔ کیونکہ میں شراب کو ناپسند کرتا ہوں آپ نے سُن کر فرمایا کیا خدا کی قسم کھا کر کہتے ہو۔ اُس نے کہا خدا کی قسم فرمایا کہ اپنے کام پر واپس جاؤ۔

(۲۷۶) عبیدؔ[ع] راویۃ الاعشی سے مروی ہے کہ نعمان بن منذر سرزمین حیرہ میں آیا اور حیرہ کی زمین

عہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

بہت سرسبز تھی عرب اس کو خدآ العذراء (محبوبہ کا رخسار) کہا کرتے تھے اس میں ورمنہ اور برنجاسف اور رنسب بوی اور زعفران اور شقائق النعمان یعنی لالہ کے پودے اور اقحوان (جو بابونہ کی ایک قسم ہے) کھڑے ہوئے تھے۔ جب لالہ کی طرف گذرا تو وہ اسکو بہت پسند آیا اور حکم دیا کہ اگر کسی نے اس میں سے کچھ بھی اکھاڑا تو اس کے بازو اکھیڑ دیئے جائیں کہتے ہیں اسی لئے لالہ کا نام شقائق النعمان مشہور ہو گیا۔ اس نے حکم دیا کہ وہ ایک دن اس علاقہ کی سیر کریگا وہ حیرہ کی سیر کرتا ہوا نجف کے ایک جانب ایک نشیبی زمین کی طرف پہنچ گیا اس کی نظر ایک بوڑھے پر پڑی جو اپنا جوتہ سی رہا تھا تو اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور یہ اپنے حشم وخدم سے آگے بڑھ آیا تھا اس نے بوڑھے سے سوال کیا اے شیخ تو کس قبیلہ کا ہے تو اس نے کہا بکر ابن وائل کا۔ نعمان نے کہا یہاں تیرا کام کیا ہے اس نے کہا نعمان نے تمام چرواہوں کو بھگا دیا رنبجے داہنے بائیں کی راہ اختیار کی۔ اور میں نے اس نشیبی علاقہ کو خالی پایا۔ اونٹنیں بیاگئیں، بکریوں نے بچے دیدیئے اور گھی بہنے لگا اس نے کہا کیا تو نعمان سے نہیں ڈرتا۔ اس نے کہا میں اس سے نہیں ڈرتا واللہ بسا اوقات میں نے اپنا یہ ہاتھ اس کی ماں کی ناف اور پیڑو کے درمیان پھرایا ہے وہ یعنی نعمان تو گویا (اسوقت) زمین میں گھسنے والے خرگوش کی طرح تھا۔ نعمان نے کہا بڈھے! تو (اور ایسی بکواس) اس نے کہا ہاں اب نعمان کا چہرہ غصہ سے ہیجان میں آگیا اسی حال میں اس کا مقدمۃ الجیش سامنے آگیا انہوں نے کہا بادشاہ سلامت رہے ہم پریشان تھے نعمان نے سر کے اوپر سے چادر اٹھائی تو نشانات شاہی نمایاں ہو گئے پھر نعمان نے کہا او بڈھے تو نے کیسے وہ بکواس کی تھی تو اس نے کہا میں لعنت میں مبتلا ہوں تمہیں میری اس بات کا اندیشہ ہرگز نہیں کرنا چاہیئے خدا کی قسم تمام عرب جانتا ہے کہ اس کی حدود کے مابین مجھ سے زیادہ کوئی جھوٹ بولنے والا نہیں ہے تو نعمان ہنس کر گذر گیا۔

(۲۷۷) حجاج نے حکم بن ایوب کو جبر بن حبیب سے مانگا۔ اس کو اندیشہ ہوا کہ اگر حوالہ کر دیا گیا تو یہ حکم کو تکلیف پہنچائے گا۔ جبر نے کہا کہ میں حکم کو ایسے حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ اس کا سر ہل رہا ہے اس کے حلق میں پانی ڈالا جا رہا ہے واللہ اگر اس کو تخت پر ڈال کر لایا گیا تو تمہاری ذات اس کی وجہ سے (لوگوں کی نگاہوں میں) عار بن جائیگی (یہ حیلہ کارگر ہو گیا) اور ان سے کہدیا گیا کہ واپس جائیے۔

صفحہ ۱۶۸ کا حاشیہ: راویہ اس شخص کو کہا جاتا تھا جسکو کسی کے اشعار بکثرت یاد ہوتے تھے چونکہ ان کو اعشیٰ کے اشعار بکثرت یاد تھے اس لئے لوگ ان کو روایۃ الاعشیٰ کہتے تھے۔

(۲۷۸) محمد بن قتیبہ نے عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل اور (تورییت میں ان کی تحریف اور تغیر) کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے ایک عالم کا ذکر کیا کہ بنی اسرائیل نے تحریف اور تبدیل کر کے جب وہ نسخہ تیار کر لیا جس کو اللہ عزوجل کا کلام ظاہر کرنا شروع کیا تھا تو اس عالم نے ایک ورق لیا جس پر خدا کا اصل کلام لکھا ہوا تھا اور اس کو ایک سینگ میں رکھ کر اپنے گلے میں لٹکا لیا پھر اس پر کپڑے پہن لئے (جب یہ گھڑی ہوئی کتاب لیکر) لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ کیا تو اس پر ایمان رکھتا ہے تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں اس کتاب پر ایمان رکھتا ہوں اُن کی مراد یہ تھی کہ اس کتاب پر جو سینگ میں رکھی ہوئی ہے، جب اس کی موت آگئی تو لوگوں نے اس کی قبر کو کھولا تھا تو وہ سینگ اور ورق ملا۔ اس وقت کہنے لگے کہ یہ اس پر ایمان لانا مراد لیا کرتا تھا۔

(۲۷۹) اصمعی نے اپنے باپ سے روایت کی کہ عبدالملک بن مروان کر سامنے ایک ایسا شخص لایا گیا جو بعض ایسے لوگوں کا ساتھی تھا۔ جنہوں نے عبدالملک سے بغاوت کی تھی تو اُس نے حکم دیا۔ کہ اس کی گردن ماردی جائے۔ اس شخص نے کہا اے امیرالمؤمنین آپ کی طرف سے مجھے یہ جزا ملنی چاہیئے اس نے کہا واللہ میں فلاں شخص کے ساتھ صرف آپ کی خیر خواہی کی وجہ سے ہُوا تھا اور یہ اس بنا پر کہ میں ایک منحوس آدمی ہوں میں نے اب تک جس کسی کا بھی ساتھ دیا وہ مغلوب ہُوا اور دشمن کے مقابلہ سے بھاگا اور جو دعویٰ میں کر رہا ہوں اس کی صحت آپ پہ واضح بھی ہو گئی۔ میں آپ کے حق میں ان ایک لاکھ آدمیوں سے زیادہ اچھا تھا جو آپ کیساتھ تھے عبدالملک ہنس پڑا اور اسکو چھوڑ دیا۔

(۲۸۰) شبیب بن شبہ سے مروی ہے کہ خالد بن صفوان تمیمی ابوالعباس (سفاح) کے پاس پہنچا جو اُس وقت تنہا تھا کہنے لگا کہ اے امیرالمؤمنین جب سے اللہ نے آپ کو خلافت سپرد کی میں اس تلاش میں تھا کہ مجھے ایسا تنہائی کا وقت ملے جیسا آج کی مجلس ہے اگر امیرالمؤمنین مناسب سمجھیں کہ دروازہ بند کرنے کا حکم دیدیں جب تک میں بات سے فارغ ہو جاؤں تو کر لیں۔ سفاح نے حاجب کو اس کا حکم دیدیا۔ پھر اُس نے کہا کہ اے امیرالمؤمنین میں آپ کے بارے میں سوچتا رہا ہوں اور غور و خوض کرتا رہا ہوں میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ وسیع قدرت رکھتا ہو عورتوں سے لطف اندوز ہونے میں اور آپ سے زیادہ کوئی تنگ عیش بھی نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنی ذات کا دنیا کی عورتوں

میں سے صرف ایک عورت کو مالک بنا دیا اور اسی پر اکتفا کر رکھا ہے کہ اگر وہ بیمار ہو جائے تو آپ بھی بیمار اور اگر وہ غائب اور مکدر ہو تو آپ بھی غائب اور رنگدل اگر وہ منہ چلائے تو آپ بھی منہ چلائیں۔ اور اے امیر المومنین آپ نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے دنیا کی لڑکیوں کو اور ان کے مختلف حالات کی شناخت کو اور اس خاص لذت کے طریقوں کو جو ان سے شہوت کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں اے امیر المومنین ان میں بعض طویل قد و قامت کی عورتیں ہوتی ہیں جو اپنے جسم کو ٹھیک رکھنے کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ کچھ ایسی سفید رنگ والی ہوتی ہیں جو بناؤ سنگار کو بہت پسند کرتی ہیں اور کچھ عورتیں گندمی رنگ کی ہوتی ہیں جن کے لبوں پر سیاہی ہوتی ہے بعض عورتیں زرد رنگ کی موٹے سُرین والی ہوتی ہے اور وہ عورتیں جو مدینہ کی پیدائش ہیں اور جو طائف اور یمامہ کی ہیں جو بہت شیریں زبان اور نہایت حاضر جواب ہوتی ہیں اور نہ آپ بادشاہوں کی بیٹیوں کے حالات سے واقف اور اس سے کہ زیبائش و لطافت کے لئے ان کی کیا ضروریات ہیں (بس آپ تو صرف ایک کے ہو رہے) اور خالد نے خوب زبان چلائی اور عورتوں کی قسموں اور ان کی صفات پر لمبی تقریر کی اور ابو العباس کو انکی طرف خوب رغبت دلائی۔ جب فارغ ہو گیا تو ابو العباس نے کہا کہ کمبخت اس سے زیادہ خوبصورت کلام اب تک میرے کانوں نے نہیں سُنا تھا۔ وہ سب باتیں پھر بیان کر میرا سننے کو دل چاہتا ہے تو خالد نے اپنے کلام کو پہلے سے بھی زیادہ مرصع اور دلکش بنا کر لوٹا دیا۔ پھر چلا گیا اور ابو العباس بیٹھا ہوا سوچتا رہا۔ اب اس کے پاس ام سلمہ آپہنچی اور ابو العباس یہ حلف کئے ہوئے تھا کہ ام سلمہ کے ہوتے ہوئے کسی عورت سے تعلق نہ رکھے گا اور اس کو پورا کر دیا جب اُم سلمہ نے اس کو سوچتے ہوئے پایا تو اس نے کہا کہ اے امیر المومنین میں آپ سے کہتی ہوں کہ کیا کوئی ناگوار بات پیدا ہو گئی یا کوئی ایسی خبر آئی ہے جس سے آپ تشویش میں پڑے ہوئے ہیں ابو العباس نے کہا نہیں۔ جب وہ برابر پوچھتی ہی رہی تو ابو العباس نے خالد کی گفتگو بیان کر دی اُم سلمہ نے کہا پھر آپ نے اُس مادر بخطا کو کیا جواب دیا ابو العباس نے کہا وہ صرف میری خیر خواہی کی ایک بات کر رہا تھا اور تم اُسے گالیاں دیتی ہو وہ وہاں سے اُٹھکر (غصہ سے بھری ہوئی) اپنے غلاموں کے پاس پہنچی اور ان کو حکم دیا کہ خالد کو ماریں۔ خالد کہتے ہیں کہ میں (ابو العباس کے) محل سے بہت خوش نکلا تھا اُس گفتگو کے اچھے تاثرات کی بنا پر جو امیر المومنین سے ہوئی تھی اور مجھے انعام ملنے میں کوئی شک نہیں تھا تو اس دوران ہیں کہ میں

(اپنے گھوڑے پر) بیٹھا ہی تھا کہ کچھ لوگ مجھے پوچھتے ہوئے آئے اب تو انعام کا مجھے یقین ہو گیا میں نے ان سے کہا کہ وہ میں ہوں کہ ایک ان میں سے لاٹھی لئے ہوئے میرے طرف بڑھا میں نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی (اس نے تعاقب کیا) اور مجھ سے مل گیا۔ اس کی لاٹھی گھوڑے کے پٹھے پر پڑی اور میں نے گھوڑا اور کدا دیا پھر میں ان کے ہاتھ نہیں آیا اور میں اپنے گھر میں چند دنوں تک چھپا رہا اور میں نے قیاس کر لیا کہ یہ لوگ ام سلمہ کے بھیجے ہوئے تھے۔ ایک دن دفعۃً کچھ اور لوگوں نے مجھے آگھیرا اور کہا اے امیر المومنین کے پاس چلو میرے دل میں تصور پیدا ہو گیا کہ یہ موت کا پیغام ہے، میں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں نے کسی شیخ کا خون اپنے خون کی طرح ضائع ہوتا نہیں دیکھا میں امیر المومنین کے محل کی طرف جانے کے لئے سوار ہو گیا اور وہاں پہنچکر ایسے حال میں امیر المومنین سے ملاقات ہوئی کہ وہ تنہا تھے اور نشستگاہ پر میری نظر گئی تو دیکھا کہ اس کا ایک حصہ باریک پردوں سے محدود ہو رہا تھا اور پردہ کے پیچھے میں نے کچھ کھسکھساہٹ بھی محسوس کی۔ ابوالعباس نے کہا اے تم نے امیر المومنین کے سامنے جو صفات (عورتوں کی) بیان کی تھیں۔ ان کو پھر بیان کرو میں نے کہا بہت اچھا اے امیر المومنین میں نے آپ کو بتایا تھا کہ عرب نے تلفظ "ضرتین" (سوتنین) "ضرر" (نقصان) سے بنایا ہے اور کوئی شخص ایسا نہیں جس کے پاس ایک سے زیادہ عورتیں ہونگی مگر یہ کہ وہ نقصان اٹھائے گا اور مکدر رہیگا۔ ابوالعباس نے کہا گفتگو میں یہ بات تو نہیں تھی۔ میں نے کہا ضرور آئی تھی اے امیر المومنین اور میں نے آپ سے کہا تھا کہ تین عورتوں کا یہ حال ہے کہ وہ ہانڈی کے جوش کی طرح ابلتی ہی رہتی ہیں (اور مرد کے لئے ایک مصیبت بن جاتی ہیں) ابوالعباس نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت (کے فضائل) سے محروم ہو جاؤں اگر میں نے تجھ سے یہ بات سنی ہو۔ یا اس کا اسوقت ایسا کوئی ذکر بھی آیا ہو۔ میں نے کہا اور میں نے آپ سے کہا تھا اے امیر المومنین کہ چار بیویاں تو ایک شوہر کے لئے (چار) شر کا مجموعہ ہیں اس کو جلد بوڑھا اور بیکار بنا چھوڑیں گی ابوالعباس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے تجھ سے یہ بات بھی نہیں سنی۔ میں نے کہا واللہ ضرور سنی۔ ابوالعباس نے کہا کیا تو مجھے جھٹلا رہا ہے میں نے کہا کیا آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں ہاں واللہ اے امیر المومنین کنواری باندیاں تو مرد ہوتی ہیں بس اتنا فرق ہے کہ ان میں کوئی خصی نہیں ہوتا (اور مردوں میں خصی ہوتے ہیں) خالد کہتا ہے کہ میں نے پردے کے پیچھے سے

ہلنے کی آواز محسوس کی، پھر میں نے کہا ہاں واللہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کے پاس (گلستانِ قریش کی ایک (خوبصورت) کلی ہے (اُس کے ہوتے ہوئے) آپ دُوسری عورتوں اور کنیزوں پر نظر ڈال رہے ہیں خالد کہتے ہیں کہ اس پر پردہ کے پیچھے سے مجھ سے کہا گیا اے چچا خُدا کی قسم تُو نے سچ کہا تُو نے اس سے یہی گفتگو کی تھی مگر اُس نے تیری بات کو بدل دیا اور اُن ہونی باتیں تیری طرف سے کہہ دیں۔ ابوالعباس نے کہا کمبخت تجھے خدا غارت کرے کیا ہو گیا تجھے (ایک بات بھی سچ نہ بولا)، بس میں وہاں سے فوراً کھسک گیا۔ پھر میرے پاس اُم سلمہ نے دس ہزار درہم اور ایک گھوڑا اور عمدہ کپڑوں کا بکس بھیجا۔

(۲۸۱) ایوب بن عبایہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بنی نوفل بن عبد مناف کے ایک شخص نے بیان کیا کہ جب اس کے پاس مال کا جسقدر حصہ آنا تھا وہ آ گیا اور اس کے پاس صرف ایک بیوی اُم مجحن تھی اور وہ سیاہ رنگ تھی تو دل میں گورے رنگ کی عورت کا اشتیاق ہُوا تو ایک ایسی عورت سے نکاح کیا جو شریف الطبع گورے رنگ کی تھی اس پر اُم مجحن غضب ناک ہو گئی اور شوہر کے بارہ میں اس پر غیرت غالب آ گئی تو شوہر نے اس سے کہا اے اُم مجحن بخدا اب میں اس درجہ میں نہیں ہوں کہ تم کو میرے بارے میں غیرت پیدا ہو کیونکہ میں خاصا بوڑھا ہو چکا ہوں اور نہ تم پر غیرت کی جا سکتی ہے کیونکہ تم بھی خاصی بڑھیا ہو چکی ہو اور تم سے زیادہ کسی کا مجھ پر حق ہے تمہیں اس امر کا خیال دل سے ہٹا دینا چاہیئے اور اس بنا پر مجھ سے رنجیدہ نہ ہونا چاہیئے وہ خوش ہو گئی اور اس کا دل ٹھہر گیا۔ پھر چند روز کے بعد اُس سے کہا کہ کیا تم مناسب سمجھتی ہو کہ میں اس نئی بیوی کو بھی تمہارے ساتھ ہی رکھوں کیونکہ مل کر بیٹھنا زیادہ اچھا ہے اور انتظام امور میں خوبی کا باعث ہوتا ہے اور عیب جو لوگوں کو اس سے طعنہ زنی کا موقع نہیں رہتا اُم مجحن نے کہا مناسب ہے ایسا کر لیجئے اور اُس نے اس کو ایک دینار دیا اور یہ کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری بڑائی اُس پر قائم رہے اور وہ نہ محسوس کرے کہ تم تنگدل ہو کہ اس لئے تم اُس کے لئے کوئی خاص چیز اس دینار سے خرید کر بنا لینا جب وہ کل تمہارے پاس آئے۔ پھر وہ نئی بیوی کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ کل تمہیں اُم مجحن کے ساتھ رکھوں اور تمہاری بہت عزت کرے گی اور مجھے یہ بات گراں معلوم ہوتی ہے کہ اُم مجحن تم سے بڑھی ہوئی ثابت ہو تو یہ دینار

لو اور اس سے اس کے لئے کوئی ہدیہ لیجانا جب تم صبح کو وہاں جاؤ۔ تاکہ تمہاری طرف سے اس کو یہ خیال نہ ہو سکے کہ تم تنگدل ہو اور اُم محجن سے اس دینار دینے کا کوئی ذکر نہ کرنا۔ پھر اپنے ایک خیر خواہ دوست سے ملا اور اس سے کہا کہ کل سے میں اپنی نئی بیوی کو ام محُجن کے پاس ہی رکھنا چاہتا ہوں تو تم کل صبح میرے پاس آکر سلام علیک کرنا میں تمہیں ناشتہ کے لئے بٹھاؤنگا جب تم کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو تم مجھ سے سوال کرنا کہ تم کو دونوں بیویوں میں سے کس سے زیادہ محبت ہے میں اس سوال پر کچھ چونکوں گا اور برہمی کا اظہار کرتے ہُوئے جواب سے انکار کروں گا تو تم مجھے قسم دیدینا۔ جب اگلا دن ہوا تو نئی بیوی آکر ام محجن سے ملی اور وہ دوست بھی آنکلے تو اس نے اس کو بٹھالیا۔ جب دونوں ناشتہ سے فارغ ہو چکے تو وہ شخص اس کی طرف متوجہ ہُوا اور اُس نے کہا اے ابو محجن میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کو دونوں بیویوں میں سے کس سے زیادہ محبت ہے ابو محجن نے کہا سبحٰن اللہ مجھ سے آپ ایسی بات ایسے وقت پوچھ رہے ہیں کہ وہ دونوں سن بھی رہی ہیں۔ ایسی بات کبھی کسی نے نہیں پوچھی۔ اُس نے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ یہ ضرور مجھے بتانا ہوگی نہ تم کو معذور کہونگا اور نہ کوئی دوسری بات قبول کرونگا بجُز اس کے۔ ابو محجن نے کہا جب تم اس حد پر آگئے تو سن لو کہ مجھے دونوں میں سے دینار والی سے زیادہ محبت ہے واللہ میں اتنی بات سے آگے اور کچھ نہ کہوں گا۔ دینار تو دونوں میں سے ہر ایک کو دیا گیا تھا جو خوش ہو کر ہنس رہی تھی اور ہر ایک کا یہ گمان تھا کہ اس نے اس قول سے مجھے ہی مراد لیا ہے۔

(۲۸۲) مجھ سے قاضی ابوالحسین بن عتبہ نے بیان کیا کہ میرے چچا کی بیٹی صاحب ثروت تھی اور میں نے اس سے نکاح کر لیا تھا میں نے نکاح کے لئے اس لئے ترجیح نہیں دی تھی کہ وہ خوبصورت ہوگی بلکہ مجھے صرف اس کے مال سے امداد حاصل کرنا تھی اور ایک نکاح میں نے پوشیدہ طور پر کر رکھا تھا جب وہ اسکو تاڑ گئی تو وہ مجھے چھوڑ گئی اور نگاہ پھیر لی اور مجھ کو اس نے اس پر تنگ کرنا شروع کر دیا کہ میں اپنی دوسری بیوی کو طلاق دیدوں پھر وہ میرے یہاں واپس آسکتی ہے۔ میرے ساتھ یہ معاملہ کچھ لمبا کھنچ گیا اور میں نے ایک ایسی خوبصورت لڑکی سے نکاح کیا تھا جو میری طبیعت کے بالکل موافق تھی میرے ساتھ نباہ کرنے والی تھی ابھی وہ میرے ساتھ تھوڑا ہی عرصہ گذارنے پائی تھی کہ اس کے خلاف میرے چچا کی بیٹی نے کوشش شروع کر دی اور اس نے مجھ کو

سختی اور تنگی میں مبتلا کر ڈالا میرے لئے یہ آسان بات نہ تھی کہ میں اُس لڑکی سے مفارقت اختیار کر لوں (اب میں نے ایک تدبیر کی) میں نے اس (چھوٹی بیوی) سے کہا کہ " پڑوسنوں سے اعلیٰ درجہ کا ایک ایک کپڑا مستعار لیکر اپنا پورا جوڑا کر لو اور اس کو عنبر کی دھونی دو اور میرے چچا کی بیٹی کے پاس پہنچو اور اس کے سامنے بیٹھکر رونا شروع کر دو اور اس کو خوب دعائیں دو اور اس کے سامنے بہت گڑگڑاؤ یہاں تک کہ وہ پگھل جائے، پھر جب وہ تم سے تمہارا حال پوچھے تو تم یہ کہنا کہ میرے چچا کے بیٹے نے مجھ سے نکاح کیا اور ہر وقت میرے سر پر ایک سوکن لاکر بٹھاتا رہتا ہے۔ اور میرا روپیہ اُن پر خرچ کرتا رہتا ہے میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ قاضی صاحب سے میری امداد کی سفارش کر دیں اور میرا انصاف اس سے کرائیں میں اس کے خلاف قاضی صاحب کے یہاں دعویٰ کرنا چاہتی ہوں تو وہ ضرور تجھے میرے پاس لیکر آئے گی"۔ چنانچہ یہ سب کچھ کیا جب وہ اسکے پاس جا کر مسلسل روتی رہی تو اُس کو اس پر رحم آگیا اور اس نے کہا خود قاضی تیرے شوہر سے بھی بدتر ہے وہ بالکل یہی معاملہ میرے ساتھ کر رہا ہے اور اُٹھ کر میرے پاس پہنچی جب کہ میں اپنی خاص نشستگاہ میں تھا اور غصہ میں بھری ہوئی اور اس لڑکی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھی کہنے لگی اس بدنصیب کا حال بھی میرے ہی جیسا ہے اس کی بات سُن اور اس کا انصاف کر میں نے کہا دونوں اندر آجاؤ تو دونوں داخل ہو گئیں۔ میں نے لڑکی سے کہا تیرا کیا معاملہ ہے تو اُس نے وہی طے شدہ داستان بیان کر دی میں نے اس سے کہا کیا تیرے چچا کے بیٹے نے تجھ سے اقرار کیا ہے کہ اس نے تیرے اُوپر دوسری بیوی کر لی اس نے کہا نہیں واللہ اور وہ کیسے اقرار کر سکتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں اس کو برداشت نہیں کر سکتی۔ میں نے کہا کیا تُو نے خود اس عورت کو دیکھا ہے اور تُو اس کے مکان اور اس کی صورت سے واقف ہے اُس نے کہا نہیں واللہ۔ میں نے کہا اے عورت خدا سے ڈر اور جو کچھ ایسی باتیں تیرے کانوں میں پڑیں اُن کو قبول نہ کیا کر کیونکہ حاسد بہت ہوتے ہیں اور عورتوں کو خراب کرنے کے خواہشمند بکثرت ہیں اور حیلہ بازی اور دوسروں کو جھوٹا بنانا (بہت پھیل چکا ہے) دیکھ یہ میری بیوی ہے اس سے کسی نے کہہ دیا کہ میں نے اس پر ایک اور بیوی کر لی ہے حالانکہ میں کہتا ہوں کہ اگر اس دروازے سے باہر میری کوئی بیوی ہو تو اس پر بلا شرط تین طلاق (یہ سنتے ہی) میرے چچا کی بیٹی اُٹھی اور اس نے میرے سر کو بوسہ دیا اور کہنے لگی کہ مجھے معلوم ہو گیا

کہ قاضی صاحب تمہارے اوپر تہمت لگائی گئی تھی (اس ترکیب سے) میری وہ دوسری بیوی طلاق سے بچ گئی کیونکہ دونوں میرے سامنے موجود تھیں۔

(۲۸۳) اصمعی سے مروی ہے کہ ایک شخص کو جو کسی قصور پر سزا دیئے جانے کے قابل تھا منصور کے سامنے پیش کیا گیا اُس نے کہا اے امیر المؤمنین انتقام (یعنی بدلا لینا) "عدل" ہے اور خطاؤں سے درگذر کرنا "فضل" ہے (یعنی یہ اونچے درجہ کی صفت ہے) اور ہم اللہ سے پناہ چاہتے ہیں کہ امیر المؤمنین دونوں میں سے بلند درجہ کی بات کو چھوڑ کر اپنی ذات کے لئے پست مقام کی صفت کو ترجیح دیں منصور نے اس کو معاف کر دیا۔

(۲۸۴) ابوالحسن مدائنی سے مروی ہے کہ احمد بن سمیط نے پانسو آدمیوں کو قید کر کے مختار کے سامنے پیش کیا اس نے ان میں سے دو سو چالیس کو قتل کیا اور بعض کو قید کیا اور بعض کو احسان رکھ کر رہا کر دیا۔ قیدیوں میں سراقہ بن مرداس البارقی بھی تھا پھر اُس کے قتل کا حکم دیا سراقہ نے کہا نہیں واللہ تو مجھے قتل مت کر جبتک میں خود تیرے ساتھ مل کر اپنے گھر کی اینٹ اینٹ نہ ڈھا دوں مختار نے کہا تجھے کیسے معلوم ہو گیا اس نے کہا اخبار صادقہ سے جو پیشگوئی کرنے والی کتابوں میں درج ہیں تو مختار نے عبداللہ بن کامل اور ابی عمرہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ہمارے اسرار کو کون تحقیق کریگا اور حکم دیا کہ اس سے تخلیہ میں گفتگو کریں تنہائی میں سراقہ نے کہا کہ ہم کو ایسی قوم نے قید کیا ہے جن کو ہم نہیں دیکھتے۔ انہوں نے کہا وہ یہی لوگ (ہمارے ساتھی) ہیں جو خدا کے سپاہی ہیں سراقہ نے کہا نہیں واللہ ہمیں ایسی قوم نے قید کیا تھا جن کے سروں پر سرخ عمامے تھے وہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور آسمان اور زمین کے درمیان اُڑ رہے تھے مختار نے کہا یہ اللہ کے فرشتے تھے اے سراقہ یہ واقعہ لوگوں کو بتا دے (سراقہ کہتا ہے کہ) پھر میں نے مینار پر چڑھ کر لوگوں کو یہ قصہ سنایا اور اُن سے قسم کھا کر بیان کیا اس کے بعد میں رہا کر دیا گیا۔

(۲۸۵) ابن عیاش کہتے ہیں کہ جنگ حرہ کے دن عباس بن سہل بن سعد الساعدی کے لئے مسلم بن عقبہ سے امن کی درخواست کی گئی تو مسلم نے اس کو امن دینے سے لایا گیا۔ عباس نے کہا اللہ امیر کو سلامت رکھے واللہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑی تھال آپ کے دادا ماجد کی ہے وہ اس طرح حرہ تشریف لایا کرتے تھے کہ ان پر ایک منقش قیمتی چادر ہوتی تھی اور آ کر حرہ کی

نشستگاہ میں بیٹھتے تھے پھر بڑی تھال اپنے سامنے اور حاضرین کے سامنے رکھتے تھے۔ مسلم نے کہا تو نے سچ کہا اسی طرح ہوتا تھا تجھ کو امن دیا جاتا ہے پھر کسی نے عباس سے پوچھا کہ کیا درحقیقت مسلم کا باپ ایسا ہی تھا جیسا تم نے بیان کیا تھا۔ عباس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے تو حرہ میں اُس کو ایسی بُری حالت میں دیکھا ہے کہ جب وہ موجود ہوتا تھا تو صرف اُسی کی نسبت یہ اندیشہ ہُوا کرتا تھا کہ ہمارے گھوڑوں کی رکاب یا اور کوئی سامان نہ چُرالیجائے اور کسی کی نسبت نہیں (یعنی اس کی سب سے بدتر حالت تھی)

(۲۸۶) اصمعی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رشید نے مجھے بلا بھیجا جب میں پہنچا تو میں نے ایک لڑکی کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ رشید نے کہا کہ یہ لڑکی کون ہے میں نے کہا میں نہیں جانتا تو کہا یہ مواسہ ہے امیر المؤمنین کی بیٹی۔ تو میں نے اس کو اور امیر المؤمنین کو دعائیں دیں رشید نے کہا ہاں اس کے سر کو بوسہ دو۔ میں نے خیال کیا کہ اگر میں نے ایسا کر لیا تو پھر اس پر غیرت کا غلبہ ہوگا اور یہ پھر مجھے قتل کر ڈالے گا اور اگر میں کہنا نہیں مانتا تو عدول حکمی کی بنا پر نہ چھوڑیگا تو میں نے اپنی آستین کو اُس لڑکی کے سر پر رکھا اور پھر اُس آستین کو بوسہ دیا۔ ہارون نے کہا واللہ اے اصمعی اگر تو اُس وقت خطا کر جاتا تو مجھ سے قتل ہو جاتا حکم دیا کہ اس کو دس ہزار درہم دیئے جائیں۔

(۲۸۷) ابن البہول سے مروی ہے کہ ابوحذیفہ واصل بن عطار ایک قافلہ کے ساتھ سفر کے ارادہ سے نکلے اس اثنا میں ان کا راستہ خارجیوں کی ایک لشکر نے روک لیا۔ واصل نے اہل قافلہ سے کہا کہ اُن سے کوئی بات نہ کرے اور اُن سے گفتگو کے لئے صرف مجھے ہی چھوڑ دو۔ پھر واصل اُن کے پاس پہنچے۔ جب ان سے قریب ہوئے تو خوارج نے حملہ کرنا چاہا تو اُنہوں نے کہا کہ تم نے کیسے اس (حملہ) کو حلال سمجھ لیا حالانکہ تم کو یہ خبر بھی نہیں کہ ہم کون ہیں اور یہاں کیوں آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم مشرکین کی قوم میں کے ہیں ہم تمہارے پاس مستجیر بن کر کلام اللہ سننے آئے ہیں۔ یہ سُنکر وہ حملہ کرنے سے فوراً رک گئے اور ایک شخص نے ان میں سے اہل قافلہ کے سامنے قرأت قرآن شروع کر دی جب قرأت سے وہ رکا تو واصل نے کہا ہم نے کلام اللہ سن لیا اب ہمکو ہمارے ٹھکانے پر پہنچا دو تاکہ ہم اس پر غور کریں اور اس پر کہ دین میں کیسے داخل ہوں (اس کے لئے غور اور تدبر ضروری ہے) تو اس لشکر نے کہا یہ واجب ہے چلو (وان احد من المشرکین استجارک

فاجرة حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ) تم ہم چلدیئے اور واللہ خوارج ہمارے ساتھ ہماری حفاظت کے لئے کئی کوس تک آئے یہانتک کہ ہم شہر کے قریب پہنچ گئے جہاں اُن کا غلبہ نہ تھا۔ پھر واپس ہو گئے۔

(۲۸۸) ابو اسحٰق جہمی کہتا ہے کہ جب حجاج (ملک میں) پھرتا تھا تو اُس نے اپنے غلام سے کہا کہ آؤ ہم بھیس بدل لیں اور اندازہ کریں کہ لوگوں کا ہماری نسبت کیا خیال ہے تو دونوں نے بھیس بدل لیا اور نکل گئے۔ ان کا گذر ابولہب کے غلام مطلب پر ہوا انہوں نے اس سے کہا اے شخص کچھ حجاج کا حال جانتا ہے اس نے کہا حجاج پر خدا کی لعنت انہوں نے کہا کہ وہ یہاں سے کب نکلے گا اُس نے جواب دیا خدا اُس کی روح کو اس کے بدن سے نکال لے مجھے کیا خبر۔ حجاج نے کہا کیا تو مجھے جانتا ہے اُس نے کہا نہیں۔ حجاج نے کہا میں حجاج بن یوسف ہوں۔ مطلب نے کہا کیا تو مجھے پہچانتا ہے۔ حجاج نے کہا نہیں اُس نے کہا میں مطلب ہوں۔ ابولہب کا غلام۔ سب جانتے ہیں میں ہر مہینہ میں تین دن پاگل رہتا ہوں آج ان میں کا پہلا دن ہے۔ تو اسکو چھوڑ دیا اور گذر گیا۔

(۲۸۹) ابوالحسن بن ہلال الصابی سے یہ حکایت مروی ہے کہ ایک دن حجاج اپنے لشکر سے جُدا ہو گیا وہ ایک باغ والے کے پاس پہنچا جو اپنی جائداد (درختوں) کو پانی دے رہا تھا حجاج نے اس سے کہا حجاج کی حکومت میں تمہارا کیا حال ہے۔ اُس نے کہا خُدا اس پر لعنت بھیجے نیک لوگوں کا قاتل اور کینہ ور ہے اللہ اس سے جلدی بدلہ لے۔ اُس نے کہا کہ کیا مجھے پہچانتا ہے اُس نے کہا نہیں۔ بولا کہ میں ہی حجاج ہوں تو اس نے دیکھا کہ اُس کا خون خشک ہونے لگا۔ پھر اُس نے اپنا ڈنڈا سنبھالا جو اس کے ساتھ تھا اور کہنے لگا تو مجھے پہچانتا ہے حجاج نے انکار کیا۔ بولا کہ میں ابو ثور مجنوں ہوں اور آج میرے جنون کے دورے کا دن ہے اور مُنہ سے جھاگ نکلنے لگا اور بلبلانے لگا اور جوش کا اظہار کرنے لگا اور اس نے ڈنڈا اپنے سر پر مارنے کا ارادہ کیا۔ حجاج یہ حرکات دیکھ کر ہنس پڑا اور چلا گیا۔

(۲۹۰) سُنا گیا ہے کہ حجاج ایک دن اپنے لشکر سے الگ ہو گیا اور ایک اعرابی سے ملا اور کہا کہ اے معزز عرب حجاج کیسا ہے اُس نے کہا ظالم ہے غاصب ہے۔ حجاج نے کہا، پھر تم

عبد الملک (خلیفہ) کے پاس اُس کی شکایت کیوں نہیں لیگئے۔ اُس نے جواب دیا کہ خدا اُس پر لعنت کرے وُہ اس سے بھی بڑا ظالم اور غاصب ہے، اتنے میں اس کا لشکر آ پہنچا تو حجاج نے حکم دیا کہ اس بدوی کو بھی سوار کر لو۔ اُنہوں نے کر لیا اس نے ان لشکر والوں سے پوچھا یہ کون ہے اُنہوں نے کہا حجاج یہ سُنکر بدوی نے حجاج کے پیچھے گھوڑا دوڑایا اور آواز دی کہ اے حجاج۔ اُس نے کہا کیا ہے بدوی نے کہا دیکھنا وہ جو ہمارے تمہارے درمیان ایک راز کی بات ہوئی تھی وہ کسی سے کہہ نہ دیجئے۔ اس پر حجاج ہنس پڑا اور اس کو چھوڑ دیا۔

(۲۹۱) حجاج ایک اعرابی سے جنگل میں ملا اُس نے اپنے بارے میں اور اپنے عاملوں اور کارندوں کے بارے میں سوال کیا اُس نے ہر بات کا ناگوار جواب دیا اس سے حجاج نے کہا خدا مجھے قتل کر دے اگر میں تجھے قتل نہ کروں (اعرابی اب سمجھا کہ یہ خود حجاج ہی ہے) کہنے لگا پھر الترسل یعنی دوستی کے ساتھ بے تکلف باتیں کرنیکا حق کہاں گیا۔ حجاج نے کہا وہ حق موزوں ہے تیرے لئے۔ تو نے کیسے اچھے طریقہ پر خلاصی کی راہ نکالی اور اُس کو چھوڑ دیا۔

(۲۹۲) ابو الحسین بن السمارک لوگوں کے سامنے شہر کی مسجد جامع میں تقریر کیا کرتے تھے اور علوم متعارفہ میں سے الا ما شاء اللہ بہتر طور پر کچھ حاصل نہ کیا تھا محض طبعی باتیں مذہب صوفیہ پر کیا کرتے تھے۔ ان کو ایک رقعہ لکھا گیا کہ کیا فرماتے ہیں فقہاء کرام اس صورت میں کہ ایک شخص کا انتقال ہُوا اور اس نے فلاں فلاں وارث چھوڑے تو انہوں نے اس کو کھولا اور غور سے پڑھا جب اس کو دیکھا کہ فرائض کا سوال ہے تو اس کو ہاتھ سے پھینکدیا اور کہا میں اس قوم کے مذہب پر کلام کرتا ہوں کہ جب وہ مرتے ہیں تو اُن کی مِلک میں کچھ نہیں ہوتا۔ حاضرین کو ان کی تیزی عقل سے حیرت ہوئی (کہ کس خوبصورتی سے اپنی بے علمی کو چھپایا)

(۲۹۳) بیان کیا گیا کہ مزبد ایک والی مدینہ کے یہاں (ایک وقت معین پر روزانہ) آیا کرتا تھا۔ ایک دن دیر سے پہنچا والی نے پوچھا کہ آج اتنی دیر کیوں کی تو جواب دیا کہ مجھے عرصہ سے ایک اپنے ہمسایہ عورت سے محبت تھی آج کی رات میں مقصد میں کامیاب ہو سکا اور اُس پر میں نے قابو پالیا۔ یہ سُنکر والی غضب ناک ہو گیا اور کہنے لگا کہ واللہ تیرے اقرار سے ہم تجھ کو ضرور ماخوذ کریں گے۔ جب مزبد نے دیکھا کہ والی کی گفتگو سنجیدہ ہے (اور یہ ضرور ماخوذ کریگا)

تو کہنے لگا کہ میری پوری بات تو سن لیجئے۔ والی نے کہا وہ کیا؟ کہنے لگا جب صبح ہوئی تو میں تعبیر دینے والے کی جستجو میں نکلا جو میرے خواب کی ٹھیک تعبیر دے سکے اب تک میں کامیاب نہ ہو سکا والی نے پوچھا کیا وہ باتیں تو نے خواب میں دیکھی تھیں اُس نے کہا ہاں تو اُس کا غصہ جاتا رہا۔

(۲۹۴) ابو الفضل الربعی نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ ایک دن مامون الرشید نے جب کہ وہ غضبناک تھا ابو دلف سے کہا تو وہی ہے جس کے بارے میں کسی شاعر نے یہ کہا ہے۔

انما الدنیا ابو دلفٍ — عند معزاہٗ و محتضرہ

فاذا اولّٰی ابو دلف — ولّت الدنیا علی اثرہ

(ترجمہ) ابو دلف دنیا ہی ہے خواہ سفر کرے یا اقامت کرے تو جب ابو دلف پیٹھ پھیر کر چلا جائے تو دنیا ہی اُس کے نشان قدم پر چلی جاتی ہے۔

ابو دلف نے کہا اے امیر المؤمنین یہ جھوٹی شہادت اور ایک دھوکے باز کا قول ہے جو چاپلوس گداگر ہے اور صرف پیسہ کا طالب اور اس سے زیادہ سچا میرا بھانجا ہے جس نے یہ کہا ہے۔

دعینی اجوب الارض فی طلب الغنیٰ — فلا الکرخ الدنیا ولا الناس قاسمٌ

مجھے چھوڑ دے کہ میں تلاش کے لئے زمین کو چھان ماروں کیونکہ دنیا کوئی۔ تالاب (میں بھرا ہوا پانی) نہیں اور مخلوق تقسیم کرنیوالی نہیں، یہ سنکر مامون ہنس پڑا اور اسکا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

(۲۹۵) منقول ہے کہ عزّہ اور بثینہ ایک جگہ بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں کہ سامنے سے کثیر آتا ہوا دکھائی دیا۔ (جو عزّہ کا عاشق تھا) تو بثینہ نے عزّہ سے کہا کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھ پر عیاں کر دوں کہ کثیر تیری محبت میں سچا نہیں ہے۔ عزّہ نے کہا ضرور۔ بثینہ نے کہا پھر تو خیمہ میں چلی جا۔ وہ چلی گئی۔ اتنے میں کثیر قریب آگیا اور بثینہ کے سامنے ٹھہر کر اس سے سلام علیک کی۔ بثینہ نے اس سے کہا کہ عزّہ نے تجھ میں اتنی طاقت باقی نہیں چھوڑی کہ کوئی اور تجھ سے لطف اندوز ہو سکے کثیر نے کہا واللہ اگر عزّہ میری باندی ہوتی تو میں اس کو تجھے ہبہ کر دیتا بثینہ نے کہا اگر تو سچا ہے تو اس مضمون کو شعر میں کہدے اس نے کہنا شروع کیا:۔

رمتنی علی عمد بثینۃ بعد ما — تولیٰ شبابی وارجحن شبابہا

ترجمہ: مجھ پر تیر چلایا یا قصداً بثینہ نے بعد اس کے کہ میرا شباب رخصت ہو گیا اور میں اس

کے شباب کو پسند کر رہا ہوں۔

بعینین تجلا و بن لو فرقتھما　　　　لنوء الثریا لا ستھل سحا بھا

ایسی آنکھوں سے جو بڑی بڑی ہیں کہ اگر انمیں آنسو بھر لائے منزل ثریا کے سامنے تو وہ بھی اپنے بادل برسانے لگے یہ اشعار سُن کر عزّہ نے جلدی سے پردہ ہٹا دیا اور اُس سے کہا اے بیہودے ہیں نے تیرے دونوں شعر سُن لئے کثیر نے کہا تیسرا بھی تو سُن لئے اُس نے کہا وہ کیا ہے تو کثیر نے کہا۔

ولکنما ترمین نفسا سقیمۃ　　　　لعزۃ منھا صفوھا ولبابھا

اور لیکن تو ایسے نفس پر تیر چلا رہی ہے جو بیمار ہے اور عزہ سے ہی اس کی تندرستی اور قوت وابستہ ہے (یہ شعر سن کر عزہ کا جوش ٹھنڈا ہو گیا اور) اسکے عذر کو پسندیدہ خیال کیا۔

(۲۹۶) ابو ہلال عسکری نے ذکر کیا کہ ایک شخص کو ایک ایسی عورت سے محبت تھی جس کا شوہر غائب تھا اور وہ اس کے پاس اطمینان سے آیا کرتا تھا (ایک رات) اچانک شوہر آپہنچا۔ اور اس نے اس شخص کو سوتے ہوئے دیکھا اور عورت سمجھ کر اس کے دونوں پاؤں پکڑ لئے یہ شخص فوراً تلوار پر لپکا پھر اُس کے پڑوس میں ایک شخص معاویہ بن یسار رہتا تھا اس نے اسکو آواز دے کر کہا اے معاویہ کیا تیرا کام ختم ہو گیا (مقصود یہ ظاہر کرنا تھا کہ اب گھر تنہا نہیں رہا گھر والا آگیا ہے) شوہر نے سمجھ لیا کہ اس کام پر (یعنی یہاں لیٹنے پر) لگایا گیا تھا اور معاویہ نے یہ سمجھ لیا کہ وہ یوں ہی نیند میں بڑبڑا رہا ہے اس نے جواب دیدیا ہاں اور تو سر بلند (کامیاب) ہو گیا شوہر نے مطمئن ہو کر اسے چھوڑ دیا۔

(۲۹۷) ابوالحسن بن الصابی نے بیان کیا کہ ایک مغنیہ نے مہدی کے سامنے گانا شروع کیا

ما نقموا من بنی امیۃ الا　　　　انھم یسفھون اذ غضبوا

ترجمہ: بنی اُمیہ سے لوگوں کو اس لئے پرخاش ہو گئی کہ وہ جوش کی حالت میں ہوش کھو بیٹھتے ہیں۔ مغنیہ سے کہا گیا کہ تو نے غلطی کی۔ اُس نے جواب دیا کہ میری غلطی ہی مجھے یہ شعر یاد دلایا کرتی ہے تو میں نے اس کی اصلاح اُسی سے کی جو تم نے سُنا ہے۔

باب ۱۹: ایسے نادر ملفوظات جن کا ظاہری مفہوم مرادی مفہوم کیخلاف محسوس ہو

(۲۹۸) سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم مزاح[ع] کرتے تھے حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہاں کرتے تھے میرے پاس ایک بڑھیا بیٹھی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ تشریف لائے تو انہوں نے کہا اے رسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اہل جنت میں سے کرے آپؐ نے فرمایا کہ جنت میں بڑھیاں نہ داخل ہونگی پھر باہر سے آواز آگئی تو آپؐ باہر گئے جب واپس آئے تو معلوم ہوا کہ وہ رو رہی ہے آپؐ نے پوچھا کہ اسے کیا ہوا تو آپؐ سے موجودین نے کہا کہ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ جنت میں بڑھیاں نہ جائیں گی اس سے رو رہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو جوان کنواری اور موزوں بنا کر داخل کریگا۔ (پھر وہ خوش ہو گئی)

(۲۹۹) حرث بن نوفل سے مروی ہے کہ عباس بن عبد المطلب نے آپ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو ابو طالب کے بارے میں کیا امید ہے آپ نے فرمایا میں اپنے خُدا سے ہر خیر کی امید رکھتا ہوں۔

(۳۰۰) قرشی سے مروی ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے پوچھا کہ تیرا شوہر کون ہے؟ اُس نے اس کا نام بتایا آپ نے فرمایا وہی جسکی آنکھوں میں سفیدی ہے جب وہ واپس ہوئی لگی اپنے شوہر کی آنکھوں پر غور کرنے۔ شوہر نے کہا تجھے کیا ہو گیا۔ اُس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ تیرا شوہر فلاں ہے میں نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا وہی جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ تو شوہر نے کہا کہ کیا میری آنکھوں میں سفیدی سیاہی سے زیادہ نہیں ہے۔

(۳۰۱) انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سواری کے جانور کی درخواست کی۔ فرمایا ہاں ہم تجھ کو اونٹنی کے بچے پر بٹھائیں گے اُس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گا۔ آپ نے فرمایا اونٹ کو ناقہ یعنی اونٹنی ہی تو جنتی ہے۔

(۳۰۲) محمد بن اسحٰق سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوہ بدر کے لئے کوچ کیا تو آپ بدر کے قریب اُترے اور آپ ایک اصحابی کو ساتھ لیکر اُونٹ پر سوار ہو کر (قریش کے

ع مزاح کے معنی ہیں الانبساط مع الغیر من غیر ایذاء لہٗ یعنی کسی کیساتھ اس طرح ہنسی کی بات کر لینا جس کا انجام اس کے لئے ایذا نہ ہو۔ یاد رکھنا چاہیے کہ مزاح میں بھی جس کا نتیجہ کینہ اور وقار کی بربادی اور کثرت ضحک اور قساوت قلب اور اللہ کو بھلا دینے کی صورت میں برآمد ہو وہ ممنوع ہے تفصیل احیاء العلوم میں دیکھو۔ مترجم۔

تجسس کے لئے کسی طرف) چل پڑے اور ایک بوڑھے کو دیکھ کر ٹھہر گئے اس سے آپ نے قریش کے بابت سوال کیا اور یہ بھی کہ محمدؐ اور اسکے اصحاب کے بارے میں تجھے کیا معلوم ہے۔ بوڑھے نے کہا میں اسوقت تک نہیں بتاؤنگا جب تک تم دونوں مجھے یہ نہ بتادو کہ تم کون ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو ہمیں بتادیگا تو ہم بھی بتادیں گے بوڑھے نے کہا دونوں باتوں کا ادلا بدلا ہوگا پھر بوڑھے نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ محمدؐ اور اس کے اصحاب فلاں دن مدینہ سے نکلے ہیں اگر یہ خبر جو مجھے پہنچی صحیح ہے تو ان کو آج فلاں فلاں مقام پر ہونا چاہیئے۔ ٹھیک وہی جگہ بتائی جہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تھے اور مجھے یہ خبر پہنچی کہ قریش فلاں دن فلاں وقت نکلے۔ اگر یہ خبر سچی ہے جو مجھے دی گئی ہے۔ تو وہ آج فلاں فلاں مقام پر ہیں۔ ٹھیک وہی جگہ بتائی جہاں قریش پہنچے تھے اُس نے خبر سے فارغ ہو کر کہا اب بتاؤ تم کون ہو تو آپ نے فرمایا کہ ہم عراق کے پانی سے آئے ہیں۔ احمد بن علی کہتے ہیں کہ (جنگی ضرورت کی وجہ سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کلمات استعمال کر لئے جس سے اس کو یہ متوہم ہو گیا کہ یہ لوگ عراقی ہیں (عراق میں چونکہ پانی کی کثرت تھی تو عموماً اہل عرب مطلقاً پانی کہہ کر عراق مراد لیا کرتے تھے) تو گویا لفظ عراق پانی کا مرادف بن گیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی سے نطفہ مراد لیا کہ وہ نطفہ ہی سے پیدا ہوئے ہیں۔

(۳۰۳) ابو الزناد سے مروی ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیراہن تھا جب عبد اللہ بن زبیر (اسماء کے بیٹے) شہید کر دیئے گئے تو وہ پیراہن مبارک بھی گھر کے دوسرے سامان کیساتھ جو لوٹا گیا تھا جاتا رہا۔ اسماء نے کہا کہ قمیص مبارک ایک شامی کے پاس ملی (اس کو کہا گیا کہ اسماء کو واپس کر دینی چاہیئے)۔ اس نے کہا کہ اس شرط پر واپس کر سکتا ہوں۔ کہ اسماء میرے لئے مغفرت کی دعا کر دے۔ اس کا اسماء سے ذکر کیا گیا۔ اسماء نے کہا میں عبد اللہ کے قاتل کے لئے کیسے مغفرت کی دعا کر دوں گی لوگوں نے کہا پھر وہ شخص قمیص واپس نہ کریگا۔ فرمایا کہ اس سے کہو کہ وہ آجائے۔ چنانچہ وہ قمیص لیکر آگیا اور اس کیساتھ عبد اللہ بن عروہ بھی آئے۔ اسماء نے فرمایا کہ قمیص عبد اللہ کو دیدے اس نے ان کو دیدی آپ نے فرمایا اے عبد اللہ تو نے قمیص لے لی ہے؟ (حضرت اسماء کی آخر عمر میں نگاہ نہ رہی تھی) انہوں نے عرض کیا جی ہاں لے لی تو آپ نے فرمایا کہ اے عبد اللہ خدا تیری مغفرت کرے اور آپ نے عبد اللہ بن عروہ کو مراد لیا تھا۔

(۳۰۴) حجر المدری کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جب کہ تجھ کو اس پر مجبور کیا جائیگا کہ تو مجھ پر لعنت بھیجے میں نے کہا کیا ایسا ہونیوالا ہے؟ فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اس وقت کیا کرنا چاہیئے فرمایا لعنت کے الفاظ کہہ دینا اور مجھ سے بیزاری کا اظہار مت کرنا کہتے ہیں کہ (اب وہ وقت آگیا) جمعہ کے دن محمد بن یوسف (حجاج بن یوسف کا بھائی) منبر کے ایک جانب کھڑا ہوا اور مجھ سے کہا کہ علی پر لعنت کر۔ میں نے کہا کہ امیر نے مجھے حکم دیا کہ علی پر لعنت کر محمد بن یوسف نے اے لوگو لعنت کرو اس پر خدا اُس پر لعنت بھیجے۔ یہ سنکر تمام اہل مجلس رخصت ہوئے مگر اصل مطلب ایک آدمی کے سوا اور کوئی نہ سمجھ سکا۔ (یعنی یہ کہ انہوں نے علی کے بعد محمد بن یوسف کا نام لیا اور پھر کہتے ہیں کہ خدا اس پر لعنت کرے یعنی محمد بن یوسف پر اور وہ ایک آدمی خود ہی تھے۔

(۳۰۵) کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ کے مقابلے پر چند مقرروں نے کلام شروع کر دیا۔ پھر صعصعہ بن سرحان نے کھڑے ہو کر بولنا شروع کیا مغیرہ نے کہا اسکو یہاں سے لیجا کر چبوترے پر کھڑا کر دو۔ وہاں کھڑا ہو کر اس کو علی پر لعنت کرنا ہوگی (صعصعہ کو لیجا کر کھڑا کیا گیا) تو انہوں نے کہا لعن اللہ من لعن اللہ ولعن علی بن ابی طالب یعنی لعنت کرے اللہ جس پر لعنت کی اللہ نے اور لعنت کرے علی بن ابی طالب پر (اب مطلب یہ ہوا کہ میں ان سب پر لعنت کرتا ہوں جن پر اللہ لعنت کر چکا ہے اور جنہوں نے حضرت علی پر لعنت کی ان پر بھی لعنت) (ان کو لیجانے والے نے مغیرہ کو ان الفاظ کی اطلاع دی۔ مغیرہ نے کہا خدا کی قسم ہم اس کو قید کریں گے تو صعصعہ نے آکر عوام کو مخاطب کیا کہ ان ھٰذا ابیٰ الا علی بن ابی طالب فالعنوہ لعنہ اللہ یہ شخص (مغیرہ) علی کے سوا اور سب سے لعنت کا انکار کرتا ہے (اور میں نے تمام ملعونوں پر لعنت کی تھی) اب پھر کہتا ہوں) اس پر (ان کا حقیقتہً اشارہ مغیرہ کی طرف ہے مگر ایہام اس طرف ہے کہ علیؓ کے بارے میں کہہ رہے ہیں) لعنت بھیجو خدا اس پر لعنت کرے (صعصعہ کا مطلب کوئی نہیں سمجھا صرف مغیرہ نے ہی سمجھا اس لئے برہم ہو کر کہا) اس کو نکالدو خدا اس کی جان نکال لے (قید اس لئے نہیں کیا کہ اس پر عوام میں جوش پیدا نہ ہو جائے۔ مغیرہ بن شعبہ حضرت علی کے مخالف اور معاویہ کے طرفداروں میں سے تھے اور شام کے گورنر تھے)

(۳۰۶) ایک شخص نے عیسیٰ بن موسیٰ سے کسی چیز کے بارے میں گفتگو کی اس کے پاس قاضی

عبداللہ بن شبرمہ موجود تھے عیسٰی نے اس شخص سے کہا تجھے کوئی پہچانتا ہے۔ اُس نے کہا ابن شبرمہ۔ ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا میں یہ جانتا ہوں کہ یہ اہل شرف و صاحب بیت اور صاحب قدم ہے (محاورہ عرب کے لحاظ سے اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ صاحب عزت اور اعلیٰ خاندان اور صاحب استقامت ہے) جب ابن شبرمہ نکلے تو کسی نے اس بارے میں اُن سے پوچھا تو انہوں نے کہا میں جانتا ہوں کہ اس کے دو کان ہیں جن کے سوراخ کھلے ہوئے ہیں (شرف کے معنے اُبھار کے ہیں) اور اس کا گھر بھی ہے جہاں یہ سوتا بیٹھتا ہے (یہی گھر ہے یہ ضروری نہیں کہ اس کی ملکیت بھی ہو) اور اس کے پاؤں بھی ہیں جن سے چلتا ہے۔

(۳۰۷) حجاج نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو مارا اور ان کو لوگوں کے سامنے کھڑا کیا اور ان پر ایک شخص مسلط تھا جو دھمکا کر کہتا تھا کہ لعنت کر علی پر وہ اس طرح کہہ رہے تھے اے اللہ لعنت بھیج سب جھوٹوں پر پھر سکوت کرتے تھے اور ادا کرتے تھے اور کہتے تھے علی بن ابی طالب۔ پھر سکوت کے بعد کہتے مختار بن الزبیر۔

(۳۰۸) مبارک سے منقول ہے کہ حجاج بیٹھا ہُوا تھا کہ اتنے میں ایک بھاری بھر کم موٹا تازہ شخص آیا جس کی صورت سے اس کی غداری عیاں تھی جب اس کو حجاج نے دیکھا تو کہا ابو غادیہ مرحبا اور برابر مرحبا مرحبا کہتا رہا یہاں تک کہ اس کو تخت پر اپنے برابر بٹھایا پھر اس سے کہا کہ ابن سمنہ کو تم نے ہی قتل کیا تھا؟ اس نے کہا ہاں حجاج نے پوچھا کیسے؟ ابو غادیہ نے کہا میں نے یہ کیا اور وہ کیا یہاں تک کہ اُسے قتل کر دیا۔ حجاج نے اہل شام سے کہا کہ جو شخص چاہے کہ ایسے شخص کو دیکھے جو قیامت کے دن عظیم الجثہ ہوگا وہ اس شخص کو دیکھے جس نے ابن سمنہ کو قتل کیا پھر ابو غادیہ نے حجاج سے سرگوشی کی اور کسی چیز کا سوال کیا اور حجاج نے انکار کیا تو ابو غادیہ نے کہا ہم ان کو دینار دیتے ہیں پھر جب ہم خود اس میں سے کچھ طلب کرتے ہیں تو ہم سے ہی انکار کر دیا جاتا ہے اور تم یہ بھی خیال کرتے ہو کہ ہم قیامت کے دن عظیم الجثہ ہوں گے۔ حجاج نے کہا ہاں واللہ جس شخص کی داڑھ اُحد پہاڑ جیسی اور اس کی ران ورقان (ایک پہاڑی کی چوٹی) جیسی اور پنڈلی بیضاء جیسی اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اتنی بڑی جتنی کہ مدینہ سے ربذہ تک کی ہے (بعض دوزخیوں کی یہ حالت حدیث میں ہے یہ تلمیح اسی کی طرف ہے) اس کے قیامت کے دن عظیم الابدان ہونے

ع یعنی عظیم الجثہ ۱۲

میں کیا شک ہے۔ خدا کی قسم اگر عمار بن سمنہ کے قتل میں تمام زمین والے شریک ہوجاتے تو سب کے سب دوزخ میں داخل ہوتے۔

(۳۰۹) قرشی نے بیان کیا کہ مطرف بن عبداللہ ابن الاشعث کے ساتھ تھا (ابن الاشعث عرصہ دراز تک حجاج سے جنگ کرتے رہے۔ اس بہادر شخص سے حجاج تنگ آچکا تھا لیکن انجام یہ ہوا کہ یہ شہید ہوگئے اور سب ساتھی منتشر ہوگئے) جب مطرف حجاج کے سامنے لایا گیا۔ بعد اختتام جنگ تو اس نے مطرف سے کہا۔ اے مطرف کیا تو بھی کافر ہوگیا تھا۔ مطرف نے کہا نہیں لیکن وہ ایک حیرت کی حالت تھی اور اگر ہم حق اور اہل حق کی مدد کرتے تو یہ ہمارے لئے زیادہ اچھا تھا (اس گفتگو سے جان بچ گئی)

(۳۱۰) قرشی سے منقول ہے کہ بصرہ میں خوارج کی ایک بڑی جماعت نکلا، اُن سے ایک بوڑھا ملا جس کا سر اور ڈاڑھی سفید تھے۔ خارجیوں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے تو بڑے میاں نے (جان بچانے کے لئے) کہا کہ میں یہود کے بارے میں تم سے کچھ پوچھنے آیا ہوں۔ کیا تم نے قصد کرلیا ہے اہل ذمہ کے قتل کا (انہوں نے اس کو یہودی سمجھ کر جواب دیا جاؤ تم ہماری طرف سے جہنم میں۔

(۳۱۱) ابوالعباس احمد بن یعقوب نے بیان کیا کہ یحیٰی بن اکثم (قاضی) اہلبیت میں سخت حسد تھا اور بڑا چالاک تھا۔ جب وہ کسی ایسے عالم کو دیکھتا جو فقہ کا ماہر ہے تو اس سے حدیث کا سوال کرتا اور اگر کسی کو دیکھتا کہ یہ حافظ حدیث ہے تو اس سے نحو کا سوال کرتا اور اگر کسی کو عالم نحو دیکھتا تو اس سے علم کلام کا سوال کرتا تاکہ اس کو شرمندہ کرے اور نہ جمنے دے۔ ایک مرتبہ اس کے پاس اہل خراسان میں سے ایک ہوشیار آدمی آیا جو حافظ تھا اس سے مناظرہ کیا کہ اس کو ماہر فنون پایا اب اس سے کہا کہ حدیث میں بھی کچھ نظر رکھتے ہو؟ اس نے کہا ہاں پھر اس سے پوچھا کہ اصول میں سے تمہیں کیا محفوظ ہے اُس نے کہا مجھے شریک کی حدیث یاد ہے جو روایت کرتے ہیں ابواسحٰق سے اور وہ حرث سے کہ حضرت علیؓ نے ایک غلام باز کو سنگسار کیا۔ بس پھر خاموش ہوگیا آگے بات نہ کرسکا (اس کی یہ وجہ ہے کہ یہ اس علت میں متہم اور مشہور تھا)۔

(۳۱۲) ایک شخص نے ہشام بن عمرو الفوطی سے کہا کم تعدّ (لفظی ترجمہ تم کتنا گنتے ہو

اس کا محاورہ کے لحاظ سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ تمہاری کیا عمر ہے) ہشام نے کہا ایک سے دس لاکھ اور اس سے بھی زیادہ تک۔ اس نے کہا میں نے یہ دریافت کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ ہشام نے کہا پھر کیا ارادہ کیا اس نے کہا کم تعد من السن (لفظی ترجمہ "تم کتنا گنتے ہو سن میں، سن کے معنی سال کے علاوہ دانت کے بھی ہیں) ہشام نے کہا بتیس۔ سولہ اوپر کے اور سولہ نیچے کے اس نے کہا میں نے تو یہ معلوم کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ ہشام نے کہا پھر کیا ارادہ کیا ہے اس نے کہا کم لک من السنین (لفظی ترجمہ کتنے ہیں تمہارے سال) ہشام نے کہا میرا ان میں کچھ بھی نہیں سب کا مالک اللہ ہے، پھر اس نے (سوال کا عنوان بدلا اور) کہا فما سنک (تمہارا سن کیا ہے) ہشام نے کہا ہڈی۔ پھر اس نے کہا فابن کم انت (لفظی ترجمہ" تو کتنے کا بیٹا ہے۔ یہ بھی محاورہ ہے جس سے عمر مراد لیجاتی ہے) ہشام نے کہا دو کا بیٹا ہوں باپ کا اور ماں کا پھر اس نے کہا کم اتی علیک (لفظی ترجمہ کتنے آئے تجھ پر باعتبار محاورہ اس سے بھی عمر ہی مراد ہوتی ہے) ہشام نے کہا اگر مجھ پر کچھ آجاتا تو ہلاک ہو چکا ہوتا (اب سائل کی ہمت جواب دے گئی) اُس نے کہا پھر (تم ہی بتاؤ) کس طرح پوچھوں۔ ہشام نے کہا یوں پوچھو کہ مضیٰ من عمرک (یعنی تمہاری عمر کتنی گذر چکی)

(۱۳۳) سکندر کے زمانہ میں دو آدمیوں نے ایک بادشاہ پر حملہ کر کے مار ڈالا۔ سکندر نے کہا جس نے اس کو مارا وہ بڑے کارنامے انجام دینے والا شخص ہے اور اگر وہ ہم پر ظاہر ہو جائے تو ہم اس کو وہ جزا دیں جس کا وہ مستحق ہے اور لوگوں پر اس کو بلند کریں۔ جب اس کی خبر ان دونوں کو ہوئی تو وہ ظاہر ہو گئے اور انہوں نے قتل کا اقرار کر لیا۔ سکندر نے کہا کہ ہم تم کو وہ جزا دیں گے جس کے تم مستحق ہو تو جس شخص نے اپنے سردار کو قتل کیا ہو حالانکہ اس نے اس کا مرتبہ بلند کیا، مگر اس نے پھر بھی اپنے آقا سے غداری کی وہ صرف قتل ہی کا مستحق ہے اور لوگوں پر تمہارا بلند کرنا اس طرح ہوگا کہ میں تم کو اتنی بلند لکڑی پر پھانسی دوں گا جس قدر زیادہ سے زیادہ بلند فراہم ہونا ممکن ہے۔

(۱۳۴) روایت ہے کہ فرعون کے سامنے اس کے دو پرستاروں نے ایک مرد مومن کی چغلی کھائی (کہ یہ اپنا رب خدا کو سمجھتا ہے فرعون کو نہیں سمجھتا) فرعون نے اس کو بلایا اور ان دونوں کو بھی اور ان دونوں سے پوچھا کہ تم دونوں کا رب کون ہے انہوں نے کہا تو۔ پھر مومن سے کہا تیرا رب کون ہے؟ اس نے کہا میرا رب وہی ہے جو ان کا رب ہے (یعنی اللہ جو حقیقۃً سب کا رب ہے)

فرعون نے کہا تم نے ایسے شخص کو مجھ سے قتل کرانے کے لئے تنکا بہت کی جو میرے ہی دین پر ہے اس پر ان دونوں کو قتل کر دیا۔ بعض نے کہا ہے حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے۔
فوقٰہ اللّٰہ سیّاٰتِ مامکروا وحاق بآل فرعون سُوٓءُ العذاب ہ

(۳۱۵) اسحاق بن ہانی کہتے ہیں کہ ہم ابو عبداللہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اُن کے مکان پر بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ مروزی اور مہنّی بن یحییٰ شامی بھی تھے تو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کیا مروزی یہاں ہیں اور مروزی یہ نہیں چاہتے تھے کہ اس کو یہاں کی موجودگی کا علم ہو تو مہنّی بن یحییٰ نے اپنی انگلیاں (دوسرے ہاتھ کی) ہتھیلی پر رکھیں اور (اپنی ہتھیلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا مروزی یہاں نہیں ہیں اور مروزی کا یہاں کیا کام۔ اس پر امام احمد ہنس پڑے اور اس پر ان سے کچھ گرفت نہیں کی۔

(۳۱۶) ابو بکر مروزی سے مروی ہے مہنی بن یحییٰ شامی ابو عبداللہ (امام احمدؒ) کے پاس کچھ احادیث لئے ہوئے آکر کہنے لگے اے ابُو عبداللہ میرے ساتھ یہ احادیث ہیں اور میں نے چلا جانے کا ارادہ کر لیا ہے آپ یہ مجھے پڑھا دیجئے امام احمدؒ نے پوچھا کب جاؤ گے کہنے لگے کہ ابھی جاؤں گا تو اُنہوں نے اسی وقت حدیثیں بیان کر دیں اور یہ چلے گئے جب دوسرا تیسرا دن ہوا تو یہ امام احمدؒ کے یہاں آئے امام احمد نے ان سے کہا کہ کیا تم نے مجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں ابھی (باہر) جا رہا ہوں کہنے لگے کہ میں نے آپ سے یہ تو نہیں کہا تھا کہ میں ابھی بغداد سے جا رہا ہوں میں نے جو کہا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ میں آپ کے کوچہ سے ابھی چلا جاؤں گا۔

(۳۱۷) قاضی عریان کے سامنے ایک نوجوان کو لایا گیا جو نشہ میں تھا عریان نے اس سے کہا تو کون ہے تو اس نے یہ شعر کہا۔

انا ابن الذی لاینزل الدھر قدرہٗ

وان نزلت یومًا فسوف تعودٗ

ترجمہ: "میں اس کا بیٹا ہوں کہ زمانہ جس کی قدر نہیں گرا سکتا اور اگر کسی دن گر جائے تو پھر واپس آ جائے گی" اس کے بعد اس نے اپنے سپاہی سے کہا تم اس سے پوچھو تو اس نے کہا وہ صاحب باقلا کا بیٹا ہے اور ایک روایت میں دوسرا شعر بھی مذکور ہے۔

تری الناس افواجاً الیٰ ضوءِ نارہٖ   فمنھم قیامٌ حولھا وقعودٗ

ترجمہ "تم لوگوں کی جماعتیں اس کی آگ کی روشنی میں دیکھو گے۔ کوئی ان میں سے کھڑا ہوا ہوگا اور کوئی بیٹھا ہوگا"۔ اس نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ کسی صاحب جاہ شخص کا بیٹا ہے تو اس کو چھوڑ دیا مگر وہ ایک بھٹیارے کا بیٹا تھا۔[ع۵]

(۳۱۸) الحارث بن مسکین پر بھی مصیبت کا وقت آگیا جب ابن ابی دواد لوگوں کا خلق قرآن کے مسئلہ میں امتحان کر رہا تھا (یہ مردود قاضی ابن ابی دواد مسئلہ خلق قرآن میں سب سے پیش پیش تھا امام احمدؒ کو بھی اسی کی خباثتوں سے معتصم باللہ کے عہد میں بڑے مصائب اور شدائد برداشت کرنا پڑے) اس نے حارث سے کہا شہادت دے کہ قرآن مخلوق ہے حارث نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ چاروں مخلوق ہیں اور پہلے اپنی چار انگلیوں کو کھولکر سامنے کر دیا (جس طرح عام طور پر گفتگو میں شمار کی تعداد کا اشارہ انگلیوں کے عدد سے بھی کر دیا جاتا ہے) پھر کہا (گویا اب ان چار کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے (مگر نیت یہ نہ تھی) توریت، انجیل، زبور، قرآن۔ اس طرح تعریض اور کنایہ کی امداد سے قتل سے رہائی حاصل کر لی۔

(۳۱۹) ہمارے شیخ عبدالوہاب انماطی نے بیان کیا کہ احمد بن عبدالمحسن وکیل کے پاس گواہی کے کاغذات اُٹھا کر لائے گئے جن پر پہلے (اپنی رائے کو) لکھ رکھا تھا وہ ہر ایک کا شروع کھولکر اس پر لکھتے جاتے تھے ان سے کہا گیا کہ تم پہلے کے خلاف کیوں لکھ رہے ہو تو انہوں نے کہا کہ میں لکھ رہا

ع۵ ایسی ہی ایک حکایت قرمانی نے اخبار الدول میں تحریر کی ہے کہ قدموس مضافات مہبون میں سے ایک بستی ہے جسمیں اہل سنت والجماعت رہتے ہیں۔ وہاں ایک حمام ہے جسمیں سے انواع واقسام کے اتنے سانپ نکلتے ہیں جن کا شمار مشکل ہے حتیٰ کہ جو شخص وہاں غسل کے لئے بیٹھتا ہے تو دیکھتا ہے کہ سانپ پانی کی نالی پر گھومتے اور نیچے گرتے رہتے ہیں اور جب باہر آکر پہننے کے لئے اپنے کپڑے اٹھاتا ہے تو ان میں سے بھی سانپ زمین پر گرتے ہیں لیکن وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے بعض فضلاء نے بیان کیا کہ اس بستی میں ایک قبر پر میں نے یہ لکھا ہوا دیکھا۔ انا ابن من کانت الریح طوع امرہٖ یحبسھا اذا شاء ویطلقھا اذا شاء (ترجمہ) میں اس کا بیٹا ہوں جو ایسا تھا کہ ہوا اس کے تابع فرمان تھی وہ جب چاہتا تھا اس کو روک لیتا تھا اور جب چاہتا تھا اس کو چھوڑ دیتا تھا) یہ بات مجھکو بہت عظیم معلوم ہوئی پھر دوسری قبر کی طرف متوجہ ہوا جو اس کے برابر تھی تو دیکھتا ہوں کہ اس پر یہ لکھا ہے۔ لاتغتر بقولہ فما کان ابوہ الاحدادا یحبس الریح فی الکیر اذا شاء ویطلقھا اذا شاء (یعنی اس کی بات سے دھوکے میں نہ پڑو اس کا باپ ایک لوہار تھا جو اپنی بھٹی یعنی اس کی دھونکنی میں ہوا کو روکتا تھا اور جب چاہتا تھا اس کو چھوڑتا تھا) اشتیاق احمد عفی عنہ۔

ہوں، ماذکر صحیح" (اگر ما موصولہ ہو اور متبادر بھی یہی ہے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ جو ذکر کیا گیا صحیح ہے مگر اُس نے فوراً اپنی غلطی کی تاویل کر دی کہ) میرا مقصود صحت کی نفی ہے (یعنی یہ ما نافیہ ہے)

باب ۲۰ ایسے لوگوں کا ذکر جو شکست جواب سے دشمن پر غالب آ گئے

(۳۲۰) خبیب بن یسار سے مروی ہے کہ میں اور ایک میرا ہم قوم اسلام لانے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ ایک جہاد کی تیاری کر رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ ہم کو اس سے حیا آتی ہے کہ ہماری قوم تو میدان جنگ میں ہو اور ہم ان کیساتھ نہ ہوں۔ آپ نے پوچھا کیا تم دونوں اسلام لاچکے ہو ہم نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تو مشرکین کے مقابلہ پر مشرکین سے مدد نہیں لیتے۔ پھر ہم نے اسلام قبول کر لیا اور حضورؐ کے ہمراہ شریک جہاد ہوئے اور میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا اور وہ میرے ایک ضرب مار چکا تھا پھر (ایسا اتفاق ہُوا کہ) اسی (مقتول) کی بیٹی سے میں نے نکاح کر لیا۔ وہ مجھے کہا کرتی تھی کہ تُو نے ایسے شخص کو نابود کیا جو تجھے یہ بدھی پہنا گیا (بدھی سے اشارہ اس ضرب کے نشان کی طرف ہے) میں یہ جواب دیا کرتا تھا کہ تُو نے اس شخص کو نابود کر دیا جس نے تیرے باپ کو دوزخ بھیجنے میں جلدی کی۔

(۳۲۱) منقول ہے کہ حویطب بن عبد العزّی کی عمر ایک سو بیس سال تک پہنچ گئی تھی۔ اُن کی عمر کے ساٹھ برس جاہلیت میں گذرے اور ساٹھ برس اسلام میں۔ پھر جب کہ مروان بن الحکم مدینہ کا والی (حاکم) بن گیا تو حویطب اسکے پاس گئے اس سے مروان نے کہا تمہاری کیا نیت ہے۔ تو حویطب نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ مروان نے اس سے کہا بڑے میاں تمہارا اسلام پیچھے جا رہا یہاں تک کہ تم سے کم عمر نوجوان سبقت لے گئے۔ حویطب نے کہا خدا کی قسم بہت مرتبہ میں نے اسلام قبول کرنے کا پختہ ارادہ کیا مگر ہر مرتبہ تمہارے باپ (حکم) نے دیر کرا دی اور مجھے منع کرتا اور یہ کہتا رہا کہ تو اپنے باپ دادا کے دین کو محمدؐ کے دین کے لئے چھوڑ رہا ہے تو مروان چپ ہو گیا اور جو کچھ ہوا تھا اس پر شرمندہ ہوا۔

(۳۲۲) محمد بن زکریا نے بیان کیا کہ میں ایک مجلس میں موجود تھا جسمیں عبید اللہ بن محمد بن عائشہ تمیمی اور جعفر بن القاسم ہاشمی موجود تھے۔ عبید اللہ سے جعفر ہاشمی نے کہا قرآن میں ایک آیت خصوصاً بنی ہاشم کے لئے نازل ہوئی عبید اللہ نے کہا وہ کونسی آیت ہے جعفر نے کہا اللہ

تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاِنَّہٗ لَذِکْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِکَ ابن عائشہ یعنی عبید اللہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم قریش تھی اور قریش ہونے میں ہم تمہارے شریک ہیں جعفر نے کہا نہیں بلکہ یہ آیت ہمارے لئے خاص ہے۔ عبید اللہ نے کہا کہ اچھا تو اس کو اور وَکَذَّبَ بِہٖ قَوْمُکَ وَھُوَ الْحَقُّ کو بھی اس کیساتھ لیتے جاؤ۔ اب جعفر خاموش ہو گیا اور اس کو جواب نہ بن پڑا۔

(۳۲۴) مروی ہے کہ معاویہ نے عبد اللہ بن عامر سے کہا مجھے تم سے ایک ضرورت ہے کیا تم اُسے پورا کر دو گے؟ عبد اللہ نے کہا ہاں اور مجھے بھی تم سے ایک حاجت ہے تم اُسے پورا کر دو گے انہوں نے بھی اقرار کر لیا۔ عبد اللہ نے کہا آپ اپنی حاجت بیان کیجئے۔ معاویہ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنے سب مکان اور جائداد جو طائف میں ہے سب ہبہ کر دو۔ عبد اللہ نے کہا "دے دی" معاویہ نے کہا اب تم اپنی حاجت کہو عبد اللہ نے کہا "وہ سب مجھے واپس کر دو" انکو بھی کہنا پڑا کہ اچھا واپس کی۔

(۳۲۵) یمن کی ایک قوم نے ہشام بن عبد الملک کے سامنے اپنی بڑائیاں ماریں۔ ہشام نے خالد بن صفوان سے کہا کہ ان کو جواب دو خالد نے کہا یہ لوگ تو بالکل ظاہر ہیں چادروں کے بُننے والے جولاہے (یمن کی چادر مشہور تھی) اور چمڑے کو دباغت دینے والے (چمار) اور بندر نچانے والے جن کی بادشاہ ایک عورت تھی اور اس قوم کا حال (سلیمانؑ کو ایک جانور ہُدہُد نے بتایا اور ان کو چوہوں نے غرق کر دیا۔

(۳۲۶) غیلان نے عبد الرحمن سے کہا میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں یہ بتاؤ کہ کیا اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس کی نافرمانی کیجائے؟ عبد الرحمن نے کہا میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں یہ بتاؤ کہ کیا اللہ تعالیٰ اس پر مجبور ہے کہ لوگوں کی نافرمانی برداشت کرے؟ اس جواب سے گویا ربیعہ یعنی عبد الرحمن نے غیلان کے منہ میں پتھر ٹھونک دیئے۔

(۳۲۷) ایک بڑا مجرم مامون کے سامنے کھڑا کیا گیا۔ مامون نے اس سے کہا واللہ میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین مجھ پر نرمی کیجئے۔ نرمی بھی آدھی معافی ہے۔ مامون نے کہا کیونکر میں نے حلف کیا ہے کہ تجھے قتل کروں گا اس نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ کے لئے یہ اچھا ہے کہ آپ اللہ کے سامنے قسم توڑنے والے کی حیثیت سے پیش ہوں اس،

سے کہ آپ ایک قاتل کی حیثیت سے پیش کیے جائیں۔ مامون نے اس کو معاف کر دیا۔

(۳۲۸) منصور نے ذکر کیا کہ یحییٰ بن اکثم کو جب بصرے کا قاضی بنایا گیا تو اس کی اکیس سال کی عمر تھی لوگوں نے اس کو حقیر اور کم درجہ سمجھ کر امتحان کے طور پر اس سے سوال کیا کہ قاضی صاحب کی کیا عمر ہے۔ یحییٰ نے جواب دیا کہ اتنی ہی عمر ہے جتنی عتاب بن اُسید کی تھی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو والیِ مکہ بنایا تھا۔

(۳۲۹) نظام راز کو پوشیدہ نہیں رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ یونس تمار نے اس سے ایک راز پوشیدہ طور پر کہا نظام نے اس کو کھول دیا اس پر یونس نے اس کو ملامت کی تو نظام نے لوگوں سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ تو نے کبھی راز کو کسی کے سامنے کھولا ہے ایک مرتبہ یا دو یا تین یا چار مرتبہ پھر اب اس کا گناہ کس پر ہے۔ تو وہ اس پر راضی نہ ہوا کہ گناہ کی ذمہ داری میں شریک ہو۔ حتیٰ کہ نظام نے اس کا پورا بار اس صاحب ہی کے سر پر ڈال دیا (کہ راز کھولنے کی ابتدا نظام سے کہہ کر خود اُسی نے کی)

(۳۳۰) مبرد کے شاگرد جب جمع ہو کر حاضری کی اجازت مانگا کرتے تھے تو اجازت لے کر آنیوالا (مبرد کی طرف سے) آکر کہا کرتا تھا کہ اگر تمہارے ساتھ ابوالعباس زجاج موجود ہے تو آنے کی اجازت ہے ورنہ واپس ہو جاؤ ایک مرتبہ وہ سب آئے اور زجاج ان میں نہیں تھا۔ اُن سے وہی کہہ دیا تو سب واپس ہو گئے مگر اُن میں کا ایک شخص جس کا نام عثمان تھا کھڑا رہا اور اس نے اجازت لانیوالے سے کہا کہ ابوالعباس (مبرد) سے عرض کر دو کہ تمام قوم منصرف ہو گئی (یعنی واپس ہو گئی) سوائے عثمان کے کہ وہ غیر منصرف ہے (یعنی واپس نہیں ہو گا) وہ شخص مبرد کی طرف سے یہ جواب لایا کہ جب عثمان نکرہ ہو گا (یعنی عمومیت رکھتا ہو گا) تو منصرف ہو گا (اور اس کو واپس جانا ہو گا) اور ہم تجھ کو معرفہ (یعنی اہل خصوصیت) نہ بنائیں گے لہذا خیریت سے واپس جاؤ۔

(۳۳۱) ایک حجازی شخص نے ایک آدمی سے کہا۔ ہمارے پاس سے علم نکل چکا ہے۔ اس نے کہا ہاں مگر وہ اب تک تمہاری طرف واپس بھی نہیں آیا۔

(۳۳۲) ایک جوان نے ایک دن شعبی کے سامنے کلام کیا شعبی نے کہا ہم نے یہ نہیں سنا جوان نے کہا کیا آپ نے تمام علم سن لیا ہے۔ شعبی نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا کیا آپ نے آدھا علم سنا ہے انہوں نے کہا نہیں۔ جوان نے کہا تو اس کو اس حصہ میں شمار کر لیجیے جو آپ نے اب تک

نہیں سُنا شعبی لاجواب ہو گئے ۔

(۳۳۳) عبداللہ بن سلیمان سے مروی ہے کہ ہارون اعُور پہلے یہودی تھا پھر اسلام لے آیا اور اس کا اسلام مخلصانہ تھا اُس نے قرآن خوب حفظ کر لیا تھا اور مسائل نحو حفظ کئے۔ ایک مرتبہ اس سے ایک شخص نے ایک مسئلہ میں مناظرہ کیا تو ہارون اس پر غالب آگیا اس مغلوب شخص کو اور کچھ نہ سوجھا تو یہ کہنے لگا پہلے تو یہودی تھا پھر اسلام لایا۔ ہارون نے اس سے کہا کہ پھر کیا میں نے بُرا کیا پھر بھی ہارون ہی غالب رہا اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

(۳۳۴) مالک بن سلیمان سے مروی ہے کہ ابراہیم بن طہمان کا بیت المال سے وظیفہ جاری تھا ان سے خلیفہ کی مجلس میں ایک مسئلہ پوچھا گیا انہوں نے کہا میں نہیں جانتا لوگوں نے اُن سے کہا تم بیت المال سے ہر مہینہ اتنا اور اتنا لیتے ہو اور ایک مسئلہ بخوبی نہیں بتا سکے۔ انہوں نے جواب دیا میں ان ہی جوابات پر وظیفہ لیتا ہوں جو بخوبی بتایا کرتا ہوں اور اگر میں ان مسائل پر بھی لیا کرتا جو بخوبی نہیں بتا سکتا تو بیت المال ہی ختم ہو جاتا مگر وہ مسائل جو میں نہیں بتا سکتا ختم نہ ہوتے۔ خلیفہ نے اُن کے جواب کو پسند کیا اُن کو انعام اور خلعت فاخرہ دیا اور اُن کا مشاہرہ بھی بڑھا دیا۔

(۳۳۵) ابوالعباس مبرد نے بیان کیا کہ ایک شخص کچھ لوگوں کا مہمان بن گیا ان کو بار محسوس ہوا تو شوہر نے بیوی سے کہا کہ اس سے کس طرح معلوم کیا جائے کہ یہ کب تک ٹھہریگا۔ عورت نے کہا آپس میں کوئی جھگڑے کی بات بناؤ یہاں تک کہ ہم اس سے فیصلہ کرانے کے لئے پہنچیں۔ وہ دونوں ایک ایسی داستان بنا کر اس کے پاس گئے عورت نے مہمان سے کہا" اس اللہ کے واسطے سے جو کل آپ کے کھانے میں برکت دیگا بتائیے کہ ہم میں کون ظالم ہے"مہمان نے کہا قسم ہے اس اللہ کی جو تمہارے یہاں میرے کھانے میں ایک مہینہ تک برکت دیگا میں نہیں جانتا"

(۳۳۶) ابن خلف سے مروی ہے کہ ہارون الرشید ایک دن سیر کے لئے نکلے اور اپنے لشکر سے جدا ہو گئے اور فضل بن الربیع اس کے پیچھے تھا انہوں نے راستہ میں ایک بڈھے کو دیکھا جو گدھے پر سوار تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک لگام تھی جو ایسی گندی تھی گویا مینگنیوں سے بھری ہوئی آنت ہے اس کی صورت پر نظر کی تو اس کی آنکھوں سے پانی بہ رہا تھا ہارون نے اس کو چھیڑنے کے لئے فضل کو آنکھ ماری فضل نے اس سے کہا بڈھے کہاں جا رہا ہے اس نے کہا کہ اپنے باغ میں

فضل نے کہا کیا تجھے ضرورت ہے کہ میں تجھے ایک ایسی دوا بتاؤں کہ اگر اپنی آنکھوں پر تونے اُس کا استعمال کیا تو یہ رطوبت بہنا بند ہو جائے گی اُس نے کہا مجھے تو اس کی بہت ضرورت ہے فضل نے کہا ہوا کی لکڑیاں اور پانی کا غبار اور کماۃ کے پتّے (یہ ایک ایسی بوٹی ہوتی ہے جس پر پتہ ہوتا ہی نہیں) ان سب کو اخروٹ کے چھلکے (کا کھرل بنا کر اس) میں خوب پیس اور اس سرمہ کو آنکھوں میں لگا تو جو شکایت ہے وہ جاتی رہے گی۔ بڈھا یہ سنکر اپنے گدھے کے پالان پر کچھ جھکا اور اُس نے ایک بہت لمبا گوز مارا پھر بولا یہ تیرے نسخہ تجویز کرنے کی اُجرت ہے اُسے لے لے پھر اگر اس سے ہم کو فائدہ پہنچا تو ہم اور دیں گے (فضل کو جواب نہ بن پڑا) اور ہارون رشید اتنا ہنسا کہ قریب تھا ہنستے ہنستے اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑے۔

(۳۳۷) جاحظ کا بیان ہے کہ خلیفہ مہدی نے قاضی شریک سے کہا جبکہ موسیٰ بن عیسیٰ بھی اس کے پاس موجود تھا کہ اگر آپ کے سامنے عیسے کوئی شہادت دے تو کیا آپ اس کو قبول کر سکتے ہیں؟ مہدی نے یہ سوچا تھا کہ دونوں میں اختلاف پیدا کرادے۔ قاضی شریک نے کہا جس سے آپ سوال کر رہے ہیں وہ عیسٰی سے نہیں پوچھیگا وہ امیر المؤمنین سے ہی دریافت کریگا۔ اگر امیر المؤمنین نے اس کا عدل ظاہر کیا تو اس کی شہادت قبول کرلے گا اس سوال کو قاضی نے اُسی پر کوٹا دیا۔

(۳۳۸) ابو بکر بن محمد نے ذکر کیا کہ میرا ایک بھائی بہت اچھے اشعار کہتا تھا ایک شخص نے جو آپس کا تھا اور اچھے اشعار کی وجہ سے اس سے حسد کرتا تھا اس سے کہا کہ میں نہیں سمجھتا اس کے کیا معنے کہ ایک عجمی اچھے اشعار کہے! بجز اس کے کہ یہ ماننا پڑے گا کہ اس کی ماں پر کوئی عربی چڑھ گیا تھا (یہ اس کے نطفہ کا اثر ہے) اس نے اس شخص سے کہا کہ اسی طرح تیرے قیاس کے مطابق یہ لازم آتا ہے کہ جو عربی شخص اچھے اشعار نہ کہہ سکتا ہو اس کی ماں پر کوئی عجمی چڑھ بیٹھا ہوگا (اسلئے وہ اچھے اشعار نہیں کہہ سکتا)

(۳۳۹) ایک شخص دوسرے پر غضبناک ہو گیا اُس نے پوچھا کہ کس وجہ سے غصہ آگیا ہے اُس نے کہا ایک ثقہ شخص نے تمہاری گفتگو مجھ سے نقل کی ہے اس شخص نے کہا اگر وہ ثقہ ہوتا تو چغلخوری نہ کرتا۔

(۳۴۰) ابو الحسن سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ مامون الرشید نے یحیٰی ابن اکثم سے کہا کہ یہ کون

ہے جس نے تعریض کے طور پر یہ شعر کہا ہے (قاضی یحییٰ ابن اکثم لواطت سے متہم تھا)

قاضی یری الحد فی الزناء ولا　　　یری علی من یلوط من باس

ترجمہ۔ (قاضی زنا کے لئے تو حدِ زنا تجویز کرتا ہے جو اغلام بازی کرتا ہے اُس کے لئے کوئی سزا مناسب نہیں سمجھتا۔) یحییٰ بن اکثم نے کہا کیا امیر المومنین نہیں جانتے کہ یہ کس نے کہا، مامون نے کہا نہیں یحییٰ نے کہا یہ شعر احمد ابن ابی نعیم بدکار کا ہے جس کے یہ شعر بھی ہیں۔

حاکمنا یرتشی وقاضینا　　　یلوط والراس شر ما راس

ترجمہ۔ ہمارا حاکم رشوت لیتا ہے اور ہمارا قاضی اغلام بازی کرتا ہے اور سب کا سردار شر میں بھی سب کا سردار ہے

لا احسب الجور ینقضی وعلی　　　الاُمّۃِ والٍ من اٰل عباس

مجھے اُمید نہیں کہ ظلم کا سلسلہ ختم ہو جائیگا جبکہ اُمّت کا والی عباس کی اولاد میں سے ہے۔

یہ سُنکر مامون چپ رہ گیا اور شرمندہ ہو کر خاموش ہوا پھر کہنے لگا مناسب ہے کہ احمد بن ابی نعیم کو سندھ جلاوطن کر دیا جائے۔

(۱۴۳) یعقوب الشحام کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوالہذیل نے بیان کیا کہ ایک یہودی بصرے میں آیا اور اُس نے عام متکلمین کو بند کر دیا میں نے اپنے چچا سے کہا میں اس یہودی سے مناظرہ کرنے کے لئے جانا چاہتا ہوں، چچا نے کہا بیٹا! وہ متکلمین بصرہ کی ایک جماعت کو ہرا چکا ہے میں نے کہا مجھے ضرور جانا ہے تو چچا نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہم اس یہودی کے پاس پہنچ گئے تو میں نے اسکو اس حال میں پایا کہ وہ اُن لوگوں سے جو اس سے بحث کرتے ہیں اپنے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوّت کا اقرار کراتا ہے پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا انکار کرتا ہے، پھر کہتا ہے کہ ہم اس نبی کے دین پر ہیں جس کی نبوّت پر ہم (مسلمانوں) نے بھی اتفاق کیا (اور ہم نبوت محمّدی سے اتفاق نہیں کرتے) تو ہم اس دین کو کیوں مانیں جس کا نبی متفق علیہ نہیں ہے اور اس کا اقرار کیوں کریں۔ اب میں اس کے سامنے پہنچ گیا میں نے کہا میں تجھ سے سوال کروں یا تو مجھ سے سوال کرے گا۔ اُس نے کہا بیٹا کیا تو دیکھتا نہیں کہ میں نے تیرے مشائخ کو تو گفتگو میں بند کر رکھا ہے۔ میں نے کہا ان باتوں کو چھوڑ اور ان دو باتوں میں سے ایک اختیار کرو۔ اُس نے کہا کہ میں سوال کرتا ہوں کہ کیا موسیٰ اللہ کے انبیاء میں سے ایک ایسے نبی نہیں ہیں جن کی نبوت صحیح اور اُن کی دلیل

نبوت ثابت ہے تو اس کا اقرار کرتا ہے یا انکار اگر انکار کرتا ہے تو تو اپنے صاحب (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کریگا۔ میں نے اس سے کہا کہ جو سوال تو موسیٰ کے بارے میں مجھ سے کر رہا ہے میرے نزدیک اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ میں اقرار کرتا ہوں اس موسیٰ کی نبوت کا جس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صحیح ہونے کی خبر دی اور ہم کو حکم دیا اُن کے اتباع کا اور بشارت دی اُن کی نبوت کی اگر تو اس موسیٰ کے بارے میں مجھ سے سوال کر رہا ہے تو میں اسکی نبوت کا اقرار کرتا ہوں اور اگر تو جس موسیٰ کے بارے میں سوال کر رہا ہے وہ ایسا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار نہیں کرتا اور اُس نے ان کے اتباع کا ہم کو حکم نہیں دیا اور نہ اُس نے اُن کی آمد کی بشارت دی تو میں اس کو نہیں پہچانتا اور نہ میں اس کی نبوت کا اقرار کرتا ہوں اور وہ میرے نزدیک دو صورتیں ہیں اگر وہی توریت مراد ہے جو اس موسیٰ پر نازل ہوئی جس نے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا تھا تو یہ توریت حق ہے اگر وہ توریت مراد ہے جس کا تو دعویٰ کر رہا ہے تو جھوٹی ہے اور میں اس کی تصدیق نہیں کروں گا پھر اُس نے کہا کہ میں تجھ سے علیحدگی میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں جو صرف میرے اور تیرے درمیان ہوگی میں نے خیال کیا کہ شاید کوئی نیک بات ہو۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ اُس نے آہستہ آہستہ مجھے گالیاں دینا شروع کر دیں کہ تیری ماں ایسی اور ایسی ہے اور جس نے تجھے تعلیم دی اس کی ماں ایسی ہے وہ گالیوں میں بجائے کنایہ کے عریاں الفاظ استعمال کر رہا تھا۔ دراصل وہ کوشش کر رہا تھا کہ میں اس پر حملہ کر بیٹھوں پھر اس کو یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ مجھ پر حملہ کر دیا گیا (اس لئے میں جا رہا ہوں مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا) پھر میں نے حاضرین مجلس سے خطاب کیا اور میں نے کہا اللہ تم کو عزت دے کیا میں نے اس کو جواب نہیں دیا سب نے کہا بیشک پھر میں نے کہا کہ اُس نے جب مجھ سے سرگوشی کی تو مجھے ایسی گالیاں دیں جن سے حد واجب ہوتی ہے اور میرے استاد کو بھی ایسی ہی گالیاں دی اور اُس نے یہ خیال کیا تھا کہ میں (یہ مغلظات سُن کر) اس پر حملہ کر دوں گا پھر اس کو یہ دعویٰ کرنے کا موقع مل جائے گا کہ ہم نے اُس پر حملہ کیا تھا۔ اب تم پہچان چکے ہو کس قماش کا شخص ہے بس پھر تو عوام کے ہاتھوں سے اس پر جوتے پڑنا شروع ہو گئے اور وہ بصرے سے بھاگتا ہوا نکلا اور وہاں لوگوں کے ذمہ اس کا بہت سا قرض تھا اس کو بھی چھوڑ گیا کیونکہ اس طرح لاجواب ہوتے

کے بعد جو چیز اس کو پیش آئی وہ خطرناک ہے۔

(۳۴۲) ایک مرتبہ جماز متوکل باللہ کے یہاں پہنچا۔ متوکل نے کہا ہم تجھ سے صفائی طلب کرنا چاہتے ہیں (استبرا کے معنے فقہ کی اصطلاح میں یہ ہیں کہ ایک یا دو حیضوں کو دیکھ کر رحم کی صفائی کا اطمینان کر لینا کہ حمل تو نہیں ہے) جماز نے جواب دیا کہ ایک حیض سے یا دو حیض سے۔ تو سب حاضرین ہنسنے لگے۔ پھر اسکو فتح (بن خاقان) نے کہا کہ میں نے امیر المؤمنین سے تیرے بارے میں طے کر لیا ہے وہ تجھے بندروں کے جزیرہ کا حاکم بنانے پر تیار ہو گئے ہیں۔ اُس نے فتح سے کہا کیا آپ (امیر المؤمنین کی) اطاعت سے باہر ہو گئے ہیں خدا آپ کو نیک ہدایت دے۔ فتح تو مفتوح ہو گئے اور چُپ رہ گئے۔ پھر متوکل نے حکم دیا کہ اس کو دس ہزار درہم انعام دیا جائے۔ وہ اُس نے لیا اور گر پڑا اور خوشی سے مر گیا یعنی شادی مرگ واقع ہو گئی۔

(۳۴۳) عتبی نے بیان کیا کہ ولید بن زید ہشام بن عبد الملک کے یہاں آیا اور ولید کے سر پر ایک منقش خز دار دستار تھی اس سے ہشام نے کہا کہ یہ عمامہ کتنے میں خریدا ولید نے کہا ایک ہزار درہم میں۔ ہشام نے کہا ایک عمامہ پر ایک ہزار درہم بہت ہیں ولید نے کہا۔ اے امیر المؤمنین یہ رقم میں نے اپنے ایک ایسے عضو کے لئے خرچ کی ہے جو تمام جسم میں شریف تر ہے اور آپ نے ایک جاریہ یعنی کنیز خریدی ہے دس ہزار درہم میں خسیس تر عضو کے لئے۔

(۳۴۴) معن بن زائدہ دینداری کی کمی میں مشہور تھا۔ اس نے ابن عیاش کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے اور یہ لکھا کہ میں یہ ایک ہزار دینار تمہارے پاس تم سے دین خریدنے کے لئے بھیجتا ہوں یہ مال قبضہ میں کرو اور دین کے سپردگی کی تحریر لکھکر بھیجدو انہوں نے لکھا میں نے دینار پر قبضہ کر لیا اور اس پر اپنے دین کو بیع کر دیا بجز توحید کے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تمکو اس کی قدر نہیں۔

(۳۴۵) یموت بن المزرع نے بیان کیا کہ میرے والد اور جماز ٹہلتے ہوئے جا رہے تھے شام کے وقت، اور میں ان دونوں کے پیچھے تھا۔ ہمارا گذر ایک امام پر ہوا جو منتظر کھڑا تھا کہ کوئی ادھر سے گذرے تو اس کو ساتھ لیکر جماعت سے نماز پڑھ لے۔ جب اُس نے ہم کو دیکھا تو فوراً ہی نماز کے لئے تکبیر پڑھنا شروع کر دی تو اس سے جماز نے کہا کہ چھوڑ یہ کیا کرنے لگا۔ کیونکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقی جلب سے منع کیا ہے (تلقی جلب سے مراد ہے اس قافلہ تجارے ملنا جو اموال تجارت دوسرے شہروں سے لاتے تھے، صحیحین میں ہے کہ جب تاجروں کا قافلہ مدینہ سے باہر پڑاؤ کرتا تھا تو لوگ وہیں جاکر مول تول شروع کر دیتے تھے یہ بات عوام کیلئے موجب تکلیف ہوتی تھی اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ کوئی اُن سے سودا کرنے کیلئے باہر جاکر نہ ملے جماز نے اپنے کو قافلہ والوں کے مشابہ ظاہر کرکے امام کی تکبیر کو تلقی سے تعبیر کیا اور اس نہی کو یہاں چسپاں کر دیا)۔

(۳۴۶) ابن الاعرابی اصمعی سے نقل کرتے ہیں کہ میں کوفہ کی ایک سڑک سے گذر رہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے کندھے پر ایک گھڑا رکھے ہوئے قید خانہ سے نکلا تھا اور وُہ یہ شعر پڑھ رہا تھا

واکرم نفس انّنی ان اھنتھا   وحقک لم تکرم علی احد بعدی

ترجمہ۔ اور میں اپنے نفس کی عزت کرتا ہوں کیونکہ اگر میں خود ہی اسکی توہین کرتے لگوں تو قسم ہے تیرے حق کی کہ نہیں قابلِ عزت ہوگا تو (اے میرے نفس) کسی پر میری توہین کے بعد۔ میں نے کہا تو نفس کی تکریم ایسے (ذلیل) کام کیساتھ کر رہا ہے اس نے جواب دیا کہ ہاں اور میں بے پرواہ ہو گیا ہوں تجھ جیسے کمینوں سے کہ جب میں اُن سے سوال کروں تو وہ یہ جوابدے دیں "اللہ تیری مدد کرے" (اور بس) میں نے (اپنے دل سے) کہا تو دیکھ رہا ہے کہ اس نے مجھے پہچان لیا تو میں تیزی سے آگے نکل گیا تو اُس نے مجھے پکارا اے اصمعی! جب میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے کہا

لنقل الصخر من قلل الجبال   احب الیّ من منن الرجال

ترجمہ۔ پہاڑ کی چوٹیوں سے پتھر کی چٹانوں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانا مجھے پسند ہے لوگوں کے احسانات کا بوجھ اُٹھانے سے۔

یقول الناس کسب فیہ عارٌ   وکل العار فی ذل السؤال

ترجمہ۔ لوگ کہتے ہیں کہ مزدوری کرنے میں عار ہے حالانکہ تمام تر عار تو سوال کی ذلت میں ہے۔

(۳۴۷) ابو الطیب بن ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں بغداد میں چلا جا رہا تھا اور ایک مخنث بھی جا رہا تھا جس کا بدن خوبصورت تھا اُس کو ایک عورت نے دیکھا تو کہنے لگی کیا اچھا ہو کہ اس کی چربی میرے جسم پر آجائے۔ یہ سُنکر مخنث نے اس سے کہا مع سب گنہگاری کے سامان

کے تو عورت اس کو سخت سست کہنے لگی تو اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو اچھی چیز کو تو لے جائے اور ردی چیز کو چھوڑ دے۔

(۳۴۸) ایک شخص حمام میں داخل ہُوا اس نے ایک مخنث کو دیکھا کہ اسکے سامنے خطمی رکھی ہوئی ہے اس شخص نے کہا کہ اس میں سے تھوڑی سی مجھے دے دے مخنث نے انکار کر دیا۔ اُس نے کہا ایک قفیز (ایک پیمانہ کا نام) آتی ہے ایک درہم میں (یعنی ایک بے حقیقت چیز ہے۔) مخنث نے کہا چار قفیز آتی ایک درہم میں۔ اس بھاؤ سے حساب لگا اپنی مصیبت کا جو تجھے ایک بے حقیقت چیز کی وجہ سے پیش آئی۔

(۳۴۹) جاحظ نے بیان کیا بصرہ میں ایک مخنث کچھ لوگوں کے پاس سے گذرا اُن میں سے ایک شخص نے اس کو چھیڑنے کے ارادہ سے کہا میری بہن! کیسے رات گذری ؟ مخنث نے کہا واللہ تیری بہن کی رات اس طرح گذری کہ اس کی .... پھٹی پڑی ہے لوگوں کے بہت رات گئے تک ..... کرنے سے وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور لوگوں نے دونوں کا مذاق اڑایا۔

(۳۵۰) طراد بن محمد نے بیان کیا کہ ایک یہودی نے ایک مسلمان سے مناظرہ کیا میرا خیال ہے کہ یہ کہا تھا کہ یہ مناظرہ مرتضیٰ باللہ کی مجلس میں ہوا تھا۔ یہودی نے کہا میں اس قوم کے بارے کیا رائے قائم کروں جن کو خدا نے مُدبرین (پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے) کہا وہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی طرف اشارہ کر رہا تھا جو یوم حُنین میں پیش آیا تھا جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ (لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و" ویوم حُنین" اذا عجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ۵) مسلمان نے اصرف الزامی جواب کے طور پر) کہا" پھر جب کہ موسیٰ ان سے بھی زیادہ پیٹھ پھیرنے والے ہیں (تو اب ٹھیک رائے قائم ہو سکے گی) یہودی نے کہا یہ کیسے مسلمان نے کہا یہ ایسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولّی مُدبرا ولم یعقّب (موسیٰ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا) اور ان اصحاب کے بارے میں لم یعقبوا نہیں فرمایا گیا۔ یہودی بند ہو گیا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس موقع پر بنفس نفیس تلوار لیکر آگے بڑھ جانا بلا اختلاف ثابت ہے اور پوری حیات طیبہ میں کوئی ایک موقع بھی ایسا

نہیں آیا کہ آپ اعداء اللہ سے خوف زدہ ہوئے ہوں۔ راہ فرار اختیار کرنا تو دور کی بات ہے وہ صرف ایک الزامی جواب تھا جیسا کہ اشارہ کیا جاچکا ہے۔ مترجم

(۳۵۱) نصر بن سیار نے بیان کیا کہ میں نے ایک اعرابی سے کہا کیا تجھے کبھی تخمہ (بدہضمی سے اسہال) ہوا ہے اس نے جواب دیا کہ تیرے اور تیرے باپ کے طعام سے کبھی نہیں ہوا کہا جاتا ہے کہ اس جواب سے نصر بہت دنوں تک غصہ میں جلتا رہا۔

(۳۵۲) ایک یہودی نے حضرت علی بن ابی طالب کو طعن دیا تم نے اپنے نبی کو دفن بھی نہیں کیا تھا (کہ امارت پر جھگڑنے لگے) یہاں تک کہ انصار نے کہا کہ ہم میں سے امیر ہو گا اور تم نے کہا ہم میں سے ہو گا۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ ابھی دریا کے پانی سے تمہارے پاؤں سوکھنے بھی نہ پائے تھے کہ تم نے (بت پرستوں کو بت کی پوجا کرتے ہوئے دیکھکر موسیٰ سے) کہنا شروع کر دیا تھا کہ اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایسا ہی معبود بنا دے۔ جیسا اُن کا معبود ہے۔

(۳۵۳) ایک شخص جس کا نام یزید تھا بہت بدصورت تھا اس کی بیوی حاملہ ہو گئی۔ اس نے شوہر سے کہا تجھ پر پھٹکار اگر ہونے والا بچہ تیرے مشابہ ہو۔ اُس نے بیوی سے کہا اگر وہ میرے مشابہ نہ ہو تو تجھ پر پھٹکار۔

(۳۵۴) ایک عجمی شخص نے ایک کانے کو دیکھ کر کہا دجّال کے ظاہر ہونے کا زمانہ آگیا ہے، اس کانے نے (جو عربی تھا) کہا کہ وہ عجم کے شہروں سے ظاہر ہو گا عرب سے نہیں۔

(۳۵۵) ابوبکر بن نافع کا گذر کرخ کی طرف سے ہوا وہاں اس زمانہ میں رافضیوں کا غلبہ تھا ایک نے ان کو پکارا اے ہمارے سردار ابوبکر انھوں نے جواب دیا اے عائشہ حاضر ہوں، اس نے کہا گویا میرا نام عائشہ ہے۔ ابوبکر نے کہا تو کیا ان سے میں تنہا ہی قتل ہو جاؤں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم سب کی گردن ایک ساتھ ہی کاٹی جائے۔

(۳۵۶) ایک شخص لڑائی میں اپنے دشمن پر غالب آگیا۔ پھر اُس نے دشمن سے کہا کہ اب بتائیں تیرے ساتھ کیا معاملہ کروں اس نے کہا چھوڑ دینا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شانِ حلم ہی کو دیکھ کر تو مجھ پر آپ کو غالب کیا ہے۔

(۳۵۷) ابوالاسود سے پوچھا گیا کیا معاویہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے انہوں نے کہا ہاں مگر اس طرف سے (یعنی منجانب کفار قریش)

(۳۵۸) صوفی ابوالحسن ابن تمیم رصافہ میں رہتے تھے اور شگفتہ مزاج ہنس مکھ شخص تھے اور ایک شخص میں کچھ ربودگی تھی جو ابو عبداللہ الکیا کے نام سے مشہور تھا اُس سے چھیڑ چھاڑ رکھا کرتے تھے یہ ابن المتیم کہتے ہیں کہ میں ان سے ایک دن ملا تو اُن سے سلام علیک کی اور اُن کو چلا کر کہا کہ میرے سامنے گواہی دے اور بہت سے لوگ ہمارے گرد جمع ہو گئے تھے کیا نے کہا کیا گواہی دوں میں نے کہا یہ گواہی دے ان اللہ الہ واحدٌ لا الٰہ لا ھوا لخ یعنی یہ کہ اللہ ایک معبود ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور جنت حق ہے دوزخ حق ہے اور قیامت آنیوالی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ اہل قبور کو زندہ کریگا اس نے جواب دیا اے ابوالحسن میں تجھے بشارت دیتا ہوں اب تجھ سے جزیہ ساقط ہو گیا اور جیسے اور مسلمان ہمارے بھائی ہیں اب ایسا ہی تو بھی ہو گیا۔ تو سب لوگ ہنس پڑے اور وہ مذاق مجھ ہی پر پلٹ پڑا۔

(۳۵۹) میرے ایک دوست نے مجھ سے ایک شخص کا حال بیان کیا کہ وہ جمعہ کی رات میں شراب پیا کرتا تھا اس کو عوام میں سے ایک شخص نے روکا اور اس سے کہا کہ یہ بڑی عظمت والی رات ہے (اس میں عبادت کے بجائے تو اس حرام فعل کا ارتکاب کرتا ہے) اس نے جواب دیا کہ اسی جیسی رات میں قلم اٹھا لیا جاتا ہے اس عامی شخص نے کہا ”لیکن (قلم کے بجائے ایسے سخت گناہ کو) دوات کے صوف سے لکھا جاتا ہے (تاکہ زیادہ سے زیادہ نمایاں رہے) اس شخص پر نصیحت کا بڑا اثر ہوا پھر اس کے بعد اس نے شراب کی طرف رُخ نہیں کیا۔

(۳۶۰) ایک بدشکل عورت ایک کریہہ المنظر عطار کے سامنے کھڑی ہو گئی جب عطار نے اس کو دیکھا تو کہا وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (اور جب جنگلی جانور اکٹھے کئے جائیں گے) یہ سُن کر عورت نے کہا وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ (اور ہمارے لئے تو مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا)

(۳۶۱) ایک شخص نے ایک لڑکے سے مزدوری کی بات کی تاکہ اس سے خدمت لے

اس سے پوچھا کہ تیری اُجرت کیا ہے اس نے کہا اتنی خوراک جس سے پیٹ بھر جائے۔ یہ سُنکر اس سے کہا کچھ رعایت کر دے لڑکے نے کہا ہیں پیر اور جمعرات کو روزہ رکھ لونگا۔

(۳۶۲) امیر المؤمنین کے سامنے صالحین کی ایک جماعت نے ترکوں سے نقصان پہنچنے کی شکایت کی۔ امیر نے کہا تم لوگوں کا اعتقاد تو یہ ہے کہ یہ سب اللہ کی قضا سے ہوتا ہے تو میں اللہ کی قضا کو کیسے رد کر سکوں گا اُن میں سے ایک نے کہا صاحب قضا (یعنی اللہ تعالیٰ) نے ہی یہ فرمایا ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ (ترجمہ: اور اگر اللہ کا قانون یہ نہ ہوتا کہ وہ بعض لوگوں کو بعض سے دفع کراتا رہتا ہے تو زمین فساد سے بھر جاتی) تو امیر المؤمنین لاجواب ہو گیا۔

باب ۲۱: ایسے عام لوگوں کا ذکر جو اپنی ذکاوت سے بڑے رؤسا پر غالب آگئے

(۳۶۳) عبد الملک بن عمیر سے مروی ہے کہ زیاد نے خارجیوں میں کے ایک شخص کو پکڑ لیا پھر وہ اس قید سے فرار ہو گیا تو اس نے اس کے بھائی کو پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ اپنے بھائی کو لا ورنہ تیری گردن اڑادی جائے گی اُس نے کہا اگر میں آپ کے پاس امیر المؤمنین کا مکتوب لے آؤں تو آپ مجھے چھوڑ دیں گے؟ اُس نے کہا ہاں اس نے کہا میں آپ کے پاس اللہ عزیز و رحیم کا مکتوب لایا ہوں اور اس پر دو گواہ ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کی شہادت پیش کرتا ہوں) ۔ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی ۙ وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی ۙ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۙ (ترجمہ: کیا اس کو اُس مضمون کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے اور نیز ابراہیم کے جنہوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی یہ کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اُوپر نہیں لے سکتا) زیاد نے کہا اس کو چھوڑ دو یہ ایسا شخص ہے جو قوی دلیل پیش کر رہا ہے۔

(۳۶۴) یموت بن المزرع نے ذکر کیا کہ ہم سے جاحظ نے بیان کیا کہ مجھ پر کبھی کوئی غالب نہیں ہو سکا بجز ایک مرد اور ایک عورت کے۔ مرد کا معاملہ اس طرح ہوا کہ میں ایک راستہ سے گذر رہا تھا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا جو بونا تھا بڑے پیٹ والا بڑی کھوپڑی

والا لمبی داڑھی لنگی باندھے ہوئے اور اس کے ہاتھ پر ایک کنگھا تھا جس کے ذریعہ سے مانگ سے پانی نچوڑ رہا تھا اور اس پر کنگھی کرتا جارہا تھا میں نے اپنے دل میں کہا (پوری دلچسپی کا سامان ہے) بونا آدمی بیٹو لمبی داڑھی۔ تو میں نے اس کو حقیر سمجھتے ہوئے کہا اے شیخ میں نے تیرے بارے میں ایک شعر کہا ہے اس نے اپنا ہاتھ کنگھا کرنے سے روکتے ہوئے کہا کہو میں نے کہا : کَاَنَّکَ صعوۃ فی اصل حَشٍّ

اصاب الحش طش بعد رش

ترجمہ: گویا تو ایک ایسا ممولا ہے جو گھاس کی جڑ میں بیٹھا ہو (اور) گھاس پر بارش کے بعد ہلکی ہلکی بوندیں گر رہی ہیں۔

اس نے کہا اب جو کچھ تو نے کہا اس کا جواب بھی سن! میں نے کہا "لاؤ" تو اس نے کہا

کَاَنَّکَ کُندُرٌ فی ذنب کبش یُدَلْدِلُ ھکذا اذا الکبش یمشی

ترجمہ: گویا تو ایک ایسا کندر ہے جو مینڈھے کی دُم میں بندھا ہوا ہو (اور) جب وہ مینڈھا چل رہا ہو تو وہ اس طرح دائیں بائیں ہل رہا ہو۔

عورت کا قصہ یہ ہے کہ میں ایک راستہ سے گذر رہا تھا تو میں دو عورتوں کے پاس سے نکلا اور میں ایک گدھی پر سوار تھا۔ گدھی نے گوز مارا۔ تو ان میں سے ایک نے دوسری سے کہا ارے! بڈھے کی گدھی گوز مار رہی ہے۔ مجھے اس کی بات پر غصہ آگیا میں نے سامنے ہو کر کہا اِنَّہٗ مَا حَمَلَتْنِیْ اُنْثٰی قط الا و ضرطت یعنی جس مادہ پر بھی میرا بوجھ پڑا اس نے گوز مارے۔ اس نے اپنا ہاتھ دوسری کے کندھے پر مار کر کہا اس کی ماں تو نو مہینے تک (گوز ہی مارتی رہی ہوگی (اور) سخت مشکل میں رہی ہوگی۔

(۳۶۵) فارس کے ایک بادشاہ کی سواری کے سامنے ایک کانا آگیا بادشاہ نے اس کو قید کر لیا جب واپسی ہوگئی تو اس کو رہا کر دیا گیا اور اس سے بادشاہ نے کہا تیرے سامنے آجانے سے ہم کو برا شگون محسوس ہوا تھا اس نے کہا کہ (اگر شگون میں کچھ صداقت ہے تو) تو آپ مجھ سے زیادہ منحوس (ٹھہرتے) ہیں کیونکہ آپ اپنے محل سے باہر آئے اور میں آپ کے سامنے آیا تو آپ کو (کسی شر کا سامنا نہیں ہوا بلکہ خیریت رہی اور میں اپنے گھر سے نکلا

تو آپ میرے سامنے آئے تو آپ نے مجھے قید ڈال دیا (اور آپ کا دیکھنا میرے لئے شر بن گیا) اس کے بعد بادشاہ شگون کو کسی شمار میں نہیں سمجھتا تھا۔

(۳۶۶) اصمعی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ (تفریحاً) ولید بن عبد الملک نے بدیح سے کہا آؤ تمناؤں میں مقابلہ کریں (ہم دونوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی تمنا بیان کرے) اس میں واللہ میں تجھ پر غالب رہوں گا۔ بدیع نے کہا آپ مجھ پر ہرگز غالب نہ آسکیں گے۔ ولید نے کہا میں غالب ہو کر رہوں گا اس نے کہا دیکھا جائے گا۔ ولید نے کہا تو جس تمنا کا اظہار کریگا میں اس سے دوگنی کا اظہار کروں گا تو اپنی تمنا کو سامنے لا۔ بدیح نے کہا بہت اچھا تو میری تمنا یہ ہے کہ مجھے ستر قسم کا عذاب دیا جائے اور مجھ پر اللہ ہزاروں لعنت بھیجے۔ ولید نے کہا کمبخت تیرا بُرا ہو بس تو ہی غالب رہا۔

(۳۶۷) سعید بن العاص کا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) بیمار ہو گیا اور اس کی کوئی خدمت کرنے والا اور خبر گیری کرنیوالا موجود نہ تھا اس نے سعید کو بلا کر کہا کہ میرا کوئی وارث آپ کے سوا نہیں ہے اور یہاں تیس ہزار درہم مدفون ہیں جب میں مر جاؤں تو ان کو تم نکال لینا۔ سعید نے اس کے پاس سے باہر نکل کر کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنے مولیٰ کے ساتھ برا معاملہ کیا اور اس کی خبر گیری میں بہت کوتاہی کی۔ اب اس کی خوب اچھی طرح خبر گیری کی اور مستقلاً ایک شخص کو اس کی خدمت پر متعین کر دیا۔ پھر جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر تین سو درہم کا کفن ڈالا اور اس کے جنازے کیساتھ موجود بھی رہے جب فارغ ہو کر گھر لوٹ کر آئے تو سارا گھر کھود ڈالا مگر وہاں کچھ بھی نہ ملا (کیونکہ یہ تو مرنیوالے نے اپنی خدمت کرانے کی ترکیب کی تھی) اور جس سے کفن خریدا تھا وہ کفن کی قیمت مانگنے آیا تو اس سے (جھنجھلاہٹ میں) کہا کہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اس کی قبر کھود کر اس کا کفن کھینچ لاؤں۔

(۳۶۸) حجاج کے سامنے ایک شخص قتل کے لئے پیش کیا گیا اس وقت اس کے ہاتھ میں لقمہ تھا کہنے لگا خدا کی قسم میں اس لقمہ کو نہیں کھاؤں گا جبتک تجھ کو قتل نہ کر دوں اس نے کہا "یا اس سے بہتر صورت اختیار کر لیجئے یعنی یہ کہ یہ لقمہ مجھے کھلا دیجئے اور قتل نہ کیجئے آپ کی قسم بھی پوری ہو جائے گی اور مجھ پر احسان بھی ہو جائے گا تو بولا کہ میرے نزدیک آ (جب وہ

قریب آگیا) تو اس کو وہ لقمہ کھلا دیا۔ اور چھوڑ دیا۔

(۳۶۹) اور حجاج کے سامنے ایک خارجی کو لایا گیا تو اس نے اُس کی گردن مارنے کا حکم دیا اس نے درخواست کی کہ ایک دن کی مہلت دیدی جائے حجاج نے پوچھا کہ تو نے اس سے کیا فائدہ سوچا ہے اُس نے کہا کہ باوجود اس بات کے کہ امر مقدر کا اجرا ابھی ہو چکا ہے پھر بھی میں امیر سے عفو کی اُمید رکھتا ہوں یہ سُنکر اس کی گفتگو کو بہت اچھا سمجھ کر اس کو چھوڑ دیا۔

(۳۷۰) ہم کو عمرو بن العاصؓ کے متعلق معلوم ہُوا کہ انھوں نے اپنے ساتھیوں کا وظیفہ جو کچھ ان کو دیا جاتا تھا بند کر دیا تو ایک شخص ان کے سامنے کھڑا ہُوا اور اس نے کہا کہ اے امیر آپ ایک پتھروں کا لشکر بنا لیجئے جو نہ کھائے اور نہ پئے اس سے عمرو نے کہا دُور ہو کُتّے! اس نے کہا کہ میں آپ ہی کے لشکر کا ایک شخص ہُوں تو اگر میں کُتّا ہوں تو آپ کُتّوں کے امیر اور کُتّوں کے افسر ہیں۔

(۳۷۱) متوکّل نے ایک دن اپنے مصاحبین سے کہا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ مُسلمان عثمان سے کیوں برافروختہ ہو گئے تھے انھوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا چند چیزیں ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب ابوبکر خلیفہ ہوئے تو) ابوبکر (ممبر شریف پر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوئے پھر عمر (جب خلیفہ ہوئے تو) ابوبکر کے مقام سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوئے لیکن عثمان (جب خلیفہ ہوئے تو) ممبر کی چوٹی پر چڑھ گئے عبادہ نے کہا اے امیر المؤمنین آپ پر عثمان کے احسان سے بڑا کسی کا احسان نہیں متوکل نے کہا وہ کس طرح عبادہ نے کہا اس طرح کہ وہ ممبر کے اوپر چڑھ گئے اگر وہ بھی وہی کرتے (کہ عمر سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوتے) اور ہر بعد میں ہونے والا خلیفہ پہلے سے ایک سیڑھی نیچے اُترتا رہتا تو پھر آپ کو جلولا کے کنوئیں میں اُتر کر ہم کو خطبہ دینا پڑتا اس سے متوکّل اور سب حاضرین ہنسنے لگے (جلولا ایک مقام کا نام ہے جہاں ایک گہرا کنواں مشہور تھا)۔

(۳۷۲) ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا او بدکردار! غلام نے جواب دیا مولی القوم منھم۔ یعنی کسی قوم کا غلام اسی قوم کا فرد سمجھا جائے گا (مطلب یہ کہ جیسا

ہیں ویسے ہی آپ)

(۳۷۳) ربیع نے بیان کیا کہ میں منصور کی خدمت میں حاضر تھا جب کہ ایک خارجی پیش کیا گیا جو منصور کی فوجوں کو شکست دے چکا تھا۔ اس کو سامنے کھڑا کیا گیا تاکہ اس کی گردن مار دی جائے۔ منصور نے اس سے کہا او حرام کار عورت کے بیٹے تجھ جیسا (کمینہ) لشکروں کو ہزیمت دے رہا تھا۔ منصور سے خارجی نے کہا تجھ پر افسوس ہے خدا تیرا برا کرے کل میرے اور تیرے درمیان قتل اور سیف کا مقابلہ تھا اور آج (تو) تہمت لگانے (اس کی ماں کو حرام کار کہا تھا یہ اس کی طرف اشارہ ہے) اور گالیاں دینے کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے اور اب تو کیسے مطمئن ہو چکا ہے۔ کہ میں تیری گالیوں کو تجھ پر نہ لوٹا سکوں کا جب کہ میں اپنی زندگی سے مایوس بھی ہو چکا ہوں تو تجھ کو گالیوں کی حد پر کبھی نہ آنا چاہئے اس کی گفتگو سے منصور شرمندہ ہو گیا اور اسکو چھوڑ دیا۔

(۳۷۴) صاحب بن عباد کا مقولہ ہے کہ مجھے کوئی شرمندہ نہیں کر سکا بجز تین آدمیوں کے۔ ایک ان میں سے ابوالحسین بہدبنی ہے وہ میرے چند ہم نشینوں کیساتھ (شریک طعام) تھا میں نے اس کو زیادہ کشمش کھاتے ہوئے دیکھ کر کہا یہ زیادہ مت کھاؤ کیونکہ یہ معدہ کو خراب کر دیتی ہے اس نے کہا وہ شخص میرے لئے تعجب خیز ہے جو اپنے دستر خوان پر لوگوں کا علاج کر رہا ہے (اور پرہیز کرا رہا ہے) دوسرے شخص کا یہ قصہ ہے کہ میں ایک مرتبہ شاہی محل سے آ رہا تھا اور خاص معاملہ پیش آ جانے کی وجہ سے بہت مکدر تھا اس وقت اس نے مجھ سے مل کر پوچھا کہ کس طرف سے آ رہے ہو میں نے کہا خدا کی لعنت کی طرف سے اس نے کہا اللہ آپ کی اس جدید حالت کو بدل دے اس شخص نے بدتمیزی کے مقابلہ پر احسن جواب دیا اور ایک لڑکا جو اچھی شوخ طبیعت رکھتا تھا۔ میں نے اس سے کہا کیا اچھا ہوتا کہ تو میرے تحت ہوتا اس نے فوراً کہا دوسرے تین آدمیوں کے ساتھ اس نے میرا جنازہ اٹھنے کا وقت مراد لیا۔ اس نے مجھے شرمندہ کر دیا۔

(۳۷۵) ایک شخص نے کہا کہ گذشتہ رات میں بہت پی گیا تھا۔ اس لئے بار بار اٹھ کر پانی بہانے (یعنی پیشاب) کی ضرورت ہوتی رہی میں گویا ایک بیل بن رہا تھا اس پر اس سے ایک عام شخص نے کہا اے ہمارے آقا اپنے نفس کی توہین کیوں کر رہے ہو۔

باب۲۲: متوسط اور عام طبقہ کے اہلِ ذکاوت کے اقوال و افعال

(۳۷۶) یحییٰ مروزی سے منقول ہے کہ میں ایک دن ہارون رشید کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا تو انہوں نے خادم کی طرف متوجہ ہو کر اس سے فارسی میں گفتگو کی میں نے کہا اے امیر المومنین اگر آپ اس سے کوئی راز کی بات کہنا چاہیں تو یہ خیال رکھیں کہ میں فارسی سمجھتا ہوں۔ میرے اس اظہار کی ہارون نے بہت تعریف کی اور کہا کہ ہم کوئی راز آپ سے پوشیدہ نہیں رکھتے۔

(۳۷۷) ابو عمر نابینا اپنے دوستوں میں سے ایک شخص کی عیادت کیلئے گئے۔ باندی نے ان کا ہاتھ پکڑا اور اوپر چڑھا کر لے گئی۔ جب انہوں نے اترنا چاہا تو اس نے پھر آ کر ان کا ہاتھ پکڑا تا کہ نیچے لے چلے مگر انہوں نے کہا کہ مجھے اپنے آقا کے پاس واپس لے چل۔ وہ لیکر آئی تو انہوں نے کہا یہ تمہاری کنیز جب میرا ہاتھ پکڑ کر اوپر آئی تھی اس وقت کنواری تھی پھر اب اس وقت جب کہ اس نے میرا ہاتھ پکڑا تو کنواری نہیں رہی اس شخص نے اس کی تحقیق کی تو معلوم ہو گیا کہ اس شخص کے بیٹے نے اس کو لٹایا تھا۔

(۳۷۸) مصعب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مالک بن انس نے ذکر کیا کہ ایک منہ پھٹ آدمی نے ایک شخص کے پیچھے نماز شروع کی جب امام نے قرأت شروع کی تو اس کا حافظہ باطل ہو گیا۔ وہ نہیں سمجھ سکا کہ کیا کہے اب اس نے کہنا شروع کیا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم اور اسی کو بار بار کہنا شروع کیا اس منہ پھٹ نے پیچھے کھڑے ہوئے کہا شیطان کا اس میں کوئی گناہ نہیں تیرا اپنا ہی قصور ہے کہ تو قرأت پر قادر نہیں۔

(۳۷۹) محمد بن عبدالرحمٰن نے ذکر کیا کہ ایک گویئے نے ایک مرتبہ اپنے گھر اپنے بھائی کو بلایا پھر اس کو عصر تک بٹھائے رکھا اور کھانے کو کچھ نہیں دیا اب اس پر بھوک کا غلبہ ہوا شدت میں جنون کی حد تک پہنچ گیا۔ اب صاحب خانہ نے عود سنبھالا اور اس سے کہا تمہیں میری جان کی قسم کونسی لے تمہیں پسند ہے جو میں سناؤں اس نے کہا مجھے تو بس ہنڈیا بھننے کی آواز پسند ہے۔

(۳۸۰) جماز نے ذکر کیا کہ میں نے سنا کہ ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا تھا جس کی آنکھ دکھتی تھی کہ تم کس چیز سے اپنی آنکھوں کا علاج کر رہے ہو۔ اس نے کہا قرآن سے اور والدہ

کی دعا سے اس نے کہا ان دونوں کے ساتھ تھوڑا انزروت بھی شامل کرلو۔

(۳۸۱) ابوالحسن سے مروی ہے کہ حامد بن العباس اکثر کہا کرتے تھے کہ بسا اوقات مصیبت کے وقت چھوٹے آدمی سے اسقدر نفع پہنچ جاتا ہے جو بڑے سے نہیں پہنچتا اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اسمٰعیل بن بلبل نے جب مجھ کو قید کیا تو میری نگرانی اپنے دربان کے ہاتھ میں دے دی جو اس کی خدمت کرتا تھا وہ ایک مرد آزاد تھا میں نے بھی اس کے ساتھ نیک برتاؤ اور بھلائی کی ہے۔ وہ دربان اسمٰعیل کی مجلس خاص میں چلا جاتا تھا اور اس پر کوئی روک نہیں تھی کیونکہ وہ دیرینہ خادم تھا۔ وہ ایک رات میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ وزیر نے ابن الفرات کو لکھا ہے کہ حامد سے سرکاری مالیہ کا بقیہ آپ کے سوا اور کسی سے وصول نہ ہوسکے گا اور اس سے مطالبہ میں جدوجہد ضروری ہے اور کل وزیر تمہیں اپنی بارگاہ میں طلب کریگا اور تم پر سختی کرے گا۔ مجھے اس کا بڑا فکر ہوگیا میں نے اس سے کہا کیا تیرے خیال میں کوئی تدبیر ہوسکتی ہے اس نے کہا کہ جن لوگوں سے تمہارے معاملات رہتے ہیں ان میں سے جس کے بخل سے اچھی طرح تمہیں واقفیت بھی ہو اس کے نام تم ایک رقعہ لکھو اور اس سے اپنے بال بچوں کے خرچ کے لئے ایک ہزار درہم بطور قرض طلب کرو اور اس رقعہ میں یہ بھی لکھ دو کہ وہ اس کی پشت پر جواب تحریر کردے تاکہ وہی تمہارے پاس واپس آجائے اور اس کو تم پیش کرسکو وہ اپنے بخل کی وجہ سے اس پر کوئی عذر لکھ کر واپس کردیگا تو اس رقعہ کو تم محفوظ رکھنا جب وزیر تم سے مطالبہ کرے تو تم اس رقعہ کو پیش کرتے ہوئے کہنا کہ میرا حال اس درجہ پر پہنچ گیا ہے جب تم اس کو فوراً ہی بلاتاخیر پیش کردو گے تو امید ہے کہ تمہارے لئے مفید ہوگا۔ تو میں نے اس کی رائے پر عمل کیا اور وہ پرچہ لے کر گیا اور جواب لے آیا جیسا ہم نے خیال کیا تھا۔ جب اگلا دن آیا تو وزیر نے مجھے قید خانہ سے نکال کر مطالبہ کیا تو میں نے وہی رقعہ پیش کردیا اس نے اس کو پڑھا اور نرم ہوگیا اور شرمندہ ہوا اور یہی سبب ہوگیا میرے لئے آسانی اور مصیبت کے دفعیہ کا۔

(۳۸۲) عیسٰی بن محمد طوماری کہتے ہیں کہ ابوعمر محمد بن یوسف القاضی نے بیان کیا کہ میرے والد مرض شہور میں مبتلا تھے وہ ایک رات جاگے اور مجھے اور میری بہن کو بلایا اور ہم سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا یہ کہتا ہے کہ لا اگھا اور لا پی تجھے صحت ہو جائے گی ہم اس

کا مطلب نہیں سمجھ سکے اور محلہ باب شام میں ایک شخص رہتے تھے جو ابو علی خیاط کے نام سے مشہور تھے وہ خوابوں کی تعبیر خوب دیتے تھے ہم ان کے پاس گئے اور خواب بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں اس کی تعبیر نہیں سمجھا، لیکن میں ہر شب نصف قرآن کی تلاوت کیا کرتا ہوں تو اب تم مجھے موقع دو کہ میں اپنے معمول سے فارغ ہو جاؤں اور اس پہ غور کروں۔ جب صبح ہوئی تو وہ ہمارے پاس آکر کہنے لگے کہ جب میں اس آیت پر پہنچا لا شرقیۃ ولا غربیۃ تو میری نظر لا پر پہنچی کہ یہ اس میں مکرر آرہا ہے تم ان کو زیتون کا تیل پلاؤ بھی اور کھلاؤ بھی ہم نے ایسا ہی کیا۔ یہی اس بیماری سے عافیت کا سبب بن گیا۔

(۳۸۳) اصمعی نے بیان کیا کہ میں نے طاعون کے زمانہ میں ایک شخص کو قصر "اوس" پر بیٹھے ہوئے دیکھا جو مردوں کی شمار ایک برتن میں (فی مردہ ایک دانہ یا کنکر ڈال کر) کرتا رہتا تھا۔ پہلے دن کے اموات کی شمار ایک لاکھ بیس تھی۔ اور دوسرے دن کی شمار ایک لاکھ پچاس ہوئی تھی (تیسرے دن) کچھ لوگ ایک میت کو لیکر ادھر سے گذرے اور حسب معمول شمار کر رہا تھا جب وہ واپس آئے تو برتن کے پاس اب اسکے سوا دوسرے کو بیٹھا دیکھا تو لوگوں نے پوچھا کہ وہ کہاں گیا۔ تو ان کو جواب ملا کہ وہ بھی برتن میں چلا گیا۔

(۳۸۴) جعفر برمی کہتے ہیں کہ میں پل پر ایک سائل کے پاس سے گزرا جو یہ کہہ رہا تھا مسکینا ضریراً (ترجمہ ایک مسکین اندھے پر) میں نے اس کو ایک ٹکڑا دیا اور کہا اے شخص تو نے نصب کیوں دیا (یعنی مسکین اور ضریر پر)، اس نے کہا کہ میں آپ کے قربان ارحموا محذوف ہے (یعنی مسکین اندھے پر رحم کرو)۔

(۳۸۵) ابو عثمان الخالدی کا بیان ہے کہ میں نے سیف الدولہ ابو الحسن ابن حمدان کی مدح میں ایک قصیدہ تیار کیا اور میں نے ایسی جماعت کے سامنے اس کو پیش کیا جن کے ایسے امور میں دخل کا مجھے اندازہ تھا کہ ایک مخنث آگیا اور میں اس کو پڑھ رہا تھا جب میں اپنے اس شعر پہ پہنچا

وانکرت شیبۃ فی الراس واحدۃ   فعاد یسخطہا ما کان یرضیہا

ترجمہ۔ اور اس (محبوبہ) نے سر میں ایک بال کی سفیدی کو اوپرا سمجھا اب وہی سیاہ بال جو اس کو پسند آتا تھا اس کو ناراض کرنے لگا تو اس نے کہا یہ غلط ہے میں نے کہا کیا غلطی ہے تو کہنے لگے

امیر کے حق میں تم فی الراس واحدۃ کہتے ہو (قطع میں یہ مستقل حیثیت سے پڑھا جائیگا و لنکرت شیبۃ سے الگ ہو کر پھر "واحدۃ" میں مدح کے بجائے ذم کا پہلو نکلتا ہے) یہ کیوں نہیں کہتے طالعۃ یا لائحۃ مجھے اس کی فطانت اور تیزی طبع سے حیرت ہوگئی۔

(۳۸۶) سعید بن یحییٰ اموی اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ قریش کے نوجوان تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے۔ تو ان میں سے ایک نوجوان نے جو ابوبکر اور طلحہ کی اولاد میں سے تھا تیر چلایا جو ٹھیک نشانہ پر بیٹھا تو اس نے (فخریہ) کہا کہ میں ابن القرینین (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مصاحب خاص کا بیٹا) ہوں۔ پھر دوسرے نے تیر چلایا جو حضرت عثمان کی اولاد میں سے تھا وہ بھی نشانہ پر لگا تو اس نے (فخریہ) کہا میں شہید کا بیٹا ہوں پھر ایک شخص نے جو آزاد کردہ غلاموں میں تھا تیر چلایا تو وہ بھی نشانہ پر ٹھیک لگا تو اس نے کہا میں اسکا بیٹا ہوں جس کو فرشتوں نے سجدہ کیا تھا۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے تو اس نے کہا آدم۔

(۳۸۷) مبرد نے بیان کیا کہ ابی ہذیل کے شاگردوں میں سے ایک بصرے کا رہنے والا بغداد آیا اس نے بیان کیا کہ میں دو مخنثوں سے ملا میں نے ان سے کہا کہ میں قیام کے لئے کوئی جگہ چاہتا ہوں اور یہ شخص بہت بدصورت تھا ان میں سے ایک نے کہا واللہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے کہا بصرے سے یہ سن کر دوسرے مخنث کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا لاالٰہ الا اللہ اے بہن دنیا کی ہر چیز ہی بدل گئی یہاں تک کہ یہ بات بھی کہ پہلے یمن سے بندر آیا کرتے تھے اب یہ ہو گیا کہ بصرے سے آنے لگے۔

(۳۸۸) ہم کو ابوالحارث کا قصہ معلوم ہوا کہ وہ ایک کنیز پر فریفتہ تھا اور اس کے تصور میں بیتاب اس نے اپنی بے چینی کی شکایت محمد بن منصور سے کی۔ انہوں نے حارث کیلئے اس کنیز کو خرید کر حارث کے پاس بھیجدیا اب یہ پیش آیا کہ حارث کے پاس جو چیز تھی اس نے کچھ کام نہ دیا (یہ اشارہ عضو مخصوص کی طرف ہے) وہ صبح کو محمد ابن منصور سے ملا اس نے دریافت کیا کہ آج کی رات کیسی رہی۔ حارث نے کہا بدترین رات تھی جو چیز میرے پاس تھی وہ قریش کے (خاندان) بنی امیہ جیسی ہوگئی (یعنی ضدی۔ دوسرے کی بات نہ ماننے والا۔ ان کی طرح اس نے بھی کسی صورت سے میری خواہش کا ساتھ نہ دیا) محمد بن منصور نے کہا یہ کیسے ہوا حارث نے کہا یہ

ایسا ہوگیا جیسا اخطل[۶۵] نے کہا ہے۔

شمس العداوۃ حتی تستقاد لھم   واعظم الناس احلاما اذا قدروا

ترجمہ: بڑے مرتبہ کے لوگ عداوت کے آفتاب ہوتے ہیں یہاں تک کہ ان کی اطاعت کرلی جائے۔ اور سب سے زیادہ صاحب عظمت لوگ بردبار ہوجاتے ہیں جب دشمن پر قابو یافتہ ہوجائیں۔ (مطلب یہ ہے کہ بعد قابو یافتہ ہونے کے میرا عضو بھی ایسا ہی حلیم بن گیا تھا) یہ سنکر محمد بن منصور ہنستا رہا اور فضل اور جعفر کے پاس پہنچا ان کو سنایا اور اس بات پر تمام دن یہ سب صاحبان ہنستے رہے۔

(۳۸۹) ہشام کے اصحاب نے اسلم بن احنف سے مشاہرہ مقررہ نہ ملنے کی شکایت کی تو اسلم ہشام کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ اے امیر المومنین اگر کوئی پکارنے والا "اے مفلس" کہکر پکاریگا تو آپ کے اصحاب میں کوئی بھی ایسا باقی نہ رہے گا جو یہ سمجھ کر یہ مجھے ہی پکار رہا ہے، اس کی طرف متوجہ نہ ہوجائے ہشام یہ سن کر ہنس پڑا اور حکم دیا کہ سب کی تنخواہیں ادا کردی جائیں۔

(۳۹۰) ایک ہاشمی نے کچھ لوگوں کیساتھ بداخلاقی کا معاملہ کیا۔ انہوں نے اس کے چچا سے شکایت کی چچا نے اس کی تادیب کا ارادہ کیا اس نے چچا سے کہا کہ واقعی میں نے برا کیا تھا اور میرے پاس عقل نہیں تھی اب اس صورت میں کہ آپ کے پاس عقل موجود ہے آپ میرے ساتھ برا برتاؤ نہ کریں۔ تو اس کو معاف کردیا۔

(۳۹۱) سلیمان بن عبدالملک کے پاس عراق سے ایک وفد آیا۔ ان میں سے ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا اے امیر المومنین! ہم آپ کی خدمت میں نہ (عطیات کی) رغبت سے آئے اور نہ (کسی نقصان کے) خوف سے سلیمان نے کہا پھر کیوں آئے ہو۔ اس نے کہا ہمارا شکر گزاری کا وفد ہے ہمارے آنے کا سبب رغبت اس لئے نہیں ہے کہ آپ کے عطیات ہم کو گھر بیٹھے ہی مل جاتے ہیں اور خوف اس لئے نہیں کہ ہم آپ کے عدل کی وجہ سے امن میں ہیں اور ہمارے لئے زندگی محبوب بن گئی اور مرنا بھی آسان ہوگیا زندگی کو محبوب تو آپ نے اس طرح بنادیا ہے کہ آپ کا عدل

---

[۶۵] اخطل نے یہ شعر عبدالملک بن مروان کی مدح میں کہا تھا اس شعر میں خلیفہ کیلئے لفظ شمس العداوۃ انتہائی شاندار ترکیب ہے کہ خلیفہ اس پر جھوم گیا اس پر اس کو اتنا انعام دئے جانے کا حکم دیا جتنا مال اخطل اٹھا سکے ۱۲ مترجم از تاریخ الخلفاء۔

مشہور ہو چکا ہے اور موت میں آسانی آپ نے اس طرح کر دی کہ ہم کو اپنے پسماندہ بچوں وغیرہ کا آپ کی پرورش عام کے وثوق کی بنا پر فکر نہیں رہا سلیمان نے خوش ہو کر اس کو اور اس کے ساتھیوں کو اچھے عطیات دیئے۔

(۳۹۲) ابوالحسن مدائنی نے بیان کیا کہ ایک عالم نے ذکر کیا کہ بصرے میں ایک ہمارے دوست تھے جو ظریف الطبع اور ادیب تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ہم سے وعدہ کیا کہ وہ ہم کو اپنے مکان پر مدعو کریں گے۔ جب وہ ہماری طرف سے گزرتے تھے تو ہم ان سے کہا کرتے متیٰ ھذا الوعد ان کنتم صٰدقین ط (وہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو) وہ خاموش ہو رہتے تھے یہاں تک کہ جس سامان کی فراہمی کا انہوں نے ارادہ کیا تھا وہ فراہم کر لیا تو وہ پھر ہماری طرف سے گزرے اور ہم نے ان کے سامنے پھر اسی قول کا اعادہ کیا تو انہوں نے کہا انطلقوا الیٰ ما کنتم بہ تکذبون ط (جس چیز کو تم جھٹلاتے رہتے تھے اس کی طرف چلو)۔

(۳۹۳) ہلال بن محسن نے بیان کہ ابوالعجب نامی ایک شخص تھا کہ شعبدہ بازی میں اس جیسا کوئی دیکھنے میں نہیں آیا وہ ایک دن خلیفہ مقتدر باللہ کے قصر میں پہنچا اس نے خلیفہ کے خواص میں سے ایک خادم کو دیکھا کہ وہ اس لئے رو رہا تھا کہ اس کی بُلبُل مر گئی تھی خادم نے ابوالعجب کو دیکھکر کہا کہ استاد! میری بلبل زندہ کرنا ہوگی۔ ابوالعجب نے کہا جو تم چاہتے ہو ہو جائیگا۔ تو اس نے مری ہوئی بلبل لیکر اسکا سر کاٹ کر اپنی آستین میں ڈال لیا اور اپنا سر گریبان میں داخل کر کے بیٹھ گیا تھوڑی سی دیر کے بعد اس نے زندہ بلبل نکال کر دے دی تو تمام قصر حیرت زدہ ہو گیا اور سب حاضرین متعجب ہو گئے۔ پھر اس کو علی بن عیسٰی نے بلایا اور کہا واللہ اگر تو مجھے سچائی کیساتھ اس معاملہ کی حقیقت نہ بتائے گا تو میں تیری گردن ماردونگا اس نے کہا حقیقت یہ ہے کہ میں نے خادم کو بلبل پر روتے ہوئے دیکھ لیا تھا تو مجھے یہ امید ہو گئی کہ میں اس سے کچھ وصول کر سکوں گا اس لئے میں فوراً بازار پہنچا اور میں نے ایک بلبل خرید کر اس کو اپنی آستین میں چھپا لیا اور لوٹ کر خادم کی طرف آیا۔ پھر جو کچھ بات ہوئی وہ ہوئی اور میں نے مردہ بلبل لے کر اس کے سر کو اپنی آستین میں ڈال لیا اور پھر اسی طرح پر کوئی نہ دیکھ سکا) اس کو منہ میں رکھ لیا تھا اور زندہ بلبل کو باہر نکال لیا تو کسی کو اس میں شک نہیں ہوا کہ یہ وہی بلبل ہے اور یہ ہے اس ہری ہوئی کا سر

(۳۹۴) ایک مجرم کو ہارون الرشید کے سامنے پیش کیا گیا۔ ہارون نے کہا وہ شخص تو ہی ہے جس نے ایسا اور ایسا کیا اس نے کہا میں وہی ہوں اے امیر المومنین جس نے اپنی جان پر ظلم اور حضور کے عفو پر بھروسہ کیا ہارون نے اس کو معاف کر دیا۔

(۳۹۵) ایک ادیب نے اپنے دوست سے کہا واللہ آپ تو دنیا کا ایک باغ ہیں یہ سنکر دوسرے شخص نے کہا اور آپ وہ نہر ہیں جس سے اس باغ کو پانی ملتا ہے۔

(۳۹۶) اہل کوفہ مامون الرشید کے پاس اپنے عامل کے ظلم کی شکایت لیکر آئے۔ مامون نے کہا میرے خیال میں تو اس سے زیادہ عادل کوئی نہیں۔ اس قوم میں سے ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین پھر تو آپ کیلئے یہ ضروری ہو گیا کہ آپ تمام شہروں کو اس کے عدل میں حصہ دار بنا دیں تاکہ حضور کی الطاف وکرم کی نظر تمام رعایا پر مساوی ہو جائے لیکن ہم کو ان کے عدل سے تین سال سے زیادہ تک نہ نوازا جائے۔ یہ سن کر مامون ہنس پڑا اور اس کو بدل دینے کا حکم دے دیا۔

(۳۹۷) ایک ظریف شخص نے کچھ لوگوں کی دعوت کی ان کے ساتھ ایک طُفیلی بھی آگئے اس شخص نے بھانپ لیا اور مدعوین کو یہ جتانے کیلئے کہ وہ پہچان گیا ہے اس طرح خطاب کیا کہ میں نہیں سمجھ سکا کہ میں کس کا شکریہ ادا کروں آپ صاحبان کا کہ میں نے آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے آئے یا ان صاحب کا جنہوں نے بغیر بلائے ہی آنے کی تکلیف برداشت کر لی۔

(۳۹۸) موت بن المزرع نے بیان کیا کہ مجھ سے ایک دن سہل بن صدقہ نے کہا کہ اللہ تیرے نام کو تیرے منہ پر مارے (یعنی موت کو) میں نے فوراً جواب دیا تجھے خدا تیرے باپ کے نام کا محتاج بنا دے (یعنی صدقہ کا) ہمارے آپس میں ہنسی مذاق ہوا کرتا تھا۔

(۳۹۹) ایک دانشمند کا گذر ایک ایسے شخص پر ہوا جو راستہ میں کھڑا ہوا تھا اس نے پوچھا کہ کیوں کھڑے ہو اس شخص نے جواب دیا کہ ایک انسان کا انتظار ہے۔ دانشمند نے کہا پھر تو تمہارا قیام بہت لمبا ہوگا۔

(۴۰۰) ایک غیر مہذب بدزبان شخص ایک حجام کی طرف آیا اور اس سے کہا او حرام زادے آ کر میری مونچھیں ٹھیک کر دے۔ حجام نے کہا اگر لوگوں سے آپ کا ایسا ہی خطاب رہا تو ایسے

تھوڑے ہی ہوں گے جن سے تم راحت پاسکو گے۔

(۴۰۱) ایک درزی ایک ترک کے یہاں پہنچا تاکہ اس کیلئے قبا کاٹے وہاں پہنچکر اس نے کاٹنا شروع کر دیا اور ترکی دیکھ رہا تھا۔ اس کی وجہ سے درزی کو کچھ کپڑا چرانے کا موقع نہیں مل رہا تھا تو درزی نے زور سے ایک گوز مارا اس کو سن کر ترکی ہنستے ہنستے لوٹ گیا اس دوران میں درزی کو جتنا کپڑا اڑانا تھا اڑا لیا۔ پھر ترکی نے سیدھا بیٹھ کر کہا کہ درزی ایک دفعہ پھر۔ تو درزی نے کہا اب جائز نہیں، قبا تنگ ہو جائے گی۔

(۴۰۲) ایک شخص نے دوسرے سے کہا یہ بکری کتنے میں خریدی ہے اس نے جواب دیا میں نے چھ میں خریدی اور یہ سات سے (یعنی سات درہم قیمت والی بکری سے) بہتر ہے اور مجھے اس کے آٹھ مل رہے تھے تو اگر تمہیں ضرورت ہو تو ۹ میں خریدنے کی تو دس گن دو۔

(۴۰۳) ایک اندھے نے ایک عورت سے نکاح کیا عورت نے کہا کاش تو میرا حسن اور میرا گورا رنگ دیکھ سکتا تو تعجب کرتا اندھے نے کہا اگر تو ایسی ہی ہوتی جیسا کہ تو کہہ رہی ہے تو تجھے سوانکھے میرے لئے کیوں چھوڑ دیتے۔

(۴۰۴) ایک سائل نے ایک مالدار سے کہا کہ آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کیجئے۔ اس نے کہا مجھے تو کوئی وعدہ یاد نہیں۔ سائل نے کہا آپ سچ کہتے ہیں آپ کو اس لئے یاد نہیں رہا کہ آپ مجھ جیسے جن لوگوں سے وعدے کرتے ہیں ان کی تعداد کثیر ہے اور میں اس لئے نہیں بھول سکتا کہ میں آپ جیسے جن لوگوں سے سوال کرتا ہوں، ان کی قلیل تعداد ہے۔ اس نے کہا ٹھیک کہتے ہو اور اسکی ضرورت پوری کر دی۔

(۴۰۵) ایک شخص ایک گھر میں اجرت پر کام کر رہا تھا اور چھت کی کڑیاں بہت جھکی ہوئی تھیں جب مالک مکان آیا اور اس نے اجرت کا مطالبہ کیا تو مالک نے کہا کہ ان کڑیوں کو ٹھیک کر دیہ جھکی ہوئی ہیں تو اس کاریگر نے جواب دیا کہ اس میں آپ کیلئے کوئی اندیشہ کی بات نہیں (یہ جھکی ہیں جھکی ہوئی اس لئے ہیں کہ رکوع کی طرح جھک کر) یہ اللہ کی تسبیح پڑھ رہی ہیں۔ مالک مکان نے کہا مجھے یہ ڈر ہے کہ ان پر جذبہ اخلاص غالب ہو جائے تو یہ سجدہ میں جا پڑیں۔

(۴۰۶) چند احباب مزید کے پاس آکھڑے ہوتے جب کہ وہ ہنڈیا پکا رہا تھا۔ ان میں ایک

نے ہنڈیا میں سے گوشت کی بوٹی نکال کر کھائی اور کہا اے مزید ہنڈیا سر کہ چاہتی ہے۔ پھر دوسرے نے ایک بوٹی نکالکر کھائی اور کہا کہ ہنڈیا مسالے مانگتی ہے۔ تیسرے نے ایک بوٹی نکال کر کھائی اور کہا کہ ہنڈیا کو نمک کی ضرورت ہے اب پکانے والے نے یعنی مزید نے ایک بوٹی نکالی اور کہا کہ ہنڈیا کو گوشت کی ضرورت ہے۔ اس پر باہم خوب ہنسے اور واپس ہوگئے۔

(۴۰۷) ایک شخص نے ایک اعرابی سے کہا کہ تیرا کیا نام ہے اس نے کہا فراتؐ بین البحرین الفیاض (دو دریاؤں کے درمیان بہنے والی نہر فرات) پھر اس نے پوچھا کہ آپ کی کنیت کیا ہے اس نے کہا ابو الغیث اس نے کہا پھر تو ضروری ہے کہ تجھ میں کشتی چھوڑی جائے ورنہ ہم سب غرق ہو جائیں گے۔

(۴۰۸) سعید بن مسلم نے اپنے باغ میں بعض دوستوں سے کہا کہ یہ باغ کیسا اچھا ہے اس نے جواب دیا کہ آپ اس باغ سے بھی اچھے ہیں کیونکہ یہ باغ تو سال میں ایک بار پھل دیتا ہے اور آپ روزانہ پھل دیتے ہیں۔

(۴۰۹) ایک شخص ایک بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ کیوں کھڑا ہے اس نے جواب دیا اس لئے کہ بٹھا دیا جاؤں۔ تو اس کو عہدہ عطا کر دیا۔

(۴۱۰) ایک مخنثؐ عریان بن الہیثم کے سامنے پیش کیا گیا جب کہ وہ کوفہ کا امیر تھا۔ اس نے کہا اے خدا امیر کو عزت بخشے یہ تو مجھ پر ایسی ہی تہمت لگائی گئی جیسی امیر پر لگائی جاتی ہے۔ یہ سن کر ہیثم سیدھا ہو بیٹھا اور بولا کہ میرے بارے میں کیا کہا گیا مخنث نے کہا آپ کو لوگ عریان کہتے ہیں حالانکہ آپ کے پاس بیس جبے ہیں۔ یہ سن کو ہیثم ہنس پڑا اور اس کو چھوڑ دیا۔

(۴۱۱) ایک شخص نے ایک چڑیا پر تیر چلایا تو تیر نے خطا کی۔ ایک شخص نے دیکھ کر کہا بہت اچھا۔ اس کو غصہ آگیا اس نے کہا تم میرا مذاق اڑاتے ہو کہنے والے نے کہا نہیں لیکن آپ نے چڑیا کے ساتھ اچھا کیا (کہ اس کی جان بچ گئی)

(۴۱۲) جعفر بن یحیٰ برمکی نے اپنے ایک ہم نشین سے کہا بخدا مجھے بڑی خواہش ہے کہ ایک ایسے شخص کو دیکھوں جو صحیح معنے میں انسان قابل نعمت ہو اس نے کہا وہ آپ کو کھلم کھلا میں دکھلا سکتا ہوں جعفر نے کہا لاؤ اس نے ایک آئینہ اٹھا کر اس کے چہرے کے سامنے کر دیا۔

(۴۱۳) ایک قصہ سنانیوالے نے کہا جب بندہ ایسی حالت میں مر جائے کہ وہ نشہ میں

ؐ ہیجڑا ؐ ننگا ۱۲

میں ہو تو جب تک دفن رہیگا نشہ ہی میں رہیگا اور جب زندہ کرکے اٹھایا جائے گا اس وقت بھی نشہ ہی میں ہوگا اس حلقے کے ایک طرف سے ایک شخص بولا واللہ یہ ایسی اعلیٰ درجہ کی شراب ہے جس کا ایک جام بیس درم کا ہوگا۔

(۴۱۴) ایک اصفہانی نے ابو سفان کو دیکھا کہ وہ کسی کے ساتھ سرگوشی کر رہے تھے اس نے کہا تم دونوں کس کے بارے میں جھوٹی باتیں کر رہے ہو ابو سفان نے کہا تیری تعریف کے بارے میں۔

(۴۱۵) خراسان کے سفر میں ایک ظریف آدمی ہارون الرشید کیساتھ تھا جب عقبہ یا سدان سے باہر آگئے تو اس نے رشید سے کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو سلامتی کیساتھ دنیا سے نکال دیا (عقبہ گھاٹی کو کہتے ہیں اور دنیا کو بھی بطور تمثیل گھاٹی کہا گیا ہے جس کا راستہ دشوار گزار ہوتا ہے اس شخص نے لفظ دنیا کو ظرافۃً گھاٹی کے معنے میں بولا)۔

(۴۱۶) ایک قصائی دبلی گائے کا گوشت بیچتا ہوا ناشی بغدادی کے سامنے سے گزرا اور وہ قصائی یہ آواز لگا رہا تھا کہاں ہے وہ شخص جو (بازار میں) یہ قسم کھا کر آیا ہو کہ وہ نقصان نہیں اٹھائیگا۔ ناشی نے سن کر کہا اور تو اسکی قسم تڑوائے گا۔

(۴۱۷) ایک مخنث نے توبہ کرلی تھی اس سے دوسرے مخنث نے ملکر پوچھا کہ کہاں سے کھا رہا ہے اس نے کہا کہ کچھ پچھلی کمائی بچی ہوئی ہے اسی سے کھا رہا ہوں اس نے کہا سور کے تازے گوشت سے باسی مزیدار ہوتا ہے۔

(۴۱۸) عبادہ مخنث نے ایک مادہ چوپائے کے سوراخ کو دیکھ کر اس کی دم کھینچکر کہا یہ بڑی شرم سے (گردن جھکائے) چل رہی ہے۔

(۴۱۹) ایک شخص نے دوسرے کو ایک بیل کا گوشت چار دن تک کھلایا اس شخص نے اس سے کہا کہ اس بیل کی موت کی عمر اس کی زندگی کی عمر سے زیادہ لمبی ہے۔

(۴۲۰) چند لوگ ایک دعوت کے سلسلہ میں جمع ہوئے ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا کہ جماعت میں اسکا محبوب بھی موجود تھا جب لوگوں نے سونا چاہا یہ محب بھی کھڑا ہوگیا۔ اس نے چراغ بجھا دیا اور اپنے ہاتھ میں تکیہ اٹھالیا تاکہ سب دیکھ لیں کہ تکیہ سر کے نیچے رکھ کر سو گیا ہے (اب اس نے دوسروں کو غافل دیکھ کر محبوب کے پاس جانا چاہا) جب اس جگہ تک پہنچ گیا تو ایک لڑکی ایک

شمع لئے ہوئے نکل آئی آپ نے (یہ حرکت کی کہ وہیں کھڑے ہوئے) تکیہ دیوار سے لگا کر اس پر سر لگا کر سہارا لے لیا اور خراٹے لگانا شروع کر دیئے لڑکی نے دیکھ کر کہا کیا ہو گیا کھڑا ہوا سو رہا ہے اور خراٹے بھی لے رہا ہے آپ نے اس سے کہا تجھے اس سے کیا بحث جس طرح بھی ہمارا دل چاہا ہم سو گئے۔

(۴۲۱) ایک ذہین شخص نے مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھی۔ اس دوران میں کسی نے اس کا جوتہ چرا کر ایک یہودیوں کے کنیسہ میں رکھ دیا جو مسجد کے قریب تھا اس شخص نے اپنا جوتہ ڈھونڈنا شروع کیا تو اس کو کنیسہ میں رکھا ہوا پایا تو کہنے لگا تیرا برا ہو میں اسلام لایا تو تو یہودی بن گیا۔

(۴۲۲) بعض اذکیا کا قول ہے جب میں کسی شخص کو دیکھتا ہوں کہ بعد نماز صبح اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا ہوا کہہ رہا ہے وما عند اللہ خیر و ابقیٰ (اور جو نعمت اللہ کے پاس ہے وہ سب سے اچھی اور پائدار ہے) تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ اس کے پڑوس میں کسی کے یہاں دعوت ولیمہ تھی جس میں اسے نہیں بلایا گیا اور جب میں کچھ ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو قاضی کے اجلاس سے یہ کہتے ہوئے آرہے ہوں وما شہدنا الا بما علمنا (اور ہم نے صرف وہی شہادت دی تھی جس کا ہمیں علم تھا) تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ ان کی گواہی قبول نہیں کی گئی۔ اور جب کسی ایسے شخص سے جس نے نکاح کیا ہو اس کا حال پوچھا جائے تو اگر اس نے یہ جواب دیا کہ ہم نے یہ کام صرف نیکی کیلئے کیا ہے تو سمجھ لیتا ہوں کہ اس کی بیوی بدصورت ہے۔

(۴۲۳) ہم کو ایک قصہ سنایا گیا کہ ایک شخص ایک آدمی کے پاس بطور مہمان ٹھہرا اور گھر میں نیچے کے حصہ میں سویا، جب رات کو صاحب خانہ کی آنکھ کھلی تو اس نے مہمان کے ہنسنے کی آواز بالاخانہ سے سنی۔ تو اس نے اس مہمان کو پکارا۔ اس نے جواب دیا کہ حاضر ہوں۔ میزبان نے کہا کہ تم تو نیچے لیٹے تھے اوپر کیسے چلے گئے۔ مہمان نے کہا لڑھکتا ہوا آگیا۔ میزبان نے کہا سب لوگ اوپر سے نیچے کو لڑھکتے ہیں مگر تم کیسے لڑھکے ہو اس نے کہا اسی پر میں ہنس رہا تھا۔

(۴۲۴) ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں تیرے تھپڑ مار دوں تو تجھے مدینہ پہنچا دوں (یعنی مدینہ جا کر گرے) اس نے کہا تو بہت اچھا ہو اگر آپ پھر ایک اور مار دیں شاید اللہ تعالیٰ اس طرح مجھے آپ کے ہاتھوں سے حج کی نعمت عطا فرما دے۔

(۴۲۵) ایک لڑکے نے ایک یہودی سے کہا چچا! ٹھہر میرا ایک تھپڑ کھاتا جا۔ اس نے کہا مجھے تو جلدی ہے یہ تھپڑ میرے بھائی کے مار دے (یعنی اپنے باپ کے منہ پر مار)۔

(۴۲۶) ایک شخص نے ایک گویئے سے کہا نہ تو ثقیل اول کو پہچانتا ہے اور نہ ثقیل ثانی کو (یہ باجے کے پردوں کے نام ہیں مطلب یہ تھا کہ تو اناڑی ہے) گویئے نے کہا میں ان دونوں کو کیسے نہیں پہچانتا حالانکہ تجھے بھی پہچانتا ہوں اور تیرے باپ کو بھی۔ (ثقیل کے معنے بوجھل ہیں پہلا بوجھل اسکے باپ کو اور دوسرا اس کو قرار دیا)۔

(۴۲۷) ابو الفضل ہمدانی نے ایک لمبے آدمی کو جو چادر اوڑھے ہوئے تھا دیکھ کر کہا سردی کی رات آگئی۔

(۴۲۸) ایک شخص سے بستی میں ایک فقیر کی ملاقات ہوئی۔ اس نے فقیر سے پوچھا کہ کیا کون ہو فقیر نے کہا وہی جو موسیٰ اور خضر علیہما السلام نے کیا تھا اس کی مراد استطعما اھلھا سے تھی (یعنی موسیٰ اور خضر جب بستی میں پہنچے تو بستی والوں سے کھانا مانگا)۔

(۴۲۹) ایک بازار والے سے بازار (کی بکری) کا حال پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ جنت کے بازار کی مانند ہے یعنی وہاں کچھ خرید فروخت نہیں ہے)۔

(۴۳۰) ایک شخص نے ایک آدمی کو جو عوام میں سے تھا گالی دی اس نے کہا ایش قلت لک (ترجمہ تیرے لئے وہی جو تو نے کہا) اس نے جواب میں یہ ایہام پیدا کر دیا کہ تو نے جو کچھ کہا میں نے تیرے لئے منظور کر لیا پھر گالیاں دینے کا کیا موقع اور در حقیقت وہ یہ کہہ رہا تھا کہ جو کچھ تو نے کہا وہ (گالی) تیرے لئے ہے۔ اور یہ بڑی ذہانت کا جواب ہے۔

(۴۳۱) ایک شخص کی باندی جبکہ اس پر موت کی کیفیت طاری تھی اس کے پاس کوئی پینے کی چیز لے کر آئی جس کو اس نے پینا نہ چاہا۔ اس نے کہا اے میرے آقا! دونوں آنکھیں بند کر کے لے لیجئے۔ اس نے کہا میں ایسا ہی کروں گا ابھی دونوں آنکھیں بند ہو جائیں گی (یہ میرے لئے خوش خبری ہے کہ ابھی مر جاؤں گا۔

(۴۳۲) ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے پاس کس منہ سے آیا حالانکہ تو نے یہ کیا اور یہ کیا۔ اس نے کہا کہ اسی منہ سے آیا ہوں جس سے اپنے پروردگار عز و جل کے سامنے جاؤں گا۔

جس کے گناہ میں نے تیرے گناہ سے بہت زیادہ کئے۔

(۴۳۳) ایک قصہ گو نے اپنی تقریر میں کہا آسمان ایک فرشتہ ہے جو روزانہ آواز دیتا ہے۔ لِدُوا للموت وابنوا للخراب وہاں ایک ذہین آدمی بھی موجود تھا اس نے کہا اور اسکا فرشتہ کا نام ابو العتاہیہ ہے (ابو العتاہیہ ایک شاعر تھا جس کا یہ قطعہ ہے۔ اَلاَ یاساکن القصر المعلّٰی۔ ستدفن عن قریب فی التراب + لہٗ مَلَکٌ ینادی کل یوم۔ لِدُوا للموتِ وابنوا للخراب (ترجمہ" اے بلند محل کے رہنے والے تو عنقریب مٹی میں دفن کر دیا جائے گا اللہ کا ایک فرشتہ ہے جو آواز لگاتا ہے موت کے لئے بچے جنو اور اجڑنے کے لئے گھر بناؤ" اس بے علم قصہ گو نے یہ باور کر لیا کہ یہ حقیقت کا اظہار ہے حالانکہ صرف ابو العتاہیہ کا شاعرانہ تخیل ہے)

(۴۳۴) ایک شخص نے دو گانیوالوں کو بلایا جب انہوں نے گانیکا ارادہ کیا تو ایک نے دوسرے سے کہا تو میرا اتباع کرنا اس نے کہا نہیں بلکہ تو میرا اتباع کرنا۔ پھر اس نے کہا نہیں بلکہ تو میرا اتباع کرنا جب ان کے مابین یہ سلسلہ دراز ہو گیا تو صاحب خانہ نے کہا تم دونوں میرا اتباع کرو۔ (اور دونوں کو گھر سے باہر کر دیا)۔

(۴۳۵) ایک دانشمند کے سامنے ایک نانبائی ایک طباق لئے ہوئے آیا جس میں دو چپاتیاں رکھی ہوئی تھیں اور کہا جس چیز کی حضور کو خواہش ہو وہ حاضر کر دوں (گویا چپاتیوں میں تو کلام کی ضرورت ہی نہیں تھی) اس نے کہا روٹی کی خواہش ہے۔

(۴۳۶) ایک حساب داں کا گزر ایک شخص پر ہوا جو یہ آواز لگا رہا تھا "خبیص دو رطل ایک حبہ میں" (خبیص ایک حلوے کو کہتے ہیں جو کھجور کے شیرے میں گھی یا روغن کنجد ملا کر پکا لینے سے تیار ہوتا تھا) اس نے کہا کہ دِبس یعنی کھجور کا شیرہ جو پکا کر گاڑھا کر لیا گیا ہو ایک رطل ایک حبہ میں ملتا ہے اور روغن کنجد ایک رطل ایک قیراط میں ملتا ہے تو خبیص کو اتنا سستا کر، دو رطل ایک حبہ میں کیسے بیچتا ہے؟۔ (مجبور ہو کر اسے اقرار کرنا پڑا کہ) اے آقا اس خبیص میں دونوں مذکورہ اشیاء میں سے کوئی چیز شامل نہیں کی گئی۔ اس نے کہا اب جیسے چاہے بیچ۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

باب ۲۳: اذکیاء کے بچتے ہوئے کلمات بولنے کے واقعات

(۴۳۷) ہم کو حضرت عباسؓ بن عبدالملک کے بارے میں یہ روایت؏ پہنچی کہ ان سے سوال کیا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہیں اور میں ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔

(۴۳۸) ہم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت پہنچی کہ انہوں نے ایک اہل مدینہ سے سوال کیا کہ میری عمر زیادہ ہے یا تمہاری؟ انہوں نے کہا کہ مجھے اس شب کا علم نہیں جس میں آپ کی والدہ مبارکہ نے آپ کے والد مطہر کے پاس رات گزاری۔ اور یہ بچاؤ لطیف ہے کہ اس شخص نے امك الطيبة یعنی آپ کی والدہ مطہرہ نہیں کہا کہ عورتوں کے لئے مطہرہ یا طیبہ بالعموم حیض سے پاک وصاف ہونے کے باب میں استعمال ہوتا ہے اور اس میں حضرت عثمان کیساتھ ایک نوع بے ادبی تھی کہ ان کے لئے حیض وطہر پر مشتمل کنایات استعمال کئے جائیں)

(۴۳۹) ابن عرابہ مؤدب نے بیان کیا کہ مجھ سے محمد بن عمر الضبی نے ذکر کیا جو کہ خلیفہ معتز باللہ کے بیٹے کا اتالیق تھا کہ اس نے جب اس بچے کو سورہ والنازعات حفظ کرانا شروع کی اور اس کو یہ سمجھا دیا، کہ اگر تم سے تمہارے والد امیرالمومنین یہ سوال کریں کہ فی ای شئ انت (اب تم کس چیز (یعنی کس سورت) میں ہو تو تم یہ جواب دینا کہ اس سورت میں جو عبس سے ملی ہوئی ہے اور نہ کہنا کہ:- انا فی النازعات (کیونکہ اس کا یہ مطلب ہوگا کہ میں نزاع کرنے والی عورتوں میں ہوں) محمد بن عمر نے بیان کیا کہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے باپ نے اس سے سوال کیا فی ای شئ انت تو بچے نے وہی جواب دیا کہ اس سورت میں جو عبس سے ملی ہوئی ہے تو معتز نے پوچھا کہ یہ تجھے کس نے سکھایا اس نے کہا میرے مؤدب یعنی اتالیق نے تو معتز نے خوش ہو کر اس کو دس ہزار درہم انعام عطا کیا۔

(۴۴۰) عبدالواحد بن نصر نے بیان کیا کہ مجھے قابل وثوق شخص نے یہ واقعہ سنایا کہ وہ

؏ بعض روایات میں اس طرح ہے کہ مسئول ابوبکر تھے اور سائل رسول اللہ علیہ وسلم۔ اور بعض روایات میں یہ ہے کہ سائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور مسئول سعید بن یربوع۔ جواب سب کا وہی ہے ۱۲ مترجم از تاریخ الخلفاء

شام کے راستے میں سفر کر رہا تھا اور اس پر ایک پیوندوں لگا جبہ تھا اور تقریباً بیس آدمیوں کی جماعت ہم سفر تھی اور سب ایسی ہی (فقیرانہ) وضع میں تھے دوران راہ میں ایک بوڑھا شخص ہمارے ساتھ ہو لیا جس کی ہیئت بہت اچھی تھی وہ ایک تنومند مادہ خر پر سوار تھا اور اس کیساتھ دو خچر تھے جن پر اسکا زادراہ اور قیمتی کپڑے اور بیش قیمت مال تھا۔ ہم نے اس سے کہا اے شخص تم کو جنگلی ڈاکوؤں کے ہم پر آپڑنے کا کچھ بھی فکر نہیں ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں جو چھین لیا جائے۔ تمہارے لئے اتنی دولت لے کر ہمارے ساتھ چلنا مناسب نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور چل پڑا اور ہماری بات کو نہ مانا اور جب وہ سواری سے اتر کر کھانے کیلئے بیٹھتا تو ہم میں سے اکثر کو ساتھ بلا کر کھلاتا اور پلاتا اور جب کوئی ہم میں سے تکان سے نڈھال ہو جاتا تو اس کو اپنے ایک خچر پر سوار کر لیتا۔ اس کے اس طرز عمل سے، تمام جماعت اس کی خدمت اور عزت کرتی تھی اور اس کی رائے پر عمل پیرا تھی۔ یہاں تک کہ ہم خطرناک مقام پر پہنچ گئے تو ہم پر حملہ کے لئے تقریباً بیس سوار جنگلی ڈاکوؤں کے نکل آئے تو ہم کو ان سے گھبراہٹ پیدا ہو گئی اور ہم نے ان کو روکنے کا ارادہ کیا تو شیخ نے ہم کو منع کر دیا۔ تو ہم نے یہ ارادہ ترک کر دیا وہ شیخ سواری سے اتر کر بیٹھ گئے اور اپنے سامنے دسترخوان بچھا کر کھانا شروع کر دیا اور وہ جماعت ہمارے قریب آ گئی۔ جب انہوں نے کھانے کو دیکھا تو شیخ نے ان کو بھی بلا لیا اور وہ بھی بیٹھ کر کھانے لگے پھر شیخ نے اپنا اسباب کھول کر اس میں سے بہت سا حلوا نکال کر ان سب اعراب کے سامنے رکھ دیا جب انہوں نے پیٹ بھر کر کھا لیا تو ان کے ہاتھ جکڑے گئے یعنی حرکت نہیں کر سکتے تھے اور ٹانگیں سن ہو گئیں اور وہ ہل بھی نہ سکتے تھے تو شیخ نے ہم سے کہا کہ یہ حلوہ بے حس کرنیوالا تھا جو میں نے ایسے ہی موقع کے لئے تیار کر چھوڑا تھا اور اس کا اثر ان پر قائم ہو چکا ہے۔ اور حیلہ مکمل ہو گیا ہے اور اس کا اثر جلد زائل ہونیوالا نہیں۔ اگر تم چاہو تو ان کے تھپڑ مار کر دیکھ لو یہ تم کو نقصان پہنچانے پر قادر ہی نہیں رہے اور اب ہم اطمینان سے روانہ ہو سکتے ہیں۔ تو ان لوگوں نے مار کر دیکھا۔ تو وہ لوگ روکنے پر درحقیقت قادر نہیں تھے۔ ہم کو شیخ کے کہنے کی تصدیق ہو گئی۔ ہم نے ان کے ہتھیاروں کو لے لیا اور ان کے جانوروں پر سوار ہو گئے اور ایک جماعت کی صورت میں اس مقام کے گرد و پیش کی سیر کی اور ان ڈاکوؤں کے تیر

ہمارے کندھوں پر تھے اور ان کے ہتھیار ہمارے بدن پر لگے ہوئے تھے ہم جس قوم پر سے بھی گزرے وہ ہم کو ان ہی اعراب میں سے سمجھتے تھے اور ہم سے امن کیلئے ملتجی ہوتے تھے یہاں تک کہ ہم اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ گئے۔

(۱۴۴) ہم سے ابو محمد بن عبداللہ بن علی المقری نے بیان کیا کہ ایک شخص نے ایک جگہ مال دفن کیا اور اس پر ڈھکن رکھکر بہت مٹی دے دی۔ پھر اس پر ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیس دینار رکھے اور ان پر بہت سی مٹی ڈال کر جما دی اور چلا گیا جب اس کو سونے کی ضرورت ہوئی تو اس نے اس مقام کو کھودا تو وہ مل گئے تو اس نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس کا یہ مال بچ گیا اور ایسا اس نے اسی اندیشہ کی بناء پر کیا تھا کہ شاید کوئی دفن کرتے وقت دیکھتا ہو۔ اور ایسا ہی واقع ہو گیا تو جب دیکھنے والا آیا اور جگہ کھودنے کے بعد اسی کو بیس دینار مل گئے تو ان کو لے لیا اور اس کو یہ تصور بھی نہ ہو سکا کہ بڑی مقدار تو نیچے اور بھی موجود ہے۔

(۱۴۲) بعض مشائخ نے ہم کو یہ واقعہ سنایا کہ ایک یہودی تھا جس کے ساتھ مال تھا، اس کو حمام میں داخل ہونے کی ضرورت پیش آئی اور یہ اندیشہ ہوا کہ اگر اس کو ساتھ لئے پھرا تو کمر بند ٹوٹ جائے تو وہ حمام کے خزانہ (آب) میں پہنچا اور اس نے زمین کھود کر وہ رقم اس میں دبا دی پھر حمام میں داخل ہو گیا۔ پھر جب نکل کر اس جگہ کو کھودا تو کچھ بھی نہ ملا۔ اب وہ خاموش ہو رہا اور اس کا تذکرہ کسی سے بھی نہ کیا حتیٰ کہ اپنی بیوی، بیٹے اور کسی خاص دوست سے بھی نہ کہا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اس سے ایک شخص نے مل کر کہا کہئے کیسا مزاج ہے تمہارا دل کس خیال میں لگا رہتا ہے۔ اب وہ اس کو لپٹ گیا کہ میرا مال واپس کر۔ اس سے لوگوں نے کہا تجھے کیسے معلوم ہوا کہ اس نے لیا۔ اس نے کہا جب میں نے اس کو دفن کیا تھا تو مجھے کسی مخلوق نے بھی نہیں دیکھا تھا اور پھر گم ہونے کی اطلاع بھی میں نے کسی مخلوق کو نہیں دی تو اگر یہ شخص وہ مال نہ نکالتا تو یہ گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔

(۱۴۳) ایک شخص نے بیان کیا کہ میں رات کو ایک ضرورت کے لئے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک اندھا اپنے کندھے پر گھڑیا اور ہاتھ میں چراغ لئے ہوئے جا رہا ہے وہ اسطرح چلتا ہوا نہر پر پہنچا اور گھڑیا میں پانی بھر کر واپس لوٹا میں نے کہا اے شخص تو اندھا ہے اور دن رات تیرے

لئے یکساں ہیں (پھر یہ چراغ لئے ہوئے کیوں پھرتا ہے اس نے کہا اے بیوقوف اس کو میں تجھ جیسے دل کے اندھوں کی وجہ سے لئے ہوئے ہوں جس سے ان کیلئے راستہ روشن رہے اور اندھیرے میں مجھ سے ٹکرا کر میری گھڑیا نہ پھوڑ دیں

(۴۴۴) ابوالحسن اصفہانی سے منقول ہے کہ ابراہیم موصلی (مشہور استاد موسیقی) ہارون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے سامنے ایسی خوبصورت کنیز بیٹھی ہوئی تھی گویا کہ وہ خوبصورت درخت) بان کی ایک شاخ ہے۔ اس سے ہارون نے گانے کی فرمائش کی۔ اس نے گانا شروع کیا

توهمه قلبي فاصبح خدّه   وفيه مكان الوهم من نظري اثر

ترجمہ) میرے دل نے اسکا دھیان کیا تو صبح کو اس کے رخسار پر میری قوت وہم کی نگاہ کا اثر نمایاں تھا۔

ومرّ بوهمي خاطراً فجرحته   ولم ار جسماً قط يجرحه الفكر

(ترجمہ) اور میرے وہم میں داخل ہوتا ہوا جب وہ گزرا تو میں نے اس کو ایک جرکا لگایا اور میں نے (اس کے سوا اور) کوئی ایسا جسم نہیں دیکھا جس کو (کسی کی قوت) فکر نے مجروح کیا ہو۔

ابراہیم کہتا ہے کہ واللہ اس نے میری عقل سلب کر دی یہاں تک کہ قریب تھا کہ میں رسوا ہو جاؤں۔ میں نے کہا اے امیر المومنین یہ کون ہے۔ ہارون نے کہا یہ وہ ہے بقول ایک شاعر کے۔

لها قلبي الغداة وقلبها لي   فنحن كذاك في جسدين روح

(ترجمہ) آج وہ میرے دل کی مالکہ ہے اور میں اس کے دل کا مالک ہوں۔ ہم اس طرح دو جسم ایک روح ہیں۔

پھر مجھ سے فرمائش کی کہ اے ابراہیم اب تم گاؤ میں نے گانا شروع کیا۔

تشرّب قلبي حبها ومشى بها   تمشّي حُميّا الكاس في جسم شارب

(ترجمہ) میرا دل اس کی محبت سے اس طرح لبریز ہو گیا اور اس کو لے کر چلا جس طرح تیز شراب (کا سرور) پینے والے کے جسم میں دوڑ جاتا ہے۔

ودبّ هواها في عظامي فشفها   كما دبّ في الملسوع سمُّ العقارب

اور اس کی محبت میری ہڈیوں میں ایسی سرایت کر گئی کہ ان کو لاغر کر دیا جیسا کہ نیش زدہ شخص میں بچھوؤں کا زہر دوڑتا چلا جاتا ہے۔

ابراہیم نے بیان کیا کہ ہارون الرشید میرے خیالات کو میرے کنایات سے بھانپ گیا اور اور یہ میری بڑی غلطی تھی۔ ہارون نے مجھے واپس ہو جانے کا حکم دیا اور ایک مہینے تک مجھے نہیں بلایا پھر میرے پاس ایک خادم آدھمکا اور اس کے پاس ایک رقعہ تھا جس میں یہ ابیات لکھے ہوئے تھے۔

قد تخوفت ان اموت من الوجد ولم يدر من هويت بحالي

(ترجمہ) مجھے ڈر ہے کہ محبت سے میری جان نکل جائیگی اور میں جس سے پیار کرتی ہوں اس کو میرے حال کی خبر بھی نہ ہوگی۔

یا کتابی اقرأ السلام علی من لا اسمی وقل له یا کتابی

اے میرے خط تو میرا سلام اس کو پہنچا دے جس کا میں نام لینا نہیں چاہتی اور اے میرے خط اس سے یہ کہدے۔

ان کفا الیک قد کتبتنی فی شقاء مواصل وعذاب

کہ بیشک وہ ہتھیلی جس نے مجھکو تیری طرف لکھ کر بھیجا ہے انمٹ بدبختی اور عذاب میں ہے۔) وہ خادم میرے پاس یہ رقعہ لے کر آیا میں نے اس سے کہا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ فلاں جاریہ کا رقعہ ہے جس نے تیری موجودگی میں امیر المؤمنین کے سامنے گایا تھا۔ میں نے اس معاملہ کی نزاکت کا احساس کر کے اس خادم کو سخت سست کہا اور میں نے بڑھ کر اس کے ایک ضرب ماردی جس سے میرے نفس کو تسکین ہوئی اور میں فوراً ہی سوار ہو کر ہارون رشید کے پاس پہنچا اور ان سے یہ قصہ بیان کیا اور وہ رقعہ ان کو دیا۔ ہارون رشید اس سے اس قدر ہنسے کہ ہنستے ہنستے گرنے کے قریب ہو گئے۔ کہنے لگے یہ تو ہم نے قصداً تیرے امتحان کیلئے اور تیرا طرز عمل اور کیرکٹر پہچاننے کیلئے کیا تھا پھر میرے سامنے اس خادم کو بلایا وہ آیا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا خدا تیرے دونوں ہاتھ اور پاؤں توڑ دے تو نے تو مجھے مار ہی ڈالا تھا میں نے کہا تو نے کام تو مرنے ہی کا کیا تھا۔ اس سے میرے دل پر کیا کچھ گزری لیکن میں نے تجھے چھوڑ دیا اور امیر المومنین کو تیری حرکت سے باخبر کر دیا تاکہ جس سزا کا تو مستحق ہے وہ امیر المومنین کی طرف سے تجھے مل جائے اس کے بعد ہارون رشید نے مجھے بڑے عطیات مرحمت کئے اور اللہ جانتا ہے کہ جو کچھ میں نے کیا تھا وہ ازراہ

پاکدامنی نہیں کیا تھا بلکہ خوف ودہشت کی وجہ سے کیا تھا۔

(۴۴۵) علی بن المہلب کے اوپر ایک سانپ آگرا تو اس نے اس کو اپنے اوپر سے نہ پھینکا تو اس کے باپ نے اس سے کہا کہ بیٹا تو نے شجاعت کی تو حفاظت کی مگر عقل کو ضائع کر دیا۔

باب ۲۴: چند شعراء اور قصیدہ لکھنے والوں کی ذہانت کے واقعات

(۴۴۶) یموت بن المزرع سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جماز ایک دسترخوان پر جعفر بن القاسم کے سامنے کھانا کھا رہا تھا اور جعفر کے سامنے دوسرا دسترخوان تھا۔ اور رکابیاں جعفر کے سامنے سے اٹھا کر جماز کے سامنے رکھی جا رہی تھیں اور کسی قاب میں تھوڑا سا بچا ہوا کھانا ہوتا تھا اور کوئی خالی ہوتی تھی جماز نے کہا کہ اللہ امیرالمومنین کا بھلا کرے آج ہم صرف عصبہ بنے ہوئے ہیں کبھی ہمارے لئے کچھ مال بچ جاتا ہے اور کبھی سب کا سب ہی اہل سہام (یعنی اصحاب الفروض) لے جاتے ہیں اور ہمارے لئے کچھ باقی نہیں رہتا۔

(۴۴۷) ابوالحسن السلامی شاعر نے بیان کیا کہ خالدیان نے سیف الدولہ ابن حمدان کی مدح میں ایک قصیدہ پیش کیا جسکا شروع یہ ہے۔

تصُدّ و دارھا صدد   وتوعدہ ولا تعد

وقد قتلته ظالمة   فلا عقل ولا قود

(ترجمہ) وہ (محبوبہ) روک دیتی ہے اور اسکا گھر مضبوطی سے بند ہے اور اسے دھمکا دیتی ہے اور اس سے کچھ محاسبہ نہیں کیا جا سکتا اور ظالمہ نے اس کو قتل کر ڈالا (اور قتل بھی ایسا کہ) نہ اس کا قصاص اور نہ دِیت۔ اسی قصیدہ میں سیف الدولہ کی مدح میں یہ شعر ہے۔

فوجہ کلہ قمر   وسائر جسمہ اسد

اس کا چہرہ تمام تر چاند ہے   اور باقی جسم تمام تر شیر کا ہے

جب سیف الدولہ کو یہ شعر سنایا تو اس پر جھوم گیا اور اس کی بہت تعریف کی اور اس کو بار بار پڑھواتا تھا اتنے میں شیظمی شاعر آگیا۔ سیف الدولہ نے اس سے کہا یہ بیت سنو اور اس کو سنایا شیظمی نے سن کر سیف الدولہ سے کہا اللہ کا شکر کیجئے اس نے آپ کو عجائب البحر میں شامل کر دیا (یعنی ایک عجیب سمندری حیوان بنا دیا) (مصنف فرماتے ہیں) خالدیان دو شخص ہیں ابوبکر

محمد اور ابو عثمان سعید۔ یہ دونوں ہاشم کے بیٹے اور آپس میں بھائی تھے اور موزونیت طبع اور اور نازک خیالی اور کثرت ادب میں دونوں برابر کے تھے اور ان کے بہت سے اشعار مشترک ہیں اور علیحدہ علیحدہ بھی ہر ایک کے اشعار ہیں۔ ابو اسحٰق صابی نے ان کے بارے میں یہ اشعار کہے۔

ارى الشاعرين الخالديين سيرا قصائد يفنى الدهر وهى تخلد

(ترجمہ) میں نے دونوں شاعروں خالدیین کو یعنی ان کے قصائد کو بتمام وکمال دیکھا جو ایسے ہیں کہ زمانہ فنا ہو جائیگا مگر وہ ہمیشہ رہیں گے۔

تنازع قوم فيهما وتناقضوا ومرجدال بينهم يتردد

قوم ان دونوں کے بارے میں جھگڑ رہی اور رد و قدح کر رہی ہے اور ان کے مابین یہ جھگڑا جاری اور ساری ہے۔ فطائفة قالت سعيد مقدم

وطائفة قالت لهم بل محمد

ترجمہ) تو ایک جماعت کا دعوی ہے کہ سعید کو حق تقدیم حاصل ہے اور دوسری جماعت ان سے کہتی ہے کہ نہیں بلکہ محمد مقدم ہے۔

وصاروا الى حكمى فاصلحت بينهم وماقلت الابالتى هى ارشد

انہوں نے فیصلہ میرے سپرد کیا تو میں نے ان میں صلح کرا دی اور میں نے جو کچھ کہا وہی ایک حقیقت واقعیہ ہے۔ هما فى اجتماع الفضل روح مؤلف

ومعناهما من حيث ثنيت مفرد

ان دونوں کی مجمع کمالات ہونے کے لحاظ سے ایک ہی روح ہے جو دو اجسام سے مالوف ہے اور ان دونوں کے معنے تثنیہ (کا صیغہ) استعمال کرنیکے باوجود مفرد ہی رہتے ہیں۔

(۴۸۴) طاہر بن الحسن نے عیسٰی بن ہامان سے جنگ کیلئے روانہ ہوتے وقت فقراء پر تقسیم کرنے کے لئے اپنی آستین میں بہت سے درہم بھر لئے پھر خیال نہ رہا اور آستین جھکالی تو سب درہم گر کر پھیل گئے اس نے اس کو برا شگون محسوس کیا۔ تو اس کے ایک شاعر نے اس بارے میں یہ کہا۔

هذا تفرق جمعهم لاغيره وذهابه منا ذهاب الهم

(ترجمہ) یہ (دشمنوں کی) جماعت کے متفرق ہو جانے کی دلیل ہے اس کے سوا اور کوئی بات نہیں اور

اس (درہم) کا ہمارے پاس چلا جانا ہم یعنی رنج وفکر کا چلا جانا ہے۔

شیئٌ یکون الھمّ نصف حروفہٖ   لاخیر فی امساکہٖ فی الکمّ

(ترجمہ) ایسی چیز جس کے نام کے آدھے حروف "ہم" ہوں (مراد درہم) اس کو آستین میں بند رکھنے میں خیر نہیں ہے۔

(۴۹) عبدالملک کے سامنے ایک شخص کو حاضر کیا گیا جو خارجیوں کے خیالات رکھتا تھا عبدالملک نے اس کے قتل کا حکم دیتے ہوئے کہا کیا یہ شعر تو نے نہیں کہا؟

ومنا سوید والبطین وقعنبٌ   ومنا امیرالمؤمنین شبیبُ

(ترجمہ) اور ہماری جماعت میں سے سوید اور بطین اور قعنب ہیں اور ہم میں سے امیرالمومنین شبیب عــہ ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے کہا ہے ومنا یا امیرالمؤمنین (راء کے زبر کے ساتھ) یا امیرَ المؤمنین (اب مطلب یہ ہوگا کہ اے امیرالمومنین ہم ہی میں سے شبیب بھی ہے) یہ سنکر اسکا قتل روک دیا اور اس سے درگزر کیا چونکہ اس نے اب اعراب کو خبر سے خطاب کیطرف پھیر دیا

(۵۰) بعض شعرائے نے ابوعثمان مازنی کی ہجو میں یہ اشعار کہے۔

وفتیً من مازن ۔ ساد اھل البصرۃ   امہٗ معرفۃ   وابوہٗ نکرہ

(ترجمہ) اور قبیلہ مازن کا ایک جوان اہلِ بصرہ کا سردار بن گیا جس کی ماں معرفہ ہے اور باپ نکرہ (یعنی ناشناختہ ہے)

(۵۱) عبدالملک بن صالح نے ہارون رشید کے قصر میں داخل ہونا چاہا ان سے اسمٰعیل بن صبیح حاجب نے مل کر کہا آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ امیرالمؤمنین کے یہاں دو بیٹے پیدا ہوئے جن میں سے ایک زندہ رہا دوسرا انتقال کر گیا اس لئے ضروری ہے کہ امیرالمومنین سے جو کچھ خطاب کیا جائے اس واقعہ کے مناسب کیا جائے جو میں نے آپ کو معلوم کرایا ہے تو وہ

عــہ اس سے پہلے یہ شعر ہے: فان یکُ منکم کابن مروان وابنہٖ + وعمرو ومنکم ھاشم وحبیب (تو اگر تم میں ابن مروان اور اس کے بیٹے اور ہاشم اور حبیب جیسے لوگ ہیں تو ہم میں بھی حصین اور بطین ۔ الخ ۱۲ مترجم۔

عــہ شبیب بن یزید الشیبانی کو خوارج نے اپنا امیر بنا لیا تھا اور اس نے عبدالملک پر خروج کیا تھا اس وقت حجاج امیر عراق تھا جس کو شبیب نے شکست دی تھی پھر عبدالملک نے بہت افواج بھیجیں تو یہ دریا میں کود کر غرق ہو گیا تھا ۱۲ مترجم۔

جب وہ ہارون رشید کے سامنے آئے تو عرض کیا "اللہ آپ کو (اچھی جزائیں) خوشی عطا فرمائے اے امیر المومنین اس امر میں جو ناگواری کا موجب ہوا۔ اور ناگواری سے محفوظ رکھے اس امر میں جو خوشی کا موجب ہوا اور ہر ایک واقعہ کا ایک بدل عطا کرے جو اللہ کی طرف سے شاکرین کے لئے زیادتی (نعمت) کا سبب اور صابرین کے لئے جزا کا موجب ہوتا ہے (یعنی صبر کی وجہ سے زیادتی نعمت عطا فرمائے)۔

(۴۵۲) جعفر الضبی نے فضل بن سہل (وزیر) سے اس طرح خطاب کیا اے امیر! سیاست اور سرداری کے بلند مقام پر آپ کے افعال میں جو اعلیٰ موزونیت ہے اس نے آپ کے اوصاف کے اظہار سے میری زبان کو بند کر دیا اور اس کی بکثرت مثالوں نے مجھ کو حیرت میں ڈال دیا۔ یہ ممکن نہیں کہ پورے طور پر سب کو بیان کیا جائے۔ جب میں کسی ایک صفت کی خوبی کی طرف توجہ کرتا ہوں تو اس کی دوسری بہن جو اس سے بڑھ کر ہے راستہ روک لیتی ہے جس سے پہلی کے لئے ترجیح کی صورت باقی نہیں رہتی اب بجز اس کے کہ اظہار اوصاف کے سلسلہ میں اپنے عجز کا اظہار کر دیا جائے اظہار اوصاف کی کوئی دوسری صورت نہیں ہے۔

(۴۵۳) ابو دلامہ نے خلیفہ منصور کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک قصیدہ سنایا۔ منصور نے کہا اے ابو دلامہ امیر المومنین تمہارے لئے حکم دیتے ہیں (اپنی ہی ذات مراد ہے) ایسے اور ایسے انعام کی اور تم کو خلعت اور سواری دیتے ہیں (ان کے ساتھ تم کو چار سو جریب قطعات دیتے ہیں جن میں سے دو سو جریب عامر ہونگی اور دو سو جریب غامر ابو دلامہ نے کہا امیر المومنین نے صلہ مرحمت فرمانے کے سلسلہ میں جن انعامات کا اظہار کیا میں ان کو پہچانتا ہوں اور عامر کو بھی سمجھتا ہوں مگر غامر کیا ہے؟ منصور نے کہا ایسی زمین جس میں نہ کوئی سبزی ہو نہ کوئی درخت۔ ابو دلامہ نے کہا تو میں امیر المومنین کو چار ہزار جریب قطعات غامر دیتا ہوں۔ منصور نے کہا وہ قطعات کہاں ہیں۔ ابو دلامہ نے کہا حیرہ اور کوفہ کے درمیان تو منصور ہنسنے لگے اور سب کا سب عطیہ زمین عامر ہی کر دیا گیا (یہ قصہ اُدپر بھی اس سے زیادہ بسط کے ساتھ گزر چکا)۔

(۴۵۴) مدائنی نے بیان کیا کہ نصیب خلیفہ عبد الملک بن مروان کے پاس پہنچا عبد الملک

نے اپنے ساتھ ناشتہ میں شریک کیا۔ پھر اس سے کہا کیا تم کو دربار کی ملازمت منظور ہے نصیب نے کہا میرا رنگ بُرا ہے اور بال بہت گھونگھریالے ہیں اور میرا چہرہ بھدا ہے (اور دربار کے لئے وجیہ اور خوبصورت ہونا ضروری ہے) اور مجھے یہ مرتبہ کہ امیر المومنین میرا اکرام کریں نہ باپ کے شرف سے حاصل ہُوا اور نہ ماں کے ہیں اس پر صرف اپنی عقل اور زبان سے پہنچا ہوں۔ (یعنی میرے ساتھ آبائی شرف میں بھی کچھ روایات نہیں ہیں) تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں اے امیر المؤمنین کہ آپ میرے اور اس عزت کے درمیان جو کچھ مجھے حاصل ہو چکی ہے حائل نہ ہوں (اگر میں نے اپنی موجودہ حیثیت کو چھوڑ کر درباری حیثیت اختیار کر لی تو ضروری صفات مذکورہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے عوام میں تحقیر ہوگی اور حاصل کہ وہ عزت بھی رائگاں جائے گی) تو عبد الملک نے نصیب کو اس سے معاف رکھا۔

(۴۵۵) مدائنی نے بیان کیا کہ چند ظریف الطبع عورتیں بشار بن برد کے پاس بیٹھی تھیں بشار نے ان سے خوب باتیں کیں اور انہوں نے بشار سے پھر ان عورتوں نے کہا ہمیں یہ پسند ہے کہ ہم آپ کو اپنا باپ سمجھیں بشار نے کہا بشرطیکہ میں دین کسرےٰ پر آجاؤں (مجوسیوں میں بیٹی بیوی بن سکتی ہے)

(۴۵۶) خالد الکاتب نے بیان کیا کہ میں نے اور دعبل نے اور ایک دوسرے شاعر نے جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا صرف یابدیع الحسن کہا تھا کہ ہم سب پر آمد بند ہوگئی (کہ مناسب کلمات لاکر شعر پُورا کر دیں) ہم نے کہا اب جعیفران الموسوس کے پاس جائے بغیر چارہ نہیں جب ہم پہنچے تو جعیفران نے کہا کہ تمہیں میری تلاش کیوں تھی۔ خالد نے کہا ہم آپ کے پاس ایک حاجت کے لئے آئے ہیں۔ جعیفران نے کہا میں بھوکا ہُوں مجھے نہ ستاؤ۔ ہم نے ایک کو بھیجکر ان کے لئے کھانا منگایا جب وُہ سیر ہو چکے تو کہا اب حاجت کہو ہم نے کہا کہ ہم نصف بیت میں پیچھے رہ گئے (اور پُورا کرنے سے قاصر ہو گئے) پُوچھا کہ وہ کیا ہے؟ ہم نے کہا یابدیع الحسن انہوں نے واللہ بالکل توقف نہیں کیا اور کہا۔

یا بدیع الحسن حاشا لک من ھجر بدیع

(ترجمہ) اے نرالے حسن والے اس سے بچنا کہ نرالے ہجر میں ہم مبتلا ہو جائیں پھر دعبل نے کہا ایک

بیت میری خاطر سے بڑھا دیجئے تو کہا:۔

وبحسن الوجہ عوّذ ت مِن سوءِ الصنیع

(ترجمہ) اور میں اس مکھڑے کے حسن کی پناہ چاہتا ہوں ہر بُرے برتاؤ سے۔ ہمارے ساتھی نے کہا (جس کا نام یاد نہیں رہا) اور ایک بیت میرے لئے بھی کہا بہتر بہت خوشی سے بسروچشم۔

ومن النخوۃ یستعفیك لی ذل الخضوع

اور میری خاکساری کی ذلت معافی طلب کرتی ہے غرور حسن سے۔ (پھر ہم نے کہا ہم آپ کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں بولے ٹھہرو میں تم کو ایک بیت اور دیتا ہوں اور کہا)

لا یعب بعضك بعضاً کن جمیلاً فی الجمیع

تم میں سے کوئی دوسرے کا عیب نہ نکالے سب کے ساتھ اچھا اخلاق برتو۔

(۴۵۷) اور عقل رسا پر دلالت کرنیوالا ایسا کلام بھی ہوتا ہے جس میں توجیہ کی جا سکتی ہے جس میں دونوں پہلو مدح اور ذم کے نکل سکتے ہیں متنبی کا یہ قول اسی قسم کا ہے عَدُوُّكَ مَذمُومٌ بکل لِسان اس میں مدح کا احتمال بھی ہے اور ذم کا بھی (مدح کا پہلو اس ترجمہ کے ظاہر معنے سے واضح ہے "تیرے دشمن کی برائی ہر زبان پر ہے" اس میں ذم کا پہلو اس صورت سے نکلتا ہے کہ جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ کمینہ ہے اور کمینوں کے مدمقابل عموماً کمینے ہی ہوتے ہیں۔ اور اسی قسم کا متنبی کا دوسرا قول ہے وَلِلّٰہِ سرفی علاك اس میں مدح کے احتمال کی یہ صورت ہے کہ دوسرے ہمعصروں پر بلند مرتبہ میں تجھ کو مقدم ایسے راز کی بنا پر کیا گیا جس کی اطلاع کسی کو نہیں ذم کا پہلو یہ ہے کہ اللہ ہی جانے کہ تیرے بلند مرتبہ کا کیا راز ہے جب کہ اس کے مناسب کوئی خوبی تجھ میں نہیں۔

(۴۵۸) ہمارے بعض احباب نے ہمیں ایک شاعر کا قصہ سنایا جو ایک شہر میں رہتا تھا وہاں ایک اور شاعر آگیا جس کی شہر والوں نے قدر کرنا شروع کر دی، تو اس نے تفوق جتانے کے لئے اہل شہر سے کہا۔

وتشابہت سور القرآن علیکموا فقرنتم الانعام بالشعراء

(ترجمہ) اور تم کو قرآن کی سورتوں کے بارے میں تشابہ لگ گیا کہ تم نے انعام کو شعراء کے ساتھ

ملادیا (انعام کے معنے چوپایہ اور شعراشاعر کی جمع ہے مقصد یہ ہے کہ تم نے جانوروں کو شاعر کے برابر کر دیا)

(۴۵۹) ایک شخص نے دوسرے شخص کی مدح کی جس کا نام یسیر تھا۔ اس میں اُس نے کہا وفضلُ یسیرٍ فی البلاد یسیرٌ یعنی یسیر کے عطیات تمام شہروں میں پھر رہے ہیں (سار یسیر ہے) تو اس مادح سے کہا گیا تم نے اس کی مدح تو کی ہے مگر وہ تمہیں کچھ نہ دیگا تو اُس نے کہا کہ اگر اس نے مجھے کچھ نہ دیا تو میں (زبان کے ساتھ) اپنے ہاتھ سے بھی اس طرح کہہ دونگا اور اپنی انگلیوں کو ملادیا مقصد یہ تھا کہ لفظ یسیر کو بمعنے قلیل استعمال کرلوں گا۔

(۴۶۰) اور اسی قسم کے کسی شاعر کا قول ہے جو کسی کے حق میں کہا ہے۔

تحلّی باسماءِ الشھور فکفّہٗ جُمادیٰ وما ضمت علیہ المحرّمُ

(ترجمہ) وہ آراستہ ہوا مہینوں کے ناموں سے تو اس کی ہتھیلی جمادیٰ ہے اور ہتھیلی سے ملنے والی چیز (یعنی انگلیاں) محرم ہے (یعنی اس کی ہتھیلی ہمیشہ لوگوں کو عطایا دینے کے لئے کھلی رہتی ہے کبھی بند نہیں ہوتی۔ انگلیوں کا بند حرام ہے یا یہ کہ ہتھیلی میں بخل سے جمود ہے اس سے کسی کو فیض نہیں پہنچتا اور انگلیوں پر بھی کسی کو دینے کے لئے حرکت کرنا حرام ہے)

(۴۶۱) ایک دوسرے شاعر نے کہا:۔

وقائل لی ما الذی تشتھی من التی قد ضمھا خِدرُھا

(ترجمہ) بعض پوچھنے والوں نے مجھ سے پوچھا اس پردہ نشین کی کس چیز کی تجھے خواہش ہے۔

اوجھھا حسین بدا مقبلا ام شعرھا الاسود ام ثغرھا

(ترجمہ) کیا اسکے چہرے کی جو تیرے سامنے ظاہر ہو گیا ہو یا اسکے سیاہ بالوں کی یا اس کے دہن کی۔

ام طرفھا الادعج ام کشحھا ام منبت الرمان ام صدرھا

(ترجمہ) یا اسکی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں کی یا اُس کے پہلو کی یا انار اُگنے کے مقام کی یا اس کے سینہ کی۔

قلت لہ اعشق ذا کلّہٗ ونصف حران وثلثی زھا

(ترجمہ) میں نے اس کو جواب دیا میں ان سب پر عاشق ہوں اور نصف حران اور دو ثلث زہا پر بھی (حر بکسر حاء و راء مخففہ بمعنے فرج ہے اور زہا بضم زاء بمعنی نضارت و تازگی ہے)

(۴۶۲) جحظہ سے ایک دعوت کا حال پوچھا گیا جس میں وہ شریک تھا تو اُس نے کہا وہاں کی ہر چیز ٹھنڈی تھی سوائے پانی کے۔

(۴۶۳) ابو یعقوب خزیمی کے سامنے سکباجہ لایا گیا جس میں بڑی بڑی ہڈیاں تھیں (سکباجہ سرکہ ڈال کر پکایا گیا گوشت) تو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ شطرنجیہ ہے (یعنی بساط شطرنج ہے جس پر بڑی بڑی ہڈیاں شطرنج کے مہرے ہیں) اس کے بعد فالودہ لایا گیا۔ اس میں مٹھاس کم تھا تو بولے کہ یہ نحل یعنی شہد کی مکھی کی طرف وحی آنے سے قبل کا بنا ہوا ہے (واوحیٰ ربك الی النحل الآیۃ)

(۴۶۴) ایک شاعر نے دوسرے شاعر سے کہا کہ میرے بیت کے دونوں مصرعے حقیقی بھائی ہوتے ہیں اور تیرے بیت کے مصرعے چچازاد بھائی ہوتے ہیں (اشارہ اس طرف ہے، کہ ایک تو مصرع خود کہتا ہے اور دوسرا مصرع کسی دوسرے سے بنواتا ہے)

(۴۶۵) ہندوستان کا ایک شاعر ایک امیر کے پاس گیا اور اسکی مدح کی۔ اس سے امیر نے (یہ جانتے ہوئے کہ یہ عربی زبان نہیں سمجھتا کہا تقدم یا زوج القحبۃ (یعنی اے بدکار عورت کے خاوند آؤ) اس نے امیر سے کہا زوج القحبہ کا کیا مطلب ہے تو امیر نے کہا کہ لغت عرب میں اس لفظ سے اس شخص کو مراد لیا جاتا ہے جو شاندار مرتبہ کا ہو اور جس کا بڑا محل ہو، اور اس کے پاس مال اور سواریاں اور بہت سے غلام ہوں اُس نے کہا تو واللہ اے امیر آپ دنیا کے سب سے بڑے زوج القحبہ ہیں۔ وہ بہت شرمندہ ہوا اور معترف ہو گیا کہ خود میرا ہی مسخرا پن میرے مُنہ پر گالیاں بنکر آگیا۔

(۴۶۶) ایک ادیب شخص مامون کے پاس بعض حاجات کی وجہ سے آیا مگر اُس نے اس کی ضرورت پوری نہ کی۔ اُس نے کہا اے امیر میرے پاس شکریہ ہے (یعنی میں آپ کا شکریہ ادا کرونگا) مامون نے کہا آپ کی شکر گذاری کا محتاج کون ہے اس نے فوراً یہ اشعار کہے۔

فلو کان یستغنی عن الشکر ماجدٌ　　　لکثرۃ مال او علو مکان

(ترجمۃ) اگر کوئی مالک شکر سے مستغنیٰ ہوتا۔ کثرت مال یا بلندی مرتبہ کی وجہ سے۔

لما ندب اللہ العباد لشکرہ　　　وقال اشکرونی ایھا الثقلان

تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے اپنے شکر کو پسند نہ کرتا حالانکہ اُس نے جن وانس کو اپنے شکر کرنے

کا حکم دیا ہے) مامون نے سن کر کہا تم نے خوب کہا اور اس کی حاجت پوری کر دی۔
(۴۶۷) ابن الہباریہ نے یہ اشعار کہے۔

قد قلت للشیخ الرئیس — اخی السماح ابی المظفر

(ترجمہ) میں نے کہا شیخ رئیس — اہل سخاوت ابومظفر سے۔

ذکر معین الملک بی — قال المؤنث لا یذکر

ترجمہ: میرے سامنے معین الملک کی تذکیر کیجئے (تذکیر حال سنانا اور باصطلاح نحویین مقابل تانیث اور اسی معنے کے پیش نظر انہوں نے) جواب دیا کہ مونث مذکر نہیں ہوا کرتا۔
(۴۶۸) ابوجعفر محمد بن موسیٰ موسوی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ابونصر ابن ابی یزید سے ملنے گیا اور اُن سے ایک علوی بحث کر رہا تھا اور وہ اس کی طویل نشست اور کثرت کلام سے تنگ دل ہو رہے تھے جب وہ (اٹھنے کے لئے) جھکا تو مجھ سے ابونصر نے کہا ابن عمک ھذا خفیف علی القلب جس کا ظاہر ترجمہ یہ ہے کہ یہ تمہارا ابن عم یعنی چچا کا بیٹا دل پر ہلکا ہے یعنی اس کے زیادہ بیٹھنے کا ہم پر کچھ بوجھ نہیں میں نے کہا بیشک۔ تو کہنے لگے میں نہیں خیال کرتا کہ تم سمجھ گئے ہو، پھر میں نے غور کیا تو سمجھا کہ خفیف علی القلب سے انہوں نے خفیف مقلوباً مراد لیا (قلب کے معنے الٹ دینے کے بھی آتے ہیں) تو (خفیف یعنی ہلکے کا الٹا) ثقیل یعنی بھاری ہوا اور اسی معنے کو مراد لیا ہے ان ابیات میں سعید بن دوست نے۔

وَاثقل منی زائری وَکانّما — یقلب فی اجفان عینی وفی قلبی

(ترجمہ) وہ میرے پاس آنے والا مجھ پر بھاری ہے اور گویا کہ وہ میری آنکھوں کے پپوٹوں کو الٹ رہا ہے اور میرا دل الٹ رہا ہے۔

نقلت لہ لما برمت یقربہ — اراک علی قلبی خفیفاً علی القلب

جب اس کے نزدیک ہونے سے تنگدل ہو گیا تو میں نے اس سے کہا میں تجھ کو اپنے دل پر خفیف پاتا ہوں مقلوب طور پر (یعنی ثقیل)
(۴۶۹) ایک شاعر سے خراسان کی پاکیزگی کی تعریف کی گئی جب وہ سفر کر کے وہاں پہنچا تو اس کو پسند نہ آیا تو کہا:۔

تمنینا اخراسانًا زمانًا ‏ فلم نعطی المنیٰ والصبر عنہا

(ترجمہ) ہم کو خراسان (دیکھنے) کی مدت سے تمنا تھی۔ تو نہ ہی تمنا پوری ہونے میں آتی تھی اور نہ اس سے صبر ہی آتا تھا۔

فلما ان اتینا ھا سراعًا ‏ وجدنا ھا بحذف النصف منہا

جب ہم جلدی کر کے وہاں پہنچے۔ تو ہم نے اسکو ایسا پایا کہ اس میں سے نصف حذف کر دیا جائے (لفظ خراسان میں سے نصف حصہ یعنی "سان" حذف کرنے سے خرا باقی رہتا ہے جس کے معنے نجاست ہیں۔ مترجم۔

باب ۲۵: ایسے حیلوں کا بیان جو لڑائیوں میں استعمال کئے گئے۔

(۴۷۰) زیاد بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے مشرکین میں کے ایک شخص کو لایا گیا تھا جس کو ہرمزانؑ کہا جاتا تھا اور وہ اسلام لے آیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ میں ان مغازی کے بارے میں تم سے مشورہ لینا چاہتا ہوں، تم اچھی رائے دو۔ بازان نے کہا بہتر ہے اے امیر المؤمنین زمین اور اس کے تمام رہنے والے جسقدر بھی مسلمانوں کے دشمن ہیں اُن کی مثال ایسے اڑنیوالے جانور کی سی ہے جس کے سر ہے اور دو بازو ہیں اور دو ٹانگیں بھی ہیں تو اگر دونوں میں سے ایک بازو ٹوٹ جائیگا تو ٹانگیں بچالے جائیں گی اس کے دوسرے بازو اور سر کو اور اگر دوسرا بازو بھی ٹوٹ گیا تو دونوں ٹانگیں بھی گئیں اور دونوں بازو بھی ختم ہوئے تو سر تو کسریٰ ہے اور ایک بازو قیصر ہے اور دوسرا بازو فارس ہے (یعنی وہاں کے عوام) اسلئے آپ مسلمانوں کو حکم دیجئے کہ وہ کسریٰ پر چڑھائی کریں۔

(۴۷۱) مروی ہے کہ سکندر نے اپنے لشکر میں اپنے ایک ہمنام شخص کو دیکھا جو بھاگ جایا کرتا تھا تو اس سے کہا کہ تو یا اپنا نام بدل اور یا اپنی خصلت بدل۔

(۴۷۲) ایک دن سکندر نے خاص جنگ کے موقع پر اپنے لشکر کی صف سے باہر ہو کر ایک منادی کو حکم دیا کہ وہ (فارس کے لشکر کو) بلند آواز سے یہ کہے اے فارس کے لوگو! تم کو معلوم ہے جو کچھ عطیات ہم نے تمہارے لئے طے کئے تھے تو جو شخص اپنا عہد پورا کرنا چاہے اسکو چاہیئے کہ وہ لشکر سے جدا ہو جائے اور ہماری طرف سے جو وعدہ کیا گیا ہے اُس کے پورا کرنیکے ہم ضامن

ؑ ہرمزان کا ایک واقعہ پیچھے بھی گذر چکا ہے۔

ہیں۔اس پر فارس کے لشکر نے ایک دوسرے کو متہم کرنا شروع کر دیا اور سب سے پہلے دشمن کے لشکر میں اس سے ایک بے چینی پھیل گئی۔ایک روایت اس طرح ہے کہ جب دارا (شاہ فارس) سکندر کے مقابلہ پر گیا تو اس نے ایک منادی کو حکم دیا جس نے دارا کے لشکر کو پکار کر کہا اے لوگو! جس عہد پر ہم تم سے متفق ہو گئے تھے وہ ہم عمل میں لے آئے اب جس امر کے تم ذمہ دار ہوئے تھے اس کو پورا کرو۔اس سے دارا یہ سمجھا کہ اس کے لشکر نے یہ طے کر لیا ہے کہ وہ مجھے سکندر کے حوالے کر دیں اور یہی اس کی ہزیمت کا سبب ہُوا تھا۔

(۴۷۳) اور جب سکندر فارس سے پلٹ کر ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو ہند کا راجہ ایک زبردست لشکر سے اس کے مقابلہ پر آیا اور اُس کے ساتھ ایک ہزار ہاتھی تھے۔ہر ایک پر فوجی سپاہی اور ہتھیار رکھے ہوئے تھے اور اُن کی سونڈوں میں تلواریں تھیں اور گرز تھے تو اُن کے سامنے سکندر کے گھوڑے نہ ٹھہر سکے اور بھاگ کر اپنے مستقر پر واپس آگئے تو سکندر نے حکم دیا کہ تانبے کے ہاتھی بنائے جائیں جو کھوکرے ہوں (جب یہ ڈھل کر تیار ہو گئے) تو اپنے گھوڑوں کو ان ہاتھی کے مجسّموں کے درمیان بندھوایا یہاں تک کہ گھوڑے ان کی صورتوں سے مانوس ہو گئے (اور وحشت باقی نہ رہی) پھر حکم دیا کہ ان ہاتھیوں کو رال اور گندھک سے بھر دیا جائے اور ان کو زرہ بھی پہنا دی گئی اور ان کو ساتھ لیکر تیزی کے ساتھ میدان جنگ میں روانہ ہو گیا اور ہاتھیوں کے ہر دو مجسموں کے درمیان ایک چھوٹا دستہ فوج تھا۔جب جنگ شروع ہو گیا تو اس نے ان مجسموں کے پیٹ میں آگ بھڑکانے کا حکم دیدیا جب وہ خوب گرم ہو گئے تو درمیان میں سے سپاہیوں کو ہٹ جانے کا حکم دیدیا اور ان مجسموں کو ہاتھیوں نے آکر گھیر لیا اور ان پر اپنی سونڈیں مارنا شروع کر دیں تو وہ جل گئیں اور سب ہاتھی بھاگ نکلے اور راجہ ہی کی افواج کو روند ڈالا اور سکندر کو راجہ ہند پر فتح ہو گئی۔

(۴۷۴) منقول ہے کہ سکندر نے ایک قلعہ بند شہر پر حملہ کیا اہل شہر نے دروازے بند کر لئے۔پھر سکندر کو اطلاع پہنچی کہ اہل شہر کے پاس سامان خوراک بقدر کفایت (یعنی قلیل مقدار) ہی موجود ہے تو اُس نے اپنے لوگوں کو تاجروں کے بھیس میں شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا اور خود وہاں سے واپس ہو گیا (اور محاصرہ اٹھا لیا) اور بہت کچھ مال و متاع ان مصنوعی تاجروں

کے ساتھ کر دیا۔ وہاں انہوں نے جو کچھ اپنے پاس تھا اس کو فروخت کیا اور وہاں سامان خوراک خرید لیا جب انہوں نے بہت سا ذخیرہ کر لیا تو اُن کو یہ حکم لکھ بھیجا کہ جو کچھ تمہارے پاس سامان خوراک ہے سب پھونک دو اور بھاگ جاؤ انہوں نے اس کی تعمیل کی پھر اس شہر پر حملہ کر دیا اور اس کو چند دن کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا۔

اور سکندر کا یہ معمول تھا کہ جب وہ کسی شہر کے محاصرہ کا ارادہ کرتا تو پہلے اس کے گرد و پیش کے دیہات کو خوف زدہ کر دیتا تھا اور وہ بھاگ کر شہر میں پہنچتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ شہر کا سامان غذا جلد کھایا جا کر کمی واقع ہو جاتی پھر شہر کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیتا۔

(۴۷۵) کسریٰ بن ہرمز کی حکایت ہے کہ اُس نے اصبہد کو ایک عظیم الشان لشکر دے کر روم کی طرف بھیجا۔ وہاں اس کو اس قدر فتوحات ہوئیں کہ اس سے پہلے کسی کو حاصل نہیں ہوئی تھیں اور اصبہد نے روم کے خزانوں پر قبضہ کر لیا اور ان کو اسی ہیئت کے ساتھ کسریٰ کے پاس روانہ کیا۔ کسریٰ نے یہ سمجھ لیا کہ اصبہد مزید فتوحات سے ہٹ چکا ہے اور ان فتوحات نے اس کو بدل دیا ہے اور اس میں تکبر اور خود سری پیدا ہو گئی ہے تو اُس کے پاس ایک شخص کو بھیجا تاکہ وہ اصبہد کو قتل کر دے اور یہ شخص جس کو بھیجا گیا تھا عقلمند تھا۔ جب اس نے اصبہد اور اس کی تدبیر اور عقل کو دیکھا تو اس نے خیال کیا کہ ایسے شخص کا قتل بغیر کسی جرم کے ہرگز مناسب نہیں۔ پھر اُس نے اصبہد کو اپنے بھیجے جانے کی وجہ صاف بتا دی۔ تو اصبہد نے قیصر روم کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں وہاں سے جواب آیا کہ جب چاہو آسکتے ہو۔ جب اصبہد اور قیصر کی ملاقات ہوئی تو اصبہد نے قیصر سے کہا کہ یہ خبیث مجھے قتل کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہے اور میرے پاس اسی غرض سے ایک شخص کو بھیجا بھی ہے۔ اب میں اس کو ہلاک کر دینا چاہتا ہوں جیسا کہ اس نے میرے متعلق ارادہ کر رکھا ہے اور سب سے بڑا ظلم اسی کی گردن پر ہوتا ہے جو ظلم کی ابتدا کرتا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے ایسا وعدہ کریں جس سے میں مطمئن ہو سکوں اور آپ اپنی فوج سے کسریٰ پر حملہ کرنے کے لئے میرا ساتھ دیں اور میں اس کے خزانوں میں سے اتنا مال آپ کو دوں گا جتنا کہ آپ کے اموال پر میں نے قبضہ کیا تھا اور جس قدر اموال کا خرچ آپ اپنے اس سفر میں کریں گے۔ قیصر نے

اس کو عہد میثاق لکھ کر دیدیا۔ جس سے وہ مطمئن ہو گیا اور قیصر چالیس ہزار کا لشکر لے کر کسریٰ کے مقابلہ پر آ گیا۔ اب کسریٰ سمجھ گیا کہ صورت حال کیا پیش آئی تو اس کے قیصر کے لشکر کو شکست دینے کے لئے یہ حیلہ کیا کہ ایک قس کو بلایا جو عیسائی بن کر قیصر کے دین میں شامل ہو گیا تھا اس سے کہا کہ میں حریر پر ایک راز کی تحریر لکھ کر تجھے دینا چاہتا ہوں تاکہ وہ تحریر اصہد کو پہنچا دے اور اس راز پر ہرگز کسی کو مطلع نہ کرے اور اس کو ایک ہزار دینار دیئے اور کسریٰ کو اس کا یقین تھا کہ یہ قس وہ خط قیصر کے پاس پہنچائے گا کیونکہ اس میں ایسا مضمون ہے جس میں روم کی ہلاکت ہے (تو یہ قس اس کو کیسے گوارہ کر سکتا ہے) اور اصہد کے نام اس مضمون کا خط لکھا تھا "میں نے تجھ کو لکھا تھا (اس کے مطابق) اب قیصر مجھ سے قریب ہو گیا ہے اور اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور تیری تدبیر سے ہم کو اس پر قابو دیدیا (میں دعا کرتا ہوں) کہ تیری اصابت رائے کبھی زائل نہ ہو تو نے رومیوں (کی مجتمع قوت) میں تفریق پیدا کر دی۔ اب میں اتنی دیر کرنا چاہتا ہوں کہ قیصر مدائن کے قریب پہنچ جائے پھر میں اس پر فلاں دن دفعۃً حملہ کر دونگا۔ ابھی تو اس کو برابر اس دھوکے میں ڈالے رکھ کہ تو میرے قتل کا ارادہ کئے ہوئے ہے۔ میں اس تدبیر سے رومیوں کو بالکل ختم کر ڈالوں گا۔" قس یہ خط لے کر چلا اور (جیسا کہ کسریٰ کا خیال تھا) اس نے یہ خط قیصر کو جا کر دیدیا۔ قیصر نے دیکھ کر کہا یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اصہد نے صرف ہم کو ہلاک کرنے کے لئے یہ ایک چال چلی تھی تو فوراً واپس لوٹ پڑا اور پیچھے سے کسریٰ نے ایاس بن قبیصۃ الطائی سے حملہ کرا دیا جس نے قیصر کے لشکر کو قتل کر دیا اور قیصر تھوڑی سی جماعت کے ساتھ بچ کر نکل سکا۔

(۶۷۹) ہشام بن محمد الکلبی نے اپنے والد سے روایت کیا کہ جذیمہ بن مالک حیرہ اور اس کے گرد و پیش کے علاقہ کا بادشاہ تھا۔ اس نے ساٹھ سال تک حکومت کی اور اس پر برص کے نشانات تھے اس کی زبردست طاقت تھی نزدیک والے بھی اس سے ڈرتے تھے اور دور والوں پر بھی اس کا رعب تھا۔ عرب پر اس کی اس قدر ہیبت تھی کہ وہ اس کو ابرص کہتے ہوئے ڈرتے تھے بلکہ ابرش کہتے تھے۔ اس نے ملیح بن البراء سے جنگ کیا اور یہ حضر کا بادشاہ تھا۔ یہ مقام

ف یہ پہلا شخص ہے جس کے سامنے شمع روشن کر کے رکھی گئی اور جس نے جنگ میں منجنیق کا استعمال کیا۔

روم اور فارس کے درمیان میں واقع ہے اور یہ وہی مقام ہے جس کا ذکر عدی بن زید نے اپنے قصیدہ میں کیا ہے جس کا ایک بیت یہ ہے۔

واخو الحضر اذ بناه واذ دجلة تجبی الیه والخابور

(ترجمہ) اور حضر والوں نے جب اس کی بنیاد رکھی اور جب کہ دجلہ اور خابور کا پانی کا ٹکر وہاں لایا گیا تھا ملیح بن البراء کو جذیمہ نے قتل کر دیا اور زبّار کو (جو اس کی بیٹی تھی) شام کی طرف دھکیل دیا وہ روم میں پہنچ گئی اور یہ عورت عربی زبان بولتی تھی۔

شگفتہ بیان، بارعب اور بڑی ہمت والی تھی۔ ابن الکلبی کا بیان ہے کہ اس کے زمانہ میں کوئی عورت اس سے زیادہ خوبصورت نہ تھی۔ اس کا نام فارعہ تھا (اور بقول محمد بن جریر طبری نائلہ اور بقول ابن درید میسون تھا) اور اس کے اتنے لمبے بال تھے کہ جب چلتی تو اس کے پیچھے زمین پر کھینچنے لگتے تھے اور جب ان کو پھیلاتی تو ان میں چھپ جاتی تھی اس لئے اس کا نام زبّاء (بہت بالوں والی) مشہور ہو گیا تھا۔ ابن الکلبی نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے باپ کے قتل ہونے کے بعد مبعوث ہوئے تھے اس کی بلند ہمتی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے پھر لوگوں کو جمع کر لیا اور اموال خرچ کئے اور اپنے باپ کے ملک میں واپس آگئی اور ملکہ بن گئی اور جذیمۃ الابرش کی حکومت کو وہاں سے ہٹا دیا۔ اور اس نے دریائے فرات کے مشرق اور مغرب دونوں کناروں پر آمنے سامنے دو شہر بسائے اور دونوں شہروں کے درمیان فرات کے نیچے سے ایک سرنگ لے گئی اور جب دشمن اس پر حملہ کرتے تو وہ اس میں پناہ لیکر قلعہ بند ہو جاتی مردوں سے الگ رہتی اس لئے کنواری رہی اور اس کے اور جذیمہ کے درمیان جنگ کے بعد صلح ہو گئی تھی۔ اس کے بعد جذیمہ کے دل میں اس سے نکاح کی خواہش پیدا ہوئی تو اس نے اپنے خاص مشیروں کو جمع کر کے اس بارے میں مشورہ کیا اور اس کا ایک غلام تھا جس کو قیصر بن سعد کہا جاتا تھا (بعض نے اس کو جذیمہ کا چچا کا بیٹا لکھا ہے مترجم) یہ شخص بہت عاقل بیدار مغز تھا اور خازن اور مہمات امور میں دخیل اور اس کی سلطنت کا معتمد تھا۔ بادشاہ کی بات سن کر سب خاموش رہے مگر قصیر نے شاہی آداب کی بجا آوری کے بعد کہا کہ اے بادشاہ زبّا ایک ایسی عورت ہے جس نے مردوں سے اختلاط اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے وہ اب تک کنواری ہے

نہ مال کی طرف اس کو رغبت نہ جمال کی طرف اور ہم پر اس کا ایک خون کا بدلہ بھی ہے اور خون بھلایا نہیں جاتا۔ اور اس نے آپ کو خوف سے چھوڑ رکھا ہے اور دولت کے بچاؤ کی وجہ سے اور کینہ۔ اس کے دل کی گہرائی میں دفن ہے وہ اس طرح پوشیدہ ہے جسطرح آگ پتھر کے جسم میں ہوتی ہے کہ اگر اس پر چوٹ پڑتی ہے تو شعلہ دیتی ہے اور چھوڑ دیا جائے تو چھپی رہتی ہے اور دوسرے بادشاہوں کی بیٹیوں کی بادشاہ کے لئے کمی نہیں ہے جو کفو یعنی خاندانی ہمسری بھی رکھتے ہیں اور ان عورتوں کو بھی رغبت ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا مقام اپنے کمتر کی طرف طمع سے بالاتر بنایا ہے آپ کی شان بلند تر ہے کوئی آپ سے بالاتر نہیں جذیمہ نے کہا کہ اے قصیر وزندار رائے تو تمہاری ہی ہے اپنے کم تر کی طرف ہی ہے اور احتیاط کا اقتضا دہی ہے جو تم کہہ رہے ہو لیکن نفس پر محبت کی وجہ سے خواہش غالب آجاتی ہے اور ہر شخص کے لئے خدا نے جو مقدر کر دیا ہے وہ تو ہو کر ہی رہتا ہے اس سے بھاگنا اور بچنا ممکن نہیں۔ اس کے بعد زبّا کے پاس ایک ایلچی کو پیغام نکاح دے کر روانہ کیا اور اس سے کہا کہ زبّا سے مل کر ایسی گفتگو کرو جس سے وہ نکاح کی طرف راغب ہو جائے اور دل سے آمادہ ہو جائے جب اس کے پاس پیغام پہنچ گیا تو اس نے سنکر اور سمجھ کر کہا کہ تمہارا آنا اور یہ پیغام سب بسر و چشم ہے اور اس نے بڑی خوشی اور رغبت کا اظہار کیا اور اس کی آمد کی قدر کی اور اس کو اونچی جگہ بٹھایا اور کہا میں اس امر سے اس لئے کنارہ کش رہی ہوں کہ مجھ کو اندیشہ تھا کہ برابر کا رشتہ نہ آئے گا اور بادشاہ کا مقام تو میرے مرتبہ سے بلند ہے اور میں اس سے کم درجہ پر ہوں۔ میں بادشاہ کے سوال کو قبول کرتی ہوں اور اس پیغام سے خوش ہوں اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اس جیسے امور میں مردوں ہی کا، (عورتوں کی طرف) آنا مستحسن ہوتا ہے تو میں خود چل کر اس کے پاس پہنچ جاتی اور اس ایلچی کو قیمتی ہدایا دیئے جو غلاموں اور باندیوں اور خچر اور گھوڑوں پر لدے ہوئے تھے اور ہتھیار اور اموال اور اونٹ اور بکریاں اور بیش قیمت کپڑوں کے اور سونے اور چاندی کے بوجھ جانوروں پر رکھے ہوئے تھے۔ جب جذیمہ کے پاس رشتہ لیجانے والا واپس آیا تو وہ اس کے جوابات سن کر پھولا نہ سمایا اور اس کے لطف و کرم کو سن کر بہت خوش ہوا اور اس نے یقین کر لیا کہ یہ سب حقیقی رغبت اور خوشی پر مبنی ہے اور اس کے نفس نے اس قدر ابھارا کہ اپنی قابلِ اعتماد خواص اور

اراکین دولت اور اعیان مملکت کو جن میں قصیر بھی تھا ساتھ لے کر فوراً ہی چل پڑا اور اپنا قائم مقام اپنے بھانجے عمرو بن عدی اللخمی کو بنا دیا اور حیرہ پر بنو لخم ہیں کا یہ پہلا بادشاہ تھا اس نے ایک سو بیس سال تک حکومت کی اور یہ وہی ہے جس کو جب یہ بچہ تھا جن اٹھالے گئے تھے اور جب اس کو واپس کیا تو یہ جوان اور دراز قد ہو گیا تھا۔ اس کی والدہ نے اس کے گلے میں سونے کا طوق ڈالا اور اس کو اس کے ماموں (جذیمہ) سے ملنے کے لئے بھیجا اس نے دیکھ کر کہا شب عمرو عن الطوق عمرو طوق سمیت جوان ہو گیا۔ یہ جملہ ضرب المثل ہو گیا (ابن ہشام نے یہ قصہ اس طرح بیان کیا ہے کہ زباء نے جذیمہ کے پاس خود ہی نکاح کا پیغام بھیجا تھا اور یہ لالچ دلایا تھا کہ اس کے بعد دونوں سلطنتیں ایک ہو جائیں گی اور عمرو بن عدی کی بادشاہی کی مدت ایک سو اٹھارہ سال تحریر کی ہے۔ اشتیاق احمد از حیٰوۃ الحیوان) الغرض عمر بن عدی کو اپنا قائم مقام بنا کر جذیمہ روانہ ہو گیا اور زباء کے علاقہ میں پہنچ گیا جو دریائے فرات پر تھا جس کو نیفہ کہا جاتا تھا وہاں اُتر گیا (ایک نسخہ میں بجائے نیفہ کے بقہ لکھا ہے) مترجم۔ اور شکار کیا اور کھانے پینے سے فارغ ہو کر اپنے مصاحبین سے دوبارہ مشورہ کیا تو سب لوگ خاموش رہے اور قصیر بن سعد نے ہی آغاز کلام کیا اس نے کہا اے بادشاہ جس عزم (یعنی کسی اہم کام کے ارادے) کیساتھ حزم (احتیاط) شامل نہ ہو تو اسکا انجام افسوس پر ہوتا ہے تو ایسی باتوں پر جو بظاہر مرصّع ہوں اور ان کا کچھ بھی اچھا نتیجہ نہ ہو وثوق نہ کرنا چاہیئے اور رائے میں (بجائے عقل خواہش نفس پر مدار نہ رکھنا چاہیئے کہ معاملات بگڑ جائیں اور نہ حزم واحتیاط کو چھوڑ کر جو جی میں آئے وُہ کر ڈالنا مناسب کہ یہ دانشمندی سے بعید ہے اور بادشاہ کے لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ اپنے معاملہ میں ثابت قدمی کیساتھ انجام پیش نظر رکھیں اور بیدار مغزی کے ساتھ احتیاط کا پہلو اختیار کریں اور اگر یہ بات پیش نظر نہ ہوتی کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے تو میں قطعی طور پر بادشاہ کی راہ میں حائل ہو جاتا کہ وہ ایسا نہ کریں۔ پھر جذیمہ نے جماعت کی طرف رُخ کیا اور کہا اس امر میں تمہاری کیا رائے ہے انہوں نے اس معاملہ میں بادشاہ کی رغبت کے مطابق گفتگو کی، اور بادشاہ کی رائے کی تصویب کر دی اور اس کے ارادے کو مضبوط کر دیا جذیمہ نے کہا وزن دار رند مشورہ جماعت ہی کا مانا جائے گا اور جو تم رائے دے

رہے ہو وہی ٹھیک ہے قصیر نے کہا اری القدر یسابق الحذر ولایطاع لقصیر امرٌ (یعنی میں دیکھتا ہوں کہ تقدیر الٰہی سبقت کر رہی ہے یعنی غالب آرہی ہے۔ ریچاؤ کی تدابیر پر اور قصیر کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہورہی ہے) یہ جملہ بھی عرب میں ضرب المثل بن گیا اور جذیمہ نے کوچ کر دیا جب زباء کے شہروں کے قریب پہنچ گیا تو ٹھہر گیا اور زباء کے پاس قاصد بھیج کر اس کو اپنی آمد سے مطلع کیا تو اُس نے مرحبا کہا اور آنے پر بڑی خوشی اور رغبت کا اظہار کیا اور حکم دیا کہ بادشاہ کی خدمت میں سامانِ رسد ضیافت اور سواریوں کے لیے چارہ روانہ کیا جائے اور اپنے لشکر اور خاص عمائد سلطنت اور عام اعیان مملکت اور رعایا کو حکم دیا کہ اپنے سردار اور اپنی مملکت کے بادشاہ سے ملیں تو قاصد جواب لے کر آیا اور اُس نے جو کچھ دیکھا اور سُنا تھا سب بیان کر دیا جب جذیمہ نے روانگی کا ارادہ کیا تو قصیر کو بلا کر پوچھا کہ کیا تمہاری رائے اب بھی وُہی ہے؟ اس نے کہا ہاں اور اب تو اس میں میری بصیرت اور بڑھ گئی تو کیا آپ اپنے عزم و ارادے پر قائم ہیں بادشاہ نے کہا ہاں اور میری رغبت پہلے سے اور بڑھ گئی تو قصیر نے کہا کہ لیس الدھر بصاحب لمن لم ینظر فی العواقب (یعنی زمانہ اس کا ساتھی نہیں جو انجام پر نظر نہ رکھے) یہ جملہ بھی عرب میں ضرب المثل بن گیا پھر کہا اور کسی امر کو اس کے ضائع ہونے سے پہلے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے اور ابھی تک بادشاہ کے ہاتھ میں بھلائی پر آنے کی قوت باقی ہے۔ اگر آپ کو یہ بھروسہ ہے کہ آپ صاحب ملک ہیں اور آپ کے ساتھی بکثرت ہیں اور آپ کا مقام بلند ہے تو اس وقت تو آپ کا ہاتھ اُس قوت اور غلبہ سے خالی ہے اور آپ اپنے قبیلہ اور مستقر سے دُور ہو چکے ہیں اور آپ نے اپنی ہستی کو ایسی ذات کے ہاتھوں میں ڈال دیا جس کے مکر اور دھوکے سے میں آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ تو اگر آپ اپنی رائے پر رہیں اور ضرور وہی کریں گے اور خواہش نفس کے پیچھے رہیں گے تو (یہ اور سُن لیجیے) کہ کل اگر آپ سے یہ قوم فرقے فرقے کی حیثیت سے ملی اور آپ کے آگے آگے چلی اور یہ صورت رہی کہ چھوٹی چھوٹی جماعتیں آتی بھی رہیں اور جاتی بھی رہیں تو معاملہ آپ کے ہاتھ میں اور آپ کی رائے درست اور اگر وہ لوگ آپ سے صف بندی کے ساتھ مجتمع ہو کر ملیں اور آپ کے سامنے دو صف میں ہو کر آئیں یہاں تک کہ جب آپ اُن کے بیچ میں آجائیں اور سب طرف گھیر کر آپ پر ٹوٹ پڑیں تو وہ آپ کے نفس

کے مالک ہو جائیں گے اور آپ اُن کے قبضہ میں جانے لگیں تو اس عصا کا خیال رکھیے جس کے غبار کو بھی کوئی نہیں پکڑ سکتا، ایسے وقت میں آپ کو چاہیئے کہ اس کی پُشت پر جم جائیں اور یہ آپ کو ہلاکت سے بچا کر نکال سکتا ہے اگر آپ نے اس پر اپنا قبضہ قائم رکھا۔ اور جذیمہ کی ایک ایسی اعلیٰ قسم کی گھوڑی تھی جو پرندوں سے بھی سبقت لیجاتی تھی اور تیز ہواؤں کی برابری کرنیوالی تھی اس کا نام عصا تھا۔ جذیمہ نے قصیر کی گفتگو سن لی اور کوئی جواب نہیں دیا اور روانہ ہو گیا۔ اور زبا نے جب اس کا ایلچی جذیمہ کے یہاں سے واپس ہو کر اس کے پاس پہنچ گیا اپنے لشکر کو ہدایت کر دی تھی کہ کل جب کہ جذیمہ آجائے تو تم سب لوگ اُس کے سامنے اکٹھے ہو کر داہنے اور بائیں دو صفوں میں کھڑے ہو جاؤ پھر جب وہ تمہاری صفوں کے بیچ میں پہنچ جائے تو چہار جانب سے اس پر حملہ کر دو اور اس کو خوب گھیر لو اور خبردار یہ موقع ہاتھ سے جانے نہ دینا۔ اور جذیمہ جب روانہ ہُوا تو قصیر اس کے دائیں طرف تھا جب قوم صف بستہ سامنے آئی اور دو صفوں میں تقسیم ہو کر (راستہ بنا کر) کھڑی ہو گئی تو جب یہ لوگ وسط میں پہنچ گئے تو وہ سب چاروں طرف سے اس طرح ٹوٹ پڑے جس طرح شکرہ اپنے شکار پر جھپٹتا ہے اور اس کو گھیر لیا۔ اب جذیمہ نے سمجھ لیا کہ وہ اس پر قابو پا گئے اور قصیر اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا تو اس کی طرف منہ کر کے جذیمہ نے کہا اے قصیر تو ٹھیک کہتا تھا تو قصیر نے کہا اے بادشاہ ابطأت بالجواب حتی فات الصوابُ۔ یعنی آپ نے جواب دینے میں اتنی دیر لگائی کہ بھلائی کا موقع ہی ضائع ہو گیا (یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ قصیر کی گفتگو سُن کر جذیمہ نے جواب نہیں دیا تھا اور چل پڑا تھا) عرب میں یہ جملہ بھی بطور ضرب المثل چل پڑا۔ جذیمہ نے کہا اب کیا رائے ہے۔ قصیر نے کہا یہ عصا موجود ہے اس پر سوار ہو کر نکل جاؤ اُمید ہے کہ آپ جان بچا لیجائیں گے۔ مگر جذیمہ نے اس کو پسند نہ کیا اور اسکو لشکر اپنے ساتھ لیچلا تو جب قصیر نے دیکھا کہ جذیمہ نے قیدی بننے کے لئے اپنے کو حوالہ کر دیا اور اس کو اب اس کے قتل کا یُورا یقین ہو گیا تو اس نے اپنے حواس جمع کئے اور عصا کی پشت پر قبضہ کیا اور باگ سنبھال کر اس کے ایڑ لگائی اور وہ اس کو لیکر ہوا ہو گئی اسکو جذیمہ نے دیکھا کہ وہ اس کو لیکر صاف نکل گئی اور (جب جذیمہ گرفتار کر کے لایا جا رہا تھا) زبا نے اپنے محل کے اُوپر سے جھانک کر کہا تو کیسا اچھا دولہا بنا ہُوا مجھ پر جلوہ افروز ہونے اور مجھ سے زفاف کے لئے آرہا ہے یہاں

تک کہ اس کو لوگوں نے زبّا کے پاس پہنچا دیا اور زبّا کے ساتھ اس کے قصر میں صرف کنواری لڑکیاں ہی رہتی تھیں ہم عمر اور وہ اپنے تخت پر اس طرح بیٹھی تھی کہ اُس کے گرد ایک ہزار خادمائیں تھیں جن میں سے ہر ایک کی لباس اور ہیئت کے اعتبار سے نرالی شان تھی اور زبّا اُن کے درمیان ایسی معلوم ہوتی تھی کہ ایک چاند ہے جس کو چاروں طرف سے ستارے گھیرے ہوئے ہے۔ زبّا نے حکم دیا کہ چمڑے کا فرش بچھایا جائے جو بچھا دیا گیا اور اُس نے خادماؤں سے کہا کہ اپنے سردار کا اور اپنی آقا کے دولھا کا ہاتھ سنبھالو تو انہوں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر چمڑے کے فرش پر بٹھا دیا اس طرح کہ زبّا کو اور زبّا اس کو دیکھتی رہے اور ایک دوسرے کی بات سن سکیں۔ پھر اس کے حکم سے خادماؤں نے جذیمہ کے ہاتھوں کی شریانیں کاٹ دیں اور دونوں ہاتھوں کے نیچے طشت رکھ دیئے گئے تو اس کا خون طشت میں جمع ہونا شروع ہو گیا۔ پھر کچھ قطرات اُس چمڑے کے فرش پر گرے تو زبّا نے ان باندیوں سے کہا کہ بادشاہ کا خون ضائع مت کرو اس کو سنکر جذیمہ نے کہا تجھے ایسے خون پر افسوس نہ کرنا چاہیئے جس کے بہانے کا ذمہ دار وہ خون والا خود ہی ہے جب جذیمہ کا انتقال ہو گیا تو زبّا نے کہا واللہ تیرے خون سے ہمارا حق پورا نہیں ہوا اور نہ تیرے قتل سے پوری تشفی ہوئی ولکنہ غیض من فیض یعنی لیکن یہ بڑی چیز کا بدلہ چھوٹی چیز سے ہے (یہ جملہ بھی عرب کے محاورات میں داخل ہو گیا) پھر اس کے حکم سے دفن کر دیا گیا اور جذیمہ نے اپنی مملکت پر اپنے بھانجے عمر بن عدی کو اپنا قائم مقام بنایا تھا وہ روزانہ حیرہ کے جنگلوں میں جذیمہ کے احوال کی جستجو میں گھومتا پھرتا رہا اور اپنے ماموں کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا وہ ایک دن اس فکر میں نکلا تھا کہ اس کو ایک سوار نظر آیا جو گھوڑا ہوا کی طرح دوڑائے چلا آرہا ہے اُس نے کہا کہ گھوڑی تو جذیمہ ہی کی معلوم ہوتی ہے لیکن سوار کوئی بہیمہ یعنی جانوروں کی طرح سراسیمہ دکھائی دیتا ہے۔ کسی خاص امر کی وجہ سے عصا اس طرح آرہی ہے۔ پھر قصیر قریب آگیا تو عمرو بن عدی اور دوسرے لوگوں نے حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مقدر بادشاہ کو ہماری اور اس کی موت کی طرف کھینچ کر لے گیا (اور سب قصہ سُنایا) اور اس نے کہا کہ زبّار سے خون کا بدلہ لیجیے۔ تو عمرو نے کہا کہ زبّار سے خون کا بدلہ کیسے لیا جا سکتا ہے وہ تو شہباز سے بھی زیادہ چست ہے قصیر نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کے ماموں

کو کس قدر نصیحتیں کی مگر موت اس کو طلب کر رہی تھی (اسلئے کوئی نصیحت کارگر نہ ہوسکی) اور خدا کی قسم جبتک آسمان پر ستارے چمک رہے ہیں اور سورج طلوع ہو رہا ہے میں اس کے خون کا بدلہ لینے سے غافل نہ ہوسکوں گا یا خون کا بدلہ لونگا یا یہ کہ میری جان ضائع ہوجائے اور میں معذور ہوجاؤں۔ پھر قصیر نے اپنی ناک کاٹ ڈالی اور زبّار کے پاس اس صورت سے پہنچا گویا وہ عمر بن عدی سے بھاگ کر آیا ہے۔ زبّا کو اطلاع دی گئی کہ یہ قصیر بن سعد ہے جو جذیمہ کا چچا کا بیٹا اور اس کا خازن اور مہمات امور میں دخیل رہا ہے۔ یہ آپ کے پاس آیا ہے۔ زبّار نے اجازت دیدی۔ وہ اس کے پاس پہنچا تو زبّا نے کہا تو یہاں کیسے آیا اے قصیر، جب کہ ہمارے اور تمہارے درمیان ایک عظیم الشان خون کا معاملہ ہے اُس نے کہا اے باعظمت بادشاہوں کی بیٹی میں آپ کے پاس اس اُمید سے آیا ہوں جو آپ جیسی بلند حوصلہ شخصیتوں سے ایسے مصائب کے وقت کی جاسکتی ہے اور حق یہ ہے کہ بادشاہ (ملیح بن البراء) کا خون اس کو بُلا رہا تھا یہاں تک کہ اس نے انتقام لے لیا اور میں آپ کے پاس عمر بن عدی سے پناہ لینے کے لئے آیا ہوں۔ اُس نے اپنے ماموں کے قتل میں مجھے متہم قرار دیا اور یہ الزام عائد کیا کہ وہ میرے مشورے سے تمہارے پاس آیا تھا، اُسی نے میری ناک کاٹ دی اور میرا مال چھین لیا اور اپنے اہل و عیال تک بھی مجھے نہ جانے دیا۔ اور مجھے قتل کی دھمکی دی، تو مجھے اپنی جان کا خوف ہوا اب میں بھاگ کر آپ کے پاس آیا ہوں اور آپ کی عزت کے سہارے سے زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں اُس نے خوش آمدید کہا اور یہ کہ ہم تمہاری حفاظت کریں گے اور ہم تم کو ایک پناہ گزین کا حق دیتے ہیں اور اس کو ٹھہرا لیا گیا اور اُس کے لئے جائے قیام کا انتظام کر دیا گیا اور اس کو مال اور جوڑے اور خادم عطا کئے اور اُس کا خوب اکرام کیا گیا۔ قصیر عرصہ تک وہاں مقیم رہا مگر ایسا موقع نہیں ملتا تھا کہ وہ زبّا سے اور زبّا اُس سے گفتگو کر سکے اور وہ موقع فرصت اور حیلہ کی فکر میں لگا ہوا تھا اور زبّار ایک مضبوط قلعہ میں محفوظ رہتی تھی جو سرنگ کے دروازے پر بنا ہوا تھا وہاں وہ پورے طور پر محفوظ تھی کہ اس پر کوئی قادر نہیں ہوسکتا تھا۔ اُس سے ایک دن قصیر نے کہا کہ عراق میں میری کثیر دولت اور ایسے نفیس ذخائر موجود ہیں جو بادشاہوں کے استعمال کے قابل ہیں، اگر آپ مجھ کو عراق جانے کی اجازت دیں اور اتنا مال بھی عطا فرمادیں کہ جس سے تھوڑا تجارتی سامان فراہم کرکے اُس

کو روانگی کا سبب بنالوں اور برسم تجارت اپنے اموال تک پہنچ سکوں تو جس قدر ممکن ہو گا وہاں سے آپکی خدمت میں لے آؤں گا۔ زبا نے اجازت دیدی اور اسکو مال بھی دیدیا تو وہ عراق پہنچا اور کسریٰ کے ملک میں گھوم پھر کر وہاں سے نئی قسم کی عجیب چیزیں خریدیں اور جس قدر مال زبا نے دیا تھا اس سے بہت زیادہ قیمت کی اشیائے کر واپس آگیا جن کو زبا نے بہت پسند کیا اور خوش ہوئی اور اب اُس کے یہاں اس کا مرتبہ قائم ہو گیا۔ قصیر دوبارہ پھر عراق پہنچا اور پہلے سے بھی بہت زیادہ عجیب جواہر، کتاں، ریشم اور دیبا کے تھان لے کر آیا۔ اب اس زبا کے یہاں خاص مقام بن گیا اور اس کی عزت بہت بڑھ گئی اور زبا کا میلان اس کی طرف زیادہ ہو گیا۔ اسی طرح قصیر اس کو پھیلاتا رہا یہاں تک کہ اُس نے اس سُرنگ کا پورا راز معلوم کر لیا جو فرات کے نیچے تھی اور اس کا چور دروازہ پہچان لیا پھر تیسری مرتبہ قصیر نے سفر کیا اور پچھلے دونوں بار سے زیادہ نفیس ظروف اور تحائف لیکر آیا۔ اب اس کا مقام زبا کے نزدیک اس درجہ بلند ہو گیا کہ مہمات ملکی اور پراگندہ امور کی درستی میں اس سے امداد لینے لگی اور ایسے امور کو براہ راست اس کے سپرد اور اپنے خاص معاملات میں اس کی حاجتمند بننے لگی، اور قصیر عقل سے آراستہ، صاحب وجاہت، مستقل مزاج، سلیقہ مند اور ادیب شخص تھا۔ زبا نے ایک دن اس سے کہا کہ میں ملک شام کے فلاں شہر پر حملہ کرنا چاہتی ہوں تم عراق جاکر ہم کو اسقدر ہتھیار اور اتنے گھوڑے اور خچر وغیرہ اور غلام اور کپڑے خرید کر لادو۔ قصیر نے کہا اور میرے عمر بن عدی کے شہروں میں ایک ہزار اونٹ اور ہتھیاروں کا خزانہ اور گھوڑے خچر اور غلام اور کپڑے اور ایسے ایسے سامان موجود ہیں اور عمر کو ان کا علم نہیں ہے اور اگر وہ ان پر مطلع ہو جائے تو ان پر قابض ہو کر آپ سے جنگ کرنے میں اس کو مدد مل سکتی ہے اور میں اس کی بربادی کی آس لگائے ہوئے ہوں۔ اب میں بھیس بدل کر اس طرح پہنچ جانا چاہتا ہوں کہ اس کو اطلاع نہ ہو سکے۔ میں وہ سب آپ کے پاس اٹھا لاؤں گا جس سے آپ کی سب ضرورت پوری ہو جائے گی۔ تو جس قدر مال کی اس کو ضرورت تھی زبا نے اس کو دیدیا اور کہنے لگی اے قصیر تجھ جیسے شخص حکومت کی زیبائش ہوتے ہیں اور تیرے ہی جیسے لوگوں سے عمدگی سے انصرام امور ہوتا ہے اور مجھے یہ اطلاع مل چکی ہے کہ جذیمہ کے انتظامات مملکت تیرے ہی ہاتھ سے انجام پاتے تھے اور (مجھ سے بھی تیرا یہ معاملہ ہے) کہ جس کام پر میں ہاتھ ڈالنا چاہتی ہوں تیرا ہاتھ میری

امداد میں کمی نہیں کرتا اور اگر مجھ پر کوئی پریشانی میں ڈالنے والی حالت پیش آتی ہے تو تو خاموش نہیں بیٹھتا اس گفتگو کو ایک شخص نے سنا جو زبا کے خاندان کا تھا اس نے کہا یہ ایک جنگل کا شیر ہے اور جوش سے بھرا ہوا شیر ہے حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے اور جب قصیر نے زبا سے اپنے تقرب اور اس کے دل پر قابو پا لینے کا اندازہ کیا تو اس نے کہا کہ اب پیمانہ لبریز ہو گیا اور زبا سے رخصت ہو کر عمرو بن عدی سے آکر ملا اور اس سے کہا کہ میں زبا کے لئے اپنی تدابیر میں کامیابی حاصل کر چکا ہوں اب کوچ کر دو اور حملہ کرنے میں عجلت سے کام لو۔ اس سے عمرو نے کہا میرا کام یہ ہے کہ جو کچھ کہیں اور امر کریں میں سنوں اور تعمیل کروں، اس زخم کے جو ہم کو لگا ہے) آپ ہی طبیب ہیں۔ اس نے کہا لشکر اور اموال کا انتظام کیجیے۔ اس نے کہا آپ کا حکم واجب التعمیل ہے تو اس نے قوم کے نوجوانوں اور اپنی مملکت کے سرداروں پر مشتمل دو ہزار اشخاص تیار کئے اور ان ایک ہزار اونٹوں پر اس طرح سوار کیا کہ وہ بڑے بڑے سیاہ رنگ کے تھیلوں میں بند ہو گئے اور ان کو مسلح کر دیا اور تلوار اور ڈھال کے ساتھ ہی تھیلوں میں بند کیا گیا تھا اور تھیلوں کے سر کو اندر سے باندھا گیا تھا اور عمرو بن عدی (بادشاہ) بھی ان ہی میں تھا اب گھوڑوں اور خچروں کو ان اونٹوں کے ساتھ جن پر وہ تھیلے لدے ہوئے تھے لئے ہوئے قصیر روانہ ہو گیا جب زبا کی حد میں داخل ہو گیا تو بشارت دینے والے نے آکر اس کو خوشخبری سنائی کہ قصیر آ گیا ہے۔ جب قصیر شہر کے قریب آگیا تو اس نے اپنے لوگوں کو تیار رہنے کی ہدایت کی جو بوروں میں تلواروں اور ڈھالوں سے مسلح چھپے ہوئے تھے اور کہا کہ جب اونٹ شہر کے وسط میں پہنچ جائیں تو اس لشکر کے باہر آنے کی یہ نشانی ہے (مثلاً ڈھول بجا دیا جائیگا یا اور کسی طرح کی آواز مقرر کر لی) اور اس وقت سب لوگوں کو اندر کی گرہیں کاٹ کر فوراً باہر نکل آنا ہو گا جب یہ قافلہ زبار کے شہر سے آملا تو زبار اپنے محل کے اوپر تھی اس نے وہاں سے اونٹوں کو آتے ہوئے دیکھا کہ وہ لدے ہوئے آرہے ہیں تو اس کو کچھ شک پیدا ہوا اور اس سے پہلے اس سے قصیر کی برائی کی گئی تھی اور اس سے بچنے کا مشورہ دیا گیا تھا تو اس نے کہنے والے کو یہ جواب دیا تھا کہ قصیر آج ہمارا ہے ہماری نعمت سے پرورش پا رہا ہے اور حکومت کا بڑا خیر خواہ کارگذار ہے تم کو ایسے خیالات پر صرف حسد ابھار رہا ہے کہ تم میں کوئی اس جیسا نہیں ہے اب اس کے دل میں کھٹک پیدا ہوئی جب کہ اس نے اونٹوں کی کثیر تعداد

اور ان پر بڑے وزن کے بورے دیکھے اور قصیر کے بارہ میں جو شبہات ڈالے گئے تھے وُہ بھی پیش نظر تھے تو اس نے کہا:۔

ما للجمال مشیها وئیدًا   اجندلاً یحملن ام حدیدًا

(ترجمہ) اُونٹوں کے آہستہ آہستہ چلنے کی وجہ کیا ہے یہ پتھر کی چٹانیں اُٹھائے ہوئے ہیں یا لوہا۔

ام صرفانا باردًا شدیدًا   ام الرجال فی المسوح سودًا

یہ کہیں ٹھنڈی اور سخت ترین موت تو نہیں ایسا تو نہیں کہ ان تھیلوں میں سیاہ رنگ لشکری بیٹھے ہُوئے۔

پھر اپنی لونڈیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی اری الموت الاحمر فی الغرائر السود یعنی میں سرخ موت کو (خون بہنے کی سُرخی کی طرف اشارہ ہے) سیاہ تھیلوں میں دیکھ رہی ہُوں یہ جملہ عرب میں ضرب المثل ہو گیا قصیر کے اونٹوں کا قافلہ جب وسط شہر میں داخل ہو گیا۔ اور کامل طور پر سب داخل ہو چکے تو اس (طے شدہ) علامت کا استعمال کیا گیا تو فوراً ہی سب لوگوں نے تھیلوں کی گرہیں کاٹ ڈالیں اور دو ہزار بازوئے شمشیر زن مع دو ہزار شمشیر و براّں زمین پر آ کھڑے ہُوئے اور اس مقتول کے خون کا بدلہ طلب کرنے لگے جس کو دھوکے سے بہایا گیا تھا اور زبا قصر سے گھبراتی ہوئی نکل کر سرنگ کی طرف بھاگنا چاہتی تھی کہ قصیر اس سے پہلے بھاگ کر سرنگ کے اور اس کے درمیان حائل ہو گیا (اور عمرو بن عدی اُس کا پیچھا کر رہا تھا) جب زبا نے دیکھا کہ وہ گھر گئی اور پکڑی گئی تو اُس نے فوراً اپنے ہاتھ میں سے انگوٹھی کو نکال کر نگل لیا۔ (اس کے نگینہ کے نیچے سمّ ساعت تھا یعنی فوراً ہلاک کر دینے والا زہر) اور کہا کہ میں خود اپنے ہاتھ سے جان دوں گی نہ تیرے ہاتھ سے اے عمرو! اب اس کو عمر اور قصیر دونوں نے جا لیا دونوں کی تلواریں اس پر ایک ساتھ پڑیں یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گئی اور یہ دونوں اس کی مملکت پر قابض ہو گئے اور اس کا تمام ساز و سامان اپنے تصرف میں لیا اور قصیر نے جذیمہ کے نشان مدفن پر قبر بنا کر اس پر یہ ابیات تحریر کئے:۔ کہتا ہے ؎

ملِکٌ تمتع بالعساکر والقنا   والمشرفیۃ عزۃً ما توصف

(ترجمہ) یہ ایک بادشاہ (کی قبر) ہے جو عظیم الشان لشکروں سے متمتع تھا اور نیزوں اور تلواروں سے نادر کر دیا ہے اسکو ان اوصاف نے جو بیان کئے جاتے ہیں:۔

فَسَعَتْ مَنِیَّتُہٗ اِلٰی اَعْدَائِہٖ   وَھُوَ الْمُتَوَّجُ وَالْحُسَامُ الْمُرْھَفُ

پھر اسکی موت اس کو دشمنوں کی طرف کھینچکر لے گئی۔ حالانکہ وہ تاجدار اور صاحب شمشیر بُرّاں تھا۔

(۴۷۷) ہم کو یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک بادشاہ تھا جس کو شمر ذوالجناح کہا جاتا تھا اس نے سمرقند پر حملہ کر کے اس کا محاصرہ کر لیا مگر کچھ کامیابی نہ ہو سکی تو اس نے شہر کے گرد تجسس کے لئے چکر لگانا شروع کیا اور ایک شخص کو جو اہل شہر میں سے تھا گرفتار کر لیا اور دلجوئی کر کے اس کے دل کو اپنی طرف مائل کر لیا اور اس سے شہر کا حال دریافت کیا۔ اس نے بتایا کہ وہاں کا بادشاہ تو محض ایک احمق ہے اس کا سب سے بڑا کام صرف کھانا پینا اور جماع کرنا ہے البتہ اس کی لڑکی رعایا کی سب ضرورتوں کو پورا کرتی ہے تو شمر نے اس کی معرفت اس کے پاس ہدیہ بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ میں مال جمع کرنے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں کیونکہ میرے پاس چار ہزار صندوق سونے چاندی سے بھرے ہوئے موجود ہیں وہ سب میں تیرے پاس بھیجکر چین پر حملہ کرنا چاہتا ہوں اگر میں نے اس سرزمین کو فتح کر لیا تو تو مجھ سے شادی کر لینا اور اگر میں ہلاک ہو گیا تو تمام مال کی تو مالک رہیگی جب یہ پیغام اس کے پاس پہنچا تو اُس نے کہا میں اس کو منظور کرتی ہوں اس کو مال بھیجدینا چاہئے تو شمر نے اس کے پاس چار ہزار صندوق روانہ کر دیئے اور ہر صندوق میں دو آدمی بٹھا دیئے اور شمر نے اپنے اور صندوق والوں کے درمیان جھانج بجانے کو علامت قرار دیا (کہ جب یہ آواز سنیں فوراً باہر آ جائیں) جب یہ صندوق شہر میں پہنچ گئے تو اُس نے جھانج بجانا شروع کر دیا تو سب سپاہیوں نے فوراً باہر نکل کر شہر کے دروازوں پر قبضہ کر لیا اور شمر اپنے لشکر کو حملہ کے لئے لے کر چل پڑا تھا فوراً شہر میں داخل ہو گیا اور لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جو کچھ مال و دولت ملا اس پر قبضہ کر کے چین کی طرف روانہ ہو گیا۔

(۴۷۸) کسریٰ شاہ فارس انتہا درجہ ذکی الطبع تھا ہم کو اس کی یہ حکایت معلوم ہوئی کہ ایک شخص نے اپنے ایک دوست کے خلاف کسریٰ کے حضور میں چغلخوری کی تو کسریٰ نے جواب لکھا کہ ہم تیری خیر خواہی سے خوش ہوئے اور تیرے دوست کی ہم اس لئے مذمت کرتے ہیں کہ وہ اپنے دوستوں کو پہچاننے میں کوتاہ ہے۔

(۴۷۹) کسریٰ کے منجموں نے اس کو خبر دی کہ تجھ کو قتل کیا جائیگا تو اُس نے کہا کہ میں

بھی اپنے قاتل کو ضرور قتل کر دونگا تو اس کے حکم سے ایک سخت زہر کو بعض ادویہ میں ملا دیا گیا (اور اس کو مرتبان میں رکھ دیا گیا) پھر اس پر تحریر کر دیا گیا "جماع کی دوا جس کا تجربہ کیا گیا جو شخص اتنے وزن میں کھائے گا وہ ایک دن میں اتنی مرتبہ جماع کر سکتا ہے" جب اس کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کیا اور اس کے خزانوں کی تفتیش کی تو اس پر بھی نظر پڑی تو اپنے دل میں کہا کہ یہی وُہ دوا ہے جس کی وجہ سے وہ اتنی لونڈیوں سے ہمبستر ہوتا تھا اور کچھ دوا اس میں سے کھا گیا اور مرگیا۔ تو کسریٰ نے مرکر بھی اپنے قاتل کو قتل کر دیا۔

اور ایک روایت میں اسی طرح ہے کہ شیرویہ نے جب اپنے باپ کے قتل کا ارادہ کیا تو اس شخص کو بھیجا جس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ کسریٰ نے اس سے کہا چونکہ تیرا حق ہم پر واجب ہے اس لئے ہم تجھ کو ایک خاص چیز کا نشان دیتے ہیں (جس کو تُو لے لینا) اس سے تُو مالدار ہو جائے گا اس نے پوچھا کہ وہ کیا ہے تو اس نے بتایا کہ وہ فلاں صندوق ہے (بعد قتل کسریٰ) وہ شخص شیرویہ کے پاس گیا اور اس کو اس بات کی خبر دی تو اس نے وہ صندوق نکالا (اس کو کھولا گیا) اس میں سے ایک ڈبہ برآمد ہوا جس میں گولیاں تھیں اور ایک تحریر تھی کہ جو شخص اس میں سے ایک گولی کھالے گا وہ ایک شب میں دس عورتوں کا ازالہ بکارت کر سکے گا۔ شیرویہ کو لالچ دامن گیر ہوا اور اس کو صحیح سمجھ کر لے لیا اور اس شخص کو معاوضہ دیدیا۔ پھر اس میں سے ایک گولی کھالی جس سے ہلاک ہو گیا۔ تو کسریٰ وہ پہلا مُردہ ہے جس نے زندہ سے اپنے خون کا بدلہ لے لیا۔

ایک بادشاہ مغلوب ہو کر بھاگا تو جو لوگ اس کے تعاقب میں تھے اُن کے سامنے شیشے کے نگینے بکھیرتا گیا جن کو اس طرح مختلف رنگ دیئے گئے تھے کہ وُہ سُرخ اور سبز جواہر معلوم ہوتے تھے اور پیتل کے دینار جس پر سونے کا ملمع تھا تو تعاقب کرنے والے ان چیزوں کے چگنے میں مشغول ہو گئے اور وُہ ان سے بچکر نکل گیا۔

(۴۸۱) ایک بادشاہ کو معلوم ہُوا کہ ایک لشکر اس پر چڑھائی کرنے والا ہے اُس نے بہت سے جو لیکر انہیں پانی میں پکوایا کنیر کی شاخوں کے ساتھ پھر اُن کو سکھا لیا۔ پھر ایک چوپایہ پر اس کا تجربہ کیا جب چوپایہ نے جو کھائے تو اُسی دن مرگیا (جب دشمنوں کے قریب آنے کی اطلاع ہوئی) تو اپنے لشکر کو لیکر پیچھے ہٹ گیا اور جو اور غلّہ (کے ڈھیر) ویسے ہی بکھیرے ہُوئے

چھوڑ گیا۔ جب وہ لشکر یہاں پہنچ گیا تو انہوں نے اپنے جانوروں کو جو کے ڈھیروں پر چھوڑ دیا تو سب کے سب مر گئے۔

(۴۸۲) ایک ایسی قوم نے جنگ کیا جن کے ساتھ ہاتھی تھے اور اس سبب سے دشمنوں پر اُن کا پلہ بھاری تھا۔ ایک شخص نے دشمنوں کو اشارہ کیا کہ خنزیر پکڑ لائیں اور اس کو ہاتھی کی سونڈ پر مار دیں (ایسا کیا گیا تو خنزیر نے چیخنا شروع کر دیا) جب ہاتھیوں نے اس کی آواز سُنی تو بھاگ گئے

(۴۸۳) (ایک جہاد کے موقع پر کفار کے ساتھ ہاتھی تھا تو) ایک شخص اپنی گود میں بلاؤ کو دبالایا اور تلوار لیکر ہاتھی کی طرف بڑھا اور ہاتھی کی سونڈ میں تلوار تھی جب قریب پہنچا تو بلاؤ کو ہاتھی کے منہ پر پھینک مارا۔ ہاتھی پیٹھ پھیر کر اس طرح بھاگا کہ جو لوگ اس پر بیٹھے تھے سب نیچے گرے اور مسلمانوں نے تکبیر کی آواز بلند کی (اور حملہ کر دیا)، اور یہی کفار کی ہزیمت کا سبب ہوا۔

(۴۸۴) اسلم بن زرعہ سے کہا گیا کہ اگر تو مرداس بن اُدیہ[ع] کے ساتھیوں کے مقابلہ سے بھاگا (جن کی قوت اسلم کی قوت سے زیادہ تھی) تو تجھ پر امیر[ع] عبداللہ بن زیاد ناراض ہو جائیگا اسلم نے جواب دیا کہ یہ بہتر ہے کہ امیر مجھ سے ناراض ہو اور میں زندہ ہوں اس سے کہ امیر مجھ سے خوش ہو اور میں مُردہ ہوں۔

(۴۸۵) ایک امیر (دشمنوں کے مقابلہ کے لئے جو ابھی تک سامنے نہیں پہنچے تھے) نکلا اس کے ساتھ ایک دانشمند بھی تھا۔ جب کہ سب لوگ ناشتہ میں مشغول تھے اس نے امیر سے کہا سوار ہو جاؤ دشمن قریب آگئے ہیں اس نے کہا کیسے ابھی تو کوئی بھی نظر نہیں آتا اُس نے کہا جلدی کرو سوار ہونے میں تمہارے اندازے سے بہت پہلے دشمن آیا چاہتا ہے تو وہ مع اپنے ساتھیوں

ع یہ اس کی ماں کا نام تھا۔ باپ کا نام جدیر تھا۔ ع اسلم بن زرعہ کو ابن زیاد نے دو ہزار آدمیوں کے ساتھ ابو بلال مرداس بن ادیہ اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے کے لئے اہواز بھیجا تھا جو صرف چالیس تھے مگر وہ اسقدر جوش کیساتھ لڑے کہ اسلم اور اسکے ساتھی دو ہزار ہونے کے باوجود ان چالیس کے سامنے نہ جم سکے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ابن زیاد نے اس کو ملامت کی تو اسلم نے یہ جواب دیا لئن تذمنی وانا حی خیر من ان تثنی علی وانا میت۔ لکھا ہے کہ جب لڑکے اسلم کو دیکھتے تھے تو اس کو کھجانے کے لیے آوازے کسا کرتے تھے کہ دیکھ تیرے پیچھے ابو بلال نہ آرہا ہو۔ یہ واقعہ ۶۰ھ کا ہے۔ یہ ابو بلال حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ صفین میں بھی شامل تھا پھر بعد واقعہ تحکیم آپؓ کا مخالف ہو گیا اور خوارج کا سرگروہ بن گیا۔ بوجہ کثرت عبادت اس کے ساتھ خارجیوں کو بہت عقیدت تھی ۱۲ مترجم ابن اثیر۔

کے سوار ہوگیا اتنے میں غبار دکھائی دینے لگا اور تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے گھوڑے نظر آنے لگے ۔ امیر نے تعجب سے پوچھا کہ تم کیسے سمجھ گئے ۔ اُس نے کہا کہ آپ نے وحشی جانوروں کو نہیں دیکھا کہ ہماری طرف دوڑے چلے آرہے ہیں حالانکہ ان کی عادت یہ ہے کہ یہ ہم سے بھاگتے ہیں میں اس سے سمجھا کہ ان سے خلاف عادت فعل ایسے امر کی وجہ سے واقع ہُوا جس نے اُن کو خوف زدہ کیا ہے اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے

باب ۲۶ : طبیبوں کی ذہانت کے واقعات

(۴۸۶) محمد بن علی الامین کہتے ہیں کہ ہم سے بعض قابل وثوق اطبائے نے بیان کیا کہ ایک لڑکا بغداد سے رَے پہنچا ۔ راستہ میں اس کو یہ شکایت ہوگئی کہ اس کے مُنہ سے خون آتا تھا اس نے مشہور طبیب حاذق ابوبکر رازی کو بُلا کر خون دکھایا اور تکلیف کا حال سُنایا تو رازی نے اُس کی نبض اور قارورے کو دیکھا اور اس کے حال پر غور کیا تو مرض سل کی کوئی دلیل موجود نہ تھی اور نہ کوئی زخم تھا اور کوئی دوسری بیماری نہ پہچانی جا سکی تو بیمار سے کہا کہ ٹھہرے تاکہ اس کے حال پر اچھی طرح غور کیا جا سکے ۔ مریض پر یہ بات بہت بھاری گذری اور اُس نے کہا یہ زندگی سے مایوسی کی دلیل ہے کہ ایسا حاذق طبیب بیماری کو نہ سمجھے اور اس کا رنج بڑھ گیا ۔ رازی اسکی حالت پر غور کرنے کے بعد پھر واپس آئے اور اس سے اس پانی کی کیفیت دریافت کی جو دوران سفر میں اس نے پیا تھا ۔ تو مریض نے بتایا کہ اس نے حوض اور بند تالاب کا پانی پیا ہے رازی چونکہ بہت تیز طبع تھا اسلئے اسکے خیال میں یہ بات بیٹھ گئی کہ پانی میں جونک تھی جو معدہ میں اُتر گئی اور یہ خُون اسی کے فعل کا نتیجہ ہے اب رازی نے کہا کل ہم تمہارا علاج کریں گے مگر اس شرط پر کہ تم اپنے لڑکوں سے کہدو کہ جو کچھ تمہارے بارے میں حکم دوں اس میں وہ میری اطاعت کریں اُس نے کہا بہت اچھا پھر رازی واپس ہوگئے اور دو بڑے لگن کائی کے بھروا کر منگائے اور دوسرے دن انکو ساتھ لے کر مریض کے پاس پہنچے اور اس کو وہ دونوں لگن دکھا کر کہا کہ یہ سب جس قدر دونوں لگن میں ہے نگل جاؤ ۔ وہ تھوڑا سا نگل کر ٹھہر گیا ۔ رازی نے کہا نگلو ۔ اس نے کہا نہیں نگلا جاتا ۔ رازی نے لڑکوں سے کہا اس کو پکڑ کر اس کا منہ کھولدو انہوں نے اس کی تعمیل کی اس کو سیدھا لٹا کر اس کا منہ کھولا اور رازی نے وہ کائی اس کے حلق میں ٹھونسنا شروع کر دی اور خوب سختی سے بھینچ بھینچ

کر بھرتے رہے اور اس کو نگلنے کا مطالبہ کرتے تھے اور دھمکیاں بھی دیتے تھے کہ اگر نہ نگلا تو مار پڑے گی یہانتک کہ زبردستی ایک لگن کائی تو نگلادی اور وہ شخص فریاد کرتا رہا اور کہتا رہا کہ مجھے ابھی قے ہو جائے گی پھر رازی نے اس کے حلق میں ٹھونسنا شروع کر دی۔ اب اس کو قے ہو گئی۔ تو رازی نے اس قے پر غور کیا تو اس میں جونک موجود تھی۔ صورت یہ ہوئی کہ جب جونک کے پاس کائی پہنچ گئی تو وہ اپنے طبعی میلان کی وجہ سے اس سے قریب ہوئی اور اپنی جگہ کو چھوڑ دیا اور کائی پر متوجہ ہو گئی (پھر طبیعت نے کائی کو مع جونک کے باہر پھینک دیا) اور مریض تندرست ہو کر اٹھ بیٹھا۔

(۷۔۴۸) علی بن الحسن الصیدلانی نے ہم سے بیان کیا کہ ہمارے پاس ایک نوعمر لڑکا تھا ایک معمار کا اس کے معدہ میں شدید درد ہو گیا جس کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ اس درد کے اکثر اوقات سخت چوکے لگتے رہتے تھے یہاں تک کہ لڑکا مرنے کے قریب ہو گیا اور اس کا کھانا بھی کم ہو گیا اور بدن سوکھ گیا۔ پھر اس کو اٹھا کر اھواز لایا گیا اور بہت کچھ علاج کیا گیا مگر قطعاً فائدہ نہ ہوا اسکو گھر واپس لے آیا گیا اور وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ اتفاقاً ایک طبیب ادھر سے گذرا اس کا حال دیکھا اور بیمار سے کہا کہ مجھ سے اپنی تندرستی کے زمانہ کا حال پورے طور سے بیان کر اُس نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں باغ میں گیا وہاں جس کوٹھرے میں گائیں بندھتی ہیں فروخت کے لئے بہت سے انار پڑے ہوئے تھے میں نے اُن میں سے بہت سے کھائے۔ طبیب نے پُوچھا کہ کس طرح کھائے تھے اس نے کہا اس طرح کہ انار کا سر دانتوں سے کاٹ کر پھینکتا رہا اور پھر توڑ توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھاتا رہا۔ اس کے بعد طبیب نے کہا انشاء اللہ تعالے کل ہم تیرا علاج کریں گے۔ دوسرے دن طبیب ایک ہنڈیا میں گوشت کے پکے ہُوئے پارچے لیکر آیا وہ ایک تیار کتّے کے بچے کے گوشت کے بنائے گئے تھے۔ اس نے بیمار سے کہا یہ کھالے بیمار نے پوچھا کہ یہ کیا ہے طبیب نے کہا جب تو کھالے گا تو بتائیں گے۔ بیمار نے کھالیا۔ پھر اس سے طبیب نے کہا کہ اچھی طرح پیٹ بھر کر کھا جب اُس نے خوب پیٹ بھر لیا تو طبیب نے کہا تو سمجھا ہے کہ تو نے کیا کھایا ہے؟ اس نے کہا نہیں! طبیب نے کہا کُتّے کا گوشت کھایا ہے بس اس کو فوراً ہی قے ہو گئی طبیب اُس کی قے کو دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے ایک سیاہ رنگ کی چیز کھجور کی گٹھلی جیسی ڈالی جو حرکت کر رہی تھی اس کو طبیب نے پکڑ لیا اور بیمار سے کہا اپنا سر اُٹھا اب تو اچھا ہو

چکا ہے اس نے اپنا سر اُٹھایا تو اس کو متلی روکنے کے لئے دوا پلائی اور اس کے چہرے پر گلاب کے چھینٹے مارے، پھر اس کو وُہ گری ہوئی چیز دکھائی تو وہ چیچڑی تھی اور کہا کہ جس جگہ انار پڑے ہوئے تھے وہاں گائے کی چیچڑیاں بھی تھیں۔ ان میں سے ایک چیچڑی ایک انار کے سر پر آگئی، وہی انار تُو نے منہ میں دے کر اس کا سر کاٹا تھا وُہ انار سے تیرے حلق میں اُتر گئی اور اس نے معدہ کو چمٹ کر اسکو چوسنا شروع کر دیا اور یہ مجھ کو معلوم تھا کہ چیچڑی کتے کے گوشت پر زیادہ دوڑتی ہے (اس لئے میں نے تجھ کو یہ کھلایا اگر یہ صحیح نہ ہوتا تو جو کچھ تو نے کھایا ہے اس سے نقصان نہ پہنچتا) بیمار تندرست ہو گیا طبیب نے نصیحت کی کہ خبردار آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا کہ بغیر دیکھے کوئی چیز مُنہ میں دے لے اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

(۴۸۸) ہم سے ابو ادریس الخوانی نے ذکر کیا کہ میں نے محمد بن ادریس شافعیؒ سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ کوئی موٹا آدمی اچھا نہیں ہوتا بجز اس کے کہ (امام) محمد بن الحسن (جیسا) ہو آپ سے وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ ایک صاحب عقل ان دو خصلتوں میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہوتا یا تو وُہ آخرت کا اور جہاں اس کو اس دنیا سے لوٹ کر جانا ہے اس کا اہتمام کرے گا اور یا اپنی دنیا اور راحتِ زندگی کا اہتمام کرے گا اور چربی فکر اور غم کے ہوتے ہوئے نہیں جمتی۔ جب کسی شخص میں دونوں باتیں نہ ہوں تو وہ چوپاؤں کے حد میں داخل ہے اس کی چربی جمتی رہے گی (اور وُہ پھولتا اور موٹا ہوتا رہیگا) پھر آپ نے یہ قصہ سنایا کہ پچھلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا اور وہ بہت موٹا تھا اس کے بدن پر بہت چربی چڑھی ہوئی تھی اور اپنے کاموں سے معذور ہو گیا تھا اس نے اطبا کو جمع کیا اور کہا کہ کوئی مناسب تدبیر کرو کہ میرے اس گوشت میں کچھ کمی ہو کر بدن ہلکا ہو جائے لیکن وہ کچھ نہ کر سکے پھر ایک ایسے شخص کو اس کے لئے تجویز کیا گیا جو صاحبِ عقل و ادب اور طبیب حاذق تھا تو بادشاہ نے اس کو بلا کر حالت سے باخبر کیا اور کہا کہ میرا علاج کر دو میں تم کو مالدار کر دوں گا اس نے کہا اللہ بادشاہ کا بھلا کرے میں ستارہ شناس طبیب ہوں۔ مجھے مہلت دیجئے کہ میں آج کی رات آپ کے طالع پر غور کر کے دیکھوں کہ کونسی دوا آپ کے ستارے کے موافق ہے وُہ ہی آپ کو پلائی جائے گی پھر وہ اگلے دن حاضر ہوا اور بولا کہ اے بادشاہ مجھے امن دیا جائے بادشاہ نے کہا امن دیا گیا حکیم نے کہا میں نے آپ کے طالع کو دیکھا وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کی

عمر میں سے صرف ایک ماہ باقی رہ گیا ہے اب اگر آپ چاہیں تو میں علاج شروع کروں اور اگر آپ اس کی وضاحت چاہتے ہیں تو مجھے اپنے یہاں قید کر لیجئے اگر میرے قول کی حقیقت قابل قبول ہو تو چھوڑ دیجئے ورنہ قتل کر دیجئے بادشاہ نے اس کو قید کر لیا اور سب تفریحات بالائے طاق رکھیں اور لوگوں سے الگ رہنا اختیار کر لیا اور گوشہ نشین بن گیا۔ تنہا رہنے کا اہتمام کرنے لگا جو دن گذرتا گیا اس کا غم زیادہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اس کا جسم گھٹ گیا اور گوشت کم ہو گیا جب اس طرح اٹھائیس دن گذر گئے تو طبیب کے پاس آدمی بھیجکر اس کو نکالا۔ بادشاہ نے کہا اب تمہاری کیا رائے ہے طبیب نے کہا اللہ بادشاہ کی عزت زیادہ کرے میرا اللہ کے یہاں یہ مرتبہ نہیں ہے کہ وہ مجھے غیب کے علم پر مطلع کر دیتا واللہ میں تو اپنی عمر بھی نہیں جانتا تو آپ کی عمر کا کیا حال جان سکتا تھا میرے پاس آپ کیلئے بجز غم کے کوئی دوا نہیں تھی اور میرے اختیار میں آپکے اوپر غم کو مسلط کرنے کی اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہیں تھی تو اس تدبیر سے آپ کے گردوں (اور دیگر اعضا) کی چربی گھل گئی بادشاہ نے اس کو بہت انعام دے کر رخصت کیا۔

(۴۸۹) ہم کو ابوالحسن بن الحسن بن محمد الصالحی کاتب سے معلوم ہوا اس نے بیان کیا کہ میں نے مصر میں ایک طبیب کو دیکھا جو وہاں قطیعی کے نام سے مشہور تھا اس کی ماہوار آمدنی جو بطور وظائف ہر مہینہ رؤسا لشکر سے ہوتی تھی اور سلطان کیطرف سے جو شاہرہ تھا اور جو عوام سے آمد ہوتی تھی ایک ہزار دینار تھی اور اس نے اپنا مکان بھی شفاخانہ کے مشابہ بنایا تھا جس کے ایک قطعہ میں ضعفاء اور بیماروں کے ٹھہرنے کا انتظام تھا یہ ان کا علاج کرتا تھا ان کی غذا اور ادویہ اور خدمت پر اپنی آمدنی کا بڑا حصہ خرچ کرتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک رئیس کے نوجوان لڑکے کو مصر میں سکتہ ہو گیا تو اس کو دیکھنے کے لئے تمام اطباء کو جمع کیا گیا ان میں قطیعی بھی تھا۔ تمام اطباء کی رائے اس کی موت پر متفق ہو گئی سوائے قطیعی کے اور اہل میت نے اس کو نہلانے اور دفن کا انتظام بھی شروع کر دیا تھا قطیعی نے کہا میں اسکا علاج کرتا ہوں اور موت سے زیادہ جس پہ ان لوگوں نے اتفاق کر لیا ہے اور تو کسی نقصان کا اندیشہ ہی نہیں ہے (موت تو نقصان کی آخری حد ہے) اہل میت نے اس کو قطیعی کے سپرد کر دیا۔ اس نے کہا ایک غلام کو جو قوت کے ساتھ کوڑے مار سکے اور کوڑے منگاؤ۔ چنانچہ یہ بھی لے آئے گئے۔ قطیعی نے مارنے کا حکم دیا اس نے کھینچکر دس کوڑے

پوری طاقت سے مارے پھر اس نے اس کے بدن پر ہاتھ پھرا اور دس اور لگوائے پھر تجسس کیا اور اطباء سے پوچھا کہ کیا مردے کی نبض حرکت کر سکتی ہے انہوں نے کہا نہیں (قطیعی نے اُن سے) کہا کہ اس کی نبض پر غور کرو تو سب نے اتفاق کیا کہ نبض میں حرکت موجود ہے پھر دس کوڑے اور مارے پھر کہا کہ اب پھر دیکھو اطباء نے دیکھ کر کہا اب پہلے سے بڑھ گئی ہے، پھر دس کوڑے اور مارے تو اور بڑھ گئی پھر دس اور مارے تو مریض نے آہ کی پھر دس کوڑے اور مارے اب مریض چلایا تو اب مارنا بند کرا دیا تو مریض نے بیٹھ کر آہ آہ کرنا شروع کی قطیعی نے پوچھا تمہیں کیا محسوس ہوتا ہے مریض نے کہا مجھے بھوک معلوم ہو رہی ہے قطیعی نے کھانا کھلانے کی ہدایت کی مریض کو مناسب کھانا کھلایا گیا تو اس کی قوت عود کر آئی اور اچھا ہو کر کھڑا ہو گیا اس سے اطباء نے پوچھا کہ یہ طریق علاج آپ کو کیسے معلوم ہوا قطیعی نے کہا کہ میں ایک قافلہ کے ساتھ سفر میں تھا جس کے ساتھ اعراب (کے گھوڑے سوار) ہماری حفاظت کے لئے چل رہے تھے ان میں ایک سوار اپنے گھوڑے سے گر گیا اور اس کو سکتہ پڑ گیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ شخص مر گیا تو ان میں سے ایک بوڑھا آیا اور اس نے اس کو بہت ہی شدت اور سختی سے مارنا شروع کیا۔ جب تک اس کو ہوش نہ آ گیا اس وقت تک برابر مارتا ہی رہا میں اس سے سمجھا کہ چوٹ اپنی طرف حرارت کو کھینچتی ہے جس نے اس کے سکتہ کو زائل کر دیا اسی قیاس پر میں نے اس بیمار کا علاج کیا۔

(۴۹۰) ابو منصور بن ماریہ کا بیان ہے جو رؤسا بصرہ میں سے تھا کہ ہمارے ایک شیخ نے ذکر کیا کہ ایک شخص کو ہمارے رشتہ داروں میں سے مرض استسقا ہو گیا جب زندگی سے مایوسی کی نوبت آ گئی تو اس کو بغداد لایا گیا اور اطباء نے باہمی مشورے سے اس کے لئے بڑی دوائیں تجویز کیں تو ان کو بتایا گیا کہ مریض ان ادویہ کو کھا چکا ہے اور اُن سے کوئی نفع نہیں ہوا تو انھوں نے اس کی زندگی سے مایوسی کا اظہار کر دیا اور کہہ دیا کہ اب اس کے دفع مرض کے لئے ہمارے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے۔ اس بات کو بیمار نے سُن کر کہا اب مجھے چھوڑ دو کہ میرا دنیا کی جن چیزوں کو دل چاہتا ہے کھا پی لوں اور پرہیز سے مجھے نہ قتل کرو تیمار داروں نے کہا جو کچھ جی میں آئے کھاؤ۔ وہ بیمار گھر کے دروازے پر بیٹھ جاتا تھا جو بیچنے والا دروازے کے سامنے سے گذرتا یہ اس سے خریدتا اور کھاتا ایک مرتبہ اس کے سامنے ایک پکی ہوئی ٹیڑیاں بیچنے والا شخص آیا تو اس نے

اس سے پانچ سیر ٹیڑیاں خریدیں اور سب کی سب کھا گیا اب اس کو اسہال ہونے شروع ہوئے یہاں تک کہ تین دن میں تین سو مرتبہ سے زیادہ اس کو (بیت الخلاء کے لئے) اٹھنے کی ضرورت ہوئی اور مرنے کے قریب ہو گیا۔ پھر اسہال بند ہو گئے اور جو کچھ (مادہ خبیثہ) اس کے پیٹ میں تھا سب نکل گیا اور قوت پیدا ہو گئی اور اچھا ہو گیا اور اپنی ضرورتوں کے لئے باہر پھرنے لگا ایک مرتبہ ایک طبیب نے (جو اس کی صحت سے مایوس ہو چکا تھا) اس کو تندرست دیکھ کر بہت تعجب کیا اور اس سے حال پوچھا تو اس نے بیان کر دیا اس نے کہا ٹیڑی کی تاثیر تو یہ نہیں ہے کہ اس سے ایسی کیفیت ظاہر ہو۔ یہ لازمی بات ہے کہ جن ٹیڑیوں کے کھانے سے یہ بات پیدا ہوئی ان میں کوئی خصوصیت ہو گی۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اس شخص کا پتہ دو جس نے وہ ٹیڑیاں تمہارے ہاتھ بیچی تھیں۔ یہ اس کو ڈھونڈتے رہے یہاں تک کہ وہ دروازے کے سامنے سے گذرا اور اسکو طبیب نے دیکھ لیا۔ طبیب نے اس سے کہا کہ تو نے وہ ٹیڑیاں کس سے خریدی تھیں اس نے کہا میں نے خریدی نہیں میں خود ہی شکار کرتا ہوں اور بہت سی جمع کر کے پکاتا ہوں اور فروخت کرتا ہوں۔ طبیب نے پوچھا کہ تو ان کا شکار کہاں سے کرتا ہے اس نے جگہ بتائی جو بغداد کی آبادی سے چند کوس کے فاصلہ پر تھی۔ اس سے طبیب نے کہا میں تجھ کو ایک دینار دونگا تو میرے ساتھ اس جگہ چل جہاں سے ان ٹیڑیوں کا شکار کیا کرتا ہے۔ اس نے منظور کر لیا اور دونوں اس جنگل میں پہنچے اور طبیب دوسری دن واپس آیا اور اس کیساتھ کچھ ٹیڑیاں اور کچھ بوٹی تھی۔ لوگوں نے اس سے پوچھا یہ کیا ہے تو اس نے کہا کہ میں اس جگہ پہنچا جہاں سے یہ شخص ٹیڑیوں کا شکار کیا کرتا ہے جو ایسے صحرا کی گھاس کھاتی ہیں جس میں صرف یہی بوٹی ہے جس کا نام مازریون ہے اور یہ استسقا کی ادویہ میں سے ہے یہ دوا اگر بقدر ایک درہم بیمار کو دی جاتی ہے تو اس کو سخت اسہال شروع ہو جاتے ہیں جن کے رُکنے پر اطمینان نہیں کیا جا سکتا اور اس سے علاج خطرناک ہے اسی لئے اطبا اس کو تجویز نہیں کرتے (اس کو فائدہ کی صورت یہ ہوئی کہ) جب ٹیڑیاں اس گھاس پر پڑیں اور انہوں نے اس کو کھایا تو وہ ان کے معدہ میں پکی۔ پھر ٹیڑیاں پکائی گئیں تو دو مرتبہ پکنے کی وجہ سے اس دوا کے فعل میں ضعف پیدا ہو گیا اور اعتدال پر آ کر اس قابل ہو گئی کہ اس شخص کو مفید ہو گئی۔

(۴۹۱) ابو بکر صفائی نے بیان کیا کہ میں ایک دن قاضی حسین بن ابی عمر کی طرف گیا تھا تو وہ متفکر اور غمگین تھے میں نے کہا اللہ قاضی القضاۃ کو رنج و غم سے محفوظ رکھے میں یہ کیا حال دیکھ رہا ہوں کہنے لگے یزید المائی کا انتقال ہو گیا۔ میں نے کہا اللہ قاضی القضاۃ کو سلامت رکھے یزید المائی کون شخص ہے کہ اگر وہ مر گیا تو قاضی القضاۃ بھی اسقدر شدت کیساتھ اس پر غمگین ہیں انہوں نے کہا افسوس ہے کہ تجھ جیسا شخص ایسی گفتگو کرے اس شخص کے بارے میں جو اپنے فن میں یگانۂ روزگار ہو اور وہ مر گیا اور کوئی اس کے بعد ایسا نہیں جو حذاقت میں اس کے قریب بھی ہو جس کو اس کا جانشین مان لیا جائے کسی شہر کے لئے قابلِ فخر وہاں کے ماہرین فن اور تجربہ کار اہل علم ہی ہوتے ہیں تو جب کوئی ایسا شخص اٹھ جائے جس کا ایسے فن میں کوئی مثل موجود نہ ہو جس کی دنیا کو بڑی ضرورت ہو تو کیا ایسا حادثہ علم کے نقصان اور ملکوں کے انحطاط کا باعث نہ ہو گا (اس پر جتنا بھی غم کیا جائے کم ہے) پھر انہوں نے اس کے فضائل گنوانے شروع کر دیئے اور عجیب چیزیں جن سے وہ علاج کرتا تھا اور سخت امراض کے واقعات سنائے جو اس کی تدبیر سے زائل ہوئے اور ایسی بہت سی باتوں کا ذکر کیا۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے انہوں نے کہا کہ عرصہ ہوا کہ مجھ سے اس شہر کے ایک بڑے معزز شخص نے ذکر کیا تھا کہ اس کی لڑکی ایک عجیب بیماری میں مبتلا ہے۔ جس کو وہ اس سے چھپاتی رہی پھر جب وہ اس سے مطلع ہو گیا تو وہ بھی ایک مدت تک چھپاتا رہا پھر جب دم لبوں پر آ گیا تو اس نے بیان کیا کہ میں نے خیال کیا کہ اب تو اس سے زیادہ مخفی رکھنے کی گنجائش ہی نہیں رہی اور بیماری یہ تھی کہ لڑکی کی شرمگاہ میں درد کے سخت چوکے لگتے تھے جن کی وجہ سے رات کی نیند اور دن کا سکون ختم ہو چکا تھا اور اس تکلیف سے وہ بڑی چیخیں مارتی تھی اور اس کے دوران میں اس میں سے گوشت کے پانی کے رنگ کا تھوڑا سا خون بھی نکلتا تھا اور نہ وہاں بظاہر کوئی زخم تھا اور نہ زیادہ ورم تھا جب مجھے ڈر ہوا کہ یہ اگر مر گئی تو خدا کے سامنے میں گنہ گار ہوں گا میں نے یزید کو بلا کر مشورہ کیا۔ اس نے کہا مجھے ایک بات کہنے کی اجازت دیجئے اور اس پر مجھے معذور سمجھیے میں نے کہا بہت اچھا۔ میرے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں کوئی دوا تجویز کر دوں بغیر موقع کو دیکھے ہوئے اور مجھے اپنے ہاتھ سے بھی تفتیش کرنا پڑے گی اور عورت سے اسباب مرض معلوم کرنے کے لئے کچھ سوالات بھی کرنے پڑیں گے اس احتمال پر کہ ایسے واقعات ہی مرض پیدا ہونے کا سبب

ہوئے ہوں۔ میں نے لڑکی کی خطرناک حالت اور موت کے قریب پہنچ جانے کی بنا پر ہر بات کی اجازت دیدی تو اس نے موقع کے تجسس کے بعد سوالات کا سلسلہ بہت لمبا کر دیا اور ایسی باتیں کیں جن کا بیماری سے کچھ تعلق معلوم نہیں ہوتا تھا جب تک تکلیف کے سبب کو وہ پہچان نہ گیا اس حد تک کہ قریب تھا کہ میں اس پر حملہ کر دوں میں مجبوراً صبر کئے رہا اور اس کی یہ عادت میرے پیش نظر آگئی جس کو میں جانتا تھا کہ وہ ہر ایک کے راز کو چھپایا کرتا ہے تو اس کڑوے گھونٹ پر صبر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے مجھ سے کہا کہ کسی کو حکم دو کہ وہ اس کو تھام لے میں نے اس کا انتظام کر دیا۔ پھر اس نے مقام مخصوص میں اپنا ہاتھ سختی سے دیدیا عورت چیخ مار کر بے ہوش ہو گئی، اور خون جاری ہو گیا اور وہ اپنے ہاتھ سے ایک جانور نکال کر لایا جو گبریلے سے کچھ چھوٹا تھا اور اس کو پھینکدیا اور لڑکی فوراً اٹھ بیٹھی اور اس نے اپنے بدن پر کپڑا ڈالا اور کہنے لگی کہ ابا مجھ پر پردہ چھوڑ دو میں اچھی ہو گئی ہوں۔ پھر اس نے اس حیوان کو اپنے ہاتھ سے اٹھا لیا اور مکان سے باہر آگیا۔ میں بڑھ کر اس سے ملا اور اس کو بٹھا کر میں نے کہا کہ مجھے یہ تو بتا دیجئے کہ یہ کیا چیز ہے کہنے لگے کہ مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ میرے سوالات تم کو سخت ناگوار گذرے ہیں وہ صرف اس لئے تھے کہ میں ان اسباب کی جستجو کر رہا تھا جن سے بیماری پر استدلال کر سکوں یہاں تک کہ اس نے کہا کہ میں ایک دن اس کوٹھڑے میں بیٹھی تھی جس میں وہ بیل باندھے جاتے ہیں جو تمہارے باغ کا رہٹ چلاتے ہیں پھر اس کے بعد سے یہ تکلیف شروع ہو گئی اس دن کے بعد کو سبب تکلیف نہیں پہچان سکی تو میرے خیالات نے یہ اخذ کیا کہ اسکی شرمگاہ میں کوئی چیچڑی داخل ہو گئی ہے اور جب جس مقام پر جم رہی ہے وہاں سے خون چوستی ہے تو درد کے چوکے لگتے ہیں اور جب وہ پیٹ بھر لیتی ہے تو خون کے قطرات چوسنے کی جگہ سے بہہ کر شرمگاہ سے باہر آجاتے ہیں (اپنے قیاس کی جانچ کے لئے میں نے چاہا کہ اپنا ہاتھ پہنچا کر ٹٹول کر دیکھوں تو میں نے اپنا ہاتھ دیکھ دیکھا تو مجھے چیچڑی مل گئی پھر میں نے اس کو اس جگہ سے توڑ کر باہر کھینچ لیا اور وہ حیوان یہ ہے اور یہ بڑا ہو گیا اور چونکہ بہت زمانہ تک خوب خون چوستا رہا اس لئے اس کی صورت بھی بدل گئی۔ اس شخص نے کہا کہ جب میں نے اس حیوان کو بغور دیکھا تو وہ بے شک چیچڑی تھی اور لڑکی بھلی چنگی ہو گئی۔ ابوبکر جفانی کہتے ہیں کہ پھر مجھ سے قاضی ابو الحسن نے کہا کہ کیا آج بغداد میں کوئی ایسا ماہر

فن موجود ہے، تو میں کیسے رنجیدہ نہ ہوں ایسے شخص کی موت پر جس کی یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے۔

(۴۹۲) جبرئیل بن بختیشوع نے بیان کیا جب رقہ میں ہارون الرشید گئے تھے میں ان کے ساتھ تھا اور محمد اور مامون بھی۔ (یعنی امین الرشید اور مامون الرشید) اور ہارون ایک بہت کھانے پینے والا شخص تھا، ایک دن بہت سی مختلف اشیاء کھالیں جن میں باہم متضاد کیفیات تھیں جب بیت الخلاء گئے تو ان پر غشی طاری ہو گئی تو نکالے گئے اور نازک حالت ہو گئی یہاں تک کہ لوگوں کو ان کی موت کا یقین ہو گیا مجھے بلایا گیا میں نے نبض دیکھی تو نبض خفی پائی اور اس سے چند دن قبل ان کو متلی اور خون کی حرکت بڑھ جانے کی شکایت ہو چکی تھی میں نے کہا مناسب یہ ہے کہ ابھی سینگیاں کھچوائی جائیں تو کوثر خادم نے کہا اے بدکار کے بچے تو ایک مرے ہوئے شخص کے سینگیاں کھچوانا چاہتا ہے تیری تجویز قبول نہیں کی جائے گی اور نہ اس کی قدر کی جائے گی یہ اس لئے کہا کہ (وہ ہارون کی موت سے اپنے دل میں خوش تھا) امر خلافت کو اپنے آقا محمد امین الرشید تک پہنچنے کے منصوبے قائم کر رہا تھا مامون الرشید نے کہا (بظاہر تو) جو ہونا تھا واقع ہو چکا ہے اب سینگیاں کھچوانے میں نقصان ہی کیا ہے۔ حجام (یعنی سینگی والے) کو حاضر کیا گیا اور میرے پاس غلاموں کی ایک جماعت اس کے جسم کو سنبھالے رکھنے کے لئے آ گئی اور حجام نے سینگیاں چوسنی شروع کر دیں تو وہ مقام سرخ ہو گیا اس سے میں خوش ہوا۔ پھر میں نے کہا پچھنے لگاؤ تو پچھنے لگائے گئے اس سے خون نکلا۔ تو میں نے اللہ کے لئے سجدۂ شکر کیا۔ جیسے جیسے خون نکلتا رہا۔ جسم کا رنگ کھلتا رہا یہاں تک کہ ہارون باتیں کرنے لگے اور پوچھنے لگے کہ میں کہاں ہوں، مجھ کو بھوک معلوم ہو رہی ہم نے ان کو کھانا پیش کیا اور بالکل تندرست ہو گئے۔ پھر افسر حفاظت سے (جو بادشاہ کا ذمہ دار افسر تھا) پوچھا کہ اس کو سالانہ کیا ملتا ہے اس نے بتایا کہ دس لاکھ درہم ہر سال اور اس کے نائب سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ پانچ لاکھ درہم مجھ سے پوچھا کہ اے جبرئیل تجھ کو کیا ملتا ہے۔ میں نے کہا پچاس ہزار تو کہنے لگے ہم نے تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ ان لوگوں کے مشاہرات اتنے زیادہ ہیں کہ وہ بھی ہمارے محافظ ہیں تمہاری طرح اور تمہارا مشاہرہ ان سے اتنا کم، پھر حکم دیا کہ آئندہ دس لاکھ درہم دیا جایا کرے

(۴۹۳) ابوالحسن بن المہدی القزوینی نے ہم سے اپنا واقعہ بیان کیا کہ مجھ پر سکتہ پڑ گیا تھا اور

میرے متعلقین کو میری موت میں کوئی شبہ نہیں تھا انہوں نے مجھے غسل دیا اور کفن پہنا کر میرا جنازہ اٹھا کر لے چلے اور میرے پیچھے کچھ عورتیں بھی روتی پیٹتی جا رہی تھیں جب جنازہ ایک طبیب کے سامنے سے گذرا جو ہمارے یہاں مطب کرتا تھا اس کو ابن نوح کہا جاتا تھا تو اس نے لوگوں سے کہا کہ یہ تمہارا عزیز زندہ ہے مجھے موقع دو کہ میں اس کا علاج کروں اس پر شور مچ گیا اُن سے لوگوں نے کہا اس کو علاج کا موقع دینا چاہیئے کیا عجب ہے کہ زندہ ہو جائے ورنہ تمہارا نقصان ہی کیا ہوگا۔ عزیزوں نے کہا ہم کو فضیحتے کا ڈر ہے (کہ حکومت کو نعش کے دفن نہ کرنے پر اعتراض ہو سکتا ہے) حکیم نے کہا اس کا ذمہ دار میں ہوں کہ فضیحتہ نہیں ہوگا انہوں نے کہا اگر ہم پھنس گئے حکیم نے کہا پھر سلطان کا حکم میری ذات پر نافذ ہوگا لیکن اگر یہ اچھا ہو گیا تو مجھے کیا ملے گا انہوں نے کہا جو آپ چاہیں حکیم نے کہا اس کی دیت کے برابر انہوں نے کہا اس قدر مال تو ہماری طاقت سے باہر ہے بالآخر ایک مقدار مال جو ورثا نے دینا منظور کی طبیب بھی اس پر راضی ہو گیا اور مجھ کو اُٹھا کر حمام میں داخل کیا اور میرا علاج شروع کر دیا میں اسوقت سے چوبیس گھنٹے کے بعد ہوش میں آگیا اور اس کو طے کردہ رقم دی گئی میں نے اس کے بعد طبیب سے پوچھا کہ تم نے کیسے پہچان لیا تھا کہ میں زندہ ہوں اس نے کہا میں نے تمہارے دونوں پاؤں کو کفن میں سیدھے کھڑے ہوئے دیکھ لیا تھا اور مُردے کے پاؤں بچھے ہوئے ہوتے ہیں وہ کھڑے نہیں رہ سکتے اس سے میں سمجھا کہ تم زندہ ہو اور میں نے قیاس کیا کہ تم کو سکتہ پڑا ہے اور تم پر تجربہ کیا تو میرا تجربہ صحیح ثابت ہُوا۔

(۴۹۴) ابواحمد الحارثی نے بیان کیا کہ ایک عیسائی طبیب تھا جس کو موسیٰ بن سنان کہا جاتا تھا اس کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کا ذکر پھولا ہُوا تھا اور وہ پیشاب کرنے پر قادر نہیں تھا اور فریاد کرتا اور چیختا تھا۔ طبیب نے بیماری کا حال اس سے پوچھا تو اس نے بیان کیا کہ اتنے دنوں سے اس کو پیشاب نہیں ہوا اس نے اس کے ذکر کو پھولا ہُوا دیکھا اور اس کے حال پر غور کیا۔ تو اسکو عسر البول کا کوئی سبب نہ ملا اور سنگریزہ تھا تو دن بھر اس کو اپنے پاس بٹھا کر سوالات کرتا رہا۔ پھر اس نے مریض سے پوچھا مجھے صاف بتا کہ کیا تو نے اپنے ذکر کو کسی ایسی شے میں داخل کیا ہے جس میں عادۃً کوئی داخل نہیں کرتا جس کے بعد تجھ کو یہ شکایت واقع ہوئی۔ اب یہ شخص چپ ہُوا اور کہنے سے شرمایا مگر طبیب حال کھلوانے کی کوشش کرتا رہا اور اس سے رازداری کا وعدہ کرتا رہا یہاں

تک کہ اس نے کہہ دیا کہ میں نے ایک گدھے سے نکاح کیا تھا۔ پھر طبیب نے ایک ہتھوڑا منگایا اور چند غلاموں کو بلایا جنہوں نے اس شخص کو سنبھالا اور اس کے ذکر کو لوہار کی سندان پر رکھ کر خوب زور سے ایک ہتھوڑا مارا جس سے وہ تڑپ گیا تو ایک جَو نکلا اور یہی قیاس طبیب نے کیا تھا کہ کوئی جو کا دانہ گدھے کی لید کرنے کی جگہ سے سوراخ ذکر میں داخل ہو گیا ہے جب اس پر ہتھوڑا لگا تو وہ نکل آیا۔

(۴۹۵) ہم سے ابو القاسم الجہنی نے یہ قصہ سُنایا کہ ایک خلیفہ کی محبوبہ کنیز نے کھڑی ہو کر انگڑائی لی یہ خلیفہ غالباً ہارون الرشید تھا جب اُس نے انگڑائی لیکر اپنے ہاتھوں کو نیچے لانا چاہا تو نہ لاسکی اور وُہ اسی طرح کھُلے رہ گئے تو وہ چلائی اور اس کو اس سے بڑی تکلیف ہوئی اور خلیفہ کو اطلاع پہنچی اُنہوں نے آکر اس کے حال کا مشاہدہ کیا جس سے ان کو تشویش ہوئی اور طبیبوں سے مشورہ کیا ہر ایک نے تدبیر کی اور دوا کا استعمال کرایا مگر کچھ فائدہ نہ ہُوا اور اس لڑکی کو اسی صورت سے کئی دن گذر گئے اور خلیفہ اس کی وجہ سے پریشان تھے تو اُن کے طبیب نے آکر کہا کہ اے امیر المومنین اس کی کوئی دوا نہیں بجز اس کے کہ اس کے پاس ایک اجنبی شخص پہنچے اور اس سے تخلیہ کرے اور اس کی خاص طور پر مالش کرے جس کو وہ جانتا ہے خلیفہ نے اس کی صحت کی خاطر سے منظور کر لیا پھر طبیب نے ایک شخص کو حاضر کیا اور اس نے اپنی آستین سے تیل کی شیشی نکالی اور کہا کہ میں چاہتا ہوں اے امیر المومنین کہ آپ اس کو بالکل برہنہ کرا دیں تاکہ اس کے تمام اعضا پر اس تیل کی مالش کروں۔ یہ بات اس پر بہت شاق گذری پھر حکم دیا کہ ایسا کر دیا جائے اور اپنے دل میں اس شخص کو قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا اور خادم سے کہا کہ اس کو پکڑ لے اور جب وہ ننگی ہو جائے تو اس کے پاس پہنچا دے۔ پھر وہ کنیز برہنہ کر کے کھڑی کی گئی جب وہ شخص اندر گیا اور اس کے قریب ہُوا تو اس کی طرف چل کر اپنے ہاتھ کو اس کی شرمگاہ کی طرف بڑھایا کہ اُسے چھُونا چاہتا ہے اس کنیز نے فوراً اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنی شرمگاہ کو چھپا لیا اور اس وجہ سے اس پر شدت کیساتھ گھبراہٹ اور حیا کا غلبہ ہُوا۔ حرارتِ طبعی کے پھیلنے کی وجہ سے اس کا بدن گرم ہو گیا اور اس نے اس کے ارادے کو پُورا کرنے میں مدد پہنچائی جب اُس نے اپنے جسم (یعنی ہاتھوں) کو شرمگاہ کے چھپانے کے لئے استعمال کرنا چاہا۔ جب اُس نے اپنی شرمگاہ کو چھُپا لیا تو اس سے اس شخص نے کہا تو شفا پا چکی ہے اب اپنے ہاتھوں کو حرکت مت

دینا۔ پھر اس شخص کو خادم پکڑ کر رشید کے پاس لایا اور اس کو واقعہ کی اطلاع دی تو اس طبیب سے رشید نے کہا تم اس شخص کے ساتھ کیا معاملہ مناسب سمجھتے ہو جس نے ہماری حرم کی شرمگاہ کا مشاہدہ کیا تو طبیب نے اپنے ہاتھ سے اس شخص کی (جو تیل لے کر پہنچا اور اس نے کنیز کے جسم کا مشاہدہ کیا تھا۔) داڑھی کھینچ لی تو وہ مصنوعی نکلی جو چہرے پر لگی ہوئی تھی وہ الگ ہو گئی اور وہ شخص جاریہ ثابت ہوئی۔ طبیب نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین میں کیسے گوارا کر سکتا تھا کہ آپ کی حرمت اور ناموس کو مردوں کے سامنے کر دوں۔ مگر مجھے یہ ڈر ہوا کہ اگر یہ بات آپ پر کھول دوں تو اس کی اطلاع اس مریضہ کو نہ ہو جائے اور پھر میری تمام تدابیر بیکار ہو جائے کیونکہ میں نے یہ چاہا تھا کہ اس کے دل میں سخت گھبراہٹ پیدا کر دوں جس سے اس کی طبیعت پہ گرمی کا جوش پیدا ہو جائے اور وہ اس کے ہاتھوں کو کھینچ لائے اور ان میں حرکت پیدا کر دے اور اس پر طبعی حرارت بھی معین بن جائے تو میرے ذہن میں اس کے سوا اور کوئی حیلہ نہ آیا اور میں نے یہ صورت آپ کے سامنے پیش کی۔ تو خلیفہ نے اس کو بہت بڑا صلہ اور انعام عطا کیا۔ ابوالقاسم نے کہا اور اسی نظریہ کی بنا پر اطبا نے ضعیف قسم کے لقوہ کے علاج میں یہ تجویز کیا ہے کہ جب مریض غافل ہو تو لقوہ کی مخالف جانب پر اس کے منہ پر زور سے تھپڑ مارا جائے تاکہ اس کے قلب میں طبعی جذبہ گرمی پیدا کر دے اور پھر طبعی طور پر ہی وہ بے اختیار اپنا منہ اس طرف پھیرے جس طرف تھپڑ لگا ہے تو لقوہ جاتا رہیگا۔

(۴۹۶) صلت بن محمد حجدری کہتے ہیں کہ مجھ سے بشر بن المفضل نے بیان کیا کہ ہمارا حاجیوں کا قافلہ سفر میں تھا تو ہمارا گذر عرب کے پانیوں میں سے ایک پانی پہ (یعنی ایک قبیلہ پر) ہوا ہم سے بیان کیا گیا کہ یہاں بہت خوبصورت تین بہنیں ہیں اور کہا گیا کہ وہ مطب کرتی ہیں اور علاج کی ماہر ہیں ہم نے چاہا کہ ان کو دیکھیں تو (اس کا یہ حیلہ کیا کہ) اپنے ایک ساتھی کی پنڈلی کو ایک لکڑی اٹھا کر اس سے چھیلدیا یہاں تک کہ اس میں خون چھلکنے لگا۔ پھر ہم نے اس کو اپنے ہاتھوں پر اٹھایا اور لوگوں سے کہا کہ اس کے سانپ نے کاٹ لیا ہے کیا کوئی جھاڑنے والا ہے تو اُن میں سے چھوٹی بہن نکل کر آئی ایسی خوبصورت تھی کہ معلوم ہوتا تھا سورج نکل آیا وہ آکر اس کے سامنے کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی کہ اس کے

سانپ نے نہیں کاٹا۔ ہم نے کہا کیسے تو اس نے کہا اس کا جسم ایسی لکڑی سے چھل گیا جس پر نر سانپ نے پیشاب کیا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اس کے بدن کو دھوپ لگے گی تو یہ مر جائیگا اور واقعی جب سورج طلوع ہوا تو وہ شخص مر گیا اور ہم اس سے متحیر ہو گئے۔

(۴۹۷) ایک شخص نے ایک طبیب سے اپنے پیٹ کے درد کی شکایت کی طبیب نے پوچھا کہ تو نے کیا چیز کھائی تھی اُس نے کہا کہ میں نے جلی ہوئی روٹی کھائی تھی طبیب نے ایک ذرور (آنکھوں میں ڈالنے کا سفوف) منگایا تاکہ اس کی آنکھ میں لگائے اُس نے کہا میرے پیٹ میں درد ہے آنکھ میں نہیں۔ طبیب نے کہا میں سمجھ چکا ہوں لیکن تیری آنکھ میں ذرور اس لئے ڈالنا چاہتا ہوں کہ آئندہ جلی ہوئی چیز تجھے نظر آجایا کرے اور تو اس کو نہ نگل جایا کرے۔

باب ۲۷ : طفیلیوں (یعنی بن بلائے مہمانوں) کے حالات

اصمعی کا قول ہے کہ طفیلی کہتے ہیں (کھانے کے لئے) بغیر بلائے کچھ مدعو لوگوں میں شامل ہو کر پہنچ جانے والے کو۔ یہ لفظ طفل سے بنا ہے طفل کے معنے ہیں دن کے اُوپر رات کا اپنی تاریکی کے ساتھ چھا جانا۔ اور اس میں مناسبت یہ ہے کہ اس شخص کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ مدعو لوگ اس سے تاریکی میں ہوتے ہیں کہ ان کو پتہ نہیں ہوتا کہ اس کو بلایا گیا یا نہیں اور یہ کیسے ان کے ساتھ آملا۔ اور اصمعی نے کہا بعض لوگوں کا قول یہ ہے کہ طفیلی منسوب ہے طفیل کی طرف۔ طفیل کوفہ میں ایک شخص تھا بنی غطفان میں سے یہ شخص ولیمے کی دعوتوں میں بغیر بلائے پہنچ جایا کرتا تھا اسی لئے اس کا نام طفیل الاعراس یا طفیل العرائس (شادیوں والا طفیل) مشہور ہو گیا تھا اس میں کلام ہے کیونکہ عرب طفیلی کو وارش اور رائش کہتے ہیں اور جو شخص کسی قوم کی مجلس شراب میں بغیر بلائے پہنچ جائے اس کو واغل کہتے ہیں ابو عبیدہ کا قول یہ ہے کہ بنی ہلال میں ایک شخص تھا جس کو طفیل ابن زلال کہا جاتا تھا جب اس کو کہیں دعوت کا حال معلوم ہوتا تھا کھانے کے لئے پہنچ جاتا تھا اور کھاتا تھا تو جو شخص ایسا کرتا تھا اس کو اس نام سے موسوم کیا جانے لگا۔

(۴۹۸) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے —— کہ ہم میں ایک شخص تھا جس کو ابو شعیب کہا جاتا تھا اور اس کے پاس ایک غلام گوشت پکانیوالا تھا۔ ابو شعیب نے اپنے

غلام سے کہا کہ کھانا تیار کرے تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کروں ابو شعیب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صراحت کیساتھ مدعو کیا کہ کل پانچ حضرات ہونگے پانچویں آنحضرت ہونگے (جب آپ تشریف لیچلے) تو ایک شخص آپ کے پیچھے ہولیا (وہاں پہنچکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو شعیب سے فرمایا آپ نے پانچ کی دعوت کی تھی جن میں سے پانچواں مجھے ہونا چاہیئے تھا اور یہ شخص ہمارے پیچھے آگیا اگر آپ اجازت دیں تو شریک طعام ہوجائے ورنہ واپس ہوجائے ابو شعیب نے کہا میں اجازت دیتا ہوں۔

(۴۹۹) احمد بن الحسن المقری نے بیان کیا کہ بنان ایک دعوت نکاح کے موقع پر پہنچا اندر پہنچنے کی صورت نہ بن پڑی تو ایک بقال کے پاس پہنچا اور اس سے دس پیالے شہد لے کر اپنی انگوٹھی رہن رکھدی اور شادی والے گھر کے دروازے پر پہنچا اور آواز دی کہ اے دربان دروازہ کھول۔ دربان نے کہا تو کون ہے۔ بنان نے کہا تو کون ہے۔ بنان نے کہا غالبًا تو مجھے نہیں پہچانتا میں وہ ہوں جس کو پیالے لینے کے لئے بھیجا تھا۔ دربان نے دروازہ کھولدیا بنان نے داخل ہوکر لوگوں کے ساتھ کھایا پیا جب فارغ ہوگیا تو پیالے اُٹھا کر آلیا اور دربان سے کہا دروازہ کھولو وہ لوگ بالکل خالص شہد چاہتے ہیں ان کو واپس کرنا پڑے گا پھر آکر پیالے بقال کو واپس کر گیا اور اپنی انگوٹھی لے گیا۔

(۵۰۰) بنان نے ایک ولیمہ کی دعوت میں جانا چاہا مگر روک دیا گیا اور اس کو ہٹا کر دروازہ بند کردیا گیا تو ایک سیڑھی کرایہ پر لے کر آیا اور اس کو صاحب شادی کے مکان کی دیوار سے کھڑی کر کے اُوپر چڑھ گیا اور گھر کی عورتوں اور لڑکیوں کو جھانکنے لگا گھر والے نے کہا اے تو کون ہے تجھے خدا کا خوف نہیں تو ہماری عورتوں اور بیٹیوں کو جھانک رہا ہے۔ بنان نے کہا اے شیخ (اور یہ آیت پڑھ دی) لقد علمت مالنا فی بنتك من حق وانك لتعلم ما نرید (ترجمہ: تو خوب جانتا ہے ہم کو تیری بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں اور تو یہ بھی خوب جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں) صاحب خانہ ہنس پڑا اور بولا نیچے اُتر اور کھالے۔

(۵۰۱) محمد بن علی الجلاب سے منقول ہے کہ ایک طفیلی نے ایک شادی کے موقع پر آنا چاہا مگر داخلہ سے روک دیا گیا اور وہ جانتا تھا کہ دولھا کا بھائی غائب ہے تو اس نے جا کر ایک کاغذ کا ورق لے کر خط کی طرح لپیٹا اور اس کو لفافہ کی طرح بند کر دیا اور اندر کچھ بھی

نہیں تھا اور اوپر لکھدیا "بھائی کی طرف سے دولھا کے نام" اور آکر کہنے لگا کہ میرے پاس دولھا کے بھائی کا خط ہے تو اس کو اندر جانے کی اجازت دیدی گئی۔ اُس نے اندر پہنچکر اہل شادی کو خط دیدیا وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم نے آج تک خط کا عنوان (پتہ) اس طرح لکھا ہُوا نہیں دیکھا اس پر کسی کا نام بھی نہیں لکھا۔ طفیلی صاحب بولے کہ اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اس لفافہ کے اندر بھی کچھ نہیں۔ ایک حرف بھی تو نہیں کیونکہ وہ بہت جلدی میں تھا سب لوگ ہنس پڑے اور سمجھ گئے کہ اس نے اندر آنے کا حیلہ بنایا ہے۔ اس کو کھانا کھلادیا گیا۔

(۵۰۲) منصور بن علی الجھضمی نے بیان کیا کہ میرے پڑوس میں ایک طفیلی رہتا تھا دیکھنے میں بڑا وجیہ اور بولنے میں بڑا شیریں زبان۔ عمدہ خوشبو لگاتا تھا اور خوبصورت لباس پہنتا تھا اور اس کا معمول یہ تھا کہ جب مجھے کسی دعوت میں بلایا جاتا تھا تو میرے پیچھے پیچھے رہتا تھا۔ لوگ میری وجہ سے اس کی بھی عزت کیا کرتے اور اس کو میرا دوست سمجھ لیا کرتے تھے ایک دن ایسا اتفاق ہُوا کہ جعفر ابن القاسم الہاشمی امیر بصرہ نے ارادہ کیا کہ اپنے کسی بچہ کی ختنہ کرائے (اور معززین شہر کو اس پر مدعو کرے) تو میرے خیال میں یہ تصوّر ہُوا کہ جعفر کا بھیجا ہوا آدمی میرے پاس آیا اور میں چلنے لگا تو وہ شخص بھی میرے پیچھے پیچھے آلیا اور واللہ اگر اب میرے پیچھے اس طرح چلا تو میں اس کو ضرور رسوا کروں گا۔ ابھی میں اس تصور ہی میں تھا کہ قاصد مجھے پکارتا ہُوا آگیا تو میں نے بجز اس کے کپڑے پہنے اور باہر نکل آیا اور کوئی کام نہیں کیا تھا دیکھتا ہُوں کہ وہ طفیلی صاحب گھر کے دروازے پر کھڑے ہیں جو مجھ سے بھی پہلے تیاری کر چکے تھے۔ جب میں چلا تو میرے پیچھے پیچھے تھے۔ جب ہم امیر کے مکان پر پہنچ گئے تھوڑی دیر بیٹھے تھے کہ کھانے کی تیاری ہوئی دستر خوان بچھائے گئے۔ ہر جماعت ایک ایک دستر خوان پر تھی اور وہ طفیلی میرے ساتھ تھا۔ جب اس نے اپنا ہاتھ کھانے کیلئے بڑھایا تو میں نے کہا ہم کو حدیث پہنچی۔ دوست بن زیاد سے اور ان کو ابان بن طارق سے ان کو نافع سے ان کو ابن عمرؓ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی قوم کے مکان میں بغیر اس کی اجازت کے پہنچ جائے اور اُن کا کھانا کھائے وہ داخل ہوگا چور بن کر اور نکلے گا لٹیرا بن کر" جب اس نے سُنا تو بولا "میاں اپنی لغزش کی اصلاح کرو جو اس گفتگو میں تم سے سرزد ہوئی ہے۔ اس

جماعت میں کوئی ایسا نہیں جو یہ نہ سمجھ لے گا کہ تم نے یہ چھینٹا اسی پر مارنا چاہا ہے کسی دوسرے پر نہیں، آپ کو اس بات کی بھی شرم نہیں آئی کہ آپ ایک سرفار کے دستر خوان پر یہ کلام کر رہے ہیں جو کھانا کھلا رہا ہے اور آپ دوسرے کے کھانے پر اپنے سوا اوروں کے لئے بخل کا اظہار کر رہے ہو پھر تمہیں اس سے بھی شرم نہ آئی کہ تم دوست بن زیاد سے روایت کر رہے ہو جو ایک ضعیف راوی مانا جاتا ہے اور وہ ابان بن طارق سے روایت کرتا ہے جو متروک الحدیث ہے (یعنی محققین نے اس کی احادیث کو ناقابلِ اعتماد قرار دیا ہے) اور وہ ایسے حکم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر رہا ہے حالانکہ تمام مسلمان اس کے خلاف ہیں کیونکہ چور کے لئے ہاتھ کاٹے جانے کا حکم ہے اور ڈاکو کا حکم یہ ہے کہ امام جو بھی سزا چاہے دے سکتا ہے (اور اس طرح کھانا کھانے والے کے لئے کوئی سزا مشروع نہیں ہے) اور تم وہ حدیث بھول گئے ہو جو مروی ہے ابو عاصم النبیل سے وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے وہ روایت کرتے ہیں ابوزبیر سے وہ روایت کرتے ہیں جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی کا کھانا دو کو کافی ہو جاتا ہے اور دو کا چار کو اور چار کا آٹھ کو کافی ہو جاتا ہے اور اس حدیث کی اسناد بھی صحیح متن بھی صحیح، منصور بن علی کہتے ہیں اس نے مجھے خاموش کر دیا مجھے کوئی جواب بن پڑا۔ جب ہم واپسی کے لئے وہاں سے باہر آئے تو وہ مجھ سے الگ ہو کر راستہ کے دوسرے کنارے پر چل رہا تھا اور پہلے میرے پیچھے پیچھے چلا کرتا تھا اور میں نے سنا کہ یہ شعر پڑھ رہا ہے۔

وَمَن ظَنَّ ممن یلاقی الحروبَ بأن لا یصاب فقد ظنَّ عجزاً

(ترجمہ) اور جس لڑائی میں شامل ہونے والے نے یہ گمان کر لیا کہ اس پر کوئی وار نہ ہو سکے گا تو اس نے بیہودہ خیال کر لیا۔

(۵۰۳) عبید اللہ محمد بن عمران الربانی سے منقول ہے انہوں نے بیان کیا کہ طفیلی العرائس جس کی طرف منسوب کر کے طفیلی کہا جاتا ہے اُس نے اپنی اس بیماری کے زمانہ میں جس میں اُس کا انتقال ہوا اپنے بیٹے عبد الحمید بن طفیل کو وصیت کی جس میں اس سے کہتا ہے کہ جب تو کسی شادی کی محفل میں کھانے کے لئے پہنچے تو اس طرح اِدھر اُدھر مت دیکھنا جیسے کوئی شک کی حالت میں دیکھتا ہے (کہ لوگ کھانے دیں گے یا نہیں) اور بے تکلف بیٹھنے کی جگہ پر جا بیٹھو۔ اگر شادی میں ہجوم

زیادہ ہو تو (انتظامِ امور میں دخیل بن جاؤ کسی کو) حکم کرو (کسی بات کا اور کسی کو) منع کرو۔ نہ لڑکی والوں کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرو اور نہ لڑکے والوں کی آنکھ سے آنکھ ملاؤ تاکہ ہر ایک بجائے خود یہ خیال کرے کہ یہ دوسری جماعت والوں میں سے ہے اور اگر دربان تند مزاج اور بد لحاظ ہو تو اُس سے خود بات شروع کرو۔ کسی کام کے کرنے کی ہدایت کرو اور کسی سے منع کرو اس طرح کہ گفتگو میں کھرا پن نہ ہو اور گفتگو کا ایسا ڈھب اختیار کرو جو خیر خواہی اور راہنمائی کے درمیان ہو۔ پھر یہ اشعار پڑھے :-

لاتجزعنّ من الغریب ولامن الرجل البعید

وادخل کانّك طابخ بیدیك مغرفة الحدید

کسی اوپرے آدمی کو دیکھ کر ہرگز نہ گھبرا جانا اور نہ کسی ایسے آدمی سے جو دُور کھڑا ہوا (گھور تا) ہو اور اس طرح گھر میں جا گھُس گویا تو ہی پکانیوالا اور تیرے دونوں ہاتھوں میں لوہے کا کفگیر ہے۔

متدلّیاً فوق الطعام .... مرتدلی الباز الصیود

کھانے پر اس طرح جھکتا ہوا جسطرح باز اپنے شکاروں پر ٹوٹ پڑتا ہے۔

لتلفّ ما فوق الموائد .... ئد کلّها لف الفهود

جو کچھ تجھے دسترخوان سے ملے اس طرح سب کا سب سمیٹ جا جیسے چیتے (اپنے شکار کو) دبا لیتے ہیں

واطرح حیاءك انّما وجه الطفیلی من حدید

اور حیا کو پھینک دینا اپنے اُوپر سے کیونکہ طفیلی کا چہرہ لوہے کا ہوتا ہے (کہ اس پر کوئی تغیر نہیں ہو سکتا)

لاتلتفت نحو البقو .... ل ولا الی غرف الثرید

ترکاریوں کی طرف اور ثرید کے چمچوں کی طرف بالکل توجہ نہ کرنا۔

حتی اذا جاء الطعام .... مرضربت فیه کالشدید

(ہاں) جب (نفیس قسم کا) کھانا آجائے تو اس پر بہادروں کی طرح ہاتھ مارنا۔

وعلیك بالفالود جا .... ت فانها عین القصید

اور فالودوں کو نہ چھوڑنا کیونکہ وہ تو عین مقصد ہیں۔

هذا اذا حررتهم ودعوتهم هل من مزید

یہ وُہ چیز ہے جب تو اُن سے وصول کرے (اور ہڑپ کرلے) پھر ان کو پکارے کہ کچھ اور بھی ہے

والعرس لا یخلو من الـ لوزینج الرطب الفنیل

اور شادیاں لوزینہ سے خالی نہیں ہوتیں جو تر بتر عقل کو چکرا دینے والا ہوتا ہے۔

فاذا اُتیت بہ محو .... ت محاسن الجام الجدید

پھر جب وہ تیرے پاس لایا جائیگا تو تو اس نئے پیالے کے مزوں میں محو ہو کر رہ جائیگا پھر لوزینہ کا ذکر آجانے کے بعد اس پر ایک گھڑی تک غشی طاری رہی جب افاقہ ہُوا تو سر اُٹھایا اور کہا:۔

وتنقلن علی المو ا ..... مُل فعل شیطان مرید

اور دسترخوانوں پر تو شیطان مردود کی نقل کرنا (کہ جو کچھ ہاتھ لگے لے بھاگے)

واذا انقلت عبثت بالـ کعک المجفف والقدید

اور جب (فالودہ اور لوزینہ جیسی چیزیں) تو نمٹا چکے تو بیکار شغل شیرمال کے سُوکھے ٹکڑوں اور شوربے سے بھی کرلینا۔

یارب انت رزقتنی هذا علی رغم الحسود

اے میرے پروردگار تو نے مجھے یہ کیسی نعمتیں عطا فرمائیں حاسدوں کی ناک رگڑنے کے لئے۔

واعلم بانک ان قبلت نعمت یا عبد الحمید

اور اے (بیٹا) عبد الحمید یہ جان لے کہ اگر تُو نے میری نصیحتوں کو قبول کرلیا تو بڑے مزے سے رہیگا

(۵۰۴) علی بن المحسن بن علی القاضی نے اپنے والد سے نقل کیا کہ سفر میں ایک طفیلی ایک شخص کیساتھ ہولیا اس نے طفیلی سے کہا ذرا (بازار) جاکر ہمارے لئے گوشت خرید لاؤ اُس نے کہا نہیں واللہ میں اس پر قادر نہیں تو وہ خود جاکر لے آیا پھر اُس نے کہا اُٹھ کر پکالے تو اس نے جواب دیا کہ مجھ سے ٹھیک نہیں پکے گا تو اس نے خود پکا لیا پھر اس نے اس سے کہا اُٹھ کر اسکا ثرید بنالے تو جواب دیا واللہ میں تو بہت سست ہو رہا ہوں تو اس شخص نے خود ہی ثرید بھی بنالیا پھر اسے کہا کہ اس کو پیالوں میں اتار لے تو بولا مجھے یہ ڈر ہے کہ کوئی چیز میرے کپڑوں پر نہ اُلٹ جائے تو اس شخص نے خود ہی پیالوں میں اتارا۔ پھر اس نے کہا اب اُٹھ کر کھالے۔ تو طفیلی نے کہا اب تو مجھے شرم آہی گئی کہاں تک تیری ہر بات سے انکار ہی کرتا رہوں اور اُٹھ کر کھانے لگا۔

(۵۰۵) جاحظ نے بیان کیا کہ میں نے ابو سعد طفیلی سے پوچھا کہ چار ضرب چار کیا ہوئے؟ بولا دو روٹی اور ایک گوشت کا پارچہ۔ (یہ جواب اس بنا پر ہے کہ اس نے یہ سوالہ لقموں کا تصور کیا جو کہ دو روٹیوں میں سب بن سکتے ہیں۔ مترجم)

(۵۰۶) مبرد کا قول ہے کہ ایک طفیلی سے پوچھا گیا کہ دو ضرب دو کیا ہوئے؟ تو بولا چار روٹی۔ دوسری بار ایک موقع پر میں نے اس سے یہی سوال کیا تو اس نے جواب دیا اتنی روٹیوں کی مقدار ہو گی جو ایک آدمی کھا سکتا ہے

(۵۰۷) ابو ہفان نے بیان کیا ایک طفیلی سے پوچھا گیا چار ضرب چار کتنے ہوئے؟ کہا سولہ روٹی۔

(۵۰۸) ابو ہفان ہی سے منقول ہے کہ ایک طفیلی ایک شخص کے یہاں پہنچا تو اس سے صاحب مکان نے کہا کہ تو کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ وہ ہوں جس کو بلانے کے لئے کسی ایلچی کی ضرورت نہیں۔

(۵۰۹) ایک جماعت مالیدہ کھانے کے لئے بیٹھی (جو ایک بڑے ظرف میں رکھا گیا اور درمیان میں گڑھا کر کے گھی رکھا گیا تھا)، اسمیں سے ایک شخص نے لقمہ اٹھا کر گھی پر ڈال دیا اور کہا فکبکبوا فیہا ھم والغاون (تو اسمیں اوندھے منہ گرائے جائیں گے وہ اور گمراہ لوگ) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ دوسرے نے کہا اذا القوفیہا سمعوا لہا شہیقا وھی تفور (جب وہ اس جہنم میں پھینکے جائیں گے تو اس کے چیخنے کی آواز سنیں گے اور وہ جوش مارتی ہو گی) اور اس نے گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ تیسرے نے کہا وبئر معطلۃ وقصر مشید (اور بیکار پڑے ہوئے کنوے اور مضبوط محل) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا چوتھے نے کہا احرقتہا لتغرق اہلہا لقد جئت شیئا امرا (کیا تو نے اسلئے اس کشتی کو توڑا کہ اس میں بیٹھنے والوں کو غرق کر دے تو نے یہ بڑا کام کیا) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا پانچویں نے کہا انا نسوق الماء الی الارض الجرز (ہم پانی کو سوکھی زمین کی طرف لیجاتے ہیں) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ چھٹے نے کہا فیہما عینان تجریان (ان دو باغوں میں دو چشمے جاری ہیں) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ ساتویں نے کہا فیہما عینان نضاختان (ان دونوں باغوں میں دو چشمے جوش مارتے ہوں گے) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ آٹھویں نے کہا فالتقی الماء علی امر قد قدر (پھر آسمان و زمین کا پانی اس کام کے لئے جو مقدر بن چکا تھا آپس میں مل گیا) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا نویں نے کہا فسقنٰہ الی بلد میت (ہم نے پانی کو ایسے شہر میں پہنچایا جس کی مردہ زمین تھی) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا دسویں نے کہا وقیل یارض ابلعی ماءک ویسماء اقلعی (اور حکم دیا گیا کہ زمین اپنے پانی کو پی جا اور اے آسمان اٹھا لے) اور اس نے تمام گھی باقی مالیدے میں ملا دیا اور وہ سب خود لے لیا۔ (ایک مناسبت کے پیش نظر ہر ایک نے ایک ایک آیت پڑھ دی۔ اس قصہ میں یہ ذکاوت تو موجود ہے مگر سفاہت بھی ہے کہ قرآن کے ساتھ تلعب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ کسی حال میں بھی اس کی عظمت شان کو نہ بھولیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کی دل لگی موجب گناہ ہے (مترجم)

(۵۱۰) ایک طفیلی ایک جماعت میں شامل ہو کر ایک شخص کے یہاں پہنچ گیا اس نے پوچھا تو کون ہے۔ تو طفیلی نے جواب دیا کہ جب تم ہم کو بلاؤ نہیں اور ہم خود بھی نہ آئیں تو یہ کوئی اچھی بات نہ ہوتی۔

(۵۱۱) ایک طفیلی کے یہاں شادی ہوئی تو اس کے یہاں پہلی جماعت میں ہی دو طفیلی آ گئے تو انکو اندر داخل کر لیا اور بالاخانہ کے پاس پہنچکر جس پر سیڑھی لگا کر ہی چڑھا جاتا تھا اس سے سیڑھی لگا دی اور بولا کہ اوپر چڑھ جاؤ تا کہ تم مجمع سے الگ ہو کر تکلیف سے بچے رہو اور میں تمہارے لئے خاص طور پر اچھا کھانا لا سکوں۔ تو دونوں چڑھ گئے جب اٹاری پہ پہنچ گئے تو سیڑھی ہٹالی اور دسترخوان بچھایا اور اپنے دوستوں اور پڑوسیوں کو کھانا کھلایا اور وہ دونوں اُوپر جھانکتے ہی رہے جب قوم کھانے سے فارغ ہو چکی تو سیڑھی رکھدی اور کہا اُتر آؤ۔ وُہ اتر آئے پھر آپ نے ہر ایک کی گدی کو دھکیل کر کہا بس کامیابی کے ساتھ واپس ہو جاؤ تمہارے کہیں جانے کو اللہ کبھی ناکامیاب نہ کرے تم نے اپنے بھائی کا حق ادا کر دیا۔

(۵۱۲) ایک طفیلی ایک مجلس طعام میں پہنچ گیا جب وہ کھا رہا تھا تو اس نے دربانوں کی آواز سنی تو کھانے سے ہاتھ روک لیا اس سے کہا کیوں نہیں کھا رہے ہو۔ کہنے لگا ذرا یہ لرزہ خیز افواہیں بند ہو جائیں جو کانوں میں پڑ رہی ہیں۔

(۵۱۳) ایک طفیلی سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کیا بات ہے تیرے رنگ پر زردی کیوں چھا رہی ہے۔ کہنے لگا کہ دونوں مرتبہ کی یخنی کے درمیان جو وقت گذرتا ہے مجھ پر یہ خوف طاری ہو جاتا ہے کہ کھانا ختم ہو گیا۔

(۵۱۴) ایک طفیلی نے (دوسرے کو نصیحت کرتے ہوئے) کہا خبردار کھاتے وقت بات نہ کرو بجز "ہاں" کے کہ وُہ بھی ایک دفعہ منہ چلانے کے برابر ہے۔

(۵۱۵) ایک طفیلی نے اپنے لڑکے کو وصیت کی کہ جب تیرے پاس تنگ جگہ ہو تو جو شخص تیرے برابر بیٹھا ہوا ہو اس سے یہ کہہ کر کہ شاید میری وجہ سے آپکو تکلیف ہو رہی ہے پھر وُہ تجھے جگہ دیدیگا جتنی دوسرے لوگوں کے لئے ہوگی۔

(۵۱۶) بنان طفیلی نے بیان کیا کہ میں نے تمام قرآن حفظ کیا پھر سب بھول گیا مگر دو حرف یاد رہ گئے۔ اٰتِنَا غَدَآءَنَا (ہمارے پاس ہمارا ناشتہ لے آؤ)

(۵۱۷) بنان کا قول ہے کہ دسترخوان پر قبضہ جما لینا ہی چار قسم کے کھانوں سے بڑھ کر ہے۔

(۵۱۸) ایک شخص کو جو بنان کے برابر بیٹھا ہوا کھانے میں مشغول تھا پیاس معلوم ہوئی اس نے کہا پانی کی ضرورت ہی کیا ہے اس کی وجہ سے معدہ میں کھانے کی گنجائش میں کمی ہوتی ہے کھانا تو ہوا کے زور سے

بھی نیچے کو دب سکتا ہے ایسا کرو کہ) ایک سانس زور سے اوپر کو کھینچو اور آہستہ سے باہر کو نکالو۔
تین دفعہ اس طرح کر لو۔ اس ترکیب سے جو کچھ کھایا ہوا ہے وہ سب نیچے اتر جائے گا۔

باب ۲۸: چوروں کی چالاکیوں کے واقعات

(۵۱۹) احمد بن المعدل البصری نے بیان کیا کہ میں عبدالملک بن عبدالعزیز الماجشون کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس ان کا ایک مصاحب آیا اور کہنے لگا بہت عجیب بات ہے عبدالملک نے کہا کیا بات ہے اس نے کہا کہ میں اپنے باغ میں جانے کیلئے جنگل کی طرف چلا جب صحرا میں پہنچ گیا اور شہر کی آبادی سے دور نکل آیا تو ایک شخص نے سامنے آ کر مجھے روک لیا اور کہا اپنے کپڑے اتار دو میں نے کہا کیا وجہ کیوں کپڑے اتاروں؟ اس نے کہا اسلئے کہ میں تم سے زیادہ انکا مستحق ہوں میں نے کہا یہ کیسے؟ بولا اس لئے کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور میں ننگا ہوں اور تم کپڑے پہنے ہوئے ہو میں نے کہا مروّت بولا ہرگز نہیں تم انکو بہت عرصہ تک پہن چکے ہو۔ اب ان کو پہننے کا میرا نمبر ہے جیسا تم نے پہنا میں نے کہا پھر تو مجھے برہنہ کرے گا اور میرا ستر کھلوائے گا۔ کہنے لگا اس میں کوئی حرج نہیں ہم کو روایت پہنچی ہے امام مالکؓ سے انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی شخص ننگا ہو کر غسل کر لے۔ میں نے کہا مجھ سے لوگ ملیں گے اور وہ میرا ستر دیکھیں گے بولا اگر لوگ تجھے اس راستہ میں دیکھیں گے تو میں اس میں تیرے سامنے نہیں آؤں گا میں نے کہا میرے خیال میں تو مسخراپن کر رہا ہے۔ مجھے چھوڑ کہ میں اپنے باغ میں جا کر یہ کپڑے اتار کر تجھے دیدونگا کہنے لگا کہ ایسا نہیں ہو سکتا تو نے سوچا ہے کہ وہاں اپنے چار غلاموں کو مجھے لپٹا دے کہ وہ مجھے کھینچ کر سلطان کے پاس لیجائیں تو وہ مجھے جیل میں ڈالدے اور میری چمڑی ادھیڑ دے اور میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈالدے۔ میں نے کہا ایسا ہرگز نہ ہوگا میں تجھ سے حلفیہ عہد کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے تجھ سے وعدہ کیا اسے پورا کرونگا۔ اور تجھے نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ بولا ایسا نہیں ہو سکتا ہم کو امام مالکؓ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ اس عہد کا پورا کرنا لازم نہیں ہے جس کا حلف چوروں سے کیا جائے میں نے کہا تو میں اس بات پر بھی حلف کرتا ہوں کہ اپنے اس عہد میں اس حیلہ سے کام نہیں لوں گا۔ بولا یہ یمین بھی اسی ایمان اللصوص (یعنی چوروں سے حلف کرنا) سے مرکب ہے میں نے کہا یہ مناظرہ باہمی چھوڑ دو واللہ میں اپنی رضا و رغبت

سے یہ کپڑے تجھے دیدونگا۔ تو تھوڑی دیر گردن جھکائی پھر سر اٹھا کر کہنے لگا کہ تو سمجھا کہ میں کیا سوچ رہا تھا میں نے کہا نہیں کہنے لگا میں نے نگاہ دوڑائی ان تمام لٹیروں کے معمول پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آجتک ہوئے ہیں تو مجھے کوئی بھی لٹیرا ایسا نہیں ملا جس نے ادھار کیا ہو اور مجھے یہ بات بہت ہی مکروہ اور ناگوار ہے کہ اسلام میں ایک ایسی بدعت جاری کردوں کہ اس کا بوجھ میری گردن پر رہے اور جو میرے بعد اس پر عمل کرے قیامت تک اس کا بوجھ میری گردن پر رہے۔ بس کپڑے اتار میں نے کپڑے اتار کر اسے دیدیئے اور وہ لے کر چل دیا

(۵۲۰) ابوالقاسم عبید اللہ بن محمد الخفاف کا بیان ہے کہ میں نے ایک چور کو دیکھا جو گرفتار کیا گیا تھا اور اس کے خلاف گواہوں نے یہ شہادت دی کہ یہ شخص ہمارے محلہ کے چھوٹے چھوٹے گھروں کے تالے کھول لیتا تھا (جن کو رہنے والوں سے خالی دیکھتا تھا) اور وہ جب یہ گھر میں پہنچتا تو ایک اتنا چھوٹا سا گڑھا کھودتا جیسا کہ نرد کا ہوتا ہے (نرد مشہور کھیل ہے) اور اس میں چند اخروٹ بھی ڈال دیتا جس سے محسوس ہو سکتا ہے کہ کوئی آدمی یہاں کھیلا ہے اور ایک رومال جس میں دو سو کے قریب اخروٹ ہوتے تھے وہ ایک طرف رکھ دیتا۔ پھر آگے جا کر گھر کا اتنا سامان جتنا کہ لے جا سکے باندھ لیتا۔ تو اگر کسی کی نظر نہ پڑی تو سب سامان اٹھا کر گھر سے نکل جاتا اور اگر صاحب مکان آجاتا تو سامان چھوڑ کر بھاگ جاتا اور نکل جاتا۔ اگر مالک مکان طاقتور ہوتا اور اس پر حملہ کرتا اور روک کر پکڑنے کی کوشش کرتا اور چور چور کی آواز بلند کرتا اور پڑوس کے لوگ جمع ہو جاتے تو پھر اُسکا سامنا کرتا اور کہتا تو کیسا بے حمیّت ہے میں تجھ سے مہینوں سے اخروٹ کے ساتھ جوا کھیلتا ہوں تو نے مجھے فقیر بنا دیا اور جو کچھ بھی میرے پاس تھا وہ سب تو مجھ سے اینٹھ چکا ہے اور مجھے ہلاک کر چکا ہے اب میں ضرور تجھے تیرے پڑوسیوں کے سامنے رسوا کردوں گا۔ جب میں جوا کھیل چکا تو اب چلاتا ہے تو اس کی اس بات میں کسی کو شک نہ ہوتا کہ تو اب مجھ پہ چور ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے کہ در حقیقت جوئے والے گھر میں خاموشی سے جو کھیلا جا رہا تھا وہاں ہم ایک دوسرے کو پہچانتے تھے (اور اب انجان بن گیا۔ چور چور اس لیے کر رہا ہے) کہ میں نکل جاؤں اور تجھے چھوڑ دوں! اب صاحب مکان کتنا ہی یہ کہتا کہ یہ چور ہے تو پڑوسی یہی کہتے کہ اپنے نفس کو جوئے کی رسوائی

سے بچانے کے لئے اس کے چور ہونے کا مدعی بن رہا ہے اس شخص کو سچا سمجھنے اور صاحب مکان کو جوئے باز اور اس کو لعنت ملامت کرنے لگتے اور اس کے اور صاحب مکان کے درمیان حائل ہو جاتے یہاں تک یہ (لوگوں کے ساتھ) اس گھر میں جاکر دروازہ کھول کر اخروٹ اٹھا کر لاتا اور واپس ہوتا اور صاحب مکان پڑوسیوں کے سامنے خوب رسوا ہو جاتا۔

(۵۲۱) محمد بن عمر المتکلم جن کا لقب جنید تھا بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے جو آٹے کی تجارت کرتے تھے ذکر کیا کہ میرے پاس ایک اجنبی شخص ہنڈی جس میں وقت کی قید لگی ہوتی ہے لے کر آیا وہ میرے پاس آتا رہتا تھا یہاں تک کہ ہنڈی بھن گئی یعنی اسکا روپیہ ادا ہو گیا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں یہ روپیہ اپنے ہی پاس رہنے دوں میں اس میں سے تھوڑا تھوڑا لیتا رہوں گا۔ وہ روزانہ آتا رہا اور بقدر ضرورت خرچ لیتا رہا یہاں تک کہ وہ رقم ختم ہو گئی۔ اب ہمارے آپس میں جان پہچان ہو گئی۔ اور وہ میرے پاس آکر بیٹھا کرتا تھا اور وہ مجھے دیکھا کرتا تھا کہ میں اپنے صندوق میں سے روپیہ نکال کر اسے دیتا رہتا تھا تو ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ کسی شخص کا مضبوط تالا سفر میں اسکا ساتھی اور حضر یعنی اپنے وطن میں مقیم ہونے کی حالت میں اس کا امین ہوتا ہے اور مال کی حفاظت میں اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور اپنے اہل کی طرف سے شبہات دل میں نہیں آنے دیتا۔ لیکن اگر مضبوط نہ ہو تو اس پر حیلے کارگر ہو جاتے ہیں میں آپ کے اس تالے کو مضبوط دیکھتا ہوں مجھے بتائیے یہ آپ نے کس سے خریدا ہے۔ تاکہ میں بھی ایسا ہی تالہ اپنے لئے خرید لوں میں نے اس کو بتا دیا کہ فلاں قفل ساز سے خریدا ہے۔ مجھے ایک دن تو کچھ خیال نہ آیا پھر میں دوکان پر آیا اور میں نے (غلام سے) صندوق مانگا تاکہ اس میں سے کچھ درہم نکالوں وہ میرے پاس لے کر آیا جب میں نے اس کو کھولا تو اس میں ایک درہم بھی نہیں تھا میں نے اپنے غلام سے کہا جس پر مجھے کچھ شبہ نہیں تھا کیا دروازہ کسی جگہ سے ٹوٹا ہوا ہے اس نے کہا نہیں پھر میں نے کہا دیکھو دکان میں کوئی نقب تو نہیں اس نے دیکھ کر کہا کوئی نقب نہیں میں نے کہا چھت (کو دیکھو کہ ادھر) سے تو کوئی صورت اندر آنے کی نہیں ہوئی اس نے کہا نہیں۔ میں نے اس کو بتایا کہ میرے تمام درہم نکل گئے غلام بھی بہت پریشان ہو گیا اور حیرت زدہ ہو گیا۔ پھر میں رات کو جاگ کر سوچتا رہا سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ

کیا کروں اور وہ شخص اب مجھ سے نہیں ملا تو میرا شبہہ اسی پر رہا اور مجھے تالے کے بارے میں اس کا سوال کرنا یاد آیا۔ پھر میں نے غلام سے کہا کہ یہ بتا کہ تو دوکان کیسے کھولتا اور مقفل کرتا ہے؟ اس نے کہا میں چوکھٹ کے تختوں کو تین تین کر کے دو دفعہ میں مسجد سے اٹھا کر لاتا ہوں پھر دوکان کو مقفل کرتا ہوں۔ پھر اسی طرح اس کو کھولا کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ جب تو تختے لے جانے یا لانے کیلئے (مسجد میں) جایا کرتا ہے تو کس کی نگرانی میں دوکان کو چھوڑتا ہے۔ اس نے کہا کہ اتنے وقفہ میں خالی رہتی ہے۔ میں نے کہا کہ اسی دوران میں مجھے نقصان پہنچایا گیا ہے پھر میں (تالے کے) کاریگر کے پاس پہنچا جس سے میں نے تالا خریدا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس ابھی چند دن قبل کوئی شخص اس ساتھ کا تالا خریدنے آیا تھا؟ اس نے کہا ہاں اور اسکا حلیہ ایسا اور ایسا تھا۔ تمام حلیہ اسی شخص کا بتایا۔ تو میں سمجھ گیا کہ وہ شخص غلام کی نظر بچاکر شام کے وقت جب میں دوکان سے واپس آگیا اور صرف غلام رہ گیا اور تختے اٹھاکر مسجد میں لے کر گیا دوکان میں داخل ہو گیا اور اس میں چھپا رہا اور اس کے ساتھ جو تالا اس نے خریدا تھا اس کی تالی موجود تھی جس سے میرے صندوق کا تالا بھی کھل سکتا تھا اور درہم نکال لئے اور تمام رات کواڑوں کے پیچھے بیٹھا رہا۔ جب غلام آیا اور وہ تالا کھول کر تین تختے نکال کر رکھنے کیلئے گیا اس وقت وہ نکل گیا اور وہ یہ کام کرتے ہی بغداد[1] سے روانہ ہو گیا۔ میں اپنا تالا کنجی ساتھ لے کر بغداد سے نکل کھڑا ہوا میں نے سوچا کہ پہلے اس شخص کو واسط میں تلاش کروں جب کشتی سے اتر کر چلا تو میں نے مسافر خانہ کو تلاش کیا جس میں ٹھہر جاؤں (مسافر خانہ اوپر کی منزل پر تھا) میں اوپر چڑھا تو ایک کمرہ پر میں نے بالکل ایسا ہی قفل لگا ہوا دیکھا جیسا میرا قفل تھا۔ تو میں نے مسافر خانہ کے مینجر سے پوچھا کہ اس کمرے میں کون ٹھہرا ہے تو اس نے کہا کہ ایک شخص شام کے وقت بصرے سے آیا تھا میں نے اس کا حلیہ دریافت کیا تو اس نے اسی شخص کا حلیہ بتایا تو مجھے کوئی شک نہ رہا کہ یہ وہی شخص ہے اور ضرور میرے درہم اس کمرے میں موجود ہیں۔ تو میں نے ایک کمرہ اس کے برابر کا کرایہ پر لے لیا اور تاک میں رہا یہاں تک کہ مسافر خانہ کا مینجر وہاں سے چلا گیا تو میں نے تالا کھولا تو بعینہ

---

[1] غالباً بغداد ناسخین کی غلطی ہے یہاں بصرہ ہونا چاہیئے۔ ۱۲

اپنی تھیلی رکھی ہوئی دیکھی۔ اس کو میں نے لے لیا اور باہر آکر تالا لگا دیا اور اسی وقت نیچے اتر کر بصرے کی طرف روانہ ہو گیا اور میں واسط میں صرف دن میں دو گھڑی ٹھہرا تھا اور میں اپنا مال بجنسہٖ لے کر اپنے گھر پہنچ گیا۔

(۵۲۲) ابن الدنانیری التمار نے بیان کیا کہ میرے غلام نے مجھے اپنا واقعہ سنایا کہ ایلہ میں ایک تاجر کے پاس روپیہ وصول کرنے پر مامور تھا میں نے بصرہ سے ان کے (دوسرے تاجروں سے) تقریباً پانسو دینار اور کچھ چاندی وصول کی اور ان سب چیزوں کو ایک تھیلی میں بند کیا اور ایلہ کی طرف روانہ ہو گیا راستہ میں شام ہو گئی (دریا پار ہونے کیلئے) ملاح کی تلاش میں تھا مگر کوئی ملتا نہیں تھا۔ کہ ایک ملاح کو دیکھا جو ایک چھوٹی سی کشتی (بجرا) کو جو خالی تھی لئے جا رہا تھا۔ میں نے اس سے سوار ہونے کی فرمائش کی تو اس نے بہت کم اجرت لی اور کہا کہ میں ایلہ میں اپنے گھر پر واپس جا رہا ہوں تم بھی بیٹھ جاؤ میں کشتی میں بیٹھ گیا اور تھیلی کو اپنے سامنے رکھ لیا اور ہم چل پڑے۔ دفعتہً دیکھا کہ کنارے پر بیٹھا ہوا ایک اندھا بہت اچھی قرأت کے ساتھ قرآن پڑھ رہا ہے جب اس کو ملاح نے دیکھا تو اللہ اکبر کہا اور وہ ملاح سے پکار کر کہنے لگا مجھے بھی سوار کر لے رات قریب آگئی مجھے ڈر ہے کہ میں مر جاؤں گا تو اس کو ملاح نے برا بھلا کہا میں نے اس سے کہا سوار کر لو تو وہ کشتی کو کنارے پر لے گیا اور اس کو بٹھا لیا۔ پھر اس اندھے نے قرأت شروع کر دی اس کی نہایت عمدہ قرأت سے میں از خود رفتہ ہو گیا۔ جب ہم ایلہ کے قریب پہنچ گئے تو اس نے قرأت ختم کی اور کھڑا ہو گیا تا کہ اتر کر ایلہ کے کسی راستہ سے روانہ ہو جائے۔ اب میں نے دیکھا کہ میری تھیلی گم ہو چکی تھی میں بے چین ہو گیا اور چلایا اور ملاح نے (میرے اٹھنے اور گھبرا کر ادھر ادھر حرکت کرنے سے) غل مچایا کہ کشتی الٹ جائے گی اور مجھ سے اس طرح مخاطب ہوا جیسے کوئی کسی کی حالت سے بے خبر شخص پوچھ گچھ کیا کرتا ہے۔ میں نے کہا بھلے آدمی میرے سامنے تھیلی رکھی ہوئی تھی جس میں پانسو دینار تھے۔ جب ملاح نے یہ سنا تو اپنا منہ پیٹنے لگا اور رونے لگا اور اس نے اپنے بدن سے کپڑے اتار کر پھینک دیئے کہ تم تلاشی لے لو اور کہنے لگا کہ ابھی تو میں کنارے پر بھی نہیں پہنچا اور یہاں میرے پاس کوئی ایسی جگہ بھی نہیں ہے جہاں چھپا کر رکھ دیتا تو مجھ پر چوری کی تہمت لگا رہا ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور میں ایک ضعیف

آدمی ہوں۔ الٰہی تو ہی مددگار ہے اور اندھے نے بھی ایسا ہی کیا اور میں نے کشتی کی بھی بخوبی جانچ کی، وہاں بھی کچھ نہ تھا! مجھے ان دونوں کی نازک حالت پر رحم آیا اور میں نے کہا یہ ایسی مصیبت ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اس سے رہائی کی کیا صورت ہوگی اور ہم کشتی سے اتر کر روانہ ہو گئے میں نے بھاگ جانے کا قصد کر لیا اور ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے راستہ پر ہولیا۔ میں نے گھر میں رات بسر کی اور اپنے آقا تاجر کے پاس نہیں گیا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے پھر واپس بصرہ جانے کی تیاری کی تاکہ وہاں چند دنوں کے لئے چھپا رہوں پھر وہاں سے کسی ایسے ملک میں نکل جاؤں جو بہت دور ہو۔ تو میں نے اس ارادے سے نکل کر بصرے کی سڑک پر آیا اور میں خاموشی کے ساتھ روتا ہوا جا رہا تھا اور اپنی بیوی اور بچوں کی جدائی پر سخت غمگین تھا اور اپنے معاش اور عزت کے برباد ہونے کا صدمہ تھا۔ راستہ میں ایک شخص میرے سامنے آگیا اور اس نے مجھ سے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا۔ میں نے اس کو پورا قصہ سنایا تو اس نے کہا تیرا سب مال میں تجھے واپس دلواؤں گا میں نے کہا اے میاں ایسی مصیبت میں طنز کا کیا موقع ہے جو میرے ساتھ کر رہے ہو۔ اس نے کہا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں واقعی بات کہہ رہا ہوں۔ تو بنی نمیر میں جو قید خانہ ہے وہاں جا اور اپنے ساتھ بہت سی روٹیاں اور عمدہ شوربا اور حلوا لے کر جانا اور قید خانہ کے دربان سے سوال کرنا کہ وہ تجھے اس شخص کے پاس پہنچا دے جو وہاں محبوس ہے جس کو ابوبکر نقاش کہا جاتا ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں تو وہ تجھے نہیں روکے گا اور اگر روکنے ہی لگے تو کچھ تھوڑا سا اس دربان کو بھی دیدینا وہ تجھے اس کے پاس پہنچا دے گا۔ جب تو ابوبکر نقاش کو دیکھے تو اس سے سلام علیک کہنا اور کچھ بات نہ کرنا جو کچھ کھانا تو اپنے ساتھ لے جائے وہ سامنے رکھ دینا جب وہ کھانا کھا کر ہاتھ دھولے گا پھر وہ تجھ سے تیری حاجت پوچھے گا پھر اسکو پوری بات بتانا وہ ان لوگوں پر جنہوں نے تیرا مال لیا ہے تیری رہنمائی کرے گا اور تجھے واپس دلوا دے گا تو میں نے یہ سب کیا اور اس شخص کے پاس پہنچ گیا تو دیکھا وہ ایک بوڑھا ہے جس کے لوہے کی بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ میں نے اس کو سلام کیا اور جو کچھ میرے ساتھ تھا اس کے سامنے رکھدیا۔ تو اس نے اپنے ساتھیوں کو بلایا اور سب نے کھایا جب اس نے اپنے ہاتھ دھولئے تو مجھ سے پوچھا

کہ تو کون ہے اور تیری کیا حاجت ہے میں نے اس سے اپنا قصہ مفصل بیان کیا تو اس نے سن کر کہا کہ ابھی (محلہ) بنی ہلال میں چلا جا اور فلاں کوچہ میں داخل ہو جانا جب تو بالکل اس کے آخر میں پہنچ جائے تو تجھ کو ایک بند دروازہ ملے گا اس کو کھول کر بغیر آواز دیئے اندر چلے جانا اندر جا کر تجھے ایک لمبی دہلیز ملے گی اس میں آگے بڑھ کر تجھ کو دو دروازے ملیں گے۔ تو ان میں سے جو دائیں جانب والا ہے اس میں داخل ہو جانا اب تو ایسے مکان میں پہنچے گا جس کے ایک کمرے میں بہت سی کھونٹیاں ہیں اور بوریئے بچھے ہوئے ہیں اور ہر کھونٹی پر لونگی اور تہبند پڑا ہو گا۔ وہاں جا کر اپنے کپڑے اتار دینا۔ اور ان کو ایک کھونٹی پر ڈال دینا اور تہبند باندھ لینا اور لنگی اوڑھ کر بیٹھ جانا۔ پھر ایک قوم آئے گی اور وہ سب ایسا ہی کریں گے جیسا کہ تو نے کیا ہو گا پھر ان کے سامنے کھانا لایا جائے گا تو ان کے ساتھ مل کر تو بھی کھانا اور تمام افعال میں ان کی موافقت کا خیال رکھنا پھر جب کہ نبیذ لائی جائے تو تو بھی اس کے پینے میں شریک رہنا اور ایک بڑا پیالہ لے کر اس سے بھر لینا اور سیدھا کھڑا ہو جانا اور یہ کہنا کہ یہ باقی ماندہ جو میرے پاس ہے میرے ماموں ابو بکر نقاش کا حصہ ہے۔ یہ سن کر وہ سب بہت خوش ہوں گے اور تجھ سے کہیں گے کیا وہ تیرے ماموں ہیں تو ان سے اقرار کرنا۔ پھر وہ سب کھڑے ہو جائیں گے اور میری یاد میں پئیں گے جب کہ وہ سب بیٹھ جائیں پھر تو ان سے یہ کہنا کہ میرے ماموں نے تم سب کو سلام کہا ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ اے جوانو! تم کو میری زندگی کی قسم میرے بھانجے کی وہ تھیلی جو گذشتہ شام کو کشتی میں سے نہر ابلیہ پر تم نے لی ہے واپس کر دو وہ تم کو واپس کر دیں گے تو میں اس کے پاس سے نکلا اور جو کچھ انہوں نے ہدایات دی تھیں ان پر عمل کیا تو مجھے وہ تھیلی واپس کر دی گئی جو بالکل اسی طرح تھی اور اس کی گرہ بھی نہ کھولی گئی تھی۔ جب وہ مجھے مل گئی تو میں نے کہا اے جوانو یہ جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا یہ میرے ماموں کا حق ادا کرنے کیلئے کیا اور ایک حاجت میری بھی ہے جو میری ذات کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے وہ بولے کہ پوری کر دی گئی (سمجھو) میں نے کہا مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے تھیلی کو کیسے لیا تھا؟ اس کے جواب سے وہ ایک گھڑی رکے رہے پھر میں نے ان کو ابو بکر نقاش کی زندگی کی قسم دی تو ان میں سے ایک نے کہا کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے بہت غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ تو وہی اندھا ہے جو قرأت کیساتھ قرآن مجید پڑھ رہا تھا اور وہ تو (اس وقت بکر سے) اندھا بنا ہوا تھا۔ پھر اس نے دوسرے کی طرف اشارہ کیا تو وہی ملاح ثابت ہوا (جس کی

کشتی میں سے چوری ہوئی تھی) پھر میں نے کہا تم دونوں نے کیونکر یہ کام کیا تھا. ملاح نے کہا میں شام کے اوّل اوقات میں گذرگاہوں پر گھوما کرتا ہوں اور میں پہلے اس مصنوعی اندھے سے ملکر اس کو وہاں بٹھا آیا تھا جب تجھ کو میں نے دیکھ لیا تھا. جب میں کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہوں جس کے پاس کوئی قیمتی سامان ہوتا ہے تو اس کو پکارتا ہوں اور اجرت میں کمی کر دیتا ہوں اور اس کو سوار کر لیتا ہوں پھر جب قاری کے قریب پہنچتا ہوں اور وہ مجھے آواز دیتا ہے تو میں اسکو سخت د سست کہتا ہوں تاکہ سوار ہونیوالے کو (ہمارے تعلق کا علم نہ ہونے پائے اور) سفر میں کسی خطرہ کا شک نہ ہو سکے. اگر سوار ہونے والے نے خود ہی سوار کرا لیا تو فبہا ورنہ میں خوشامد کر کے اس کو رضامند کرتا ہوں کہ وہ اس کو بھی سوار ہونے دے یہ شخص سوار ہونے کے بعد قرأت شروع کر دیتا ہے جس سے آدمی از خود رفتہ ہو جاتا ہے جیسا کہ تو ہو گیا تھا. پھر جب ہم فلاں موقع پر پہنچتے ہیں تو وہاں ایک شخص ہمارے انتظار میں پھرتا ہوتا ہے وہ ہماری کشتی سے آملتا ہے اور اس کے سر پر ایک بانس کا بنا ہوا ٹوکرہ ہوتا ہے اس لئے سوار ہونے والا اس کو پہچان نہیں سکتا اب یہ مصنوعی اندھا اس چیز کو صفائی سے اڑا کر اس شخص کی طرف ڈال دیتا ہے جس کے سر پر ٹوکرہ ہوتا ہے وہ اس کو لے کر اور تیر کر کنارے پر پہنچ جاتا ہے. اور جب سوار ہونیوالا کشتی سے اترتے وقت اپنی چیز کی گم شدگی پر مطلع ہوتا ہے تو ہم جو کچھ کرتے ہیں وہ تو دیکھ ہی چکا ہے تو وہ ہم کو متہم بھی نہیں سمجھتا اور ہم اس وقت جدا ہو جاتے ہیں پھر جب اگلا دن ہوتا ہے تو ہم جمع ہو کر اس کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں. اب جب کہ تو ہمارے استاد اور اپنے ماموں کا ہمارے پاس پیغام لے آیا تو ہم نے اُسے تیرے سپرد کر دیا. میں اس تھیلی کو لے کر واپس آ گیا.

(۵۲۳) محمد بن حلف کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک چور نے جو توبہ کر چکا تھا اپنی سرگذشت سنائی کہ میں ایک شہر میں پہنچا اور چوری کے لئے کسی چیز کی جستجو میں لگ گیا میری نظر ایک مالدار صراف پر پڑی تو میں برابر موقع حاصل کرنے کی تدبیریں کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے اسکی ایک تھیلی چرائی اور بچ کر نکل آیا. ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا تو اچانک مجھے ایک بڑھیا ملی جس کے ساتھ ایک کتا تھا اور وہ میرے سینہ سے آلگی اور مجھے چمٹ گئی اور کہنے لگی میرے بیٹے میں تیرے قربان اور کتا دم ہلا ہلا کر میری ٹانگوں میں گھسا جا رہا تھا اور عام لوگ کھڑے ہو کر ہم کو دیکھنے

لگے اور عورت کہنے لگی خدا کی قسم کتے کو دیکھو کہ اس نے کس طرح اس کو پہچان لیا تو لوگ اس سے تعجب کرنے لگے اور میرے دل میں بھی یہ شک پیدا ہو گیا کہ شاید اس نے مجھے دودھ پلایا ہو اور میں اس کو نہ پہچانتا ہوں اس نے مجھ سے اس پر اصرار کیا کہ میرے ساتھ میرے مکان پر چل کر آج وہاں ٹھہرو۔ وہ مجھ سے جدا نہ ہوئی یہاں تک کہ میں اس کے ساتھ اس کے مکان پر پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ چند نوجوان بیٹھے شراب پی رہے ہیں اور ان کے سامنے بہت سے پھل اور پھول پڑے ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے پاس آئے اور مجھے اپنے ساتھ بٹھایا اور میں نے ان کے یہاں قیمتی سامان دیکھا۔ وہ میری نظر میں رہا میں نے (بے تکلف بن کر) ان کو پلانا شروع کیا اور ان کے ساتھ گھل مل گیا یہاں تک کہ وہ نوجوان سو گئے اور سب گھر والے سو گئے تو میں اٹھا اور جو کچھ مجھے وہاں ہاتھ لگا لپیٹ لیا اور نکل بھاگنا چاہا تو کتے نے مجھ پر شیر کی طرح حملہ کیا اور چلایا اور دوڑا دوڑا پھرنے لگا۔ اور بھونکتا رہا یہاں تک کہ سب سونے والے جاگ گئے تو میں بہت نادم اور سخت شرمندہ ہوا جب دن ہو گیا تو انہوں نے پھر وہی مشغلہ شروع کر دیا جو شام تھا۔ اور میں نے بھی ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا اور میں کتے سے بچنے کا رات تک حیلہ سوچتا رہا مگر اس سے بچنے کی کوئی تدبیر نہ بن پڑی پھر جب سب سو گئے تو پھر میں نے جو ہاتھ لگا سمیٹ کر نکل جانا چاہا مگر کتا پھر کل کی طرح مقابلہ پر آ گیا میں نے تین رات اس سے بچ کر نکل جانے کی "بسر کی مگر جب مایوس ہو گیا تو میں نے ان لوگوں سے اجازت لے کر رخصت ہونا چاہا میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کیونکہ مجھے جلد جانا ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ بوڑھیا کے اختیار میں ہے پھر میں نے اس سے اجازت مانگی تو اس نے کہا وہ لا جو تو صراف کے یہاں سے لایا ہے اور جہاں چاہے چلا جا اور اب اس شہر میں نہ ٹھہرنا کیونکہ کسی کی مجال نہیں کہ میری موجودگی میں یہاں کوئی ایسا کام کر سکے۔ اس نے تھیلی وصول کر لی اور مجھے جانے کی اجازت دے دی اور میں نے اپنی خیریت اسی میں سمجھی کہ اس کے ہاتھ سے بچ کر نکل جاؤں اور میری ہمت صرف اتنی ہو سکی کہ میں اس سے کچھ خرچ مانگ سکوں تو اس نے وہ مجھے دے دیا اور وہ میرے ساتھ نکلی یہاں تک کہ اس نے مجھے شہر سے باہر نکال دیا اور کتا اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ پھر جب میں آبادی سے باہر ہو گیا تو وہ ٹھہر گئی اور میں چلتا رہا اور کتا میرے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ میں دور نکل گیا پھر وہ واپس ہوا اور وہ مجھے لوٹ لوٹ

کر دیکھتا تھا اور میں اس کو دیکھتا رہا، یہاں تک وہ نظر سے غائب ہو گیا۔

(۵۲۴) سہل الاخلاطی سے منقول ہے کہ دو دھوکے بازوں نے ایک گدھا چوری کیا اور ان دونوں میں سے ایک اس کو بیچنے کیلئے لے گیا تو اس کو ایک شخص ملا جو ایک طباق لئے ہوئے تھا جس میں مچھلیئیں تھیں، اور اس نے چور سے پوچھا کہ کیا تو اس گدھے کو بیچتا ہے؟ اس نے کہا ہاں اس نے کہا اس طباق کو پکڑلے میں اس پر سوار ہو کر دیکھ لوں اور اس (کی چال) کا اندازہ کر لوں۔ تو وہ شخص اس کو مچھلیوں کا طباق دے کر گدھے پر سوار ہو گیا پھر لوٹ کر آیا، پھر سوار ہو کر ایک گلی میں داخل ہوا اور چلتا پھرتا ہوا، اس کو کچھ پتہ نہ چل سکا کہ کہاں غائب ہو گیا، پھر وہ چور اپنے گھر واپس آ گیا تو اس کا ساتھی اس سے ملا اور اس سے پوچھا گدھا کیا ہوا اس نے جواب دیا جتنے میں خرید تھا اتنے ہی میں بیچ دیا نفع میں یہ مچھلیوں کا طباق ملا۔

(۵۲۵) اسی طرح کی ایک روایت ہم کو یہ پہنچی کہ ایک شخص نے ایک گدھا چرایا پھر اس کو بیچنے کیلئے بازار پہنچا۔ وہاں اس سے کوئی اور شخص چرا لے گیا۔ پھر جب یہ اپنے گھر واپس ہوا تو بیوی نے پوچھا کتنے میں فروخت کیا۔ بس راس المال پر ہی دے دیا (یعنی قیمت خرید پر ہی بیچ دیا)

(۵۲۶) عبداللہ بن محمد الصروی کا بیان ہے کہ ہم کو ہمارے ایک بھائی نے یہ قصہ سنایا کہ بغداد میں ایک شخص تھا جو نوعمری کے زمانہ میں چوری کیا کرتا تھا۔ پھر اس نے توبہ کر کے کپڑے کی دکان کرلی۔ ایک رات جب کہ وہ دکان سے اپنے گھر واپس آ گیا اور اس کو مقفل کر گیا تھا تو ایک دھوکے باز چور آیا جو صاحب دکان کا سا لباس پہنے ہوئے تھا اس کی آستین میں ایک چھوٹی سی موم بتی اور کنجیئیں تھیں اور آ کر نگہبان (جو دکان کی حفاظت کرتا تھا) کو آواز دی اور (جب وہ آیا) تو اس کو اندھیرے میں وہ موم بتی دی کہ اس کو جلا کر لے آؤ مجھے آج رات اپنی دکان میں کچھ کام کرنا ہے پہرہ دار بتی جلانے کیلئے چلا گیا تو اس موقع پر چور تالوں کو لپٹ گیا اور کھول ڈالے اور دکان میں داخل ہو گیا۔ جب پہرہ دار بتی لے آیا تو اس سے لے کر اس کو سامنے رکھی اور حساب کتاب کی الماری کھولی اور سب (کاغذات) کو باہر نکال کر رجسٹروں کو دیکھنا شروع کر دیا اور اس کے ہاتھوں کو دیکھنے سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ حساب کر رہا ہے اور پہرہ دار گھوم رہا تھا اور اس کو دیکھ رہا تھا اور اس کو اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ دوکاندار ہے۔ یہاں تک کہ سحر قریب

آگئی تو اس نے پہرہ دار کو پکارا اور دور سے ہی یہ کہا کہ کوئی حمّال (مزدور) بلا لاؤ۔ پہرہ دار حمّال کو کو لے آیا۔ تو اس نے حمّال کے سر پر چار گٹھڑیاں قیمتی کپڑے کی رکھیں اور دکان کو تالا لگایا اور حمّال کو ساتھ لے کر چلا گیا اور چوکیدار کو دو درہم دیئے۔ جب صبح کو دکان دار آیا تاکہ دکان کھولے تو اس کے پاس پہرہ دار آکھڑا ہوا اور اس کو دعائیں دینے لگا کہ اللہ آپ کیساتھ ایسا کرے اور ایسا کرے جیسا آپ نے پچھلی رات مجھے دو درہم دیئے تو اس کو پہرہ دار کی باتوں سے کھٹکا ہوا اور اس نے اپنی دکان کھولی تو اس نے بتی کا بہا ہوا موم دیکھا اور اپنے کاغذات حساب کو بھی بکھرا ہوا پایا اور چار گٹھڑیاں گم ثابت ہوئیں تو اس نے چوکیدار کو بلایا اور اس سے کہا کہ وہ کون تھا جو میرے ساتھ دکانوں سے گٹھڑیاں اٹھا کر لے گیا تھا۔ اس نے کہا کیا آپ ہی نے مجھ سے نہیں کہا تھا کہ میں ایک حمّال لے آؤں تو میں آپ کے پاس بلا لایا۔ اس نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن میں اونگھ رہا تھا اس لئے مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ کون تھا) ذرا اس کو میرے پاس لے آؤ۔ پہرہ دار جاکر حمّال کو بلا لایا اور اس نے دکان بند کر کے اس حمّال کو ساتھ لیا اور چلتے ہوئے اس سے پوچھا کہ آج رات گٹھڑیاں اٹھا کر میرے ساتھ تو کس راستہ سے گیا تھا۔ میں اس وقت نشہ میں تھا۔ اس نے کہا فلاں سڑک سے گیا تھا اور میں آپ کیلئے فلاں ملاح کو بلا کر لایا تھا تم اس کی کشتی میں سوار ہو کر گئے تھے تو یہ شخص اسی سڑک سے روانہ ہوا اور ملاح کو بلایا جب وہ آگیا تو اس کے ساتھ سوار ہو گیا اور اس سے پوچھا کہ میرے اس بھائی کو تم نے کہاں اتارا تھا جس کے ساتھ چار گٹھڑیاں تھیں؟ اس نے بتایا کہ فلاں راستہ پر اتارا تھا۔ اس نے کہا مجھے بھی وہیں اتار دینا۔ چنانچہ ملاح نے وہیں اتار دیا۔ پھر اس نے ملاح سے پوچھا کہ اسکا سامان کون اٹھا کر لے گیا تھا اس نے بتایا کہ فلاں حمّال لے گیا تھا۔ پھر اس حمّال کو بلایا اور اس سے کہا کہ میری ساتھ چل۔ وہ ساتھ ہو لیا اور اس کو اس نے کچھ معاوضہ بھی دیدیا اور اس سے پھسلا کر اس نے وہ جگہ دریافت کی جہاں وہ گٹھڑیاں لے گیا تھا۔ وہ اس کو ایک بالاخانہ کے دروازہ پر لے آیا جو ایک ایسے مقام پر واقع تھا جو دریا کے کنارہ سے دور اور صحرا کے قریب تھا۔ تو اس نے دروازے کو مقفل پایا۔ تو اس نے حمّال کو ٹھہرا لیا اور تالا کھول لیا اور اندر داخل ہو گیا تو اس نے گٹھڑیوں کو اسی طرح رکھا ہوا پایا۔ اور اس کے گھر میں سیاہ چادر رسی پر لٹکی ہوئی نظر پڑی تو اس نے گٹھڑیوں کو اس میں لپیٹ لیا اور حمّال کو بلایا اس نے اٹھا لیا اور

سڑک پر روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔ تو جب بالاخانہ سے اترا تو وہ چور اس کے سامنے آگیا تو اس نے حمّال کو اور جو کچھ وہ لئے جارہا تھا اس کو دیکھا۔ مگر وہ شک میں پڑ گیا۔ تو اس کے پیچھے کنارے تک آیا اور اس نے ملاح کو دریا پار کرانے کیلئے بلایا۔ حمّال نے کہا کہ کوئی بوجھ اتروانے کیلئے ہاتھ لگادے تو اس چور ہی نے بڑھ کر ہاتھ لگایا اور چادر کھولی، اس طرح کہ گویا ایک راہگیر احساناً ایسا کررہا ہے اور گٹھڑیوں کو مالک کیساتھ ملکر کشتی میں رکھوایا اور چادر کو اپنے کندھے پر ڈال لیا اور مالک سے کہا اچھا بھائی صاحب فی امان اللہ آپ کی گٹھریاں واپس آگئیں، میری چادر چھوڑتے جائیے تو مالک ہنس پڑا اور اس سے بولا کہ تم (کشتی میں) اترآؤ اور کچھ خوف نہ کرو، وہ اندر آگیا۔ اس نے اس سے توبہ کرائی اور اس کو کچھ روپیہ دیا اور واپس کردیا اور نقصان نہیں پہنچایا۔

(۵۲۷) محمد ابن ابی طاہر نے ہم سے بیان کیا کہ بنی عقیل میں کا ایک شخص ایک گھوڑا چرانے کے لئے نکلا۔ اسکا بیان ہے کہ میں اس قبیلہ میں (جہاں سے گھوڑا چرانا تھا) داخل ہوگیا، اور گھوڑے کے تھان کو معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا اور ایک حیلہ سے گھر میں داخل ہوگیا تو ایک مرد اور اسکی بیوی دونوں سخت اندھیرے میں بیٹھے ہوئے کھارہے تھے۔ چونکہ میں بھوکا تھا اس لئے میں نے بھی اپنا ہاتھ پیالہ کی طرف بڑھادیا تو مرد کو میرا ہاتھ اوپرا معلوم ہوا اور اس نے فوراً پکڑ لیا۔ میں نے فوراً دوسرے ہاتھ سے عورت کا ہاتھ پکڑ لیا عورت نے کہا تجھے کیا ہوگیا میرا ہاتھ ہے تو اس نے خیال کیا کہ وہ عورت کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہے تو میرا ہاتھ چھوڑ دیا میں نے بھی عورت کا ہاتھ چھوڑ دیا اور ہم سب کھانا کھاتے رہے۔ پھر عورت کو میرا ہاتھ اوپرا لگا تو اس نے پکڑ لیا تو میں نے فوراً مرد کا ہاتھ پکڑ لیا تو اس نے عورت سے کہا کیا ہوگیا میرا ہاتھ ہے تو عورت نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں فوراً مرد کا ہاتھ چھوڑ دیا پھر وہ سوگیا تو میں گھوڑا پکڑ لایا۔

اور یہ حکایت ہم کو دوسرے ذریعہ سے اس طرح پہنچی۔ ہم کو واقعہ سنایا محمد بن ابی طاہر نے ان کو تنوخی نے ان کو ان کے والد نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابوالحسن محمد بن احمد الکاتب نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یزمع العقیلی نے اور یہ شخص قبیلہ بنی عقیل کے سربر آوردہ رؤسا میں سے تھے اور یہ معزالدولہ سے بھی ملاقات کر چکے ہیں تو اس نے ان کی بہت عزت کی تھی اور ان کیساتھ بہت اچھا معاملہ کیا تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے بنی عقیل میں

کے ایک شخص کو دیکھا جس کی کمر پر ایسے نشانات تھے جیسے پچھنے لگانے سے ہو جاتے ہیں مگر یہ ان سے بڑے بڑے تھے میں نے اس سے اسکا سبب پوچھا۔ تو اس نے اپنا قصہ سنایا کہ میں اپنے چچا کی بیٹی پر فریفتہ تھا۔ تو میں نے اس سے نکاح کا پیغام بھیجا تو لڑکی والوں نے یہ جواب دیا کہ ہم تجھ سے نکاح صرف اس صورت سے کر سکتے ہیں کہ تو مہر میں شبکہ دے یہ ایک گھوڑی تھی جو نہایت تیز رفتار تھی۔ اور جو کہ بنی بکر کے ایک شخص کے پاس تھی میں نے اس سے اس شرط پر نکاح کر لیا اور میں اس فکر میں نکلا کہ کسی حیلہ سے وہ گھوڑی اس کے مالک کے یہاں سے نکال لاؤں تاکہ اس منکوحہ کا ہاتھ آنا ممکن ہو سکے۔ تو میں اس قبیلہ میں پہنچا جس میں گھوڑی تھی اور میں (اسکا سراغ لگانے کیلئے) جاتا آتا رہا۔ تو ایک مرتبہ میں فقیر بن کر اس خیمہ میں پہنچا جس میں وہ شخص رہتا تھا تاکہ گھوڑی بندھنے کی جگہ معلوم کر لوں کہ خیمہ کے کس موقع پر ہے اور میں چھپ گیا۔ اور پیچھے سے اندر جانے میں کامیاب ہو گیا اور روئی کے ایسے انبار کے پیچھے پہنچ گیا جو انہوں نے دھنک کر کاتنے کیلئے جمع کر رکھی تھی۔ (دن بھر اس میں چھپا رہا) جب رات آ گئی تو گھر والا آ گیا اور اس کی بیوی نے اس کے لئے رات کا کھانا تیار کر رکھا تھا۔ اور دونوں کھانے بیٹھ گئے۔ اندھیرا پورے طور پر چھا چکا تھا اور ان کے پاس چراغ موجود نہیں تھا اس لئے اندھیرے میں ہی کھانا شروع کر دیا) چونکہ میں بھوکا تھا تو میں نے بھی پیالے پر ہاتھ بڑھا کر ان دونوں کیساتھ کھانا شروع کر دیا۔ مرد نے میرے ہاتھ کو اوپرا محسوس کرتے ہوئے پکڑ لیا تو میں نے فوراً ہی عورت کا ہاتھ پکڑ لیا (یعنی دوسرے ہاتھ سے) تو اس سے عورت نے کہا کیا ہو گیا میرا ہاتھ کیوں پکڑ لیا تو اس نے یہ خیال کیا کہ میں نے عورت کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں نے بھی فوراً عورت کا ہاتھ چھوڑ دیا اور ہم سب نے پھر کھانا شروع کر دیا۔ پھر عورت کو میرا ہاتھ اوپرا لگا تو اس نے اسے پکڑ لیا تو میں نے فوراً مرد کا ہاتھ پکڑ لیا تو اس نے کہا کیا ہو گیا میرا ہاتھ ہے تو عورت نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا میں نے فوراً مرد کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور کھانا ختم ہو گیا اور وہ شخص سونے کیلئے لیٹ گیا۔ جب وہ گہری نیند سو گیا اور میں ان کی تاک لگائے ہوئے تھا اور گھوڑی گھر کے ایک طرف بندھی ہوئی تھی (اور اس حصہ کو تالا لگا ہوا تھا) اور تالی عورت کے سر کے نیچے تھی تو میں نے دیکھا کہ اس شخص کا حبشی غلام آ پہنچا اور اس نے (عورت پر) ایک کنکری پھینکی تو وہ جاگ

گئی اور اس کی طرف چل کھڑی ہوئی اور تالی اسی جگہ چھوڑ گئی۔ میں آہستہ سے خیمہ سے گھر کے صحن کی طرف آیا تو دیکھتا ہوں کہ وہ غلام اس عورت کے اوپر ہے تو میں تالی اٹھالایا اور قفل کھول کر میں نے بالوں کی بنی ہوئی لگام جو میرے ساتھ تھی گھوڑی کے لگادی اور اس پر سوار ہو کر خیمہ سے نکل گیا۔ تو وہ عورت غلام کے نیچے سے نکلی اور خیمہ میں جاکر اس نے شور مچایا اور قبیلہ کو بیدار کر دیا تو قبیلے والے میرے پیچھے لگے اور مجھے پکڑنے کیلئے سوار ہو کر میرے پیچھے دوڑے اور میں گھوڑی کو دوڑاتا ہوا جارہا تھا اور میرے پیچھے ان میں کی ایک مخلوق دوڑ رہی تھی، پھر صبح ہوگئی اور میرے پیچھے صرف ایک سوار رہ گیا جس کے پاس نیزہ تھا وہ مجھ سے آملا اور آفتاب طلوع ہو گیا تھا تو اس نے میرے نیزہ مارنا شروع کیا۔ میرے جسم پر یہ نشانات اسی کے چوکوں کے ہیں۔ نہ اسکا گھوڑا مجھ سے اتنا قریب ہو سکا کہ اس کے نیزے کا وار مجھ پر بھرپور پڑ سکتا اور نہ میری گھوڑی اتنا آگے نکل سکی کہ اسکا نیزہ مجھے چھو سکتا یہاں تک کہ ہم ایک بڑی نہر پر پہنچ گئے تو میں نے اپنی گھوڑی کو للکارا تو وہ اس کو کود گئی (عرب کی نہریں اتنی عریض نہیں ہوتیں جیسی ہند کی اس لئے اس کو مستبعد نہ سمجھا جائے۔ مترجم) اور اس سوار نے بھی اپنی گھوڑی کو للکارا مگر وہ رک گئی اور نہیں کودی۔ جب میں نے اس کو دیکھ لیا کہ وہ عبور سے عاجز ہے تو ٹھہر گیا تاکہ گھوڑی کو آرام دے لوں اور خود بھی آرام کرلوں تو اس سوار نے مجھے آواز دی۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا۔ تو اس نے کہا اے شخص میں اس گھوڑی کا مالک ہوں جو تیرے نیچے ہے اور یہ اسی کی بیٹی ہے (جو میری سواری میں ہے) اور اب کہ تو اسکا مالک بن گیا تو اسکے ساتھ دھوکا نہ کرنا (یعنی اس کی خدمت میں کوتاہی نہ کرنا) اس کی قیمت دس دیت اور دس دیت کے برابر ہے (یعنی ایک انسان کے بیس گنا خونبہا کے برابر ہے) اور میں نے اس پر بیٹھ کر جس چیز کو بھی پکڑنا چاہا اس سے جا ملا اور جب میں اس پر سوار ہوا تو جس نے بھی میرا پیچھا کیا میں کبھی اس کے ہاتھ نہیں آیا اور میں نے اسکا نام شبکہ رکھا تھا کیونکہ وہ جس چیز کے بھی پیچھے لگی اس کو اس نے نہیں چھوڑا تو یہ ایسی ہے جیسا کہ شبکہ (جال، پھاند) شکار کے حق میں۔ میں نے کہا جب تو نے مجھے نصیحت کی تو واللہ میں بھی تجھے ضرور نصیحت کروں گا۔ میرا آج رات کا قصہ اس طرح اور اسطرح گذرا ہے۔ میں نے سرگذشت بیان کرتے ہوئے اس کو عورت اور غلام کا قصہ بھی سنا دیا اور گھوڑے پر قبضہ کس حیلہ سے کیا وہ بھی کہہ دیا یہ سن کر اس نے گردن جھکالی۔ پھر اپنا سر اٹھایا اور کہا یہ تو نے کیا

کہا خدا تجھ جیسے چھاپہ مارنے والے کو کبھی اچھی جزا نہ دے تو نے میری بیوی کو طلاق دی اور میری گھوڑی پر قبضہ کیا اور میرے غلام کو بھی قتل کیا۔

(۵۲۸) محمد بن ابی طاہر سے منقول ہے کہ ایک شخص مسجد میں سو رہا تھا اور اس کے سر کے نیچے ایک تھیلی تھی جس میں ڈیڑھ ہزار دینار تھے وہ کہتا ہے کہ میری آنکھ اس وقت کھلی جب کہ کسی شخص نے اس کو میرے سر کے نیچے سے کھینچا تو میں گھبرا کر جاگا۔ دفعتہً دیکھتا ہوں کہ ایک جوان میری تھیلی لے کر بھاگا جا رہا ہے تو میں اٹھا تاکہ اس کے پیچھے بھاگوں تو دیکھتا ہوں کہ میری سواری کا اونٹ سن کی رسی سے ایک کھونٹے سے بندھا ہوا ہے جو مسجد کے آخر حصہ میں گڑا ہوا ہے۔ (اس طرح وہ دوسری طرف متوجہ کرنے اور حیرت زدہ کر کے تعاقب ترک کرانے میں کامیاب ہو گیا)۔

(۵۲۹) محمد بن ابی طاہر سے منقول ہے کہ بصرہ میں ایک چور تھا جو رات کو چوری کیا کرتا تھا نہایت چالاک چوروں کا سردار تھا اس کو عباس بن الخیاطہ کہا جاتا تھا۔ یہ بڑے امیروں پر غالب آچکا تھا۔ اس نے اہل شہر کو پریشان کر رکھا تھا سب اس کو پکڑنے کے حیلوں میں لگے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہاتھ آگیا۔ اور ایک سو رطل (سوا من) لوہے کی بیڑیوں میں جکڑ کر قید میں ڈال دیا گیا۔ جب کہ اس کی قید کو ایک سال یا اس سے کچھ زیادہ زمانہ گزر گیا تو ایلہ میں کچھ لوگوں نے ایک تاجر کو لوٹا جس کے پاس دسوں ہزار دیناروں کے جواہر تھے اور وہ بہت ہوشیار اور تیز فہم تھا۔ تو بصرہ میں فریاد لے کر آیا اور بہت سے تاجر اس کی مدد کیلئے کھڑے ہو گئے اور امیر سے اس نے کہا میرے جواہر آپ کی سازش سے گئے ہیں اور میرا دشمن آپ کے سوا اور کوئی نہیں۔ حاکم پر یہ ایک سخت الزام عائد ہوا اس نے جو نگہبانان شہر تھے ان کو سخت پکڑا تو انہوں نے مہلت طلب کی۔ حاکم نے مہلت دیدی ان لوگوں نے بہت چھان بین اور کوشش کی مگر بالکل نہ پتہ چلا سکے کہ کس کی حرکت ہے۔ پھر حاکم نے ان کو سخت پکڑا تو پھر انہوں نے دوبارہ مہلت طلب کی اور ان میں سے ایک شخص نے قید خانہ میں پہنچ کر ابن الخیاطہ کی خدمت شروع کر دی اور تقریباً ایک ماہ اس کی خدمت میں لگا رہا اور اس کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتا رہا۔ تو ابن الخیاطہ نے اس سے کہا تیرا حق مجھ پر واجب ہو گیا مجھے بتا تیری حاجت کیا ہے تو اس نے کہا فلاں شخص کے جواہر جو ایلہ میں چوری ہو گئے ہیں ضرور آپ کو انکے بارے میں کچھ خبر ہو گی یہ سمجھ لیجئے کہ ہماری جانیں اس میں ہیں

گروی رکھی ہوئی ہیں اور اس کو تمام قصہ سنایا تو اس نے اپنا دامن اٹھا دیا تو وہ جواہر کا ڈبہ اسکے نیچے تھا وہ اس نے نگہبان کے سپرد کر دیا اور کہا میں تجھے ہبہ کرتا ہوں تو اس نے اس کو بہت بڑا معاملہ محسوس کیا تو اس ڈبہ کو لے کر امیر کے پاس آیا۔ اس نے اس کا قصہ دریافت کیا تو اس نے سب حال بیان کر دیا تو امیر نے حکم دیا کہ عباس (یعنی ابن الخیاطہ) کو میرے پاس لاؤ اور اس نے حکم دیا کہ اس پر سے تمام سختی اٹھالی جائے اور بیڑیاں کاٹ دی جائیں اور حمام میں داخل کیا جائے اور خلعت پہنا جائے اور اس کو اپنے برابر بٹھایا بہت عزت کے ساتھ اور کھانا منگا کر اپنے ساتھ کھلایا اور رات کو بھی اپنے ہی پاس رکھا۔ اگلے دن اس سے کہا کہ میں یہ بات جانتا ہوں کہ اگر تیرے ایک لاکھ کوڑے بھی مارے جائیں تو تو اقرار کرنیوالا نہیں۔ (میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ) جواہر کو کیونکر حاصل کیا گیا اور میں نے تیرے ساتھ حسن اخلاق کا معاملہ اس لئے کیا کہ میرا حق تجھ پر واجب ہو جائے جو جوانمردوں کا طریقہ ہے میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے بالکل سچی سچی بات بتا دے جو کچھ ان جواہر کا واقعہ ہوا۔ اس نے کہا اس شرط پر کہ آپ مجھ کو اور جن لوگوں نے مجھے اس بارہ میں مدد دی ان سب کو امن دے دیں اور جن لوگوں نے اس کو لیا ان سے کوئی باز پرس نہ کریں۔
حاکم نے اقرار کیا تو اس نے حاکم سے حلف لیا۔ اس کے بعد اس سے یہ واقعہ بیان کیا کہ چوروں کی جماعت میرے پاس قید خانہ میں آئی۔ اور انہوں نے ان جواہر کا حال بیان کیا اور یہ کہ اس تاجر کا مکان ایسا ہے جس میں نہ پاڑ لگانا ممکن ہے اور نہ کمند لگا کر چڑھنا اور اس پر لوہے کا دروازہ ہے اور آدمی ہوشیار ہے اور تدبیریں کرتے ہوئے ایک سال گزر گیا۔ مگر انکا بس نہیں چلا اور انہوں نے مجھ سے سوال کیا اور میں ان کی مدد کے لئے آمادہ ہو گیا تو میں نے داروغہ جیل کو ایک سو دینار دیئے اور بیباکی کے ساتھ اس سے عہد کیا اور مغلظ قسم کھائی کہ اگر اس نے مجھے رہا کر دیا تو میں اگلے دن ضرور اس کے پاس واپس جاؤنگا۔ اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو میں قید خانہ میں ہونے کے باوجود اس کو مبتلائے مصیبت کر کے قتل کر دوں گا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا اور میری بیڑیاں بدن سے اتار لیں اور ان کو وہیں چھوڑ دیا اور مغرب کے وقت میں قید خانہ سے نکل گیا اور ہم سب (چوروں کی پارٹی) عشاء کے وقت ایلہ پہنچ گئے اور ہم اس کے مکان کی طرف روانہ ہو گئے وہ تاجر اس وقت مسجد میں تھا اور اس کے مکان کا دروازہ بند تھا میں نے ان میں سے ایک سے کہا کہ دروازہ پر جبکہ

مانگ۔ جب وہ کواڑ کھولنے کیلئے آئے تو میں نے کہا چھپ جا۔ ایسا کئی مرتبہ کیا لڑکی نکلتی تھی جب اس نے کسی کو نہ دیکھا تو واپس ہو جاتی تھی یہاں تک کہ دروازے سے نکلی اور سائل کو ڈھونڈنے کے لئے چند قدم باہر نکلی پھر کچھ وقفہ سائل کو صدقہ دینے میں لگا تو میں (اس دوران میں) گھر میں داخل ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ دہلیز میں ایک کمرہ ہے جس میں گدھا بندھا ہوا ہے تو میں اس میں جا گھسا اور گدھے کی آڑ میں کھڑا ہو گیا اور گدھے کی جھول کا ایک حصہ اپنے اوپر بھی ڈال لیا اتنے میں وہ تاجر آیا اور اس نے دروازے بند کئے اور دیکھ بھال کر کے اپنے اونچے تخت پر سو گیا اور جواہرات تخت کے نیچے تھے۔ جب آدھی رات گزر گئی تو گھر میں جو بکری بند ہوئی تھی میں اس کے پاس پہنچا اور اس کا کان اینٹھ دیا تو وہ چیخی پھر اس شخص نے لڑکی سے کہا اس کے آگے چارہ ڈال دے وہ ڈال کر سو گئی میں نے پھر اس کا کان اینٹھ دیا تو وہ پھر چلانے لگی تو اس نے لڑکی سے کہا کیا ہو گیا تجھے میں نے تجھ سے اس کی خبر گیری کیلئے کہا تھا اس نے کہا میں تو کر چکی اس نے کہا تو جھوٹ بولتی ہے اور چارہ ڈالنے کے لئے خود اٹھ کھڑا ہوا میں (موقع ملتے ہی تخت کے نیچے جا پہنچا اور خزانہ کو کھول کر جواہرات کا ڈبہ نکال لیا اور اپنی جگہ واپس پہنچ گیا اور وہ شخص واپس آ کر سو گیا پھر میں نے کوشش کی کہ کوئی ایسا حیلہ نکل آئے کہ میں کسی ایسے موقع پر نقب لگا سکوں جو پڑوس کے گھر میں نکل آئے اور اس میں سے نکل جاؤں مگر ممکن نہ ہو سکا کیونکہ پورے گھر میں ساکھ کے تختے (دیواروں پر چڑھے ہوئے تھے اور میں نے ارادہ کیا چھت پر چڑھ جانے کا مگر اس پر بھی قادر نہ ہو سکا کیونکہ ہر راستہ پر تین تین تالے لگے ہوئے تھے پھر مجھے خیال آیا کہ اس شخص کو ذبح کر دوں مگر اس کو دل نے برا سمجھا اور میں نے سوچا کہ یہ تو میرے سامنے ہے ہی اگر اس کے سوا کوئی حیلہ ہی نہ ہو سکا۔ تو جب سحر ہو گئی تو میں واپس ہو کر پھر وہیں گدھے کے پاس پہنچا اور اس شخص نے جاگ کر باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو اس نے لڑکی سے کہا کہ دروازوں کے تالے کھول دے اور موسلے لگے رہنے دے اس نے ایسا کر دیا اور میں گدھے کے پاس آیا تو اس نے لات ماری پھر رینگنا شروع کر دیا تو میں باہر نکلا اور میں نے موسلا کھینچ کر کواڑ کھولے اور نکل کر بھاگا یہاں تک کہ گھاٹ پر آ کر کشتی میں پہنچ گیا اور اس تاجر کے مکان میں چیخ پکار مچ گئی۔ پھر میرے ساتھیوں نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اس میں سے کچھ ان کو بھی دوں تو میں نے کہا نہیں یہ واقعہ بہت۔۔۔

اہم ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ یہ راز کھل جائیگا۔ ابھی تم اس کو میرے پاس ہی چھوڑے رکھو اگر اس پر تین مہینے گذر گئے اور یہ چھپا رہا تو تم میرے پاس آجانا میں آدھا تم کو دے دونگا اور اگر ظاہر ہو گیا اور میں نے تمہاری اور اپنی ذات کو خطرہ میں محسوس کیا تو میں اس کے ذریعہ سے تمہاری جانیں بچا سکوں گا" تو سب اس پر راضی ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے اس نگہبان کو مبتلائے مصیبت کر دیا اس نے میری بہت خدمت کی تو مجھے اس سے شرم آئی اور مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ اور اس کے ساتھی قتل کر دیئے جائیں گے اور میں اپنی جان پر جو عذاب بھی آپڑے تو اس پر ثابت قدم رہنے کا تہیا کئے ہوئے ہوں مگر آپ نے میرے ساتھ دوسرے طریقہ کا برتاؤ کیا تو جوانمردی کا طریقہ یہی تھا کہ میں بھی سچائی کے سوا اور کوئی طریقہ مستحسن نہ سمجھوں۔ امیر نے کہا پھر اس فعل کی جزا یہ ہے کہ ہم تجھے رہائی دیتے ہیں لیکن تو توبہ کر لے تو اس نے توبہ کر لی اور امیر نے اس کو اپنے مصاحبین میں داخل کر لیا اور اس کا وظیفہ مقرر کر دیا تو وہ سیدھے راستہ پر قائم رہا۔

(۵۳۰) ابو الحسین نے بیان کیا کہ میرے والد کہتے تھے کہ مجھ سے طالوت بن عباد صراف نے بیان کیا کہ بصرہ کا واقعہ ہے کہ میں ایک رات اپنے بستر پر سو رہا تھا اور میرے پہرہ دینے والے پہرہ پر موجود تھے اور دروازے مقفل تھے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ابن الخیاط مجھے میرے بستر پر سے جگا رہا ہے تو میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور میں نے کہا تو کون ہے اس نے کہا ابن الخیاط تو مجھ پر مردنی چھائی گئی۔ اس نے کہا گھبراؤ نہیں۔ میں نے اس وقت پانچسو دینار کا جوا کھیلا ہے یہ تم مجھے قرض دے دو میں یہ ضرور تم کو واپس دیدونگا تو میں نے پانچسو دینار نکال کر اس کو دے دیئے اس نے کہا اب تم سو جاؤ اور میرے پیچھے نہ آنا تاکہ میں جیسے آیا تھا ویسے ہی نکل جاؤں ورنہ قتل کر دونگا اور خدا کی قسم میں اپنے پہرہ داروں کی آوازیں سن رہا تھا اور نہیں سمجھ سکا کہ وہ کدھر سے اندر آیا اور کہاں کو گیا اور میں نے اس کے ڈر سے اس بات کو پوشیدہ رکھا اور پہرہ میں اضافہ کر دیا اس قصّہ کو چند راتیں گذری تھیں۔ کہ دیکھتا ہوں کہ اسی ہیئت کے ساتھ وہ مجھے پھر جگا رہا ہے میں نے اٹھ کر مرحبا کہا اور پوچھا کیا ارادہ ہے کہنے لگا وہ دینار لے کر آیا ہوں مجھ سے لے لیجیئے میں نے کہا وہ تمہیں معاف ہیں۔ اگر تم کو اور ضرورت ہو تو لے لو تو جواب دیا کہ تم تاجروں سے زیادہ شریف مزاج شخص کے اموال میں میں حصّہ دار بننا نہیں چاہتا اور اگر میں اس کو پسند کرتا کہ تمہارا مال چرا لیجاؤں تو

ایسا کرسکتا تھا لیکن تم اپنے شہر کے رئیس ہو اور میں نے آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہا یہ بات جوانمردی کے خلاف ہے۔ یہ تم کو لے لینا چاہیے اگر مجھ کو اس کے بعد کوئی ضرورت لاحق ہوگی تو میں تم سے پھر لے لوں گا۔ میں نے کہا تمہارا اس طرح آنا میرے لئے گھبراہٹ کا سبب ہوتا ہے لیکن جب تم کچھ لینا چاہو تو دن میں آؤ یا اپنے ایلچی کو بھیجدو۔ اس نے کہا ایسا ہی کیا جائے گا تو میں نے اس سے دینار لے لئے اور وہ واپس ہو گیا اور اسکا ایلچی میرے پاس اس کے بعد ایک نشانی لے کر آیا کرتا تھا اور جو کچھ چاہتا لے جایا کرتا تھا اور کچھ مدت کے بعد واپس دے جایا کرتا تھا۔ میری کوئی رقم اس کے ذمہ باقی نہیں رہی یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا۔

(۵۳۱) ابو محمد عبداللہ بن علی بن خشاب نحوی نے یہ حکایت بیان کی کہ ایک شخص نے ایک صابون گر سے ایک ٹکیہ صابون کی خریدی اور اپنے کپڑے دھونے کے لئے نہر پر گیا۔ وہاں پہنچ کر دیکھتا ہے کہ وہ تو ایک اینٹ کا ٹکڑا ہے تو اس کو سخت ناگوار ہوا اور اس نے خیال کیا کہ یہ شخص لوگوں کو (دھوکے سے) اینٹ اور صابون (ملا جلا کر) بیچتا ہے تو اس کے پاس واپس کرنے کیلئے پہنچا اور پہنچ کر کہا بڑا افسوس ہے تو لوگوں کو اینٹ اور صابون بیچتا ہے اس نے کہا اینٹ کیسے بیچتا ہوں تو اس نے ٹکیہ کو آستین سے نکالا تو دیکھا کہ وہ تو صابون کی ٹکیہ ہے وہ شخص شرمندہ ہوا اور نہر پر واپس گیا لیکن جب اسکو نکالا تو وہ پھر اینٹ نکلی۔ پھر واپس صابون گر کے پاس آیا اور اس کو دھمکانے لگا اور ٹکیہ کو نکالا تو پھر وہ صابون ہی کی ٹکیہ تھی۔ پھر دوبارہ واپس ہوا اور پھر صابون گر سے ملا یہاں تک کہ تنگ ہو گیا۔ اس سے صابون گر نے کہا آپ پریشان نہ ہوں ہمارا ایک بیٹا ہے جس کو ہم نے اپنے یہاں سے نکال دیا ہے ہم جانتے ہیں کہ وہ شرارت اور دھوکہ کر رہا ہے۔ جب تم یہاں سے جاتے ہو تو وہ یہ حرکت کرتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ تم واپس آرہے ہو تو وہ اس صابون کی ٹکیہ کو پھر تمہاری آستین میں لوٹا دیتا ہے اور تم کو خبر نہیں ہوتی۔

(۵۳۲) ایک چور بعض لوگوں کے گھر میں چوری کے لئے پہنچا۔ وہاں چوری کے لیے کچھ بھی نہ ملا بجز ایک ٹوٹی ہوئی دوات کے تو وہ دیوار پر یہ لکھ آیا

(ترجمہ مجھ پر عزیز ہو گیا تمہارا فقر اور اپنی تونگری یعنی تمہارے فقر کو دیکھ کر میں اپنے کو مالدار سمجھنے لگا ہوں)

(۵۳۳) ایک چور ایک شخص کے گھر میں پہنچا اور اس کا سامان لے کر نکلا۔ اس شخص نے شور مچاتے ہوئے کہا کہ یہ رات کیسی منحوس ہے تو چور نے کہا ہر ایک کے لئے نہیں۔

(۵۳۴) ہم کو احباب نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک شخص بزاز کے پاس آیا اور اس کے کچھ کپڑے تین سو دینار میں خریدے پھر پوری قیمت اس کو ادا کر دی۔ جب اس کے سپرد کر چکا تو کہنے لگا تو نے مجھ سے زیادہ قیمت لی ہے اور کپڑا لوٹا دیا اور دینار سمیٹ لئے اور انکو ایک کپڑے میں ڈال کر گرہ باندھی اور اس کو غلام کی آستین میں ڈال دیا پھر بولا کہ میں تردد میں پڑ گیا کیا آپ مجھے یہ اجازت دیں گے کہ میں یہ کپڑے اس کو دکھلاؤں جس کیلئے خرید رہا ہوں اگر وہ لینے پر رضامند ہو گیا۔ تو فبہا ورنہ واپس کر دیئے جائیں گے۔ بزاز نے کہا ہاں تو اس نے اپنا ہاتھ غلام کی آستین میں ڈال کر وہ کپڑا نکالا اور بزاز کی طرف پھینک دیا اور کپڑے لے کر چلا گیا۔ پھر بزاز نے اس کپڑے کو کھولا تو اس میں سے پیسے برآمد ہوئے اور اس شخص نے غلام کی آستین میں اسی طرح کے کپڑے میں تین سو دینار کے برابر پیسے باندھ کر پہلے ہی رکھ دیئے تھے۔

(۵۳۵) ابوالفتح بصری نے بیان کیا کہ چوروں کی ایک جماعت بیٹھی تھی انکے پاس سے ایک شیخ تھیلی لئے ہوئے گزرا جو صراف تھا۔ ان میں سے ایک چور بولا کیا رائے ہے اس شخص کے بارے جو اس سے تھیلی اڑا لائے۔ انہوں نے کہا تو کیسے یہ کام کرے گا اس نے کہا دیکھو۔ پھر اس نے اس کے مکان تک اسکا پیچھا کیا اور وہ تھیلی کو چبوترے پر رکھ کر اپنی لونڈی سے بولا کہ مجھ کو پیشاب کی ضرورت ہے پانی لے کر بالاخانہ پر آجا اور اوپر چڑھ گیا (جب لونڈی اوپر چڑھ گئی) تو چور گھر میں گھس کر تھیلی اٹھا لایا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آپہنچا اور ان کو قصہ سنایا۔ انہوں نے سن کر کہا تو نے کچھ نہ کیا اس کو اسطرح چھوڑ دیا کہ غریب لونڈی کو پٹیتا ہے اور عذاب دیتا ہے۔ یہ اچھی بات نہیں اس نے کہا پھر تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا لونڈی مار پیٹ سے بچ جائے اور تھیلی وصول ہو جائے اس نے کہا اچھی بات ہے۔ تو پھر پہنچ گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ درحقیقت لونڈی کو مار رہا تھا۔ شیخ نے کہا کون ہے؟ اس نے کہا آپ کے ہمسایہ دوکان کا غلام اس نے باہر آکر کہا کیا کہنے ہو؟ اس نے کہا میرے آقا نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ آپ کا حافظہ خراب ہو گیا آپ اپنی تھیلی دکان میں پھینک جاتے ہیں اور چل دیتے ہیں اور اگر ہم اس کو نہ دیکھ لیتے تو کوئی لے جاتا اور تھیلی نکال کر دکھاتے ہوئے کہا

وہ یہی ہے نا؟ اس نے کہا ہاں واللہ اس نے سچ کہا صرّاف نے اس کو لے لیا تو چور بولا کہ یہ تو مجھے دیدیجئے اور گھر میں جا کر ایک رقعہ پر یہ لکھ لائیے کہ مجھے تھیلی سپرد کر دی گئی تاکہ میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں اور آپ کا مال آپ کو واپس مل جائے تو اس نے تھیلی اس کو واپس کر دی اور گھر میں رقعہ لکھنے کے لئے گیا۔ اس نے تھیلی لے لی اور نو دو گیارہ ہوا۔

(۵۳۶) ابو جعفر محمد بن الفضل الصمیری نے بیان کیا کہ ہمارے شہر میں ایک بہت نیک بوڑھیا تھی جو بکثرت روزے رکھتی تھی اور بہت نماز پڑھتی رہتی تھی۔ اور اس کا ایک بیٹا تھا جو صرافہ کا کام کرتا تھا وہ شراب اور کھیل میں منہمک رہتا تھا۔ دن کے اکثر حصہ میں تو وہ اپنی دکان میں مشغول رہتا۔ پھر گھر میں واپس آتا اور تھیلی اپنی والدہ کے پاس رکھوا دیتا۔ اور چلا جاتا اور ایسے موقعوں میں رات گذارتا جہاں شراب پیتا رہے۔ ایک چور نے اس کی تھیلی اڑانے کی ٹھان لی اور اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا اور اس طرح گھر میں داخل ہو گیا کہ اسے خبر نہ ہو سکی اور چھپ گیا اور اس شخص نے تھیلی ماں کے سپرد کر کے اپنی راہ لی اور یہ گھر میں تنہا رہ گئی۔ اور مکان میں اسکا ایک ایسا کمرہ تھا جس کی دیواروں پر سال کے تختے جڑے ہوئے تھے اور اس کا دروازہ لوہے کا تھا۔ وہ اپنی قیمتی اشیاء اسی میں رکھتی تھی اور تھیلی بھی۔ چنانچہ اس نے تھیلی اسی کمرہ میں دروازے کے پیچھے رکھی اور وہیں بیٹھ گئی اور اپنے سامنے افطار کا سامان رکھ لیا چور نے سوچا کہ اب وہ اسے تالا لگائے گی اور سو جائے گی تو میں دروازہ جدا کر کے تھیلی لے لوں گا جب وہ روزہ افطار کر چکی تو نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی اور نماز لمبی ہو گئی اور آدھی رات گزر گئی اور چور متحیر ہوا اور اس کو ڈر ہوا کہ صبح نہ ہو جائے۔ اب وہ گھر میں پھرا وہاں ایک نئی لنگی اس کو مل گئی اور کچھ بخور ہاتھ لگا تو اس نے وہ لنگی باندھی اور بخور سلگایا اور سیڑھی سے اترنا شروع کیا اور بہت موٹی آواز بنا کر آواز نکالنا شروع کی تاکہ بوڑھیا گھبرا جائے اور وہ دلیر تھی سمجھ گئی کہ یہ چور ہے۔ تو بڑھیا نے کانپتی ہوئی اور گھبرائی ہوئی آواز بنا کر کہا یہ کون ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں جبریل ہوں رب العالمین کا بھیجا ہوا اس نے مجھے تیرے بیٹے کے پاس بھیجا ہے یہ فاسق ہے تاکہ اسے نصیحت کر دوں اور اس کے ساتھ ایسا معاملہ کر دوں جس کی وجہ سے وہ گناہوں کے ارتکاب سے باز رہے۔ تو بوڑھیا نے یہ ظاہر کیا کہ گھبراہٹ سے اس پر غشی طاری ہو گئی ہے اور اس نے یہ کہنا شروع کیا اے جبریل

میں تجھ سے درخواست کرتی ہوں کہ اس کے ساتھ نرمی کرنا کیونکہ وہ میرا اکلوتا ہے تو چور نے کہا میں اس کو قتل کرنے کیلئے نہیں بھیجا گیا ہوں بوڑھیا نے کہا پھر کس لئے بھیجا گیا. کہا کہ اس لئے کہ اس کی تھیلی لے لوں اور اس کے دل کو اس سے رنج پہنچاؤں پھر جب وہ توبہ کرے تو اس کو واپس دے دوں بوڑھیا نے کہا اچھا جبریل اپنا کام کرو اور جو کچھ حکم دیا گیا اس کی تعمیل کرو تو اس نے کہا تو کمرے کے دروازے سے ہٹ جا وہ ہٹ گئی اور اس نے دروازہ کھول لیا اور اندر داخل ہو گیا تاکہ تھیلی اور قیمتی کپڑے لے جائے اور ان کی گٹھڑی بنانے میں مشغول ہو گیا تو بوڑھیا نے آہستہ آہستہ جا کر دروازہ بند کر لیا اور زنجیر کو کنڈے میں ڈال دیا اور تالا لگا کر اسے مقفل بھی کر دیا۔ اب تو چور کو موت نظر آنے لگی اور باہر نکلنے کیلئے حیلہ نقب لگانے یا اور کسی سوراخ کو کھولنے کا سوچنے لگا مگر کوئی صورت ممکن نظر نہ آئی۔ پھر بولا کھول تاکہ میں باہر نکلوں کیونکہ تیرا بیٹا اب نصیحت قبول کر چکا ہے تو بوڑھیا نے کہا اے جبریل مجھے ڈر ہے کہ میں کواڑ کھولوں تو تیرے نور کے ملاحظہ سے میری بینائی نہ جاتی رہے۔ تو اس نے کہا میں اپنے نور کو بجھا دوں گا تاکہ تیری آنکھیں ضائع نہ ہوں تو بوڑھیا نے کہا اے جبریل تیرے لئے اس میں کیا دشواری ہے کہ تو چھت سے نکل جائے یا اپنے پر سے دیوار کو پھاڑ کر چلا جائے اور مجھے یہ تکلیف نہ دے کہ میں نگاہ کو برباد کر ڈالوں۔ اب چور نے محسوس کر لیا کہ بوڑھیا دلیر ہے اب اس نے نرمی اور خوشامدیں شروع کیں اور توبہ کرنے لگا تو بوڑھیا نے کہا یہ باتیں چھوڑ اب نکلنے کی کوئی ترکیب نہ ہو سکے گی جب تک دن نہ ہو جائے اور نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی اور وہ اس سے سوال کرتا رہا یہاں تک کہ سورج نکل آیا اور اسکا بیٹا بھی واپس آ گیا اور تمام سرگذشت اور ساری باتیں اس کو سنائیں وہ کوتوال پولیس کو بلا لایا۔ اس نے دروازہ کھول کر چور کو باندھ لیا۔

باب ۲۹ : ذہین بچوں کی ذہانت کے واقعات

(۵۳۷) محمد بن الضحاک سے منقول ہے کہ عبدالملک بن مروان نے رأس الجالوت یا ابن رأس الجالوت سے سوال کیا کہ بچوں کی فراست کا تم کس طرح اندازہ کرتے ہو؟ اس نے کہا ہمارے پاس ان کے بارے میں کوئی خاص اصول نہیں ہے کیونکہ وہ (اس زمانہ میں) ایک حال سے دوسرے حال کی طرف جاتے رہتے ہیں۔ بجز اس کے کہ ایک گوشہ چشم ہے ہم ان کو دیکھ

لیں (اور ان کی گفتگو اور اوضاع سے ان کی افتادہ طبع کا کچھ اندازہ کر لیں) تو اگر ہم نے ان میں سے کسی کو کھیل میں یہ کہتا ہوا سن لیا کہ کون میری ساتھ ہوگا تو ہم نے اس کے بارے میں یہ رائے قائم کر لی کہ یہ صاحب ہمت ہوگا اور اس کے بارے میں یہ پہلو سچا ہوتا ہے۔ اور اگر ہم نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں کس کیساتھ ہوں گا تو ہم کو اس کی یہ بات مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ تو سب سے پہلے جس کے بارے میں اس طرح اندازہ لگایا گیا وہ ابن الزبیر تھے کہ وہ ایک دن جب وہ بچے تھے تو بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو ایک شخص وہاں سے گذرا اور اس نے بچوں کو ڈانٹا تو سب بھاگ گئے اور ابن الزبیر پچھلے پاؤں اس کی طرف منہ کئے ہوئے ہٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے بچو تم مجھے اپنا امیر بنا لو اور ہمارے ساتھ ہو کر اس پر حملہ کر دو۔

(۵۳۸) اور ایک مرتبہ جب کہ بچپن میں عبداللہ بن الزبیر دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو وہاں حضرت عمرؓ بن الخطاب کا گزر ہوا تو سب بچے بھاگ گئے اور یہ کھڑے رہے تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کیا بات ہے؟ اپنے دوستوں کیساتھ تو نہیں بھاگا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا کہ بھاگتا اور راستہ میں کوئی تنگی نہیں تھی کہ آپ کے لئے مجھے گنجائش نکالنے کی ضرورت ہوتی۔

(۵۳۹) سنان بن مسلمہ سے جو بحرین کے امیر تھے مروی ہے کہ ہم جب مدینہ میں چھوٹے چھوٹے بچے تھے تو کھجور کی جڑ کے پاس سے چھوٹی چھوٹی کچی کھجوروں کو جن کو خلال کہا جاتا ہے۔ جمع کر رہے تھے تو اس طرف حضرت عمرؓ آنکلے تو سب بچے اِدھر اُدھر بھاگ گئے اور میں اپنی جگہ جما رہا جب وہ مجھ پر آکر جھک گئے تو میں نے کہا اے امیر المومنین یہ تو وہ ہیں جو ہوا سے جھڑ جاتے ہیں تو انہوں نے کہا مجھے دکھا میں دیکھوں گا۔ (ہوا سے جھڑا ہوا ہونا) مجھ سے چھپا تو نہیں رہیگا تو انہوں نے میری گود پر نظر ڈالی اور فرمایا تو نے سچ کہا۔ پھر میں نے کہا اے امیر المومنین آپ دیکھتے ہیں ان لڑکوں کو واللہ جب آپ چلے جائیں گے تو یہ مجھے آکر لپٹ جائیں گے اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب چھین لیں گے تو آپ میرے ساتھ چلے اور مجھے ٹھکانے تک پہنچا دیا۔

(۵۴۰) ابو محمد الیزیدی نے بیان کیا کہ میں مامون الرشید کا اتالیق تھا جب کہ وہ سعید

الجوہری کی گود میں (یعنی زیر تربیت) تھا میں ایک دن آیا جب کہ وہ محل کے اندر تھا میں نے اس کے پاس اس کے ایک خادم کو بھیجا کہ میرے موجود ہونے کی اس کو اطلاع کر دے مگر اس نے آنے میں دیر کی پھر میں نے دوسرا بھیجا تو اس نے پھر دیر کی تو میں نے سعید سے کہا کہ یہ لڑکا اکثر اوقات کھیل میں لگا رہتا ہے اور آنے میں دیر کرتا ہے اس نے کہا ہاں اور اس کے ساتھ ایک حرکت یہ بھی کہ جب وہ آپ سے جدا ہوتا ہے تو اپنے خدمت گاروں کے سر ہو جاتا ہے اور وہ اس سے سخت تکلیف اٹھاتے ہیں تو آپ اس کو ادب سکھائیں (میں انتظار میں بیٹھا رہا) جب وہ باہر نکلا تو میں نے حکم دیا کہ اس کو اٹھا لائیں۔ تو میں نے اس کے سات درے مارے کہ وہ رونے کے لئے اپنی آنکھوں کو ملنے لگا۔ جبھی اطلاع پہنچی کہ جعفر بن یحییٰ (برمکی وزیر) آگئے۔ تو فوراً رومال لے کر اپنی دونوں آنکھیں پونچھیں اور اپنے کپڑوں کو ٹھیک کر کے فرش کی طرف بڑھا اور اس پر چوکڑی لگا کر بیٹھ گیا۔ پھر خدام سے کہا اس کو آجانا چاہیئے۔ اور میں مجلس سے اٹھ کر باہر آگیا مجھے یہ ڈر ہو گیا کہ یہ جعفر سے میری شکایت کرے گا تو وہ میرے ساتھ تکلیف دہ معاملہ کرے گا۔ (وزیر جعفر اندر آکر مامون سے ملا) تو اسکی طرف منہ کر کے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ اس کو بھی ہنسایا اور خود بھی ہنستا رہا۔ پھر جب (وزیر کے ساتھ) سیر کے لئے جانے کا ارادہ کیا تو اپنا گھوڑا طلب کیا اور اپنے غلاموں کو تو وہ سب اس کے سامنے دوڑ بھاگ کرنے لگے پھر میرے بارے میں سوال کیا تو میں آیا تو مجھ سے کہا میرا بقیہ سامان (تعلیم کا) آپ لیجئے میں نے کہا اے امیر اللہ تعالےٰ آپ کی عمر دراز کرے مجھے یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ تم میری شکایت جعفر بن یحییٰ سے کرو گے اور اگر تم نے ایسا کیا تو اسکا طرز عمل مجھ سے سخت ہو گا تو جواب دیا کہ اے ابو محمد کیا تم نے مجھے دیکھا ہے کہ میں نے رشید کو بھی کبھی ایسے امور سے باخبر کیا ہو تو جعفر بن یحییٰ سے کیسے قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ میں اس کو اطلاع دیتا اس میں کوئی شک نہیں کہ میں ادب کا حاجتمند ہوں۔ ایسی صورت میں اللہ تمہاری خطائیں معاف فرمائے تمہارا گمان کس قدر بعید از قیاس اور تمہارا دل غلط وہم میں مبتلا ہے۔ آپ اپنا کام کیجئے جو خطرہ آپ کے دل میں پیدا ہوا ایسا آپ کبھی نہ دیکھیں گے خواہ آپ اس عمل کا اعادہ روزانہ سو مرتبہ کریں۔

(۱۴۵) حسن قزوینی نے بیان کیا کہ ابو بکر نحوی سے میں نے سنا کہ معذرت کے طور پر سب سے زیادہ لطیف رقعہ جو لکھا گیا ہے وہ معذرت کا رقعہ ہے جو (خلیفہ) راضی باللہ نے اپنے بھائی ابو

اسحٰق منتقی کے نام لکھا تھا۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ دونوں بھائیوں کے درمیان مؤدب یعنی استاد کی موجودگی میں کچھ کہانی ہوگئی تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بھائی (منتقی) کی طرف سے ہی راضی پر زیادتی ہوتی تھی تو راضی نے اس کو یہ رقعہ لکھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں آپ کا غلام ہوں اپنے فرض کی بناء پر اور آپکو اعتراف ہونا چاہیے کہ میں آپ کا بھائی ہوں فضل کی بنا پر جو مجھ پر اللہ تعالٰے نے آپ کو عطا فرمایا ہے) اور غلام خطا کرتا ہے تو آقا معاف کر دیتے ہیں کسی شاعر نے کہا ہے

یا ذا الذی یغضب من غیر شئی　　　اعتب فعتباك حبیب الی

(ترجمہ) اے وہ شخص جو بغیر سبب ناراض ہو جاتا ہے جتنا عتاب دل چاہے کر کیونکہ تیرا عتاب بھی مجھے پیارا ہے۔

انت علی انك لی ظالم　　　اعز خلق اللہ کل علی

(ترجمہ) تو باوجود اس کے کہ مجھ پر ظلم کرتا ہے خدا کی تمام مخلوق سے مجھے زیادہ عزیز ہے۔
تو ابو اسحٰق اس کے پاس آکر اس پر الٹا ہو گیا۔ راضی باللہ بھی کھڑا ہو گیا اور دونوں گلے مل گئے اور مصالحت ہو گئی واللہ اعلم۔

(۵۴۲) عبید اللہ بن المامون سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ مامون الرشید میری والدہ ام موسیٰ سے سخت ناراض ہو گئے۔ پھر اسی بنا پر مجھ سے بھی اس درجہ برہم ہو گئے کہ قریب تھا کہ اس کا نتیجہ میرے تلف ہو جانے کی صورت میں برآمد ہو میں نے ایک دن ان سے کہا کہ اے امیر المومنین اگر آپ اپنے چچا کی بیٹی پر ناراض ہیں تو ان ہی پر مجھ کو الگ کر کے عتاب کریں کیونکہ میں تو آپ کی طرف سے ان کے پاس گیا ہوا ہوں اور آپ ہی کا ہوں نہ کہ ان کا۔ مامون الرشید نے سن کر کہا تو نے سچ کہا اے عبید اللہ تو میری طرف سے اس کے پاس گیا ہوا ہے اور میرا ہی ہے اس کا نہیں اور میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھ کو اس حقیقت پر متنبہ کیا تیرے ذریعہ سے اور تیرے اس فضل (یعنی فراست) کو جو تجھ میں موجود ہے مجھ پر عیاں کر دیا۔ واللہ آج کے بعد تو میری طرف سے کوئی برائی نہ دیکھے گا اور پسندیدہ طرز عمل ہی دیکھے گا پھر یہ گفتگو ہی میری والدہ سے خوش ہو جانے کا سبب بن گئی۔

(۵۴۳) اصمعی نے بیان کیا جس زمانہ میں کہ میں میدانی قبائل عرب کی سیاحت میں تھا

میرا گزر ایک لڑکے پر ہوا یا لڑکی پر (اصمعی سے روایت کرنے والے نے اپنے شک کا اظہار کیا) جس کے پاس ایک مشکیزہ تھا جس میں پانی زیادہ بھرا ہوا (ہونے کی وجہ سے اسکا دہانہ اس کے قابو سے باہر ہو گیا) تھا اور وہ (اپنے باپ کو) پکار رہا تھا یا ابت ادرك فاھا، غلبنی فوھا لا طاقة لی بفیھا۔ (ترجمہ) اے ابا اس کا منہ پکڑ لو، مجھ پر اس کا منہ غالب آگیا۔ مجھ میں اس کا منہ سنبھالنے کی طاقت نہیں) اصمعی نے کہا خدا کی قسم ان تین جملوں میں اس نے تمام عربیت کو جمع کر دیا۔

(۴۸۵) صولی نے کہا کہ جاحظ سے منقول ہے کہ ثمامہ نے بیان کیا کہ میں اپنے ایک دوست کے یہاں اس کی مزاج پرسی کیلئے گھر میں داخل ہوا اور اپنے گدھے کو دروازے پر چھوڑ دیا اور میرے ساتھ کوئی غلام نہیں تھا (جو گدھے کا خیال رکھتا) پھر میں مکان سے باہر آیا تو دیکھا کہ اس پر ایک لڑکا بیٹھا ہے میں نے کہا کہ تم بغیر اجازت لئے گدھے پر سوار ہو بیٹھے؟ اس نے (فی البدیہ اپنی شرارت کی تاویل کے طور پر) جواب دیا کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ یہ بھاگ جائے گا تو میں نے آپ کی خاطر اس کی حفاظت کی میں نے (غصہ سے) کہا اچھا ہوتا نہ ٹھہرتا اور بھاگ جاتا (آپ کو اس کے فکر کی کیا حاجت تھی) کہنے لگا کہ اگر آپ کی اپنے گدھے کیلئے یہ رائے ہے تو اس پر عمل کیجئے (اور سمجھ لیجئے) کہ وہ بھاگ ہی گیا اور مجھے ہبہ کر دیجئے اور اس پر میری طرف سے مزید شکریہ قبول کیجئے۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ اسے کیا جواب دوں۔

(۴۸۵) اہل شام میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ مدینہ میں پہنچا تو ابراہیم بن ہرمہ کے مکان کا ارادہ کیا وہاں جا کر دیکھا کہ ایک چھوٹی سی لڑکی مٹی سے کھیل رہی ہے میں نے اس سے کہا تمہارے ابا کیا کر رہے ہیں؟ کہنے لگی کسی اہل کرم کے یہاں گئے ہوئے بہت عرصہ گذر گیا ہم کو ان کی کچھ خبر نہیں ہے تو میں نے کہا کہ ہمارے لئے اونٹنی ذبح کر لو کیونکہ ہم تمہارے مہمان ہیں، بولی واللہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ میں نے کہا اچھا بکری ذبح کر لو کہنے لگی واللہ ہمارے پاس نہیں ہے میں نے کہا مرغی! کہنے لگی واللہ یہ بھی ہمارے پاس نہیں میں نے کہا تو انڈا بولی واللہ یہ بھی نہیں ہیں نے کہا تو تمہارے ابا کا یہ قول غلط ہے:۔

کم ناقة قد وجأت منحرھا بمستھل الشؤبوب اوجمل

(ترجمہ) بہت سی اونٹنیوں اور اونٹوں کے گلے پر میں نے چھری پھیری ہے متواتر بارش کا ہلال طلوع ہونے کے وقت، کہنے لگی کہ ابا کا یہی تو وہ فعل ہے جس نے ہم کو اس حال تک پہنچا دیا کہ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں۔

(۵۴۶) بشر بن الحارث نے بیان کیا کہ میں نے معافی بن عمران کے مکان پر آ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو مجھ سے کہا گیا کون ہے تو میں نے جواب دیا بشر الحافی تو گھر میں سے ایک چھوٹی سی بچی نے مجھ سے کہا اگر تم دو دانگ کے جوتے خرید لیتے تو تمہارے نام میں سے حافی نکل جاتا (حافی کے معنے ہیں برہنہ پا)۔

(۵۴۷) منقول ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ معتصم باللہ خاقان کی عیادت کیلئے گئے اور فتح بن خاقان اس وقت بچہ تھا تو فتح سے معتصم نے کہا کون سا مکان زیادہ اچھا ہے۔ امیر المومنین کا یا تمہارے والد کا۔ فتح نے جواب دیا کہ جب امیر المومنین میرے والد کے مکان میں ہوں گے تو میرے والد ہی کا مکان اچھا ہوگا پھر اس کو ایک نگینہ دکھایا جو ان کے ہاتھ میں تھا اور پوچھا کیا اے فتح تم نے اس نگینہ سے اچھا دیکھا ہے تو فتح نے جواب دیا ہاں! وہ ہاتھ جس میں یہ نگینہ ہے۔

(۵۴۸) ابو علی البصیر نے بیان کیا کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا تو میں چھوٹا تھا اس لئے میراث سے روک دیا گیا تو میں جھگڑتا ہوا قاضی کے یہاں پہنچا۔ قاضی نے مجھ سے کہا کیا تو بالغ ہو گیا میں نے کہا ہاں۔ پھر کہا اور یہ بات کون جانتا ہے میں نے کہا جس نے اس کو نعوظ کی طاقت دی (نعوظ عضو خاص کا دراز ہو جانا) قاضی نے تبسم کیا اور میرا حصہ واگذار کرنے کا حکم دیدیا۔

(۵۴۹) منقول ہے کہ ایاس بن معاویہ جب لڑکے تھے تو ایک بوڑھے کے ساتھ قاضی دمشق کے سامنے گئے اور کہا کہ اللہ تعالےٰ قاضی کے ساتھ نیکی کرے اس بوڑھے نے مجھ پر ظلم کیا اور مجھ پر زیادتی کی اور میرا مال لے لیا تو قاضی نے کہا اس کے ساتھ نرمی سے بات کر اور اس قسم کی گفتگو سے بوڑھے کا مقابلہ مت کر تو ایاس نے کہا اللہ قاضی کے ساتھ نیکی کرے حق (میرے ساتھ ہے) جو مجھ سے اس سے اور آپ سے بھی بڑا ہے۔ قاضی نے کہا چپ ہو جا تو ایاس نے کہا اگر میں چپ ہو گیا تو میری حجت کون پیش کریگا قاضی نے کہا بول! اور خدا کی قسم تیرے کلام میں خیر نہیں ہو گی تو ایاس نے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ (ترجمہ) (اس کلمہ کے خیر ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے، اس لئے قاضی صاحب حانث ہو گئے یعنی

قسم ٹوٹ گئی، شاہی وقائع نگار نے یہ قصہ خلیفہ کو لکھ بھیجا تو خلیفہ نے قاضی کو معزول کر دیا اور ایاس کو اس کے بجائے قاضی بنا دیا۔

(۵۵۰) مامون الرشید نے اپنے ایک چھوٹے بچے کو دیکھا جس کے ہاتھ میں حساب کا رجسٹر تھا پوچھا کہ تیرے ہاتھ میں یہ کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ ایک ایسی چیز ہے جس سے ذہانت قوی ہوتی ہے اور غفلت سے بیداری حاصل ہوتی ہے اور وحشت سے انس۔ تو مامون نے کہا میں اللہ کا شکر کرتا ہوں جس نے مجھ کو ایسے بچے عطا کئے جو اپنی عمر کے مناسب اپنے جسم کی آنکھ سے زیادہ اپنی عقل کی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔

(۵۵۱) فرزدق نے ایک نوعمر لڑکے سے کہا کیا تو اس سے خوش ہو گا کہ میں تیرا باپ بن جاؤں اس نے کہا نہیں مگر ماں بن جانے سے خوش ہوں گا تاکہ میرے والد آپ کی مزیداریوں سے محفوظ ہوتے رہیں

(۵۵۲) ایک لڑکا چند لوگوں کے ساتھ کھانے بیٹھا پھر رونے لگا انہوں نے پوچھا کیا بات ہے کیوں روتا ہے؟ تو اس نے کہا کھانا بہت گرم ہے۔ لوگوں نے کہا تو ٹھہر جاؤ تاکہ ٹھنڈا ہو جائے تو اس نے کہا پھر تم اسے نہیں چھوڑ دو گے۔

(۵۵۳) اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ایک نوعمر لڑکے سے جو اولاد عرب میں سے تھا کہا کیا تم اس بات سے خوش ہو سکتے ہو کہ تمہارے پاس ایک لاکھ درہم ہوں اور ان کیساتھ حماقت بھی ہو اس نے کہا خدا کی قسم نہیں! میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا مجھے یہ ڈر ہے کہ میری حماقت مجھ سے ایسی حرکت کرادے کہ مال تو جاتا رہے اور میرے پاس صرف حماقت باقی رہ جائے۔

(۵۵۴) ہم کو یہ قصہ پہنچا کہ ایک لڑکا (راستہ میں) ایک سمجھدار آدمی سے ملا پھر اس سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ تو اس نے جواب دیا مطبق کی طرف (بجائے مطبخ مطبق کہا کیونکہ مخاطب بچہ تھا جو خا کو قاف بولتا تھا۔ مگر مطبق کے معنے ہیں پاؤں جوڑ کر کودنے کی جگہ) تو اس نے کہا تو قدم کشادہ کر دو (یعنی چھلانگیں مارو)۔

(۵۵۵) ہارون رشید کے پاس اس کا ایک بچہ لایا گیا جس کی چار سال کی عمر تھی تو انہوں نے اس سے کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے جو تم کو دی جائے تو اس نے کہا آپ کی حسن تدبیر۔

باب ۳۲ : ذی عقل مجنونوں کے واقعات

(۵۵۶) محمد بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ہمارے یہاں قبیلہ جہینہ کا ایک شخص تھا جس کی کنیت ابو نصر تھی، اس کی عقل جاتی رہی تھی میں نے ایک دن اس سے کہا سخاوت کیا ہے تو اس نے جواب دیا جُہدِ مُقل (مقل کے معنے ہیں کم استطاعت یعنی کم استطاعت شخص کا اپنی حاجت روک کر دوسرے کی امداد کی کوشش کرنا) میں نے کہا اور بخل کیا ہے تو اس نے کہا "اُف" اور منہ پھیر لیا۔ میں نے کہا جواب دو تو بولا کہ دے تو دیا ہے (لفظ اُف سے جواب دے دیا، یہ لفظ تکلیف کے وقت بولا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ دوسرے کو دینے سے دلی تکلیف کا نام بخل ہے)

(۵۵۷) شبلیؒ نے بیان کیا کہ میں نے ایک دیوانہ کو رصافہ کی جامع مسجد کے قریب ننگا کھڑا ہوا دیکھا اور وہ یہ کہہ رہا تھا میں اللہ کا مجنون ہوں میں اللہ کا مجنون ہوں میں نے کہا مسجد میں کیوں نہیں جاتا اور اپنا ستر کیوں نہیں چھپاتا اور نماز کیوں نہیں پڑھتا تو جواب میں یہ اشعار کہے۔

یقولون زرنا واقض واجب حقنا ۔۔۔ وقد اسقطت حالی حقوقھم عنی

(ترجمہ) کہتے ہیں کہ ہماری ملاقات کرو اور ہمارے حق واجب کو ادا کرو حالانکہ میرے حال نے مجھ پر سے ان کے سب حقوق ساقط کر دیئے۔

اذا ھم رأوا حالی ولم یانفوا لھا ۔۔۔ ولم یأنفوا منھا انفت لھم منی

(ترجمہ) جب وہ میرا حال دیکھتے ہیں اور اس کو ناپسند نہیں کرتے۔ اور جب وہ اس سے کراہت نہیں کرتے تو میں نے بھی اپنے حال کو ناپسند نہیں کیا جو ان سے متعلق ہے۔

(۵۵۸) ابن القصاب الصوفی نے بیان کیا کہ میں مارستان (شفا خانہ) میں پہنچا وہاں میں نے ایک جوان مبتلا کو دیکھا تو میں اسکا گرویدہ ہو گیا اور میری گرویدگی بڑھتی ہی رہی، میں اس کے پیچھے لگا رہا تو اس نے چلا کر کہا دیکھو سنوارے ہوئے بالوں کو اور معطر جسموں کو جنہوں نے محبت کو اپنی پونجی اور حماقت کو پیشہ بنا لیا ہے (یعنے کیا عاشق ایسے بنے سنورے لوگ ہوا کرتے ہیں) پھر میں نے اس سے سوال کیا کہ سخی کون ہے؟ جواب دیا کہ سخی وہ ہے جو کہ تم جیسوں کو جب کہ تمہارے پاس ایک دن کی غذا کا سہارا موجود نہ ہو رزق دیدے میں نے کہا دنیا میں کم سے کم شکر کرنیوالا کون ہے تو اس نے کہا جو شخص کسی بلا سے نجات پا جائے

پھراس میں کسی دوسرے کو مبتلا دیکھے تو شکر کو ترک کر دے تو مجھ پر اسکا بہت اثر ہوا اور میں نے اس سے کہا دانائی کیا ہے اس کا جواب دیا کہ جس طریق پر تم ہو اس کا خلاف۔

(۵۵۹) مبرّد کے ایک شاگرد نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دن میں مبرّد کی مجلس سے آ رہا تھا راستہ میں جب میں ایک ویرانہ سے گزرا تو دفعۃً ایک شیخ نکل کر میرے سامنے آگیا اور وہ ایک پتھر لئے ہوئے تھا پھر اس نے ایسا انداز اختیار کیا کہ وہ پھینک کر میرے مارنا چاہتا ہے میں نے قلمدان اور رجسٹر کو اپنے آگے بچاؤ کے لئے کر لیا تو بولا شیخ کے لئے مرحبا۔ (خوش آمدید) میں نے کہا آپ کے لئے بھی۔ پھر کہا کہاں سے آئے ہو۔ میں نے کہا مُبرّد کی مجلس سے تو کہا بارِد کی پھر کہا اس نے تم کو کونسا شعر سنایا۔ مبرّد کے شاگرد (کہتے) ہیں کہ مبرّد کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنی مجلس کو ہمیشہ کسی شعر کے ایک یا دو بیت پر ختم کیا کرتے تھے تو میں نے کہا انہوں نے یہ شعر سنایا۔

اعارَ الغیثَ نائِلَہٗ   اذا ما ماءُہٗ نفِدا

(ترجمہ) وہ (ممدوح) بادل کو جود و کرم مانگا ہوا دیدیتا ہے جب کبھی اس کا پانی ختم ہو جاتا ہے۔

وان اسدٌ شکا جبنًا   اعارفؤادہ الاسدا

اور اگر کسی شیر کو بزدلی کی شکایت ہو جائے تو شیر کو اپنا دل مانگا ہوا دے دیتا ہے۔

تو بولا کہ اس شعر کے کہنے والے نے خطا کی۔ میں نے کہا کیونکر؟ کہنے لگا تو نہیں سمجھا، جب کہ ممدوح نے اپنا کرم بادل کو دیدیا تو وہ بلا کرم رہ گیا اور جب اس نے شیر کو اپنا دل دیدیا تو وہ بغیر دل کے رہ گیا (یعنی اسی حالت میں ممدوح کو کرم اور شجاعت سے عاری ثابت کیا گیا ہے تو یہ شعر بجائے مدح کے ذم بن گیا) میں نے کہا پھر کیا کہا جانا چاہیے تھا تو یہ شعر کہے۔

عَلَّمَ الغیثَ النّدیٰ فاذا   ما دعاہ عام الباس الاسد

(ترجمہ) (ممدوح نے) بادل کو جود و کرم سکھایا تو جب بادل نے اس کو خوب محفوظ کر الیا تو شیر کو بہادری سکھائی۔   فاذا الغیث مقرٌ بالندیٰ

واذا اللیث مقرٌ بالجلد

(ترجمہ) پھر تو بادل جود و عطا کا مخزن بن گیا   اور شیر دلیری کا مستقر بن گیا

میں نے ان اشعار کو لکھ لیا اور واپس آگیا پھر دوسرے دن میرا گذر   اسی موقع سے ہوا تو وہ

پھر ہاتھ میں پتھر لئے ہوئے نکل آیا اور ایسا معلوم ہوا کہ مجھ پر پھینکنا ہی چاہتا ہے تو میں نے پھر اس سے (پہلے کی طرح) بچاؤ کیا تو ہنسنے لگا اور بولا شیخ کے لئے مرحبا۔ میں نے کہا آپ کیلئے بھی۔ کہا مبرّد کی مجلس سے (آرہے ہو؟) میں نے کہا جی ہاں! تو سوال کیا کہ تم کو کیا شعر سنایا؟ میں نے یہ شعر پڑھے۔ ان السماحة والمروة والندی

قبر بمر علی الطریق الواضح

(ترجمہ) بیشک سخاوت اور مروت اور بخشش ایک قبر میں مدفون ہیں جو ایک کھلے ہوئے راستہ پر تیری گزرگاہ پر ہے۔ فاذا مررت بقبرہ فاعقربہ

کوم الجیاد وکل طرف سابح

جب تو اس کی قبر سے گزرے تو اس کے صدقہ کے لئے ذبح کر ڈال اونچے کوہان والے اونٹوں کے گلے کو اور ہر اصیل تیز رفتار گھوڑے کو تو کہنے لگا اس شعر کے کہنے والے نے خطا کی میں نے کہا کیسے تو بولا افسوس ہے تجھ پر اگر تو نے خراسان کا اونٹ بھی ذبح کر ڈالا تب بھی تو اس کے حق سے بری الذمہ نہیں ہوا۔ میں نے کہا پھر کیا کہنا چاہیے تھا تو یہ شعر کہے۔

احملانی ان لم یکن لکما عقر الی جنب قبرہ فاعقرانی

(ترجمہ) مجھے ہی اس کی قبر کے پاس اٹھالے جاؤ اگر تمہارے پاس کوئی جانور صدقہ کیلئے نہ ہو اور مجھے ہی ذبح کر دو۔ وانضحا من دمی علیہ فقد کا

ن دمی من نداہ لو تعلمان

(ترجمہ) اور میرا خون اس پر نچھاور کر دو کاش تم جان سکو کہ میرا خون اس کی بخشش میں سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں پھر مبرّد کے یہاں گیا تو میں نے ان کو پورا قصہ سنایا تو کہنے لگے کہ کیا تم ان کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں تو بتایا کہ وہ خالد الکاتب ہیں۔ جب بیگن پیدا ہونے کا زمانہ آتا ہے تو ان پر سودا کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

(۵۶۰) علی بن الحسین الرازی نے بیان کیا کہ دس آدمی ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے انہوں نے بہلول کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ آؤ آج بہلول کو چھیڑیں گے۔ بہلول نے بھی ان کی گفتگو سن لی تو ان کے پاس آگیا تو انہوں نے کہا اے بہلول اگر تم اس درخت کی چوٹی تک چڑھ جاؤ تو

ہم تمہیں دس درہم دیں۔ کہا اچھی بات (لاؤ!) انہوں نے دس دیدیئے اس نے ان کو آستین میں ڈال لئے پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ لاؤ سیڑھی، تو انہوں نے کہا کہ یہ تو شرط میں داخل نہیں تھا۔ بہلول نے کہا میری شرط میں تھا تمہاری شرط میں نہیں تھا۔

(۵۶۱) بعض امراء کوفہ کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تو اس کو اتنا ملال ہوا کہ اس نے کھانا بھی چھوڑ دیا تو اس کے پاس بہلول پہنچے اور اس سے کہا "یہ رنج کیسا ہے کیا تم خدا کی اچھی صحیح اعضاء کی مخلوق کے پیدا ہونے اور رب العالمین کے عطیہ سے گھبرا گئے۔ کیا اس سے خوش ہو سکتے ہو کہ اس کے بجائے بیٹا ہوتا (یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ بڑا ہو کر) وہ مجھ جیسا ہوتا وہ خوش ہو گیا۔

(۵۶۲) ایک دن بہلول بچوں سے بھاگ کر ایک گھر کی طرف دوڑے اسکا دروازہ کھلا ہوا پایا تو اندر جا گھسے صاحب مکان کھڑا ہوا تھا جس کے بال دو چوٹیوں کی صورت میں دائیں بائیں لٹکے ہوئے) تھے اس نے چلا کر کہا گھر میں کیوں آگھسے ہو تو بولے یَا ذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ (ترجمہ، اے ذوالقرنین (یہ اس کی دونوں چوٹیوں کی طرف اشارہ ہو گیا) یاجوج اور ماجوج نے (اس سے بچے مراد لئے) زمین میں فساد مچا رکھا ہے۔

(۵۶۳) ایک مرتبہ ان پر بچوں نے حملہ کیا تو وہ ایک گھر میں جا گھسے صاحب مکان نے کھانا منگا لیا تو بچوں نے دروازے پر شور مچانا شروع کر دیا اور وہ کھانا کھا رہے تھے اور کہتے جاتے تھے فَضُرِبَ بَیْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِیْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ: (ترجمہ پھر ان (فریقین) کے درمیان میں ایک دیوار قائم کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ بھی ہو گا اس کے اندرونی جانب میں رحمت اور بیرونی جانب کی طرف عذاب ہو گا)۔

(۵۶۴) بہلول سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا۔ اس نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور بیوی چھوڑی اور مال کچھ نہیں چھوڑا تو ترکہ کی تقسیم کیسے ہو گی؟ بہلول نے جواب دیا اس طرح کہ بیٹے کے حصہ میں یتیمی اور بیٹی کے حصہ میں رونا پیٹنا اور بیوی کے حصہ میں گھر کی ویرانی اور جو باقی بچے وہ عصبات کا حق ہو گا۔

(۵۶۶) بہلول اور علیان (دونوں دیوانے) موسیٰ بن مہدی کے یہاں پہنچے (موسیٰ ہادی بن مہدی اپنے باپ کے بعد خلیفہ ہوا اس کے انتقال کے بعد اس کا چھوٹا بھائی ہارون الرشید خلیفہ ہوا

تھا، تو موسیٰ نے علیان سے کہا کیا معنے ہیں علیان کے علیان نے کہا کیا معنے ہیں موسیٰ کے تو موسیٰ نے غصہ سے کہا پکڑو اس بدکار کے بچے کو تو علیان نے بہلول کی طرف متوجہ ہو کر کہا اس کو بھی ساتھ لے لے پہلے ہم دو تھے اب تین ہو گئے۔

(۵۶۶) قبیلہ بنی اسد میں ایک مجنون تھا ایک مرتبہ اس کا گزر قبیلہ بنی تیم اللہ میں ہوا تو لوگوں نے وہاں اس کے ساتھ بہت چھیڑ چھاڑ کی اور اذیت پہنچائی تو اس نے کہا اے بنی تیم اللہ میرے علم میں تم سے زیادہ خوش قسمت دنیا میں کوئی نہیں۔ ان لوگوں نے کہا کیسے۔ تو کہا کہ بنی اسد میں میرے سوا کوئی مجنون نہیں اور ان لوگوں نے میرے بیڑیاں ڈال دیں اور مجھے زنجیروں سے جکڑ دیا۔ اور تم لوگ سب کے سب مجنون ہو مگر تم میں کوئی جکڑا ہوا نہیں۔

(۵۶۷) ایک مجنون کا گذر ایک معتزلی پر ہوا جو مناظرہ کر رہا تھا۔ اس سے مجنون نے کہا کہ کیا تو اس بات کا قائل ہے کہ تجھے پورا اختیار حاصل ہے دو کاموں کے درمیان کہ اگر تو چاہے تو ان میں سے ایک کو کرے اور دوسرے کو نہ کرے؟ اس نے کہا ہاں۔ مجنون نے کہا تو پیشاب روک کر اپنا اختیار دکھا لوگ اس کی بات سے حیران رہ گئے

(۵۶۸) ابو محمد بن عجیف نے بیان کیا کہ ایک مجنون میرے پاس سے گذرا تو میں نے کہا اے مجنون! اس نے کہا اور تو صاحب عقل ہے؟ میں نے کہا ہاں! کہنے لگا نہیں ہم دونوں مجنون ہیں مگر میرا جنون کھلا ہوا ہے اور تیرا چھپا ہوا ہے میں نے کہا اس کلام کی وضاحت کرو۔ کہنے لگا میں کپڑے پھاڑتا ہوں اور پتھر پھینکتا ہوں اور تو ایسے گھر بنا رہا ہے جو ناپائیدار ہیں اور بڑی لمبی امیدیں قائم کر رہا ہے حالانکہ تیری زندگی تیرے قبضہ میں نہیں اور اپنے دوست کا نافرمان اور دشمن کا فرماں بردار ہے۔

(۵۶۹) نظام نے ذکر کیا کہ میں نے ایک مجنون سے کہا کہ یہاں بیٹھ جا جب تک کہ میں واپس آؤں تو کہنے لگا واپس آنے تک کا میں ذمہ دار نہیں۔ لیکن میں رات تک بیٹھ جاؤں گا۔

(۵۷۰) ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ بیان کیا کہ وہ نوح ہے تو اس کو پھانسی دی گئی وہاں ایک مجنون کا گذر ہوا کہنے لگا اے نوح تو اپنی کشتی سے صرف بیکار کھجور کے تنے ہی تک پہنچ سکا۔

(۵۷۱) بلال بن ابی بردہ نے ابی علقمہ مجنون کو بلا کر بھیجا۔ جب وہ آگیا تو اس سے کہا تو جانتا ہے کہ میں نے تجھے کیوں بلایا ہے اس نے کہا نہیں تو بلال نے کہا اس لئے بلایا ہے کہ تجھ سے ہنسیں، علقمہ نے کہا دونوں حاکم میں سے ایک نے بھی اپنے ساتھی کیساتھ ہنسی کی۔ بیان کے دادا ابو موسیٰؓ پر تعریض کی (حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے فیصلہ کے لئے حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص حاکم بن گئے تھے)۔

باب ۱۳۱: تیز فہم نیک بیبیوں کے حالات و واقعات

(۵۷۲) ہشام بن عروہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ بتائیے کہ اگر آپ کسی وادی میں اتریں جس میں کچھ درخت تو ایسے ہوں جن کا ایک حصہ چر لیا گیا اور ایک درخت آپ کو ایسا ملا جس میں سے کچھ نہیں چرا گیا تو آپ کس درخت پر چرنے کیلئے اپنے اونٹ کو چھوڑیں گے آپ نے فرمایا اس پر جس میں سے نہیں چرا گیا۔ وہ اس طرف اشارہ کر رہی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے انکے اور کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی تھی۔

(۵۷۳) قاسم بن محمد حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں جایا کرتے تھے تو اپنی بیبیوں کے درمیان قرعہ ڈال لیا کرتے تھے تو ایک مرتبہ قرعہ عائشہؓ اور حفصہؓ کے نام نکلا تو وہ دونوں آپ کیساتھ روانہ ہو گئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو سفر میں چلتے تھے تو عائشہؓ کیساتھ چلتے تھے ان سے باتیں کرتے رہتے تھے تو (ایک دن) حفصہ نے عائشہ سے کہا تو میرے اونٹ پر سوار ہو جا اور میں تیرے اونٹ پر بیٹھ جاؤں گی اس طرح تو بھی دیکھتی رہے گی اور میں بھی دیکھتی رہوں گی انہوں نے اس کو منظور کر لیا اور عائشہؓ حفصہ کے اونٹ پر بیٹھ گئیں اور حفصہ عائشہ کے اونٹ پر پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ کے اونٹ کی طرف آئے جس پر حفصہ بیٹھی تھیں تو آپ نے سلام کیا اور ان کیساتھ سفر شروع کر دیا پڑاؤ کرنے تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کو نظر نہ آئے تو ان میں جوش غیرت پیدا ہوا جب اتریں تو اپنے پاؤں اذخر میں داخل کرتی اور یہ کہتی جاتی تھیں اے اللہ مجھ پر کوئی بچھو مسلط کر دے جو میرے کاٹ لے۔ تیرے رسول سے تو کچھ کہنے کی مجھے طاقت نہیں۔ (ایسی باتوں

سے ان امہات المومنین کے تقدس پر کلام نہیں کیا جاسکتا چند باتیں پیش نظر رکھنی چاہئیں حضرت عائشہ رضؓ اور دوسری مسلمانوں کی مائیں انسان کی صنف سے تھیں اور جو کچھ جذبات قدرتی طور پر انسانوں میں ہوتے ہیں ان میں بھی تھے یہ فرشتوں کی قسم میں سے نہیں تھیں؛ ایک عورت کو حق ہے کہ وہ اپنے شوہر سے محبت کرے جو اس کیلئے ایک جائز محل ہے تو ان کو بھی وہی حق پہنچتا ہے اور محبت میں غیر اختیاری طور پر ایسی حرکات بھی سرزد ہو جاتی ہیں جو ایسے وقت میں جب محبت کا غلبہ نہ ہو تو خود صاحب حال بھی ان سے شرما جاتا ہے۔ حضور کی مفارقت سے بیتاب ہو کر حضرت عائشہ رضؓ سے بھی ایسا فعل سرزد ہونا اسی غلبہ حال کا نتیجہ تھا۔ پھر نوعمری کا زمانہ بھی ملحوظ رہنا چاہیئے جس میں زیادہ تر غیر سنجیدہ حرکات ہی کا صدور ایک طبعی امر ہوتا ہے اور حضرت عائشہ نے اپنا قصہ اسی امر کے اظہار کیلئے ذکر فرمایا کہ کہ بچپن میں انسان پر ایسی حالتیں بھی آجاتی ہیں جیسی کہ مجھ پر آئی تھی۔ اس کے بعد فیضان محمدیؐ سے مستفیض ہونے کی وجہ سے وہ زمانہ بھی آیا کہ آپ ایثار وکرم کا مجسمہ بن گئیں آپ کا دولت کدہ مسلمانوں کی تہذیب اخلاق کا ایک مستقل مدرسہ تھا جس میں آپ پس پردہ بیٹھ کر تمام عمر اصلاح امت میں مشغول رہیں)۔

(۵۷۴) عبداللہ بن مصعب سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمر بن الخطاب رضؓ نے (ایک عام اجتماع سے جس میں پس پردہ عورتیں بھی جمع تھیں) فرمایا کہ عورتوں کے مہر کو چالیس ادقیہ سے آگے نہ بڑھاؤ اگرچہ ذی القصہ کی بیٹی ہو ذی القصہ سے یزید بن الحصین صحابی حارثی مراد ہیں اور اگر کسی نے اس سے بڑھایا تو جتنا چالیس ادقیہ سے زیادہ ہوگا میں وہ لے کر بیت المال میں داخل کردوں گا تو ایک دراز قد عورت نے جس کی ناک دبی ہوئی تھی عورتوں کی صف میں سے کہا اسکا تمہیں اختیار نہیں عمر رضؓ نے فرمایا کیوں۔ اس نے جواب دیا اس لئے کہ عزوجل کا ارشاد ہے وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۝ (ترجمہ) اور تم نے ان (بیویوں میں سے کسی کو ایک انبار مال بھی دیا ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم اُس سے کوئی بہتان لگا کر واپس لو گے اور کھلا ہوا گناہ کر کے) یہ سن کر حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ عورت حق پر پہنچ گئی اور مرد خطا کر گیا۔

(۵۷۵) محمد بن معین الغفاری سے روایت ہے کہ ایک عورت عمر بن الخطاب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین میرا شوہر دن کو روزے رکھتا ہے اور رات بھر نفلیں پڑھتا ہے اور مجھے اس کی شکایت کرنا بھی ناگوار ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کر رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تیرا شوہر بہت اچھا ہے۔ وہ عورت جب اپنی بات کو دہراتی تھی تو آپ بھی اپنا وہی جواب دہرا دیتے تھے۔ تو آپ سے کعب لاسدی نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین یہ عورت شکایت کر رہی ہے اس کے شوہر نے اسے ہمبستری سے چھوڑ رکھا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے کعب سے فرمایا چونکہ تم نے ہی اس کا روئے سخن سمجھا اب ان دونوں میں فیصلہ تم ہی کرو۔ تو کعب نے کہا کہ اس کے شوہر کو میرے پاس لایا جائے۔ جب وہ آگیا تو اس سے کہا تیری اس زوجہ کو تجھ سے شکایت ہے اس نے کہا کھانے میں یا پینے میں؟ انہوں نے کہا نہیں تو عورت نے کہا۔ (اور اس نے اشعار میں اپنا دعویٰ قاضی کے سامنے پیش کیا)۔

یا ایھا القاضی الحکیم ارشدہ الھی خلیلی عن فراشی مسجدہ

(ترجمہ) اے قاضی دانا اس کو ہدایت کیجے، میرے پیارے کو میرے بستر سے اس کی مسجد کے شوق نے غافل کر دیا۔ زھدہ فی مضجعی تعبدہ

نھارہ ولیلہ ما یرقدہ

(ترجمہ) میرے آرامگاہ سے اس کو کنارہ کش کر دیا اس کی عبادت نے جو دن میں اور رات میں اس کو آرام نہیں کرنے دیتی۔

ولست فی امر النساء احمدہ (ترجمہ) اور میں عورتوں کے معاملہ میں اسکی تعریف نہیں کر سکتی۔ یہ سن کر اس کے شوہر نے کہا: (یہ بطور جواب دعویٰ ہے)

(ترجمہ) بیشک میں اس کے بستر سے یکسو رہا اور اس سے تخلیہ سے۔ (مگر میں معذور ہوں) کیونکہ میں ایسا شخص ہوں کہ مجھے بھلا دیا ان احکام نے جو نازل ہوئے۔

فی سورۃ النمل وفی السبع الطول وفی کتاب اللہ تخویف جلل

(ترجمہ) سورہ نمل اور سبع طوال (سورہ بقر سے سات سورتیں) میں اور کتاب اللہ میں (عذاب سے) جو عظیم الشان خوف دلایا ہے۔ تو کعب نے کہا (انہوں نے بھی منظوم فیصلہ سنایا)۔

اِنَّ لَهَا حَقًّا عَلَيْكَ يَا رَجُلْ تُصِيْبُهَا فِي أَرْبَعٍ لِمَنْ عَقَلْ

(ترجمہ) اے شخص تجھ پر اسکا حق ہے کہ صاحب عقل کے نزدیک تو اس سے چار دن میں ایک مرتبہ ہمبستر ہو۔

فَأَعْطِهِ ذَاكَ وَدَعْ عَنْكَ الْعِلَلْ

(ترجمہ) تو یہ حق اس کو دے اور حیلے بہانے چھوڑ۔

پھر کہا اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے تیرے لئے دو دو تین تین چار چار عورتوں کو اس لئے تیرے لئے تین دن اور تین رات ہیں جن میں تو اپنے رب کی عبادت کرتا رہے اور اس عورت کیلئے ایک دن اور ایک رات۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا واللہ میں نہیں سمجھ سکا کہ تمہاری ان دونوں باتوں میں سے کونسی زیادہ عجیب ہے (اس عورت کے اشارات سے) زوجین کے اختلاف کو سمجھ جانا یا فیصلہ جو تم نے ان دونوں کے درمیان (کتاب اللہ سے استنباط کر کے) صادر کیا جاؤ میں تمہیں بصرے کیلئے عہدہ قضا دیتا ہوں (یہ حکایت تھوڑے اختلاف کیساتھ ۱۵۱ پر بھی لکھی گئی ہے مترجم)

(۵۷۶) عبداللہ ابن الزبیرؓ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ جانے کا قصد کیا اور ابوبکر آپ کے ساتھ تھے تو وہ اپنے ساتھ اپنا تمام مال جو پانچ یا چھ ہزار درہم تھا اٹھا لے گئے تو میرے پاس میرے دادا ابو قحافہ آئے اور ان کی بینائی جاتی رہی تھی اور کہنے لگے کہ میں اس کو (یعنی ابوبکر کو) دیکھتا ہوں کہ واللہ اس نے اپنی جان کے ساتھ اپنے مال کو لے جا کر بھی تم کو دکھ پہنچایا ہے۔ میں نے کہا اے ابا ہرگز نہیں انہوں نے ہمارے لئے بہت مال چھوڑا ہے۔ اور اسماء نے کچھ پتھر کے ٹکڑے اٹھا کر ان کو گھر کے اس طاق میں رکھ دیا جس میں ابوبکر اپنا مال رکھتے تھے اور ان پتھروں کے ٹکڑوں پر ایک کپڑا ڈھک دیا تھا۔ اسماء کہتی ہیں پھر میں ابو قحافہ کے پاس گئی اور انکا ہاتھ پکڑ کر کپڑے پر رکھ دیا اور ان سے میں نے کہا ابوبکرؓ نے ہمارے لیے یہ چھوڑا تو انہوں نے کپڑے کے اوپر ہی سے پتھروں کو ٹٹول کر دیکھا پھر بولے "جب وہ تمہارے لئے یہ چھوڑ گئے تو بہتر ہے" اور واللہ انہوں نے ہمارے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا تھا نہ کم اور نہ زیادہ۔

(۵۷۷) اصمعی نے بیان کیا کہ ایک عورت حاتم بن عبداللہ بن ابی بکرہ کے پاس آئی اور ان سے کہا:

اتیتك من بلاد شاسعة ترفعنی رافعة تخفضنی خافضة ملمات من الامور حللن بی فبرین لحمی ووھن عظمی و ترکننی والھة کالحریض قد ضاق بی البلد العریض هلك الوالد وغاب الوافد وعدم الطارف والتالد فسألت فی أحیاء العرب عن المرجو سیبه المحمود نائله الکریم شمائله فدللت علیك وانا امرأة من هوازن فافعل بی احدی ثلاث اما ان تقیم اودی واما ان تحسن صفدی واما ان تردنی الی بلدی

میں آپ کے پاس ایسے شہروں سے آئی ہوں جو یہاں سے بہت دور ہیں کبھی مجھے اونچے ٹیلوں پر چڑھنا پڑا اور کبھی نشیبی زمینوں میں اُترنا پڑا مصیبتوں کی وجہ سے جو مجھ پر نازل ہوئیں جنہوں نے میرا گوشت کاٹ ڈالا اور ہڈیاں گھلا دیں اور مجھ کو پاگل بنا دیا جیسا کوئی نیم جان پڑا ہوا ہو مجھ پر فراخ شہر تنگ ہو گئے والد ہلاک ہو گیا اور آگے چلنے والا یعنی شوہر بھی نہ رہا۔ اور نیا مال اور بادرانا مال سب معدوم ہو چکا تو میں نے عرب کے قبائل سے سوال کیا ایسی ذات کے بارے میں جس کی داد و دہش سے امید کی جا سکے اور جس کی عطا مستوجب شکر ہو جو بزرگ خصائل ہو تو مجھ کو آپ کا نام بتایا گیا اور میں قبیلہ ہوازن کی ایک عورت ہوں تو آپ میرے ساتھ تین باتوں میں سے ایک بات کیجئے یا میرے دل کی کجی دور کر دیجئے یا میرے ساتھ حسن عطا کا معاملہ کیجئے اور یا مجھے میرے شہر میں واپس کر دیجئے یہ سُنکر حاتم بن عبداللہ نے کہا ہم محبت اور عزت کے ساتھ تمہاری تینوں خواہشوں کو پُورا کریں گے۔

(۵۷۸) اصمعی سے منقول ہے کہ ایک اعرابی عورت کا بیٹا مر گیا تو وُہ اس پر روتی رہتی تھی یہاں تک کہ اس کے رخساروں پر آنسوؤں نے گڑھے ڈالدیئے۔ پھر جب اس کو سکون ہُوا تو اُس نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور یہ دُعا کی کہ اللہ تو جانتا ہے کہ والدین کو اپنی اولاد سے کس قدر زیادہ محبت ہوتی ہے اسی بنا پر تو نے ماں باپ کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اپنی اولاد کی

کی خدمت کیا کریں (کہ وہ تو اپنی محبت کی وجہ سے خدمت کرنے پر خود ہی مجبور ہیں) اور آپ کو معلوم ہے کہ اولاد والدین کی نافرمانی بھی کرتی ہے اسی لئے آپ نے اولاد ہی کو والدین کی فرمانبرداری کی رغبت دلائی۔ اے اللہ میرا بیٹا اپنے والدین کا اس قدر خدمت گذار تھا جس قدر والدین اپنی اولاد کے ہوتے ہیں تو میری طرف سے تو اس کو بہتر جزا اور رحمت عطا فرما اور اس کو سرور اور تازگی سے ہمکنار کر۔ یہ سنکر اس سے ایک اعرابی نے کہا بہت اچھی دُعا ہے جو تُونے اس کے لئے کی اگر تو اس کو بے فائدہ گریۂ وبکا سے آلودہ نہ کر دیتی تو اس نے جواب دیا کہ مجبوریوں پر اختیاری افعال کا حکم جاری نہیں ہوا کرتا اور میر اگریۂ وبکا کو بند کر دینے پر قادر ہونا غیر ممکن تھا اور اُس سے رُک جانا میری قدرت سے باہر تھا اور اللہ اپنے فضل سے میرا عذر قبول کرنے والا ہے کیونکہ اس بزرگ و برتر اللہ نے فرمایا ہے فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم ۰ (ترجمہ) تو جو شخص بے اختیار ہو جائے بغیر سرکشی اور حد سے گذر جانے کے تو اس پر کوئی گناہ نہیں بیشک اللہ مغفرت کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

(۵۷۹) ابوالحسن مدائنی نے ذکر کیا کہ ایک دن عمران بن حطان اپنی بیوی کے پاس آیا اور عمران بہت بھدا اور پستہ قد تھا اور وہ سنگار کئے بیٹھی تھی اور ایک خوبصورت عورت تھی جب عمران کی نگاہ اس پر پڑی تو اس کو بے اختیار تکتا رہا بیوی نے کہا کیا بات ہے تو اُس نے کہا کہ واللہ اس صبح کے وقت تو بہت پیاری دکھائی دے رہی ہے تو اُس نے کہا بشارت ہو میں اور تو دونوں جنتی ہیں اس نے کہا یہ تجھے کہاں سے معلوم ہو گیا تو اس نے کہا اس لئے کہ تجھے مجھ جیسی عورت ملی اس پر تو نے اللہ کا شکر کیا اور میں تجھ جیسے کے ساتھ مبتلا ہوئی تو میں نے صبر کیا اور صابر اور شاکر دونوں جنت میں جائیں گے۔

(۵۸۰) مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عمران بن حطان ایک خارجی تھا اور اسی خبیث نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کر دینے پر عبدالرحمٰن بن ملجم ملعون کی مدح میں یہ اشعار کہے تھے:-

یا ضربۃ من تقی ما اراد بہا الا لیبلغ من ذی العرش رضوانا

(ترجمہ) ایک متقی شخص کی کیسی اچھی ضرب تھی جس کو لگانے سے اس کی نیت صرف یہ تھی کہ اللہ

صاحب عرش کی رضا حاصل کرے۔

انی لاذکرہ یوماً فاحسبہ اوفی البریۃ عند اللہ میزانا

میں جب اس کو یاد کرتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ اس کا عمل اللہ کی تمام مخلوق سے زیادہ وزن میں بھاری ہے۔

اکرم بقومٍ بطونُ الارض اقبرُھم لم یخلطوا دینھم بغیاً وعُدوانا

(ترجمہ) کیسی بزرگ قوم تھی جن کی قبریں زمین کے پیٹ میں بنی ہوئی ہیں جن لوگوں نے اپنے دین کی بغاوت اور سرکشی سے مخلوط نہ ہونے دیا۔

جب یہ ابیات قاضی ابوالطیب طبری کو پہنچے تو انہوں نے فی البدیہ اس کے جواب میں یہ اشعار کہے:۔

انی لابرأ مما انت قائلہ علی ابن ملجم الملعون بھتانا

(ترجمہ) میں اس جھوٹے اور غلط رائے سے جس کا تو ابن ملجم ملعون کے حق میں قائل ہے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔

انی لاذکرہ یوماً فالعنہ دیناً والعن عمراناً وحطانا

(ترجمہ) میں جس دن اس کو یاد کرتا ہوں تو اس پر لعنت بھیجتا ہوں دین سمجھ کر اور عمران پر ان پر بھی لعنت بھیجتا ہوں اور حطان پر بھی۔

علیک ثم علیہ الدھر متصلاً لعائنُ اللہ اسراراً واعلانا

(ترجمہ) تجھ پر اور اس پر رہتی دُنیا تک لگاتار خدا کی لعنتیں پوشیدہ طور پر اور ظاہر طور پر پڑتی رہیں۔

فانتم من کلاب النار جاء بہ نص الشریعۃ تبیاناً وبُرھانا

تم لوگ دوزخ کے کتے ہو اس پر شریعت کی نص وارد ہوئی ہے یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے اور بدلائل ثابت۔

ابوالطیب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف اشارہ کیا کہ خارجی لوگ دوزخ کے کتے ہیں۔

(۵۸۱) اسحٰق بن ابراہیم موصلی نے بیان کیا کہ مجھے ابوالمشیّع نے یہ واقعہ سُنایا کہ کثیر نے عزّہ کی جستجو میں ایک سفر کیا اور اس کیساتھ ایک پانی کا مشکیزہ تھا جب اُس پہ پیاس کا غلبہ ہُوا تو اس نے مشکیزہ کھولا دیکھا تو وہ بالکل خالی تھا۔ اس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا (اب اسکو پانی کی تلاش ہوئی)، تو دُور سے اُسے آگ کی روشنی محسوس ہوئی تو ادھر کا قصد کیا تو اس نے دیکھا کہ اس آگ کے قریب ایک سائبان ہے جس کی چہار دیواری میں ایک بوڑھی عورت ملی اس نے کثیر سے کہا تو کون ہے۔ اس نے کہا کہ میں کثیر ہوں۔ کہنے لگی کہ مجھے تو تجھ سے ملنے کی تمنّا تھی تو میں خدا کا شکر کرتی ہوں جس نے تجھے مجھ کو دکھلا دیا۔ کثیر نے کہا کہ مجُھ سے ملنے کی تمنّا کا باعث کیا تھا اس نے کہا کیا یہ شعر تو نے ہی نہیں کہے۔

اذا ما اتینا خُلَّۃ کی نُزیلُھا ابینا وقلنا الحاجبیہ اوّلُ

(ترجمہ) جب کبھی ہم کسی (دوست صاحبہ) حاجت کے پاس پہنچتے ہیں کہ اس کو پورا کریں، تو انکار کر دیتے ہیں کہ حاجبیہ قبیلہ والی (عزہ سے ملنا) مقدم ہے۔

ستولیکِ عرفا ان اردت وصالنا ونحن لتلک الحاجبیۃ اوصلُ

(ترجمہ) ہم تجھ سے رسمی محبت تو کر سکتے ہیں اگر تو ہم سے وصال کا ارادہ رکھتی ہے اور ہم تو درحقیقت سب سے زیادہ وصال کی خواہش اسی حاجبیہ سے رکھتے ہیں کثیر نے کہا ہاں میرے ہی ہیں۔ بولی تُو نے اس طرح کیوں نہ کہا جیسا کہ تیرے سردار جمیل نے کہا تھا۔

یا رُبَّ مارضۃٍ علینا وصلھا با لجد تخلطہ بقول الھازلِ

(ترجمہ) بہت سی عورتیں کوشش کے ساتھ اپنے سے وصال کے لئے ہمارے سامنے آتی ہیں اور ہنسی مذاق سے مخلوط کر کے (اپنی محبت کا اظہار کرتی ہیں)

فاجبتھا بالقول بعد تأمُّلٍ حُبّی بثینۃ عن وصالک شاغلی

تو میں تامل کے بعد اُن کے جواب میں یہ کہتا ہُوں کہ تیرے وصال سے جو شے مانع ہے وہ بثینہ کی محبّت ہے

لو کان فی قلبی کقدر قُلامۃٍ فضلا لغیرک ما اتتک رسائلی

(ترجمہ) (اے بثینہ) اگر میرے دل میں ایک ناخن کے برابر بھی تیرے غیر کے لئے گنجائش ہوتی تو میرے پیغامات (محبت) تیرے پاس نہ آتے۔

کثیر کہتا ہے میں نے کہا یہ قصہ چھوڑ اور مجھے پانی پلا دے اس نے کہا واللہ میں تجھے پانی نہیں پلا سکتی۔ میں نے کہا تجھ پر افسوس ہے پیاس مجھے ستا رہی ہے۔ بولی کہ بثینہ نوحہ کرے اگر میں طمع سے اپنے پاس سے پانی کا ایک قطرہ بھی روکوں یہ سنکر کثیر نے پھر کوئی بات نہ کی اور اس کی صرف یہی کوشش ہوئی کہ اپنی سواری پر چڑھ گیا اور پانی کی جستجو میں چل دیا اور نصف دن سے پانی تک نہ پہنچ سکا اور پیاس اس کو مارے ڈالتی تھی۔

(۵۸۲) ذوالرمہ کوفہ پہنچا۔ تو دوران سفر میں جب کہ وہ اپنے اصیل گھوڑے پر سوار کوفہ کی ایک سڑک پر جا رہا تھا کہ اس نے ایک سیاہ رنگ کی لڑکی دیکھی جو ایک گھر کے دروازے پر کھڑی تھی تو وہ اسکو بہت پیاری معلوم ہوئی اور اُس کے دل میں اُتر گئی تو وہ اس کے قریب پہنچا اور کہا اے لڑکی مجھے پانی پلا دے تو وہ اُس کے پاس ایک برتن میں پانی لائی جو اُس نے پیا پھر اس کے ساتھ کچھ چھیڑ کا ارادہ کیا اور چاہا کہ یہ کچھ بولے تو کہا اے لڑکی تیرا پانی بہت ہی گرم تھا۔ تو اس نے کہا اگر (آپ مجھ سے بات کرنا) چاہتے ہیں تو آپ کے اشعار کے عیوب ہیں آپ کے سامنے بیان کر دوں اور اپنے پانی کے گرم اور ٹھنڈا ہونے کا قصہ ایک طرف ڈالوں۔ تو اُس نے کہا اور میرا کونسا شعر ہے جس میں عیب ہے تو لڑکی نے کہا کیا آپ ذوالرمہ نہیں ہیں۔ ذوالرمہ نے کہا: بیشک۔ پھر بولی۔

فانت الذی شبهت عنزا بقفرة لها ذنب فوق استها ام سالم

(ترجمہ) تُو وہ ہے جس نے (اپنی محبوبہ) اُمّ سالم کو ایک بکری سے تشبیہہ دی جو چٹیل میدان میں کھڑی ہو۔ اس کے سرین پر دُم بھی لگی ہوئی ہے۔

جعلت لها قرنين فوق جبينها وطبيين مسودين مثل المحاجم

(ترجمہ) تو نے اس کے لئے دو سینگ بھی تجویز کر دیئے جو اس کی پیشانی پر لگے ہوئے ہیں اور دو سیاہ رنگ چیزیں بالکل کالی جیسے سینگیں ہوتی ہیں۔

وساقين ان يستمكنا منك يتركا بجلدك يا غيلان مثل المآثم

(ترجمہ) اور (اس کیلئے) ایسی دو ساق (بھی تجویز کر دی ہیں) کہ اگر وُہ تیرے دولتیاں جماوے تو اے مست تیری کھال کو ایسی کر چھوڑے جیسے کسی سزا میں (مجروم) کی ہو جاتی ہے۔

ایا ظبیۃ الوعساء بین جلاجل وبین النقا أنت أم ام سالم

(تواب یہ تھا) کہ جلاجل اور نقاء کے درمیان والی سبزہ زار کی ہرنی (تیرے قول ایا ظبیۃ الوساء بین جلاجل والنقاء میں) تو ہے یا ام سالم ذوالرمہ نے کہا میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں تو یہ میرا گھوڑا مع اس کے سب سامان کے لیلے مگر اس کو کسی پر ظاہر نہ کرنا اور گھوڑے سے اُتر کر اس کو اس لڑکی کی طرف بڑھا دیا اور رخصت ہونے کے لئے چلنے لگا تو اُس نے اس کو واپس کر دیا اور وعدہ کیا کہ جو کچھ ماجرا پیش آیا کسی سے وہ اس کا ذکر نہیں کرے گی۔

(۵۸۳) زبیر بن حسن مولی ربیع بن یونس سے مروی ہے کہ حجاج ولید ابن عبدالملک سے ملنے آیا۔ اس کے (مسجد میں) دو رکعت پڑھیں۔ واپسی کے بعد ولید سوار ہو گیا تو حجاج اسکے سامنے پیدل ہو گیا۔ اس سے ولید نے کہا اے ابو محمد تم بھی سوار ہو جاؤ۔ تو حجاج نے کہا اے امیر المؤمنین مجھے ایسا ہی رہنے دیجئے میں جہاد بکثرت کرنے کا عادی ہوں (مگر سست ہو رہا ہوں پیدل چلنے سے سُستی رفع ہو گی۔ سُست اس لئے ہُوا) کیونکہ ابن الزبیر اور ابن الاشعث نے مجھے جہاد سے طویل عرصہ تک روکے رکھا۔ مگر ولید نے اس کو حکم دیا کہ سوار ہو جائے تو سوار ہو گیا اور ولید کے ساتھ تخلیہ میں داخل ہو گیا تو ایسے وقت میں جبکہ حجاج باتیں کر رہا تھا کہ میں نے اہل عراق کیساتھ یہ کیا اور وُہ کیا ایک جاریہ آئی اور اس نے ولید سے (علیحدگی میں) کچھ کہا اور چلی گئی تو ولید نے کہا اے ابو محمد کیا آپ کو معلوم ہے کہ جاریہ نے کیا کہا۔ حجاج نے کہا نہیں۔ ولید نے کہا اُس نے یہ کہا تھا کہ مجھے آپ کے پاس ام البنین بنت عبدالعزیز بن مروان نے بھیجا ہے کہ آپ کی ہمنشینی اس اعرابی کے ساتھ اس حال میں کہ یہ اعرابی مسلح ہے اور آپ (بغیر زرہ) سادے کپڑوں میں ہیں خطرناک ہے تو میں نے اُس کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ وہ حجاج بن یوسف ہے تو اُس نے اس کو کپکپا دیا اور اُس نے یہ کہا کہ واللہ اگر تمہارے ساتھ خلوت میں ملک الموت ہوتا تو میں بہ نسبت حجاج سے تخلیہ کے اسکو پسند کرتی یہ وہ شخص ہے جس نے اللہ کے محبوب بندوں کو اور اس کے مطیع لوگوں کو قتل کیا ظلم اور جور سے تو حجاج نے کہا اے امیر المؤمنین! عورت صرف ایک کلی ہے اور کوئی محاسبہ کرنے والا افسر نہیں ہے اپنے اسرار پر ان کو مطلع کرنا نہیں چاہیئے اور اُن سے ہمبستری سے زائد کام نہ لینا چاہیئے اور ہرگز اُن کے ساتھ چھوٹے اور ذلیل بن کر مجالست نہ کرنی چاہیئے پھر اُٹھ

کر چلا گیا۔ ولید نے ام النبنین کے پاس جا کر حجاج کی پوری گفتگو سنا دی۔ ام النبنین نے کہا میں چاہتی ہوں کہ آپ اس کو حکم دیں کہ وہ مجھ کو سلام کرنے کے لئے آئے۔ پھر میرے اور اس کے درمیان جو بات ہوگی اس کی اطلاع آپ کو ہو جائیگی۔ دوسرے دن حجاج ولید کے پاس پہنچا۔ ولید نے کہا ام النبنین کے پاس جاؤ۔ حجاج نے کہا اے امیر المؤمنین مجھے اس سے معاف رکھئے ولید نے کہا ایسا کرنا ہی ہوگا۔ چنانچہ حجاج اس کے پاس پہنچا۔ تو بہت دیر تک اس کو منتظر رکھا پھر اس کو اجازت دی (جب وہ حاضر ہو گیا) تو اس سے کہا کہ اے حجاج تو فخر کرتا ہے امیر المؤمنین کے سامنے ابن الزبیر اور ابن الاشعث کے قتل پر۔ یاد رکھ خدا کی قسم اگر تو علم الٰہی میں اس کی بدترین مخلوق نہ ہوتا تو تجھ کو وہ ذات النطاقین (یعنی حضرت اسماء) کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مقرب صحابی (زبیرؓ بن العوام) کے بیٹے اور الاشعث کے قتل میں مبتلا نہ کرتا۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں تیرے اوپر نخوت کا جنون سوار ہو گیا یہاں تک کہ تو چلانے لگا اور تجھ پر ہڑک مسلّط ہو گئی یہاں تک کہ تو بھونکنے لگا (اس وقت کو بھول گیا) اگر امیر المؤمنین اہل یمن میں منادی نہ کرا دیتے جب کہ تو سخت تنگ حالی میں پھنس چکا تھا اور تیرے اوپر ان لوگوں کے نیزوں کے سائے پڑ چکے تھے اور ان کے بالمقابل آکر حملہ کرنے والے تجھ پر غالب آیا چاہتے تھے تو تو قید ہو چکا تھا اور وہ چیز جس میں تیری آنکھیں لگی ہوئی ہیں کاٹ دی گئی ہوتی (یعنی سر) اور اسی بنا پر امیر المؤمنین کی خواتین نے اپنی چوٹیوں سے خوشبوؤں کو بھی جھاڑ کر دے ڈالا اور ان کو بکوا دیا تھا امیر المؤمنین کے مددگاروں کی مالی امداد کیلئے۔ اور یہ جو تو نے امیر المؤمنین کو اشارہ کیا ہے ان کو لذّات سے منقطع ہونے اور اپنی خواتین سے صرف حاجت روائی کی حد تک تعلق رکھنے کی طرف تو اگر وہ عورتیں (حسن صورت اور حسن سیرت میں) مثل امیر المؤمنین کے ہوں اور ان سے کشادہ دلی کا معاملہ کیا جائے تو (بالکل بدیہی بات ہے) کہ تیری بات امیر المؤمنین کے لئے قابل قبول ہو ہی نہیں سکتی اور اگر وہ عورتیں اس درجہ کی ہوں جن سے کشادہ دلی کا تعلق رکھا جائے جس درجہ کی تیری غیر مختون ماں تھی جس کی حرارت غریزیہ (یعنی مزاج کی اصلی حرارت طبعی) ضعیف اور صورت مکروہ تھی جیسی عورت سے تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہوا تھا تو اے کمینے ایسی عورتوں کے بارے میں بہت ہی مناسب ہے کہ تیری بات مان لی جائے۔ خدا اُسے قتل کرے جو کہتا ہے[ع] (یعنی کسی شاعر نے کیا اچھا کہا۔ ایسے حملوں سے

ع قائل کا نام عمران بن قحطان السدوسی ہے ۱۲ مترجم

بدعا مقصود نہیں ہوتی) :-

اسدٌ علیّ وفی الحروب نعامۃ   فتخاء تنفر من صفیر الصافر

(ترجمہ) میرے اوپر شیر بن گیا اور لڑائیوں میں ڈرپوک شتر مُرغ جو سیٹی بجانے والوں کی سیٹی سے بھی بھاگ جائے۔

هلا برزت الی غزالۃ فی الوغا   وقد کان قلبك فی جناحی طائر

(ترجمہ) کیوں نہیں سامنے آیا تو لڑائی میں غزالہ کے تیرا حال یہ تھا کہ تیرا دل پرند کے بازوؤں میں تھا (اڑ کر فرار ہوتے پر طیار)

غزالہ ایک خارجی شبیب بن یزید کی بیوی تھی جو بہت بہادر تھی اس نے کوفہ فتح کر لیا تھا حجاج اس سے شکست کھا کر بھاگا تھا۔

پھر اُس نے اپنی باندی کو حکم دیا اور اس نے حجاج کو قصر سے نکال دیا۔ جب وہ ولید کے پاس آیا تو اس سے ولید نے پوچھا اے ابو محمد وہاں کیا پیش آیا تو حجاج نے کہا اے امیر المؤمنین خدا کی قسم وہ خاموش ہی نہ ہوئی یہاں تک کہ مجھے (اس حال کو پہنچا دیا) کہ زمین کا شکم مجھے اچھا معلوم ہونے لگا اس کی پیٹھ سے۔ ولید نے کہا کہ وُہ عبد العزیز کی بیٹی ہے۔

(۵۸۴) ابن السکیت نے بیان کیا کہ محمد بن عبد اللہ بن طاہر نے حج کا ارادہ کر لیا تو اُس کی ایک کنیز نے جو شاعرہ تھی نکل کر دیکھا تو جب سفر کی پوری طیاری کا مشاہدہ کیا تو وہ رونے لگی اس پر محمد بن عبد اللہ نے کہا :-

دمعۃ کاللؤلؤ الرطب علی الخد الاسیل

(ترجمہ) اس کے آنسو تازے موتیوں کی طرح ہیں کتابی رخسار پر

هطلت فی ساعۃ البین من الطرف الکحیل

(ترجمہ) لگاتار بہنے لگے جدائی کے وقت سرمگیں آنکھ سے۔

پھر محمد بن عبد اللہ بن طاہر نے اس سے کہا کہ اس پر شعر لگاؤ تو اُس نے کہا۔

حین هم القمر البا   هر عنا بالافول

(ترجمہ) جب (سب ستاروں سے زیادہ) روشن چاند نے ہم سے چھپنے کا ارادہ کیا۔

انما یفتضح العشاق فی وقت الرحیل

(ترجمہ) عاشق تو کوچ کے وقت ہی رسوا ہُوا کرتے ہیں۔

(۵۸۵) ایوب الوزان سے منقول ہے کہ مفضل نے بیان کیا کہ میں ہارون الرشید کے یہاں حاضر ہُوا اس وقت اس کے سامنے ایک طبق میں گلاب کے پھول رکھے ہوئے تھے اور ایک خوبصورت کنیز جو شاعرہ اور ادیب تھی اور ہارون کی خدمت میں ہدیۃً پیش کی گئی تھی بیٹھی ہوئی تھی۔ تو رشید نے کہا کہ اے مفضل اس گلاب کے پھول کو کسی مناسب چیز کے ساتھ موزوں تشبیہ دو تو میں نے یہ شعر کہا

کانہ خد مرموق یقبلہ ۔۔۔ فم الحبیب وقد ابدی بہ خجلا

(ترجمہ) گویا وُہ (گلاب کا پھول) اس کا رخسار ہے جس پر دزدیدہ نگاہ ڈالی جاتی ہے (یعنی محبوب) جس کو چاہنے والے کا مُنہ چوم رہا ہے اور اس رخسار پر شرمندگی (کی وجہ) سے سرخی) چھاگئی پھر اس کنیز نے یہ شعر کہا۔

کانہ لون خدی حین یدفعنی ۔۔۔ کف الرشید لامر یوجب الغسلا

(ترجمہ) گویا وُہ میرے رخسار کا رنگ ہے جب مجھے رشید کی ہتھیلی نے دبالیا ہو ایسے امر کے لئے جو موجب غسل ہوتا ہے تو رشید نے کہا اے مفضل اُٹھو اور باہر جاؤ کیونکہ اس چنچل نے ہم کو ہیجان میں ڈالدیا۔ میں فوراً اُٹھ گیا اور میں (باہر ہوتے ہوئے پردہ اپنی طرف سے چھوڑتا گیا)۔

(۵۸۶) اصمعی نے بیان کیا جب رشید نے بصرہ میں آکر مکہ کے سفر کا قصد کیا تو میں بھی ہمرکاب ہوا جب ہم ضریہ پہنچے تو میں دیکھتا ہوں کہ کنارۂ وادی پر ایک لڑکی ہے اور اس کے سامنے اس کا پیالہ ہے اور وہ یہ کہہ رہی ہے۔

طحنتنا طواحن الاعوام ۔۔۔ ورمتنا نوائب الایام

(ترجمہ) زمانوں کی چکیوں نے ہم کو پیس ڈالا اور ایام کی سختیوں نے ہمارے تیر مارے۔

فاتیناکم نمد اکفا ۔۔۔ لفضالات زادکم والطعام

(ترجمہ) ہم تمہارے سامنے اپنی ہتھیلیں تمہارے بچے کھچے زادِ راہ اور کھانے کیلئے پ۔ار رہے ہیں۔

فاطلبوا الاجر والمثوبۃ فینا ۔۔۔ ایھا الزائرون بیت الحرام

(ترجمہ) تو ہماری امداد سے اجر اور ثواب حاصل کر لو اے بیت اللہ کی زیارت کرنے والو۔

من رانی فقد رانی ورحلی — فارحموا غربتی وذل مقامی

(ترجمہ) جس نے مجھے دیکھ لیا تو اس نے مجھے اور میرے جائے قیام (اور بہ ضرورت) کو دیکھ لیا تو میری غربت اور پستی مقام پر رحم کرو۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں لوٹ کر امیر المؤمنین کے پاس آیا اور عرض کیا کہ کنارہ وادی پر ایک لڑکی ہے اور اس کے وہ اشعار سنائے تو بہت پسند کیے۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین میں اس کو آپ کے پاس لاتا ہوں۔ فرمایا نہیں بلکہ ہم خود اس کی طرف جائیں گے چنانچہ امیر المؤمنین اس کے پاس جاکر کھڑے ہو گئے۔ میں نے اس سے کہا جو اشعار تو پڑھ رہی تھی وہ سنا تو اس نے سنائے اور ہارون سے مرعوب نہیں ہوئی۔ انہوں نے حکم دیا کہ اے مسرور اس کے پیالے کو دینار سے بھر دے (مسرور غلام کا نام تھا) مسرور نے اسکو اتنا بھر دیا کہ پیالے کے دائیں بائیں سے دینار باہر آگرے۔

(۵۸۷) ابن الشیظمی کا بیان ہے کہ میں ایک سخت قحط کے زمانہ میں جو بارش نہ ہونے کیوجہ سے پیش آیا تھا حج کے لئے گیا۔ تو اس دوران میں کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا میری نظر ایک لڑکی پر پڑی جو اپنے موزوں قد وقامت اور تناسب اعضا کے لحاظ سے نہایت ہی خوبصورت تھی اور وہ کعبہ کے پردہ پکڑے ہوئے کہہ رہی تھی "اے میرے معبود، اے میرے آقا! میں آپکی غریب بندی ہوں اور آپ کی محتاج بھکارن ہوں۔ میری گریہ وزاری آپ سے پوشیدہ نہیں اور میری بدحالی آپ سے چھپی ہوئی نہیں محتاجگی نے میرا پردہ توڑا اور فاقہ نے میرا نقاب ہٹا دیا۔ تو میں نے چہرہ کھول لیا جو ذلت کے وقت پژمردہ اور سوال کے وقت ذلیل ہوتا ہے قسم ہے آپ کی عزت کی سوال کا دور ایسا دراز ہو گیا کہ اب اسے نہ اپنے دور غنا کی آبرو اس سے مانع ہوتی ہے اور نہ وہ آبروئے حیا سوال سے بچا سکتی ہے۔ جن کو رزق عطا کیا گیا ہے ان کی ہتھیلیاں میرے حق میں بے حس وحرکت ہو گئیں اور صاحب اخلاق لوگوں کے سینے میرے لئے تنگ ہو گئے تو جس نے مجھے محروم رکھا میں اس کو ملامت نہیں کرتی اور جس شخص نے مجھے کچھ دیا میں اس کو بہتر جزا دینے کے لئے آپ کے اور آپکی رحمت کے سپرد کرتی ہوں اور آپ ارحم الراحمین ہیں۔" تو میں اس کے قریب گیا اور اسکو کچھ دیا پھر میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کس خاندان کی ہیں۔ تو اس نے کہا آپ مجھے معلوم کرنے کے درپے نہ ہوں رب قل ماله وذهب رجاله كيف

یکون حالہٗ (جس کے پاس نہ مال باقی رہے اور نہ اس کے اقارب باقی رہیں اس کا کیا حال ہو گا) اس کے بعد اُس نے یہ اشعار پڑھے۔

بعض بنات الرجال ابرزها الدّھرُ لما قد تری واخرجھا

(ترجمہ) بعض (صاحب عروجاہ) لوگوں کی بیٹیوں کو زمانہ (کے انقلاب) نے ظاہر کر دیا اور پردہ سے باہر کر دیا جس سبب سے کہ تم دیکھ رہے ہو۔

ابرزھا من جلیل نعمتھا فابتزھا ملکھا واحوجھا

(ترجمہ) زمانہ نے ان کو نکال دیا (یعنی محروم کر دیا) ان کو بڑی بڑی نعمتوں سے اور اُن کی دولت مملوک چھین لی اور ان کو محتاج کر دیا۔

وطالما کانت العیونِ اذا ماخرجت تستشفُ ھودجھا

(ترجمہ) اور بہت زمانہ تک (ایسا ہوتا رہا) کہ جب (اُن کی سواری) نکلتی تو عام نظریں اُن کے کجاوے کو غور سے دیکھتی تھیں۔

ان کان قد ساءَھا واحزنھا فطالما سرَّھا وابھجھا

(ترجمہ) اگر (آج) زمانہ نے اس کو دُکھ اور رنج پہنچایا (تو صبر کرنا چاہیئے) کہ عرصہ تک اس کو خوشی اور مسرت (بھی) پہنچائی تھی۔

الحمد للّٰہ رُبَّ مُعسرۃٍ قد ضمن اللّٰہُ ان یفرّجھا

(ترجمہ) اللہ کا شکر ہے بہت سی مفلس عورتیں ہیں کہ اللہ تعالےٰ اس بات کا ضامن ہے کہ ان کو کشائش دیدے۔) ابن الشنظمی کہتے ہیں کہ میں نے اس سے پھر سوال کیا تو اس نے کہا کہ وُہ حضرت حسین بن علی رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی اولاد میں سے ہے۔

(۵۸۸) مروی ہے کہ کثیر عزّہ کی جمیل سے ملاقات ہوئی تو کثیر نے اس سے پوچھا کہ بثینہ سے تمہاری ملاقات کب ہُوا کرتی ہے۔ جمیل نے کہا کہ مجھ سے اس کی ملاقات شروع سال سے جب کہ وہ وادی دوم میں کپڑے دھو رہی تھی اب تک نہیں ہُوئی۔ تو اس سے کثیر نے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ میں آج رات اس سے تمہاری ملاقات کرادوں۔ جمیل نے کہا ضرور! تو فوراً کثیر بثینہ کی طرف لوٹ گیا۔ اس کو دیکھ کر بثینہ کے والد نے کہا اے کثیر کیا بات ہے تم فوراً واپس آ گئے۔ ابھی تھوڑی

دیر پہلے ہی تم ہمارے پاس نہیں بیٹھے تھے؟ کثیر نے کہا بیشک! لیکن چند ابیات مجھے یاد آ گئے جو میں نے عزّہ کے حق میں کہے تھے اُس نے کہا وُہ کیا کہے تھے تو کثیر نے کہا۔

فقلت لہا یا عزاد رسل صاحبی　　علی باب داری والرسول مؤکل،

(ترجمہ) تو میں نے اس سے کہا کہ اے عزّہ میں اپنے دوست کو بھیجتا ہُوں اپنے گھر کے دروازے پر اور قاصد ذمہ دار ہوتا ہے۔

اما تذکرین العھد یوم لقیتکم　　باسفل وادی الدوم والثوب یغسل،

(ترجمہ) کیا تجھے وُہ زمانہ یاد نہیں جس دن میں نے تجھ سے ملاقات کی تھی وادیٔ دوم کے نیچے والے مقام پر جب کپڑے دھوئے جا رہے تھے تو بثینہ نے زور سے کہا "دُور ہو جا"، تو بثینہ کے باپ نے کہا اے بثینہ کیا بات ہُوئی تجھے کیوں جوش آیا۔ اس نے کہا ایک کُتّا ہمیشہ ہمارے یہاں پہاڑ کے پیچھے سے رات کو اور دوپہر کو آ جاتا ہے (اس کو دھمکا رہی تھی) پھر کثیر واپس لوٹ کر جمیل کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ بثینہ نے وعدہ کیا ہے وہ اس پہاڑ کے پیچھے تم سے رات میں اور دوپہر کے وقت ملے گی اب تم جب چاہو اس سے ملاقات کر لو۔

(۵۸۹) مؤلف کہتے ہیں کہ ایسی ہی چالاکی کی یہ حکایت منقول ہے کہ ایک عورت کے پاس ایک اعرابی نے اپنے غلام کو اس لئے بھیجا کہ وُہ اس سے ملاقات کی جگہ مقرر کرانا چاہتا تھا غلام نے جا کر عورت کو پیغام پہنچا دیا اس کو یہ اچھا نہ معلوم ہُوا کہ آپس کے اقرار پر غلام کو مطلع کرے تو عورت نے اس کو یہ جواب دیا کہ خدا کی قسم اگر میں نے تجھے پکڑ لیا تو میں تیرا کان اتنا سخت مروڑوں گی کہ تو اس سے رو پڑے گا اور اس درخت سے جا کر سہارا لے گا اور عشا کے وقت تک تجھ پر غشی طاری رہے گی۔ غلام اس بات کا مطلب کچھ بھی نہ سمجھا اور اپنے مالک کے پاس واپس جا کر اس کی بات اس نے نقل کر دی وہ سمجھ گیا کہ اس نے اس سے درخت کے نیچے عشا کے وقت ملنے کا وعدہ کیا ہے۔

(۵۹۰) صولی کہتے ہیں کہ میں نے مبرد سے سُنا وہ کہتے تھے کہ ہم مازنی کے پاس موجود تھے کہ ان کے پاس ایک اعرابی عورت آئی جو اُن سے خودداری کے ساتھ سوال کیا کرتی تھی اور وُہ اس کو دیدیا کرتے تھے۔ بولی اللہ آپ کی صبح بخیر رکھے۔ اے ابوعثمان گیا رتیوں میں کچھ ترمی

آگئی ؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ اللہ اس کو لائے گا۔ تو کہنے لگی ۔

تعلمنّ انی والذی حج القوم لولا خیال طارق عند النوم

(ترجمہ) ضرور سمجھ لیجئے کہ میں قسم ہے اس (کعبہ) کی جس کا قوم حج کرتی ہے اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ نیند کے وقت (آپ کا) خیال چھاپہ مارے گا۔

والشوق من ذکراک ماجئت الیوم

(ترجمہ) اور آپ کی یاد سے شوق (ملاقات) ستائے گا تو میں آج نہ آتی۔ تو مازنی نے کہا، خدا اُسے قتل کر دے کس قدر چالاک عورت ہے۔ میرے پاس طلب عطیہ کیلئے آئی۔ جب دیکھا کہ کچھ نہیں ہے تو ہم پر احسان دھر گئی کہ بس ملنے ہی آئی تھی۔

(۵۹۱) اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفہ نے بیان کیا کہ میرے سامنے اس عورت کے مانند کوئی نہیں آیا جو ایک مرتبہ آئی تھی اور اُس نے کہا کہ اے قاضی میرے چچا کے بیٹے نے میرا نکاح اس شخص سے کر دیا اور میں نہیں جانتی تھی۔ جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے اس کو رد کر دیا۔ میں نے کہا اور تو نے کب رد کیا جواب دیا جس وقت مجھے علم ہوا۔ میں نے اور کب علم ہوا۔ تو بولی کہ جس وقت میں نے اس کو رد کیا۔ میں نے کوئی عورت اس جیسی نہیں دیکھی۔

(۵۹۲) قاضی علی بن القاسم سے مروی ہے انہوں نے ذکر کیا کہ میرے والد بیان کرتے تھے کہ موسیٰ بن اسحٰق کو کبھی مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے اُن سے کہا کہ اے قاضی آپ کے لئے جائز نہیں کہ آپ دو آدمیوں کے مابین کوئی فیصلہ بحالت غصہ کریں۔ انہوں نے کہا کیوں تو اُس نے کہا اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقضی القاضی بین اثنین وھو غضبان (کوئی قاضی دو (متخاصمین) کے مابین غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے) تو انہوں نے تبسم کیا۔

(۵۹۳) اصمعی کے بھتیجے عبدالرحمٰن اپنے چچا (اصمعی) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن سلیمان بن عبدالملک نے جب کہ شعرا ان کے پاس حاضر تھے کہا کہ میں نے ایک مصرعہ موزوں کیا ہے اس کو پورا بیت بناؤ اور کہا یروح اذا راحوا ویغدو اذا غدوا (وہ شام کے وقت آتا ہے جب وہ لوگ شام کے وقت آتے ہیں اور وہ سویرے آتا ہے جب وہ لوگ سویرے آتے ہیں) تو کوئی شاعر اس پہ کچھ بھی نہ لگا سکا۔ تو سلیمان ایک اپنی کنیز کے پاس پہنچا اور اس کو خبر دی۔ اُس نے

کہا آپ نے کیا کہا تھا۔ سلیمان نے سنا دیا تو اس نے فوراً کہا وَعَمَّا قلیل لا یُرُوحُ ولا یَغدُو (اور عنقریب ایسا ہوگا کہ نہ شام کو چل سکے گا اور نہ صبح کو)

(۵۹۴) اصمعی نے بیان کیا کہ میں امیر المؤمنین ہارون رشید کے یہاں حاضر تھا کہ ایک شخص ایک کنیز کو ساتھ لیکر آیا فروخت کے لئے اس کو رشید نے غور سے دیکھا پھر کہا اپنی کنیز کو لے جاؤ۔ اگر اس کے منہ پر چھائیاں نہ ہوتیں اور ناک دبی ہوئی نہ ہوتی تو میں اس کو خرید لیتا۔ تو وہ شخص اس کو ساتھ لیکر چلا۔ جب وہ کنیز پردہ کے قریب پہنچ گئی تو اس نے کہا اے امیر المؤمنین: مجھے اپنے پاس واپس بلا لیجئے میں آپ کو دو بیت سنانا چاہتی ہوں جو حاضر ہو گئے تو بلا لیا۔ اس نے یہ شعر سنائے :۔ مَاسلم الظبی علے حسنہٖ کلا ولا البدر الذی یُوصفُ

(ترجمہ) (اب تو) ہرنی بھی اپنے حسن پر سالم نہ رہ سکی ہرگز نہیں اور نہ چاند بچ سکا جس کی تعریف کیجاتی ہے) الظبی فیہ خنسٌ بیّنٌ والبدر فیہ کلف یُعرفُ

(ترجمہ) کیونکہ ہرنی میں ناک بیٹھی ہونا کھلی بات ہے اور چاند میں جو چھائیاں ہیں وہ بھی صاف نظر آتی ہیں)۔ اس کی بلاغت نے رشید کو حیران کر دیا اس کو خرید لیا اور اس کو مرتبہ تقرّب بخشا۔ اور وہ تمام کنیزوں سے زیادہ اس کے مجالس میں حصّہ لیتی تھی۔

جاحظ نے بیان کیا کہ میں نے لشکر میں ایک بہت لمبے قد کی عورت کو دیکھا اور ہم کھانے پر بیٹھے تھے۔ میں نے اس کو چھیڑنے کے ارادے سے "اتر آ ہمارے ساتھ کھانا کھائیے" (گویا اس کا جسم ایک لمبی سیڑھی ہے جس پر کوئی عورت چڑھی ہوئی ہے) اس نے جواب دیا کہ تو ہی بلند ہو جا۔ (اے اسفل درجہ کے شخص) یہاں تک کہ تو دنیا کو دیکھ لے۔

(۵۹۶) جاحظ نے بیان کیا کہ میں نے ایک خوبصورت عورت کو دیکھا تو میں نے اس سے کہا تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا مکّہ تو میں نے کہا کیا تو مجھے اجازت دیگی کہ تیرے حجر اسود کو بوسہ دوں۔ (رخسار کا تل مراد ہے) اُس نے کہا نہیں۔ بغیر زاد و راحلہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ (حج بغیر سفر کے مصارف اور سواری پر قدرت کے فرض نہیں ہوتا اسی طرح یہ بھی بغیر ادائے مہر و نکاح شرعی حرام ہے)

مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ حکایت ہم سے ایک دوسری نوعیت کے ساتھ بھی روایت کی گئی ہے

کہ جاحظ نے بیان کیا کہ میں نے بغداد کے بازار نخاسہ میں ایک جاریہ یعنی کنیز کو دیکھا جس پر آواز لگائی جا رہی تھی اور اس کے رخسار پر ایک تل تھا تو میں نے اس کو بلایا اور اس سے بات چیت شروع کی۔ میں نے اس سے کہا کہ تیرا کیا نام ہے اس نے کہا مکہ تو میں نے کہا اللہ اکبر حج قریب ہو گیا کیا تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دوں۔ اس نے جواب دیا کہ مجھ سے الگ ہو گیا تم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا لم تکونوا بلغیہ الا بشق الانفس (تم اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے مگر اپنے نفسوں کو مشقت میں ڈالنے سے)

(۵۹۷) اصمعی نے بیان کیا کہ منصور کے سامنے ایک چور پیش کیا گیا تو اس نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو اس نے یہ شعر عرض کئے

یدی یا امیر المؤمنین اعیذھا بعفوک من عار علیھا یشینھا

اے امیر المؤمنین میں اپنے ہاتھ کے بارے میں فریاد رسی چاہتا ہوں اس کا عیب دار ہونا میرے لئے موجب ننگ و عار ہو گا۔ فلا خیر فی الدنیا ولا فی نعیمھا

اذا ما شمال فارقتھا یمینھا

(ترجمہ) پھر نہ دنیا میں میرے لئے خیر باقی رہے گی اور نہ اس کی لذات میں جبکہ بایاں ہاتھ اس کے دائیں ہاتھ سے جدا ہو جائے گا) منصور نے کہا اے غلام قطع کر یہ سزا اللہ کی مقرر کی ہوئی سزاؤں میں سے اور ایسا حق ہے اللہ کے حقوق میں سے جس کو معطل کرنے کی کوئی صورت نہیں چور کی ماں کہنے لگی ہائے میرا ایک ہی ہے اور میرا یہی محنت کرنے والا ہے اور یہی کمانے والا ہے۔ منصور نے کہا یہ تیرا ایک بدترین ہے اور بدترین محنت کرنیوالا اور بدترین کمائی کرنے والا۔ (تو بدترین سزا ہی کا مستحق ہے) اے غلام قطع کر۔ پھر چور کی ماں نے کہا اے امیر المومنین کیا آپ کے کچھ ایسے گناہ ہیں کہ آپ اللہ سے ان کی مغفرت طلب کیا کرتے ہیں؟ منصور نے کہا کیوں نہیں تو اس نے کہا کہ اس کو مجھے بخشدیجئے اور اس گناہ کو بھی ان گناہوں میں شامل کر لیجئے جن کی آپ اللہ سے مغفرت مانگا کرتے ہیں۔

اور ایک روایت ہم کو یہ پہنچی کہ عبد الملک بن مروان کے سامنے ایک چور پیش کیا گیا تھا اور گواہی سے اس پر چوری ثابت ہو گئی تو اس نے وہ (مذکورہ بالا) شعر پڑھے تھے اور اس کی ماں

نے یہ گفتگو کی تھی اور اس پر عبدالملک نے حکم دیا تھا کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔

(۵۹۸) ثعلب نے ابن الاعرابی سے یہ شعر روایت کیا۔

وسائلۃٌ عن رکب حسان کُلّھم　　لیبلغ حسانٌ بن زید سُؤالھا

(ترجمہ) اور ایک سوال کرنے والی ہے حسان کے تمام قافلہ سے تاکہ حسان ابن زید کو اس کے سوال کی خبر ہو جائے ابن الاعرابی نے کہا حقیقت یہ تھی کہ وہ حسان سے محبت کرتی تھی، تو اس نے یہ مکروہ سمجھا کہ سوال میں اس کی ذات کو مخصوص کرے تو اس نے سارے قافلوں کا سوال کیا جس سے یہ نتیجہ نکل آیا کہ حسان کی ذات ہی مقصود ہے۔

(۵۹۹) ہارون بن عبداللہ بن المامون نے ذکر کیا کہ جب خیزران مہدی کے سامنے پیش ہوئی تو اس نے خیزران سے کہا واللہ اے لڑکی تو ہماری پسند کے حد درجہ تک مطابق ہے لیکن تیری پنڈلیاں کھردری ہیں، خیزران نے کہا اے امیر المؤمنین آپ کو سب سے زیادہ ضرورت اس شے کی ہے جو اُن کی جانب ہے آپ ان کو نہ دیکھیے۔ تو حکم دیا کہ اس کو خرید لیا جائے اور یہ مہدی کی بلند مرتبہ حرم بن گئی اسی سے موسیٰ اور ہارون پیدا ہوئے۔

(۶۰۰) ابو بکر صولی سے منقول ہے کہ مہدی نے ایک کنیز خریدی اور اس کے ساتھ مہدی کو تعلق خاطر بہت زیادہ ہو گیا اور وہ بھی مہدی سے بہت محبت کرتی تھی لیکن اکثر مہدی سے کھچی کھچی رہتی تھی تو مہدی نے ایک ذریعہ اُس پر مامور کیا جو پھسلا کر اس کے دل کی بات معلوم کرے تو اُس نے یہ بتایا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ کسی وقت مجھ سے خفا ہو جائیں اور چھوڑ دیں تو میں ہجر سے مر جاؤں گی تو میں اپنی ذات کو اُن سے پُورے طور پر لطف اندوز ہونے سے روک لیتی ہوں تاکہ زندگی گذار سکوں، تو مہدی نے یہ اشعار کہے:۔

ظفرتْ بالقلب منّی　　غادۃٌ مثلُ الھلال

(ترجمہ) میرا دل مجھ سے چھین لے گئی ایک نازک بدن جو چاند کی مانند ہے۔

کلّما صحّ لھا وُدِ ...... ی جاءت باعتلال

(ترجمہ) جب اس کے ساتھ میری محبت کامل ہو گئی تو اس نے حیلے بہانے شروع کر دیئے۔

لا تحب الھجر منّی　　والتناءی عن وصالی

(ترجمہ) وہ مجھ سے جدائی پسند نہیں کرتی اور نہ میرے وصل سے پہلو بچانا اس کو پسند ہے۔

بل لانّھا علیٰ حبّی لہا خوف الملال

(ترجمہ) بلکہ اُس کا یہ انداز اس بنا پر ہے کہ اس کو میری محبت میں رنج پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

(۶۰۱) ابو نواس نے بیان کیا کہ میرے سامنے ایک عورت آگئی اور اس نے اپنے چہرہ سے نقاب ہٹا دیا تو وہ غائت درجہ خوبصورت تھی۔ اس نے مجھ سے کہا آپ کا کیا نام ہے؟ میں نے کہا آپ کی صورت۔ بولی کہ اچھّا تو آپ کا نام "حسن" ہے (ابو نواس کا نام حسن بن ہانی تھا)

(۶۰۲) قبیلہ تغلب کے ایک شخص نے ہم سے بیان کیا کہ ہم میں ایک شخص تھا جس کی بیٹی جوان تھی اور ایک اس کا بھتیجا تھا جو اس کی لڑکی پر فریفتہ تھا اور وہ لڑکی اس پر فریفتہ تھی اسی طرح ایک زمانہ گذرتا رہا۔ پھر اس لڑکی سے ایک شریف آدمی نے پیغام دیا اور اُس نے اچھے مہر سے رغبت دلائی تو اس لڑکی کے باپ نے نعم کہدیا یعنی اس کو منظور کر لیا اور قوم نکاح کے لئے جمع ہو گئی۔ تو لڑکی نے اپنی ماں سے کہا کہ اے اماں، ابّا کو اس بات سے کیا امر مانع ہے کہ میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیں۔ ماں نے کہا کہ یہ تو ایسی بات ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اُس نے کہا واللہ کس عمدگی سے اُس چھوٹے سے کو پالا، پرورش کیا پھر جب وہ بڑا ہو گیا تو اس کو تم چھوڑ رہے ہو پھر اُس نے ماں سے کہا اے اماں ہائے واللہ مجھے حمل ہے اگر تم چاہو تو چھپا لو اور چاہو تو مشہور کر دو۔ یہ سُن کر اس کی والدہ نے اس کے باپ کو بُلا کر سب حال بیان کر دیا۔ اُس نے کہا اس بات کو چھپا لو۔ پھر وہ ان لوگوں کے پاس گیا (جو نکاح کے لئے جمع ہو گئے تھے) اور ان سے کہا کہ اے لوگو میں نے آپ کا پیغام قبول کر لیا تھا اور اب ایک ایسی چیز پیش آگئی کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ مجھ کو اجر عطا فرمائے گا۔ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنی بیٹی کا جس کا نام یہ ہے اپنے فلاں بھتیجے سے نکاح کر دیا۔ جب نکاح سے فراغت ہو گئی تو شیخ نے کہا کہ لڑکی کو اس کے پاس بھیجدیا جائے اس پر لڑکی نے کہا کہ وہ اللہ کے ساتھ کافر ہو جائے اگر ایک سال سے پہلے وہ شوہر سے تخلیہ کرے یا اس کا حمل ظاہر ہو جائے تو وہ ایک سال گذرنے سے پہلے شوہر کے پاس نہ گئی اور باپ کو معلوم ہو گیا کہ اُس نے (نکاح کے لئے) اس کے ساتھ ایک حیلہ کیا تھا۔

(۶۰۳) صولی نے ذکر کیا کہ عتبی نے بیان کیا کہ میں نے (جب کہ گھوڑے پر سوار تھا) ایک

عورت کو دیکھا جس کی صورت مجھے عجیب معلوم ہوئی۔میں نے اس سے کہا کیا تیرا کوئی شوہر ہے اس نے انکار کیا۔میں نے کہا کیا تجھ کو (مجھ سے) نکاح کی رغبت ہے اس نے کہا ہاں لیکن میری ایک ایسی صفت ہے کہ میں سمجھتی ہوں کہ آپ اس سے خوش نہ ہوں گے۔میں نے کہا وہ کیا ہے کہنے لگی میرے سر میں سفیدی ہے۔میں نے یہ سن کر اپنے گھوڑے کی باگ کھینچی اور ذرا چلا ہی تھا کہ اس نے مجھے آواز دے کر کہا کہ میں آپ کو قسم دیتی ہوں کہ آپ ٹھہر جائیں۔پھر اگے (میرے ساتھ) ایسے موقع تک چلی جو (لوگوں سے) خالی تھا پھر اس نے اپنے بالوں سے کپڑا ہٹا دیا تو وہ ایسے سیاہ تھے جیسے سونائی انگور سیاہ ہوتے ہیں) پھر بولی واللہ میں ابھی بیس سال تک نہیں پہنچی۔ لیکن میں نے تم کو اس امر سے آگاہ کرنا چاہا تھا کہ ہم بھی آپ کی اس صفت سے کراہت کرتے ہیں۔ جس سے آپ کو ہم میں دیکھ کر کراہت ہوتی ہے میں بہت شرمندہ ہوا اور یہ کہتا ہوا روانہ ہوا

فجعلت اطلب وصلها بتملق والشیب یغمزها بان لاتفعلی

(ترجمہ) میں چاپلوسی کے ساتھ اس سے وصل کا طالب ہو رہا تھا اور میرا بوڑھاپا اس سے یہ غمازی کر رہا تھا کہ ایسا نہ کرنا۔

(۶۰۴) عتبی نے بیان کیا کہ ایک شخص نے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھا اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ "تیرے اپنے بارے میں میں تجھ کو اختیار دیتا ہوں" (اس طرح عورت کو طلاق کا اختیار حاصل ہوگیا) پھر وہ پچھتایا تو بیوی نے کہا دیکھئے آپ کے ہاتھ میں یہ اختیار بیس برس سے تھا۔آپ نے اس کی اچھی طرح حفاظت کی اور اس کو برقرار رکھا تو میں دن کی ایک گھڑی میں ہرگز اسکو ضائع نہ کروں گی جب کہ وہ میرے ہاتھ میں پہنچ گیا۔اب میں اس کو آپ ہی کو واپس کرتی ہوں۔اسکی گفتگو نے اس شخص کو حیرت میں ڈالدیا اور اس کو طلاق نہیں دی۔

(۶۰۵) یہ بھی ذکر کیا ہے کہ شعیب نے ایک عورت سے نکاح کا ارادہ کیا۔پھر اس سے کہا کہ میری عادت خراب ہے تو اس نے کہا کہ آپ سے زیادہ بری عادت اس کی ہوگی جو آپ کو بری عادت اختیار کرنے پر مجبور کردے۔شعیب نے کہا بس اب تو میری بیوی ہے۔

(۶۰۶) عتبی نے ذکر کیا کہ میں نے فضل بن ابراہیم سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ ایک شاعر کا کچھ عورتوں پر گذر ہوا تو اس کو ان کی شان عجیب معلوم ہوئی تو اس نے کہنا شروع کیا۔

ان النساء شیاطین خُلقن لنا — نعوذ باللہ من شر الشیاطین

(ترجمہ) عورتیں ہمارے لئے شیاطین پیدا کی گئی ہیں — ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں شیاطین کے شر سے

تو ان عورتوں میں سے ایک نے اس کو جواب دیا اور یہ کہنا شروع کیا۔

ان النساء ریاحین خلقن لکم — وکلکم تشتھوا شم الریاحین

(ترجمہ) یہ عورتیں گلدستہ ہیں جو تمہارے لئے پیدا کی گئی ہیں — اور تم سب ہی پھولوں کے سونگھنے کی خواہش رکھتے ہو۔

(۶۰۷) ابو عبداللہ محمد بن العباس یزیدی سے منقول ہے کہ اعراب میں سے ایک شخص کے ایک لڑکی تھی اور ایک اس کا غلام تھا۔ غلام نے اس لڑکی کو پھسلایا تو اس نے اس سے رات کا وعدہ کر لیا اور اس کے لئے ایک چھری طیار کر لی اور اس کو خوب تیز کر لیا۔ جب وہ اس کے پاس وعدہ کے وقت آیا تو اس نے اس کا جسم کاٹ دیا تو وہ اڑیا تا ہوا نکلا۔ اس کے آقا نے سن کر پوچھا کہ تجھ سے ایسا کس نے کیا تو اس نے کہا کہ تمہاری بیٹی نے وہ بیٹی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اس غلام کے ساتھ تو نے کیا کیا۔ تو اس نے کہا:۔

یا ابت العبد من نوکہ — اے باپ غلام نے اپنی حماقت سے ایسے ظرف سے
یشرب من سقاء لم یوکہ — پانی پینا چاہا جس کا بند نہیں کھولا گیا اور جو
ومن ورد غیر مائہ — غیر کے پانی پر تصرف کرے گا۔ اس کو ایسی
صدر بشل دائہ — تکلیف بھی پہنچے گی۔

باپ نے اس سے سن کر کہا تو کوئی حرج نہیں۔

(۶۰۸) شرقی بن قطامی نے بیان کیا کہ شن عرب کے بڑے دانشمندوں میں سے تھا اس نے قسم کھائی تھی کہ میں سفر میں ہی اپنا وقت گذارتا رہوں گا جب تک مجھے کوئی عورت اپنی جیسی ملے اور اس سے نکاح کروں۔ وہ سفر میں تھا کہ اس کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو اسی بستی میں جا رہا تھا جہاں پہنچنے کا شن نے ارادہ کیا تھا تو یہ اس کا ساتھی ہو گیا۔ جبکہ دونوں روانہ ہوئے تو اس سے شن نے کہا تو مجھے اٹھا کر لے چلے گا یا میں تجھے اٹھاؤں تو اس سے ساتھی نے کہا او جاہل! ایک سوار دوسرے سوار کو کیسے اٹھا سکتا ہے" پھر دونوں چل رہے تھے تو انہوں نے ایک کھیت کو دیکھا جو پکا ہوا کھڑا تھا تو شن نے کہا کیا تم کو اس بات کی خبر ہے کہ یہ کھیت

ع شن بن افصی بن عبد القیس تلقیح فہوم الاثر

کھایا جا چکا یا نہیں؟ اُس نے کہا "اے جاہل کیا تو دیکھتا نہیں کہ یہ کھڑا ہے" پھر دونوں کا گذر ایک جنازہ پر ہُوا تو شن نے کہا تمہیں خبر ہے صاحب جنازہ زندہ ہے یا مُردہ؟ اُس نے کہا "میں نے تجھ سے زیادہ جاہل نہیں دیکھا کیا تیرا یہ خیال ہے کہ یہ لوگ زندہ ہی کو دفن کرنے جا رہے ہیں" پھر وُہ شخص اس کو اپنے گھر پر لے گیا اور اُس شخص کی ایک بیٹی تھی جس کا نام طبقہؓ تھا اس شخص نے پورا قصہ اسکو سنایا۔ اس لڑکی نے کہا کہ اسکا یہ قول کہ "تو مجھے اٹھائیگا یا میں تجھے اٹھاؤنگا" اس نیت سے تھا کہ تو مجھ کوئی بات سنائیگا یا میں تجھے سناؤں تاکہ ہم اپنا راستہ (تفریح کے ساتھ) پورا کرلیں۔ اور اسکا یہ کہنا کہ "یہ کھیت کھایا جا چکا یا نہیں" اُسکا مقصد اس سے یہ دریافت کرنا تھا کہ کھیت والوں نے اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت خرچ کرلی یا نہیں اور میّت کے بارے میں اس کے سوال کا یہ مطلب تھا کہ آیا اس نے اپنے پیچھے کوئی ایسا بھی چھوڑا ہے جو اس کے نام کو زندہ رکھ سکے یا نہیں۔ پھر یہ شخص گھر سے نکل کر شنؔ سے ملا اور اس سے باتیں کیں اور اس کو اپنی بیٹی کی گفتگو سنائی تو اس نے اسی سے نکاح کا پیغام دیا اور اُس کے ساتھ اس کا نکاح ہو گیا۔ اور وہ اس کو لے کر اپنے اپنے عزیزوں سے آملا جب انہوں نے بھی اس عورت کی عقل و دانائی کو پہچان لیا تو کہا دافِق شن طبقۃ (شنؔ نے طبقہ کو گلے سے لگا لیا۔ اس ضرب المثل کی یہ وجہ ہے (وافقہ اعتنقہ)

(۶۰۹) شرفی نے ذکر کیا کہ ابو محمد بن وارثہ نے بیان کیا کہ ایک شخص کا راستہ میں ایک جاریہ سے آمنا سامنا ہُوا اس شخص نے اس سے پوچھا کیا تیرے ہاتھ میں کوئی صنعت ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ وُہ رقاصہ ہے۔

(۶۱۰) محسن سے منقول ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے لڑکر طلاق طلب کی۔ اُس نے کہا کہ تو حاملہ ہے جب تو بچہ جن لے گی تو میں تجھ کو طلاق دے دونگا۔ اس نے کہا تجھ پر اسکی کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی (کہ تجھ سے حق پرورش کا کوئی معاوضہ طلب کیا جاسکے) شوہر نے کہا پھر تو اس سلسلہ میں کیا کرے گی۔ اُس نے کہا کہ میں اس کو جنّت کے دروازہ پر کبوتر بنا کر بٹھا دوں گی (اس کے شوہر کا بیان ہے کہ) میں نے اس بڑھیا سے دریافت کیا جو ہماری گفتگو میں واسطہ بنی ہوئی تھی کہ اس بات کا کیا مطلب ہے اس نے کہا اس کی مراد یہ ہے کہ وہ سداب کے ساتھ دوسری اسقاط کرنے والی دوائیں ملا کر رکھے گی تاکہ حمل ساقط ہو جائے اور بچہ کی روح اُڑ کر کبوتر

ؓ طبقہ حی من ایاد ۱۲ تلقیح

کی طرح جنت میں پہنچ جائے۔

(۶۱۱) ابوبکر بن الازہر نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے بعض دوستوں نے ذکر کیا کہ ایک شخص اہواز میں تھا اور وُہ صاحب ثروت وسودولت اور بیوی والا تھا وُہ ایک مرتبہ بصرہ گیا اور وہاں ایک عورت سے نکاح کر لیا اور (یہ معمول رکھا کہ) سال میں ایک یا دو مرتبہ اس عورت کے پاس جایا کرتا تھا اور اس بصرہ والی بیوی کا چچا اس شخص سے خط و کتابت کیا کرتا تھا (اتفاق ایسا ہُوا کہ) اس کا ایک خط اس اہواز والی بیوی کے ہاتھ لگ گیا جس سے اس کو حقیقت حال کا علم ہو گیا تو اُس نے اپنے ایک رشتہ دار [illegible] جو میں تھا اس مضمون کا خط لکھوا کر شوہر کے پاس روانہ کرایا کہ آپ کی بیوی کا انتقال ہو [illegible] اں پہنچیے۔ (جب یہ خط اہواز میں اس کو ملا) تو اُس نے پڑھ کر سفر کی طیاری شروع کر دی [illegible] ز والی بیوی نے کہا کہ میں دیکھتی ہُوں کہ تمہارا دل کہیں اور لگا ہُوا ہے اور میں خیال کرتی ہوں کہ بصرے میں کوئی بیوی آپ کی موجود ہے۔ تو اس نے کہا معاذاللہ۔ عورت نے کہا میں اتنا کہنے سے مطمئن نہیں ہو سکتی بغیر قسم کے۔ آپ یہ حلف کریں کہ میرے سوا جو بھی آپ کی بیوی ہو غائب ہو یا حاضر ہو اس پر طلاق ہے۔ تو اُس نے یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کا انتقال ہو ہی چکا ہے یہ حلف کر لیا۔ پھر اُس نے کہا اب سفر کی ضرورت نہیں رہی اب وُہ عورت آپ سے الگ ہو چکی ہے اور وہ زندہ ہے۔

(۶۱۲) علی بن الجہم نے بیان کیا کہ میں نے ایک کنیز خریدی۔ میں نے اُس سے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ تو کنواری ہے تو اس نے کہا اے میرے سردار واثق کے زمانہ میں بہت فتوحات ہوئی ہیں (اشارہ اس طرف ہے کہ وہ کنواری نہیں ہے) میں نے ایک مرتبہ اس سے کہا کہ صبح میں کتنی دیر ہے تو اُس نے جواب دیا مشتاق کی گردن کے برابر (جو اُبھرتی ہی رہتی ہے یعنی زیادہ دیر ہے) اور ایک مرتبہ سُورج کو گرہن لگتے ہوئے دیکھا تو بولی میرے حسن سے شرما کر منہ پر نقاب ڈال لی۔ میں نے اس سے ایک رات میں یہ کہا کہ آج رات ہم اپنی مجلس چاندنی میں کریں گے تو جواب دیا (کیا حرج ہے) یہ جمع بین الضرائر نہیں ہے (یعنی دو سوکنوں کو ایک جگہ جمع کرنا نہیں یہ بات شرعاً مکروہ ہے کہ ایک بیوی سے ہمبستری ہو اور دوسری بھی موجود ہو۔ اُس نے چاند کو اپنی سوت متخیل کر کے یہ جواب دیا) اور وُہ زیور سے نفرت کرتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ محاسن کا چھپانا قبائح (برائیوں) کے چھپانے

جیسا ہے۔

(۶۱۳) متوکل کے سامنے ایک کنیز پیش ہوئی تو اُس نے اس سے پوچھا تو کنواری ہے یا اور کچھ تو اس نے جواب دیا یا اور کچھ اے امیر المؤمنین (یعنی مجھے یا اور کچھ والی قسم میں ہی شامل سمجھے) اس جواب سے متوکل ہنسا اور اس کو خرید لیا۔

(۶۱۴) معتضد علی اللہ نے اپنا سر ایک جاریہ کی گود میں رکھا (اور سو گئے) اُس نے اُن کے سر کے نیچے تکیہ لگا دیا اور چلی گئی۔ جب وہ بیدار ہوئے تو اس سے کہا کہ ایسا کیوں کیا اور اس سے بُرا اثر لیا اس نے کہا کہ ہمکو ایسی ہی تعلیم دی گئی کہ کوئی بیٹھنے والا سونیوالے کے پاس نہ بیٹھے اور کوئی شخص کسی بیٹھے کے پاس نہ سوئے تو معتضد کو اس کی بات اچھی معلوم ہوئی اور اس کو عقل کی بات قرار دیا۔

(۶۱۵) ہم کو ایک اجنبی عورت کی حکایت پہنچی اور اس کے بارے میں یہ کہا جاتا تھا کہ یہ جعفر بن یحییٰ برمکی کی بیٹی ہے اور وہ مغنیہ اور بڑی زیرک اور شاعرہ تھی۔ اس کو معتصم باللہ نے ایک لاکھ درہم میں خرید کر آزاد کر دیا تو اس نے ایک شخص کو رقعہ لکھا اردت ولولا ولعلی (میں نے ارادہ کیا۔ اور اگر نہ اور شاید میں) پھر اس شخص نے اردت کے نیچے لیت (کیا اچھا ہوتا) اور لولا کے نیچے ماذا (یہ کیا ہے) اور لعلی کے نیچے ارجو (میں امید کرتا ہوں) لکھا اور بھیجدیا پھر اس کے پاس چلی گئی۔

(۶۱۶) ابو الحسن بن ہلال الصابی نے بیان کیا کہ ہم سے ابو احمد الحارثی نے ذکر کیا کہ ہمارے قریب واسط میں ایک خوشحال شخص تھا جس کو ابو محمد کہا جاتا تھا۔ اس کے پاس ایک مغنیہ گار ہی تھی خَلیلَیَّ هُبّا نصطبح بِسَوَادٍ (میرے پیارو آجاؤ صبح کی شراب اندھیرے ہی سے پی لیں) اُس نے اس سے کہا تجھے خدا کی قسم میرے لئے اس طرح گا خلیلی ھیبا نصطبح بسھاد (میرے پیارے آ صبح کر دیں جاگ کر) اُس نے جواب دیا جب تُم نے ارادہ کر لیا تو اکیلے ہی آجانا۔

(۶۱۷) امام ابو حنیفہ نے ذکر کیا کہ مجھے ایک عورت دھوکہ دے گئی۔ ایک تھیلی کی طرف اس نے اشارہ کیا جو راستہ میں پڑی ہوئی تھی۔ میں نے خیال کیا کہ یہ اُسی کی ہے۔ میں تھیلی اٹھا کر اُس کے پاس لے گیا۔ تو کہنے لگی کہ اس کو محفوظ رکھیے جب تک اس کا مالک ملے۔

(۶۱۸) جب کسریٰ نے بزرجمہر کو قتل کر دیا تو ارادہ کیا کہ اس کی بیٹی سے نکاح کرے تو اس نے خاص عورتوں سے کہا کہ اگر تمہارا بادشاہ محتاط ہوتا تو اپنے اندر باہر کے کپڑوں میں اپنے سے زخم خوردہ کو داخل کرنے کا کبھی خیال نہ کرتا۔

(۶۱۹) ایک شخص نے ایک کنیز سے کہا جس کو خرید کرنے کا ارادہ کیا تھا تجھ کو میرا یہ بوڑھاپا جس کو تو دیکھ رہی ہے ناگوار نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ میرے پاس آنکھوں کی ٹھنڈک موجود ہے تو اس نے کہا کیا آپ بھی اس سے خوش ہو سکتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی شہوت پرست بڑھیا ہو

(۶۲۰) ابن المبارک بن احمد نے بیان کیا کہ ایک شخص بطور دل بستگی نکل کر پل پر جا بیٹھا پھر ایک عورت رصافہ کی طرف سے آئی جو غربی سمت جانے لگی پھر سامنے سے ایک جوان آیا اور اس نے عورت سے کہا اللہ رحمت نازل کرے علی بن الجھم پر عورت نے فوراً جواب دیا اللہ رحمت بھیجے ابوالعلاء المعری پر اور ٹھہرے نہیں اور مشرق و مغرب کی طرف چل دیئے میں فوراً عورت کے پیچھے ہو لیا اور میں نے اس سے کہا یا تو مجھے اس گفتگو کا مطلب بتا جو تم دونوں میں ہوئی تھی ورنہ میں تجھے رسوا کر دوں گا اور تجھے لپیٹ جاؤں گا تو اس نے کہا کہ مجھ سے اس جوان نے کہا تھا اللہ رحمت نازل کرے علی بن الجہیم پر۔ اس سے اس کا یہ قول مراد تھا:

عیون المھا بین الرصافۃ والجسر جلبن الھوی من حیث ادری ولا ادری

نیل گایوں (خوبصورت عورتوں) کی آنکھوں نے رصافہ اور جسر کے درمیان محبت کو کھینچ لیا اس صورت سے کہ میں محسوس کر رہا ہوں اور اس کو نہیں جانتا) اور میں نے جو کہا تھا اللہ رحمت بھیجے ابوالعلاء المعری پر میں نے اس کے اس قول کی طرف اشارہ کیا۔

فیا دارھا بالحزم ان مزارھا قریبٌ ولکن دون ذلک اھوال

(ترجمہ) تو اے معشوقہ کے گھر ہوشیار رہ۔ اس سے ملاقات قریب ہے مگر اسکے پیچھے خطرات بہت ہیں۔

(۶۲۱) ابن الزبیرؓ نے خارجیوں کی ایک عورت سے کہا وہ مال نکال جو تو نے اپنی سرین کے نیچے دبا رکھا ہے تو اس نے ان لوگوں سے جو اس کے پاس تھے مخاطب ہو کر کہا۔ میں تم کو خدا کی قسم دیتی ہوں کیا خلفاء کا کلام ایسا ہی ہوتا ہے؟ سب نے کہا نہیں۔ پھر اس نے ابن الزبیر سے کہا آپ کیا رائے رکھتے ہیں اس خفی قسم کی (خلافت) سے دست برداری میں؟

(۶۲۲) متنبی نے بیان کیا کہ مجھ سے بنی ہاشم کے ایک شخص نے ذکر کیا کہ جب میں سفر میں تھا تو میں نے اپنی بیوی کو ایک خط میں بطور تمثیل کے آپ کا یہ شعر لکھ کر بھیجا۔

بم التعلل لا اھلٌ ولا وطنٌ   ولا ندیمٌ ولا کاسٌ ولا سکنٌ

(ترجمہ) کس چیز سے دل بہلاتا ہے (ایسے شخص کا جس کا یہاں) نہ کوئی اہل ہے اور نہ وطن اور نہ ہمنشین اور نہ ہم پیالہ اور نہ دلی سکون کا سامان۔) تو اس نے لکھا واللہ آپ کا حال اس بیت کے مطابق نہیں ہے جو آپ نے لکھی ہے بلکہ اس بیت کے مثل ہے جو کسی شاعر نے کہا:۔

سَھِرتُ بعد رحیلی وحشۃً لکمُ   ثم استمرّ منامی وارعوی الوسَنُ

(ترجمہ) کوچ کرنے کے بعد اور (تم سے جدائی کی بنا پر) وحشت میں مبتلا ہو کر میں بیدار رہا اس کے بعد پھر میری نیند دائمی ہو گئی اور نیند کی کمی رُک گئی۔

(۶۲۳) یہ حکایت میں نے شیخ ابوالوفا ابن عقیل کی تحریر سے نقل کی کہ ایک حنفی قاضی تھے جن کا مسلک یہ تھا کہ جب ان کو گواہوں پر شک ہوتا تو ان کو الگ الگ کر دیتے تھے (تاکہ ایک کی شہادت دوسرا نہ سُن سکے تو ایک مرتبہ ایک ایسے معاملہ میں جس میں عورتوں کی شہادت ضروری ہوتی ہے اس کے سامنے ایک مرد اور دو عورتیں گواہی کے لئے پیش ہوئیں تو انہوں نے حسب عادت دونوں عورتوں کو الگ کرنا چاہا تو ان میں سے ایک عورت نے قاضی صاحب سے کہا کہ آپ سے خطا ہوئی کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے فتذکّر احدٰھما الاخریٰ (تاکہ ایک دوسری کو یاد دلائے) جب آپ نے الگ الگ کر دیا تو وہ مقصد ہی فوت ہو گیا جو شریعت میں مطلوب تھا۔ تو وہ رک گئے

(۶۲۴) منقول ہے کہ ایک شخص نے مبرد کو مع جماعت کے بصرہ بلایا۔ اُنکے سامنے ایک جاریہ نے پردے کے پیچھے سے گانا شروع کیا اور اس نے یہ اشعار پڑھ کر سنائے۔

وقالوا لھا ھذا حبیبکِ معرضًا   فقالت الیٰ اعراضہ ایسر الخطبُ

(ترجمہ) اور انہوں نے محبوب سے کہا تیرا چاہنے والا کنارہ کش جا رہا ہے تو اس نے جواب دیا اس کا اعتراض میرے لئے سب سے زیادہ آسان معاملہ ہے۔

فما ھی الا نظرۃٌ بتبسّمٍ   فتصطکّ رجلاہ ویسقط للجنبِ

اس کی حقیقت محض یہ ہے تبسم کے ساتھ صرف ایک نگاہ جس سے اس کے پاؤں ڈگمگا جائیں

گے اور پہلو پر گر پڑے گا۔

ایک تجلی، ایک تبسم، ایک نگاہ بندہ نواز اس سے زیادہ اے غم جان و دل کی قیمت کیا کہئے

یہ سن کر تمام حاضرین جھوم گئے سوائے مبرد کے۔ تو اُن سے صاحب مجلس نے کہا۔ سب لوگوں سے زیادہ طرب آپ کو ہونا چاہئے تھا یہ سُنکر جاریہ بولی اے میرے آقا اس کو چھوڑ و انہوں نے سُنا کہ میں کہہ رہی ہوں ھٰذا الحبیبُ مَعرضًا تو انہوں نے خیال کر لیا کہ میں (معرضٌ کے بجائے معرضًا کہہ کر نحوی غلطی کر رہی ہوں اور اُن کو یہ معلوم نہیں کہ ابن مسعودؓ کی قرأت میں ہے وھٰذا بعلی شیخًا اب یہ سُننے کے بعد مبرد بھڑک اُٹھے اور یہ حالت ہوگئی کہ انہوں نے اپنے کپڑے بھی پھاڑ لئے۔

(۶۲۵) بعض لوگوں نے بیان کیا کہ دو گانے بجانے والی عورتیں آئیں اُن میں سے ایک کا یہ حال تھا کہ وہ جب سے بھی موقع ملتا تھا ہنسی مذاق کرتی تھی اور دوسری خاموش تھی۔ میں نے خاموش رہنے والی سے کہا کہ تیری یہ رفیقہ کسی ایک سے قرار نہیں پکڑتی اس نے کہا ہاں یہ اہل سنت و الجماعت کے عقیدے پر ہے (کہ بندہ کاسب ہے) اور میں قدریہ عقیدے پر ہوں (کہ کسب کچھ نہیں جو مقدر میں ہے وہ خود ہی پورا ہو جائے گا)

(۶۲۶) مامون ایک دن عبداللہ بن طاہر پر غضب ناک ہو گیا اور طاہر نے اس پر حملہ کا ارادہ کیا (یہ طاہر مامون کا کمانڈر تھا اس قصہ کی اطلاع عبداللہ کے ایک دوست کو ہو گئی جو اہل دربار میں سے تھا اس نے اس کو مطلع کرنا چاہا) تو عبداللہ کے پاس اس کے دوست کا خط پہنچا جس میں صرف السلام علیکم لکھا تھا اور خط کے حاشیہ پر صرف یا موسیٰ تو یہ دیکھ کر اُس نے سوچنا شروع کیا اور اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آرہا تھا (اس خط کو دیکھ کر) اس کی ایک جاریہ نے کہا جو بڑی ذہین تھی کہ یا موسیٰ سے مراد یہ ہے یا موسیٰ ان الملأ یاتمرون بک لیقتلوک تو آپ کو مامون کے ارادہ سے ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔

(۶۲۷) ایک شخص کے سامنے دو جاریہ پیش کی گئیں ایک کنواری تھی دوسری ثیب اس شخص کو کنواری کی طرف رغبت ہوئی تو ثیب نے کہا اس کی طرف آپ کیوں راغب ہوئے میرے اور اس کے درمیان صرف ایک ہی دن رات کا فرق ہے۔ کنواری نے جواب دیا وَاِنَّ یومًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ہ (ترجمہ) اور ایک دن تیرے رب کے نزدیک

تمہاری شمار کے حساب سے ہزار سال کے برابر ہے) اس پر اس کو دونوں ہی پسند آگئیں تو دونوں ہی کو خرید لیا۔

(۶۲۸) ایک عورت اپنے شوہر سے اس بنا پر جھگڑی کہ وُہ اخراجات میں اس پر تنگی کرتا تھا اور اپنی ذات پر بھی تو کہنے لگی خدا کی قسم تیرے گھر میں جو ہے بھی صرف وطن کی محبت کی وجہ سے مقیم ہیں ورنہ وہ تو پڑوسیوں کے گھروں سے پیٹ بھرتے ہیں۔

(۶۲۹) جاحظ نے بیان کیا کہ میں نے بغداد میں ایک جاریہ سے پوچھا کیا تو کنواری ہے تو اس نے جواب دیا کہ خدا کی پناہ کھوٹ سے۔ کھوٹ سے ثیب ہونا مراد لیا (ثیب اس عورت کو کہتے ہیں جس سے ہمبستری ہو چکی ہو)

(۶۳۰) ایک دلالہ (یعنی ایسی عورت جو کسی شخص کے نکاح کے لئے کوشاں تھی) کچھ لوگوں کے پاس پہنچی اور اُن سے کہا کہ میرے پاس ایسا شوہر (امیدوار) ہے جو لوہے سے لکھتا ہے اور شیشہ سے مُہر کرتا ہے وہ راضی ہو گئے اور نکاح کر دیا تو وُہ نائی ثابت ہُوا۔

(۶۳۱) ایک دلالہ نے ایک مرد سے کہا کہ میرے پاس ایک ایسی عورت ہے گویا وُہ نرگس کی طاق ہے۔ اس نے نکاح کر لیا۔ جب دیکھا تو بدصورت بڑھیا نکلی۔ اس شخص نے دلالہ سے کہا کہ تُو نے ہم سے جھوٹ بولا اور دھوکہ دیا۔ اس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے اس کو نرگس کی طاق سے تشبیہ دی تھی۔ کیونکہ اس کے بال سفید اور چہرہ زرد اور پنڈلیں سبز ہیں (اور یہ سب باتیں نرگس میں موجود ہیں۔

(۶۳۲) ایک عورت نے اپنی باندی کو ایک درہم دیا اور کہا حلیم (کھچڑ) خرید لا۔ اُس نے واپس آکر کہا اے میری سردار درہم میرے ہاتھ سے گر پڑا اور کھو یا گیا۔ اُس نے کہا کہ بدکار سارا منہ کھول کر کہہ رہی ہے کہ درہم جاتا رہا۔ باندی نے اپنا ہاتھ آدھے مُنہ پر رکھ کر دوسری آدھی طرف سے کہا اور میری آقا وُہ مٹی کا پیالہ ٹوٹ گیا۔

(۶۳۳) ایک شخص ایک عورت کے (گھر کے) روشندان کے نیچے کھڑا رہتا تھا اور یہ اس عورت کو ناگوار تھا۔ اس عورت نے بیان کیا کہ وہ ایک دن آیا اور اس کے بدن پر دیبا کی قمیص تھی جس کو دھوبی سے دھلوایا اور خوب کلف دیا گیا تھا اور اس کے نیچے ایک رومی

قمیص تھی اور بعض لوگوں کے سنگتروں میں سے گلے ہوئے سنگترے تین رطل (تقریباً پندرہ سیر چھانٹ پھینک دیے گئے) تھے (جو ہم نے اٹھا لئے تھے تو جب وہ آیا) تو میں نے ایک خربوزہ نکالا اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ آ یہ لے لے تو وہ اسی روشندان کے نیچے کھڑا ہو گیا پھر کہا اپنی گود مضبوطی سے سنبھال لے تاکہ نیچے گر کر ٹوٹ نہ جائے تو اس نے مضبوطی سے دامن سنبھال لیا تو میں نے خربوزہ نکالا گویا وہ اس پر پھینکا ہی جا رہا ہے۔ لیکن (پھرتی کے ساتھ وہ سب گلے سڑے سنگترے اس کی گود میں پھینک دیئے (پندرہ سیر بھاری بوجھ گرنے سے دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا) اور اس کے ہاتھ کچھ نہ آیا سب زمین پر بکھر گئے۔ اس نے ان کو جمع کیا اور شرمندہ ہو کر بھاگ گیا اور اس کے بعد کبھی نہیں آیا۔

(۶۳۴) ایک بڑھیا ایک میت پر روئی اس سے کہا گیا کہ اس میت کو یہ حق کیسے حاصل ہوا کہ تم اس کو روؤ۔ اس نے کہا ہمارے پڑوس میں رہتا تھا اور یہاں اس کے سوا اور کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کو صدقہ لینا حلال ہوا اور وہی مر گیا (اس لئے روئی ہوں) اور ہم ہیں جو کوئی بھی ہے وہ ایسا ہے کہ خود اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

(۶۳۵) ایک بڑے مرتبے کے شخص کی ایک کنیز تھی اور پاک دامن تھی مگر مذاق میں فحش بات بھی کہہ جاتی تھی۔ اس سے اس کے آقا نے کہا کہ لوگوں کے مجمع میں ایسی فحش باتیں نہ کیا کرو اُس نے کہا کہ اس سے بھی زیادہ فحش بات یہ ہے کہ آپ سب کے سامنے میرے سبب سے اُن سے دراہم وصول کریں (بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گانا سننے والے جو اس جاریہ کو انعام کے طور پر دیتے ہوں گے وہ بوجہ مالک ہونے کے اس کو دیتے ہونگے۔) ایک مرتبہ حاضرین میں سے ایک شخص نے جو بوڑھا تھا اس سے کہا:۔

یا احسن الناس وجھًا　　　مُنّی عَلَیَّ بقبلۃ

(ترجمہ) اے سب سے زیادہ خوبصورت ایک بوسہ دے کر مجھ پر احسان کر۔) اُس نے فوراً جواب دیا:۔

یا اسمج النّاس وجھًا　　　و اسخن الخلق مقلہ

(ترجمہ) اے سب سے زیادہ قبیح صورت والے اور سب سے زیادہ سڑے ہوئے گوشہ چشم والے (جس سے گندہ پانی بہ رہا ہے)

انا سمحت لما رمته، فانی بذلہ

اگر میں سخاوت کروں اس امر میں جس کا تُو نے قصد کیا تو میں گری پڑی ہوں گی۔

وکیف یوجد بین الحمار والخشف صلہ

اور گدھے اور ہرنی کے بچے میں ملاپ کیسے پایا جا سکتا ہے۔

فلا تطفُ بالغوانی فما یُردنک خملہ

اس لئے تو خوبصورت لڑکیوں میں چکر نہ لگا وہ ہرگز تجھے ایک رُواں بھی نہ دیں گی۔

وکل شیخ تصابی علی الصبایا فابلہ

اور جو بوڑھا عاشق بنتا ہے۔ لڑکیوں پر وُہ بڑا احمق ہے۔

(۶۳۶) ایک شخص نے ایک کنیز سے جس کو خریدنے کا ارادہ کیا تھا اس کی قیمت کے بارے میں سوال کیا کہ یاجاریۃ کم دفعوا فیك (اے لڑکی تجھ پر کتنے لگ چکے ہیں) تو اس نے جواب دیا وما یعلم جنود ربك الا ھو (ترجمہ) تیرے رب کے لشکروں کا حال اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۶۳۷) ابو قاسم عبداللہ بن محمد کاتب نے بیان کیا کہ مجھ سے کوفہ کے بعض بڑے لوگوں نے ذکر کیا کہ کوفہ میں ایک شخص حسنی جو ادرع کے نام سے مشہور تھا نہایت ہی مضبوط دل کا انسان تھا اور کوفہ کے ایک ویران علاقہ میں ایک چیز گذرنے والوں پر ظاہر ہُوا کرتی تھی۔ ایک آگ نظر آتی تھی جو کبھی خوب اُونچی ہو جاتی تھی اور کبھی نیچی ہو جاتی تھی لوگ کہتے تھے کہ یہ، غول بیابانی ہے اور اس سے گھبراتے تھے ایک رات میں یہ قصہ پیش آیا کہ ادرع اپنی کسی ضرورت کے لئے گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔ مجھ سے ادرع نے ذکر کیا کہ میرے سامنے ایک سیاہی اور آگ نمودار ہوئی پھر وُہ وجود میرے سامنے لمبا ہو گیا تو میں اس سے جھجکا۔ اب میں نے اپنے دل میں سوچا اور کہا کہ یہ کوئی شیطان ہے یا غول بیابانی یہ سب فضول سی باتیں ہیں یہ آدمی کے سوا اور کچھ نہیں تو میں نے اللہ کو یاد کیا اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور اپنے گھوڑے کی باگ سنبھالی اور اس کے چابک مارا اور اس شخص کی طرف بڑھا دیا تو اس کی لمبائی اور بڑھ گئی اور روشنی بھی زیادہ ہو گئی تو گھوڑا بدکا اور میں نے پھر اس کے چابک

مارا تو اُس نے اپنے آپ کو اس پر چڑھاتو وُہ وجود چھوٹا ہو گیا۔ یہاں تک کہ بقدر انسان کے قد کے ہو گیا جب قریب تھا کہ گھوڑا اُس سے جا ملے تو وُہ پیٹھ پھیر کر بھاگا۔ میں نے گھوڑا اس کے پیچھے ڈال دیا تو وہ ایک ڈھنڈ کی طرف جا کر رُکا اور اس میں گھس کر بھی اس کے پیچھے وہاں پہنچا وہاں ایک تہ خانہ محسوس ہُوا جس میں وُہ جا گھسا۔ میں نے اپنے گھوڑے سے اُتر کر اُسے باندھا اور تہ خانہ میں اُتر گیا اور میرے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی تو جب میں تہ خانہ میں پہنچ چکا تو (اندھیری میں) میں نے اس شخص کی حرکت محسوس کی کہ وُہ مجھ سے بھاگنا چاہتا ہے تو میں نے اپنے آپ کو اس پر ڈال دیا تو میرا ہاتھ ایک انسان کے بدن پر پڑا تو میں نے اس کو قابو میں کر لیا اور باہر کھینچ کر لایا تو وُہ ایک کالے رنگ کی لڑکی نکلی تو میں نے کہا بتا تو کیا چیز ہے ورنہ ابھی قتل کر ڈالوں گا۔ اُس نے کہا پہلے تو یہ بتا کہ تو آدمی ہے یا جن کہ میں نے تجھ سے زیادہ طاقتور نہیں دیکھا۔ پھر میں نے کہا تو کون ہے تو اُس نے کہا کہ میں کوفہ کے فلاں خاندان کی باندی ہُوں بہت برس ہُوئے کہ اُن سے بھاگ کر اس ویرانہ میں آ چھپی تھی۔ پھر میں نے یہ سوچا کہ اس حیلہ کو عمل میں لاؤں اور (اس کے نتیجہ میں) لوگوں میں یہ وہم پھیل گیا کہ میں ایک بھوت ہوں یہاں تک کہ کوئی اس مقام کے قریب بھی نہیں آتا اور میں رات کو نو عمروں کے سامنے آتی رہی ہوں اور بسا اوقات (گھبراہٹ میں) ان میں سے کوئی اپنا رسال یا لنگی چھوڑ جاتا ہے تو میں اس کو لے کر دن میں بیچ کر اُس سے اپنے چند دن کے کھانے کا انتظام کر لیتی ہوں میں نے کہا یہ وجود کیسا تھا جو بڑھتا اور گھٹتا تھا اور وُہ آگ کیسی تھی جو ظاہر ہو رہی تھی تو اُس نے کہا کہ میرے ساتھ ایک سیاہ رنگ کی لمبی چادر ہے اور وُہ اس کو تہ خانہ سے نکال کر لائی اور چند چھڑیاں ہیں جن کے سروں پر لوہے کی شاخیں لگی ہُوئی ہیں کہ چادر کے اندر دے کر ایک چھڑی میں دُوسری دیکر اس کو اونچا کرتی رہتی ہُوں تو کافی اُونچی ہو جاتی ہے۔ جب کم کرنا چاہتی ہُوں تو اُن کے سروں کو ایک ایک کر کے سوراخوں میں سے الگ کر دیتی ہُوں تو وُہ چھوٹی ہو جاتی ہے اور آگ جو ہے وہ ایک موم بتی ہے جو میرے ہاتھ میں میرے ساتھ ہوتی ہے میں صرف اس کا سرا اتنی مقدار میں نکالتی ہوں جس سے چادر روشن ہو جائے اور اس نے مجھے موم بتی اور چادر اور چھڑیں سب دکھائیں پھر کہا یہ حیلہ بیس برس سے کچھ زیادہ عرصہ سے چل

رہا ہے اور کوفہ کے سواروں کے سامنے بھی آئی ہوں اور رہادیوں کے بھی ہر ایک ہی کے سامنے آئی مگر تیرے سوا کوئی بھی میرا پیچھا نہ کر سکا اور میں نے تیرے سے زیادہ سخت دل کسی کا، نہیں دیکھا۔ پھر ادرع اس کو کوفہ لے کر آیا اور اس کو اس کے مولیٰ کے حوالہ کیا اور وہ اپنا یہ قصہ سنایا کرتی تھی اور اس کے بعد پھر وُہ بھوت کا اثر کبھی دیکھا بھی نہیں گیا تو معلوم ہو گیا کہ یہ سب واقعہ سچّا ہے۔

(۶۳۸) قاضی ابو حامد خراسانی نے بیان کیا کہ ابن عبدالسّلام الہاشمی نے بصرہ میں اپنا محل بنانا شروع کیا اور اس کی چاروں جانبیں ٹھیک نہیں ہوتی تھیں جب تک اس میں برابر کا ایک چھوٹا سا گھر نہ شامل کر لیا جائے جو ایک بڑھیا کا تھا اور اُس نے اس کے فروخت کرنے سے انکار کر دیا اور باوجودیکہ ہاشمی نے اس کی قیمت کئی گُنا زیادہ لگا دی مگر وُہ اپنے انکار پر قائم رہی اُنہوں نے اس کی شکایت مجھ سے کی۔ میں نے کہا یہ تو آسان بات ہے ہم اس کو بیچنے پر مجبور کر دیں گے کہ وُہ خود آ کر آپ سے سوال کرے گی اور آپ صرف اصلی قیمت پر خرید یں۔ پھر میں نے اس کو بُلایا اور اُس سے کہا کہ اے عورت تیرے گھر کی قیمت اس سے کم ہے جو تجھے دی جاتی ہے اور اصل سے کئی گُنا زیادہ ہو گی اگر تو اس کو قبول نہ کرے گی تو میں تجھ پر حجر کا حکم نافذ کر دوں گا (یعنی پابندی لگا دی جائے گی یہ اپنا مال فروخت نہ کر سکے گی۔ قاضی کو اختیار ہے کہ بوڑھاپے یا دیوانگی کی وجہ سے کسی پر ایسی پابندی عائد کر دے تاکہ وُہ اپنی چیز کو ضائع کر کے ورثا کا حق تلف نہ کر سکے اس کو حجر کہتے ہیں) کیونکہ تیری طرف سے مال کا ضائع ہونا ثابت ہو جائے گا اس عورت نے کہا میں آپ کے قربان جاؤں قاضی صاحب یہ حجر اس شخص پر نافذ کیوں نہیں ہوتا جو ایک درہم کی چیز کے دس درہم دینا چاہتا ہے۔ اور (بہت اچھا) میں نے اپنا (حق) گھر (سے) چھوڑا پھر مجھے اس کی فروخت کا اختیار ہی باقی نہیں رہا۔ اب میں اس کے ہاتھ میں کٹ کر رہ گیا۔ (کوئی جواب ہی نہ بن پڑا)

(۶۳۹) اہل حجاز میں سے ایک شخص (دوران سفر میں) ملل میں اُتر گیا اور اُس نے لوگوں سے پوچھا یہ کونسی بستی ہے؟ تو اس کو بتایا گیا کہ ملل۔ اور اس کے سامنے ایک سیاہ رنگ کی لڑکی کھڑی ہوئی تھی جو عجم کے لب و لہجہ میں بولتی تھی وُہ کہیں دُور جانے والی تھی تو حجازی نے

مارا تو اُس نے اپنے آپ کو اس پر چڑھا تو وُہ وجود چھوٹا ہو گیا۔ یہاں تک کہ بقدرِ انسان کے قد کے ہو گیا جب قریب تھا کہ گھوڑا اُس سے جا ملے تو وُہ پیٹھ پھیر کر بھاگا۔ میں نے گھوڑا اس کے پیچھے ڈال دیا تو وُہ ایک ڈھنڈ کی طرف جا کر رُکا اور اس میں گھس کر بھی اس کے پیچھے وہیں پہنچا وہاں ایک تہ خانہ محسوس ہوا جس میں وُہ جا گھسا۔ میں نے اپنے گھوڑے سے اتر کر اُسے باندھا اور تہ خانہ میں اتر گیا اور میرے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی تو جب میں تہ خانہ میں پہنچ چکا تو (اندھیری میں) میں نے اس شخص کی حرکت محسوس کی کہ وُہ مجھ سے بھاگنا چاہتا ہے تو میں نے اپنے آپ کو اس پر ڈال دیا تو میرا ہاتھ ایک انسان کے بدن پر پڑا تو میں نے اس کو قابو میں کر لیا اور باہر کھینچ کر لایا تو وُہ ایک کالے رنگ کی لڑکی نکلی تو میں نے کہا بتا تو کیا چیز ہے ورنہ ابھی قتل کر ڈالوں گا۔ اُس نے کہا پہلے تو یہ بتا کہ تو آدمی ہے یا جن کہ میں نے تجھ سے زیادہ طاقتور نہیں دیکھا۔ پھر میں نے کہا تو کون ہے تو اُس نے کہا کہ میں کوفہ کے فلاں خاندان کی باندی ہوں بہت برس ہوئے کہ اُن سے بھاگ کر اس ویرانہ میں آ چھپی تھی۔ پھر میں نے یہ سوچا کہ اس حیلہ کو عمل میں لاؤں اور (اس کے نتیجہ میں) لوگوں میں یہ وہم پھیل گیا کہ میں ایک بھوت ہوں یہاں تک کہ کوئی اس مقام کے قریب بھی نہیں آتا اور میں رات کو نوعمروں کے سامنے آتی رہی ہوں اور بسا اوقات (گھبراہٹ میں) ان میں سے کوئی اپنا رسال یا لنگی چھوڑ جاتا ہے تو میں اس کو لے کر دن میں بیچ کر اُس سے اپنے چند دن کے کھانے کا انتظام کر لیتی ہوں میں نے کہا یہ وجود کیسا تھا جو بڑھتا اور گھٹتا تھا اور وُہ آگ کیسی تھی جو ظاہر ہو رہی تھی تو اُس نے کہا کہ میرے ساتھ ایک سیاہ رنگ کی لمبی چادر ہے اور وُہ اس کو تہ خانہ سے نکال کر لائی اور چند چھڑیاں ہیں جن کے سروں پر لوہے کی شاخیں لگی ہوئی ہیں کہ چادر کے اندر دے کر ایک چھڑی میں دُوسری دے کر اس کو اونچا کرتی رہتی ہوں تو کافی اُونچی ہو جاتی ہے۔ جب کم کرنا چاہتی ہوں تو اُن کے سروں کو ایک ایک کر کے سوراخوں میں سے الگ کر دیتی ہوں تو وُہ چھوٹی ہو جاتی ہے اور آگ جو ہے وہ ایک موم بتی ہے جو میرے ہاتھ میں میرے ساتھ ہوتی ہے میں صرف اس کا سرا اتنی مقدار میں نکالتی ہوں جس سے چادر روشن ہو جائے اور اس نے مجھے موم بتی اور چادر اور چھڑیں سب دکھائیں پھر کہا یہ حیلہ بیس برس سے کچھ زیادہ عرصہ سے چل

رہا ہے اور کوفہ کے سواروں کے سامنے بھی آئی ہوں اور بہادروں کے بھی ہر ایک ہی کے سامنے آئی مگر تیرے سوا کوئی بھی میرا پیچھا نہ کر سکا اور میں نے تیرے سے زیادہ سخت دل کسی کا، نہیں دیکھا۔ پھر ادرع اس کو کوفہ لے کر آیا اور اس کو اس کے مولیٰ کے حوالہ کیا اور وہ اپنا یہ قصہ سنایا کرتی تھی اور اس کے بعد پھر وُہ بھوت کا اثر کبھی دیکھا بھی نہیں گیا تو معلوم ہو گیا کہ یہ سب واقعہ سچا ہے۔

(۶۳۸) قاضی ابو حامد خراسانی نے بیان کیا کہ ابن عبدالسلام الہاشمی نے بصرہ میں اپنا محل بنانا شروع کیا اور اس کی چاروں جانبیں ٹھیک نہیں ہوتی تھیں جب تک اس میں برابر کا ایک چھوٹا سا گھر نہ شامل کر لیا جائے جو ایک بڑھیا کا تھا اور اُس نے اس کے فروخت کرنے سے انکار کر دیا اور باوجودیکہ ہاشمی نے اس کی قیمت کئی گُنا زیادہ لگا دی مگر وُہ اپنے انکار پر قائم رہی انہوں نے اس کی شکایت مجھ سے کی۔ میں نے کہا یہ تو آسان بات ہے ہم اس کو بیچنے پر مجبور کر دیں گے کہ وُہ خود آکر آپ سے سوال کرے گی اور آپ صرف اصلی قیمت پر خریدیں۔ پھر میں نے اس کو بلایا اور اُس سے کہا کہ اے عورت تیرے گھر کی قیمت اس سے کم ہے جو تجھے دی جاتی ہے اور اصل سے کئی گُنا زیادہ ہوگی اگر تو اس کو قبول نہ کرے گی تو میں تجھ پر حجر کا حکم نافذ کر دوں گا (یعنی پابندی لگا دی جائے گی یہ اپنا مال فروخت نہ کر سکے گی۔ قاضی کو اختیار ہے کہ بوڑھاپے یا دیوانگی کی وجہ سے کسی پر ایسی پابندی عائد کر دے تا کہ وُہ اپنی چیز کو ضائع کر کے ورثا کا حق تلف نہ کر سکے اس کو حجر کہتے ہیں) کیونکہ تیری طرف سے مال کا ضائع ہونا ثابت ہو جائے گا اس عورت نے کہا میں آپ کے قربان جاؤں قاضی صاحب یہ حجر اس شخص پر نافذ کیوں نہیں ہوتا جو ایک درہم کی چیز کے دس درہم دینا چاہتا ہے۔ اور (بہت اچھا) میں نے اپنا (حق) گھر (سے) چھوڑا پھر مجھے اس کی فروخت کا اختیار ہی باقی نہیں رہا۔ اب میں اس کے ہاتھ میں کٹ کر رہ گیا۔ (کوئی جواب ہی نہ بن پڑا)

(۶۳۹) اہل حجاز میں سے ایک شخص (دوران سفر میں) ملل میں اُتر گیا اور اُس نے لوگوں سے پوچھا یہ کونسی بستی ہے؟ تو اس کو بتایا گیا کہ ملل۔ اور اس کے سامنے ایک سیاہ رنگ کی لڑکی کھڑی ہوئی تھی جو عجم کے لب و لہجہ میں بولتی تھی وُہ کہیں دُور جانے والی تھی تو حجازی نے

(ملل کا نام سُنکر) کہا خدا قتل کرے اس شخص کو جس نے یہ شعر کہا :۔

اخذت علیٰ ماءِ الشعیرۃ والھویٰ علی ملل یالھف قلبی علی ملل

(ترجمہ) میں نے ملل کی صحبت میں (یہاں) جو کے پانی (ستو) پر اکتفا کیا۔ دلی افسوس ہے ملل پر کہ تمام راحتیں قربان ہوگئیں) اور کونسی چیز ہے ملل کی جس پر وہ اتنا فریفتہ تھا۔ یہ محض ایک بیاباں پتھریلی جگہ ہے۔ اُس لڑکی نے کہا ہاں اباپ کی قسم اس شخص کے لیئے یہاں اس طرح کا غم موجود تھا جس سے تُو ناآشنا ہے۔

(۶۴۰) مبرد نے بیان کیا کہ یسار الکواعب بنی حرث بن سعد بن قضاعہ کے لوگوں کا غلام تھا اور یہ اُن کے اونٹوں کا چرواہا تھا۔ اس نے قبیلہ کی بعض عورتوں سے کچھ چھیڑ کی اور یہ غلام سیاہ رنگ تھا۔ تو اُن میں سے ایک عورت نے اس کو دھوکہ دیا اور ایسا انداز دکھایا کہ گویا اُس نے اس کو قبول کر لیا اور اس سے ایک دن کا وعدہ کر لیا۔ اُس نے اپنے بعض چرواہے دوستوں سے اس کا اظہار کیا تو انہوں نے اُس کو اس حرکت سے منع کیا اور اس سے کہا یا یسار کل من لحم الحوار واشرب من لبن العشار ودع عنک بنات الاحرار۔ (ترجمہ) اے یسار اونٹنی کے بچہ کا گوشت کھاتا رہ اور قریب الولادت اونٹنی کا دودھ پیتا رہ آزاد عورتوں کا خیال چھوڑ اس پر یسار نے کہا اذ اجتُھا ضحکت اس نے ضحکت کہنا چاہا (یعنی جب میں اُس کے پاس پہنچا تو وُہ ہنسی) اور مجھ پر خفا نہیں ہُوئی۔ پھر جس دن کا اس عورت نے وعدہ کیا تھا اس کے مطابق یسار پہنچ گیا۔ اس نے کہا ٹھہر جا۔ پہلے میں تجھے سنوار دُوں اس کے بعد اس کو پکڑ کر اُس کی ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ پھر یسار اپنے اس ساتھی کے پاس آیا جس نے اس کو منع کیا تھا تو اس نے اس کو نہ پہچانا اور کہا کمبخت تو کون ہے۔ اس نے کہا یسار۔ ساتھی نے کہا تو یسار ایسا ہو گیا کہ اس کے ناک باقی رہی اور نہ کان۔ یسار نے کہا تجھے کیا دکھائی دے رہا ہے تجھ پر افسوس ہے کھلی آنکھ والے۔ تو یہ ایک ضرب المثل بن گئی (یعنی یہ جملہ "فما تری ویحک وبیص العینین) تو کیا تو دیکھ رہا ہے تجھ پر افسوس ہے آنکھوں کی روشنی ہوتے ہوئے (یعنی یہ تو موجود ہیں) اور یہ غلام یسار الکواعب کے نام سے مشہور ہو گیا اور جریر نے ایک شعر میں اسی طرف اشارہ کیا تھا جب کہ فرزدق نے بنی شیبان کی ایک عورت سے نکاح کیا تھا اور (پیغام کے وقت)

مہر میں اضافہ کیا تھا۔ تو... جریر نے اس سے عار دلاتے ہوئے کہا تھا۔

وَاِنِّی لاخشی ان خطبت الیھمو علیک الذی لاقی یسار الکواعب

(ترجمہ) اور مجھے تجھ پر بڑا اندیشہ ہے کہ اگر تُو نے اُن کے پاس پیغامِ نکاح بھیجا تو تیرے ساتھ وُہی معاملہ پیش آئے جو یسار الکواعب نے بُھگتا تھا۔

(۶۴۱) ابن قتیبہ نے بیان کیا کہ میرے پاس ایک کنیز ہدیہ لے کر آئی۔ میں نے کہا تیرے آقا کو معلوم ہے کہ میں کوئی ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ اُس نے کہا کیوں نہیں قبول کرتے ہو میں نے کہا میں اس سے ڈرتا ہوں کہ اس ہدیہ کی بنا پر پھر ہدیہ لانے والے مجھ سے پڑھنے کے لئے مدد مانگنے آجائیں گے۔ اُس نے کہا جس قدر امداد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لی ہے وہ کہیں زیادہ ہے اور آپ ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے۔ تو میں نے قبول کر لیا اور وُہ کنیز مجھ سے زیادہ دین میں سمجھدار نکلی۔

(۶۴۲) ہم کو یہ حکایت پہنچی کہ ایک شخص ایک عورت کی محبت میں مبتلا ہو گیا۔ اُس نے امام ابو حنیفہ کے پاس آکر عرض کیا کہ میرے پاس تھوڑی پُونجی ہے اور (وہ لوگ محض دنیا پرست ہیں) اگر ان کو اس کا علم ہو گیا تو وُہ نکاح نہ کریں گے (یہ سُن کر ابو حنیفہ اس کی امداد کے لئے آمادہ ہو گئے) اور اس سے انہوں نے کہا کہ تم میرے ہاتھ اپنا حشفہ بارہ ہزار درہم میں فروخت کرنے پر طیار ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اب (جس وقت تم ان لوگوں کو پیغام بھیجو تو) اُن سے کہہ دینا کہ ابو حنیفہ میرے حالات سے واقف ہیں۔ اس شخص نے جا کر اپنا رشتہ پہنچا دیا۔ ان لوگوں نے کہا تم سے کون واقف ہے۔ اس نے کہا ابو حنیفہ۔ پھر ان لوگوں نے اس کے بارے میں ابو حنیفہ سے سوال کیا۔ تو انہوں نے کہا میں اس کو اس سے زیادہ نہیں پہچانتا کہ وُہ ایک دن میرے پاس آیا تو اس سے ایک شے کا جو اس کے پاس تھی بارہ ہزار درہم پر معاملہ کیا گیا مگر اُس نے نہیں بیچی تو انہوں نے کہا یہ بات دلالت اس بات پر کرتی ہے کہ وُہ مالدار شخص ہے تو اس سے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد جب عورت کو اس کا حال پورے طور پر معلوم ہو گیا تو اس نے شوہر سے کہا تمہیں مال نہ ہونے سے تنگ دل نہ ہونا چاہیئے اور میرا سب مال تمہارے اختیار میں ہے۔ پھر وُہ عورت اپنا زیور اور خاص جوڑا پہن کر ابو حنیفہ کے پاس پہنچی اور ظاہر

کیا کہ ایک فتوے کی وجہ سے آئی ہے اور گھر میں داخل ہو گئی اور جا کر چہرہ کھول دیا۔ امام ابو حنیفہ نے کہا پردہ کر تو اس نے کہا ممکن نہیں ہے کیونکہ ایک ایسی بات میں مبتلا ہو گئی ہوں کہ اس سے خلاصی صرف آپ ہی دلا سکتے ہیں۔ میں اس بقّال کی بیٹی ہوں جس کی دکان اس گلی کے سرے پر ہے اور میری اچھی خاصی عمر ہو گئی ہے مجھے شوہر کی ضرورت ہے اور وہ میرا نکاح نہیں کرتا اور جو شخص رشتہ لے کر آتا ہے وہ اس سے کہتا ہے کہ میری بیٹی کانی ہے گنجی ہے اور لنجی ہے پھر اس نے اپنے منہ سے اور سر سے اور ہاتھوں سے کپڑا اٹھا کر دکھایا اور یہ بھی کہتا ہے کہ میری بیٹی، لنگڑی ہے اور اس نے (یہ کہہ کر) پنڈلی سے کپڑا ہٹا دیا اور کہا اب میں چاہتی ہوں کہ آپ کوئی تدبیر میرے لئے کر دیں۔ انہوں نے کہا کیا تو میری زوجہ بننے پر رضامند ہے تو اس نے ان کے قدم چوم لئے اور کہا میں تو آپ کے غلام کے قابل بھی نہیں۔ آپ نے کہا اب تم جاؤ۔ فی امان اللہ۔ وہ چلی گئی۔ پھر ابو حنیفہ نے بقّال کو بلایا اور اس کو پچاس دینار دیئے اور کہا کہ مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دے اور ایک سو دینار مہر کا بین نامہ لکھ دیا اس نے کہا اے میرے سردار آپ کو اس امر کی پردہ پوشی کرنا ہوگی جس کی اللہ نے کی میرے ایک ہی بیٹی ہے جس کا نکاح آپ سے کر رہا ہوں انہوں نے کہا یہ بات چھوڑو میں تمہاری بیٹی سے جو گنجی اور لنجی اور لنگڑی ہے راضی ہوں۔ اب اس نے ڈیڑھ سو دینار مہر پہ ان سے نکاح کر دیا اور چلا گیا۔ اور اپنی بیوی کو سب قصہ سنایا اس نے کہا واللہ (خوب ہوا) سوائے ابو حنیفہ کے ہاتھ کے اور کسی پر اس کی ذمہ داری عائد ہی نہیں ہوتی۔ پھر جب عشاء کا وقت ہوا تو اس کے باپ نے اس لڑکی کو ایک ٹوکرے میں بٹھایا اور وہ اور اس کا غلام لگوا کر لائے۔ جب اس کو ابو حنیفہ نے دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے (اور لڑکی کے آنے کا قصہ سنایا) تو بقّال نے کہا کہ اس کی ماں پر طلاق ہے اگر اس کے سوا میرے کوئی اور بیٹی ہو تو ابو حنیفہ نے کہا میں اس کو تین طلاق دیتا ہوں تم میری وہ تحریر واپس کر دو اور وہ پچاس دینار میں نے تم کو دیئے۔ اس بارے میں ابو حنیفہ ایک مہینہ تک سوچتے رہے (کہ یہ کیا راز تھا) پھر وہ عورت ان کی طرف آئی تو انہوں نے اس سے کہا۔ کس نے تجھے اس امر پر اکسایا جو تو نے ہمارے ساتھ کیا اس نے کہا اور آپ کو کس نے اس امر پر اکسایا کہ آپ نے ایک فقیر شخص کے بارے میں ہمکو دھوکے میں ڈالا۔ اس قصہ کا

انتساب امام ابوحنیفہؒ جیسے متقی امام پر کیسے عقل قبول کر سکتی ہے اور آپ کے معاصرین میں سے کسی نے بھی کوئی ایسی بات روایت نہیں کی یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ اس قصہ کے ساتھ انہوں نے اپنی عادت کے مطابق کوئی سند بیان نہیں کی۔ صرف بَلَغَنَا لکھ دیا۔ اس کہانی کی حیثیت بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ عوام کی عادت ہے کہ جو شخص کسی صفت میں مشہور ہوتا ہے اگر کوئی شخص اسی صفت سے تعلق رکھنے والی داستان تصنیف کرتا ہے یا واقعہ کسی سے متعلق ہوتی ہے مگر لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کس کا قصہ ہے تو اس کا ہیرو اسی مشہور شخصیت کو تجویز کرنے میں تامل نہیں کرتے جیسا کہ مسخراپن کے سینکڑوں واقعات کا ہیرو ملا دو پیازہ کو اور حاضر جوابی کی داستانوں کے لئے بیربل کو اور عیاشیوں کی داستانوں کے لئے ہارون رشید وغیرہ کو بنا لیا جاتا ہے۔ چونکہ امام صاحب کی ذکاوت مسلم تھی اور ہر زمانہ میں مسلم رہی اس لئے آپ کو بھی نہ چھوڑا گیا اور ہو سکتا ہے ایسے قصوں کا منشا عوام کو مسلک حنفیہ سے متنفر کرنا ہو۔ (واللہ اعلم بالصواب)

(۳۴۳) ابوالحسن السیبی نے بیان کیا جو مسترشد باللہ کے مؤذن تھے کہ بعض چلتے پھرتے تاجروں نے ذکر کیا کہ ہم مختلف شہروں سے آکر (مصر کی) جامع عمرو بن العاص میں جمع ہو جاتے اور باتیں کیا کرتے تھے۔ ایک دن ہم بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ہماری نظر ایک عورت پر پڑی جو ہمارے قریب ایک ستون کے نیچے بیٹھی تھی۔ ایک شخص نے جو بغداد کے تاجروں میں سے تھا اس عورت سے کہا کیا بات ہے؟ اُس نے کہا میں ایک لاوارث عورت ہوں۔ میرا شوہر دس برس سے مفقود الخبر ہے۔ مجھے اس کا کچھ بھی حال معلوم نہیں ہوا۔ میں قاضی صاحب کے یہاں پہنچی کہ وہ میرا نکاح کر دیں مگر انہوں نے روک دیا اور میرے شوہر نے کوئی سامان نہیں چھوڑا۔ جس سے بسر اوقات کر سکوں۔ میں کسی اجنبی شخص کی تلاش میں ہوں جو میری امداد کے لئے گواہی دیدے اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ واقعی میرا شوہر مر گیا یا اس نے مجھے طلاق دیدی تاکہ میں نکاح کر سکوں یا وہ شخص یہ کہہ دے کہ میں اس کا شوہر ہوں اور پھر وہ مجھے قاضی کے سامنے طلاق دیدے تاکہ میں عدت کا زمانہ کسی طرح گذار کر نکاح کر لوں تو اس شخص نے اس سے کہا کہ تو مجھے ایک دینار دیدے تو میں تیرے ساتھ قاضی کے پاس جا کر کہدوں گا کہ میں تیرا شوہر

ہوں اور تجھے طلاق دیدوں گا۔ یہ سنکر وہ عورت رونے لگی اور اُس نے کہا خدا کی قسم اس سے زیادہ میرے پاس نہیں ہے اور اس نے چار رباعیاں نکالیں (یہ کوئی سکہ تھا۔ غالباً چوتھائی درہم ہو گا۔ اکنی جیسا) تو اس شخص نے وہی اُس سے لے لیں اور اس عورت کے ساتھ قاضی کے یہاں چلا گیا اور دیر تک ہم سے نہیں ملا۔ اگلے دن اس سے ہماری ملاقات ہوئی۔ ہم نے اس سے کہا تم کہاں رہے؟ اتنی دیر کیسے ہوئی تو اُس نے کہا چھوڑو بھائی میں ایک ایسی بات میں پھنس گیا جس کا ذکر بھی رسوائی ہے ہم نے کہا ہمیں بتاؤ۔ اُس نے بیان کیا کہ میں اس کے ساتھ قاضی کے یہاں پہنچا تو اُس نے مجھ پر زوجیت کا دعویٰ کیا اور دس سال تک غائب رہنے کا اور درخواست کی کہ میں اس کا راستہ صاف کر دوں۔ میں نے اس کے بیان کی تصدیق کر دی تو اس سے قاضی نے کہا کہ کیا تو اس سے (ابھی) علیحدگی چاہتی ہے اُس نے کہا نہیں واللہ۔ اس کے ذمہ میرا مہر ہے اور دس سال کا خرچہ مجھے اس کا حق ہے تو مجھ سے قاضی نے کہا کہ اس کا حق ادا کر اور تجھے اختیار ہے اس کو طلاق دینے یا روکے رکھنے کے بارے میں تو میرا یہ حال ہو گیا کہ میں متحیّر رہ گیا اور یہ ہمت نہ کر سکا کہ اصل صورت واقعہ بیان کر سکوں اور اس کے بیان کی تصدیق نہ کروں اب قاضی نے یہ اقدام کیا کہ مجھے کوڑے والے کے سپرد کرے بالآخر دس دیناروں پر باہمی تصفیہ ہوا جو اس نے مجھ سے وصول کئے اور وہ چاروں رباعیاں جو اُس نے مجھے دی تھیں وہ وکلاء اور قاضی کے اہلکاروں کو دینے میں خرچ ہو گئیں اور اتنی ہی اپنے پاس سے خرچ ہوئیں۔ ہم نے اس کا بہت مذاق اُڑایا۔ وہ شرمندہ ہو کر مصر ہی سے چلا گیا اور پھر اس کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا۔

(۶۴۴) یہ حکایت شیخ ابوالوفا ابن عقیل کی تحریر سے نقل کی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ بعض دوستوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک عورت ایک پنساری کی دوکان پر جو رنڈوا تھا آکر بیٹھ گئی اور شام تک بیٹھی رہی جب اُس نے دکان بند کرنے کا ارادہ کیا تو اُس عورت نے اپنا چہرہ اس کے سامنے کر دیا۔ دکاندار نے اس سے کہا اب شام کو کیا ہو گا۔ عورت نے کہا واللہ میرے پاس کوئی مکان نہیں جس میں رات گذاروں تو اس سے عورت نے کہا کہ تو میرے ساتھ گھر پر چل۔ وُہ آمادہ ہو گئی اور اس کے ساتھ اس کے گھر چلی گئی اور اس شخص نے اس کو نکاح کا پیغام دیا تو اس نے قبول کر لیا اور اس سے نکاح ہو گیا اور وُہ اس کے ساتھ تین دن رہی۔ جب چوتھا دن

ہُوا تو ایک شخص آیا اور اس کے ساتھ چند عورتیں تھیں جو اس عورت کو تلاش کر رہے تھے۔ دکاندار نے اُن کو گھر بُلا لیا اور اُن کی تعظیم کی اور پوچھا کہ تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔ انہوں نے کہا ہم اس کے رشتہ دار ہیں چچا کا بیٹا اور چچا کی بیٹیاں ہیں۔ جب ہم کو اس تعلق کی خبر ہوئی تو ہم خوش ہوئے۔ ہم آپ سے صرف اتنا چاہتے ہیں کہ آپ اس کو ایک شادی کی شرکت کے لئے چلنے کی اجازت دیدیں جو ہمارے بعض عزیزوں میں ہے۔ یہ شخص اس عورت کے پاس گیا تو اُس نے کہا تم اُن کی بات نہ سنا اور میری طلاق کا حلف کر لینا اور مُجھ سے کہہ دینا کہ اگر تُو میرے گھر سے ایک مہینہ تک باہر نکلی تو تجھ پر طلاق۔ تاکہ شادی کا زمانہ گذر جائے اس میں میری بھلائی ہے اور تمہاری بھی۔ ورنہ وُہ مجھے پکڑیں گے اور میرے دل کو تمہاری طرف سے خراب کرنے کی کوشش کریں گے کیونکہ میں اُن سے ناخوش تھی اور میں نے تم سے بغیر ان کے مشورہ کے نکاح کیا اور میں نہیں جانتی کہ کس نے اُن کو تم تک پہنچا دیا۔ اس شخص نے آکر اُن کے سامنے جس طرح اس نے سمجھایا تھا حلف کر لیا تو یہ لوگ مایوس ہو کر واپس ہو گئے۔ اُس نے دروازہ بند کیا اور دوکان کی طرف چلا گیا۔ مگر اس کا دل اس عورت سے ہی انکار رہا۔ اور وہ عورت روانہ ہو گئی اور اپنے ساتھ گھر میں سے کوئی چیز نہیں لے گئی۔ جب وُہ دوکان سے آیا تو وُہ اس کو نہ ملی۔ ایک پوچھنے والے نے (الشیخ ابوالوفا سے) پوچھا کہ اس عورت کا مقصد کیا تھا۔ تو ابوالوفا نے کہا کہ غالبًا اس عورت نے حلالہ کی یہ صورت نکالی تھی۔ اس وجہ سے کہ اس کے شوہر نے اس کو تین طلاق دی تھیں۔ تو چاہیئے کہ انسان اس قسم کے امور میں بے خوف نہ ہو اور لوگوں کے گہرے حیلوں سے چوکنا رہنا چاہیئے۔

باب ۳۲: ایسے چوپایہ جانوروں کا ذکر جنکی باتیں انسان کے مشابہ ہیں:۔

(۶۴۵) ابوسعید روایت کرتے ہیں ابوہریرہؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکھی کے دونوں پروں میں سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے اور وُہ اپنا بچاؤ اس طرف کے پر سے کرتی ہے جس میں بیماری ہے (یعنی جب کسی شے پر گرتی ہے تو اُس طرف سے گرتی ہے) تو جب وہ تمہارے کسی کے برتن میں گر جائے (جس میں شوربہ وغیرہ ہو) تو چاہیئے کہ اُسے پوری کو غوطہ دو پھر نکال کر پھینک دو (یہ مکھی کی ذکاوت ہے کہ وہ اچھے حصے کو نقصان سے بچانا چاہتی ہے)

(۶۴۶) ابو صالح ابو ہریرہؓ سے اور وُہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کشتی میں شراب فروخت کیا کرتا تھا اور اس میں پانی ملا دیا کرتا تھا اور اس کے ساتھ کشتی میں ایک بندر بھی تھا۔ ایک مرتبہ اس کی وُہ تھیلی جس میں اس کے دینار تھے اس بندر کے ہاتھ آگئی وہ اس کو لے کر کشتی کے مستول کی چوٹی پر چڑھ گیا اور تھیلی کو کھول کر ایک دینار دریا میں پھینکنا اور ایک کشتی میں ڈالنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ تھیلی میں کچھ باقی نہ رہا (بندر کی ذکاوت نے کمالِ عدل کا تماشہ دکھا دیا کہ پانی کے حصہ کی قیمت دریا کے حوالہ کی اور اصل شے کی قیمت مالک کو دیدی۔)

(۶۴۷) محمد بن ناصر نے بیان کیا کہ ایک شخص بعض سلاطین کی طرف پہنچا تھا اور اس کے ساتھ ارمینیہ کا حاکم تھا۔ یہ اپنے جائے اقامت کو واپس ہو رہا تھا اُس کا گذر ایک مقبرہ پر ہُوا اس میں ایک قبہ تعمیر کیا گیا تھا جس پر لکھا تھا کہ یہ کتے کی قبر ہے۔ جو شخص اس کا حال معلوم کرنا چاہے اسکو چاہیئے کہ فلاں بستی میں جائے جو ایسی اور ایسی ہے (یعنی بستی کا محل وقوع اور پتہ نشان دیا گیا تھا) وہاں ایک شخص اس کا حال بتائے گا اس شخص نے بستی کا راستہ معلوم کیا تو لوگوں نے راستہ بتا دیا یہ بستی میں پہنچا اور بستی والوں نے دریافت کیا تو انہوں نے ایک بوڑھے کا پتہ دیا جس کی عمر سو برس سے متجاوز تھی اس نے اس سے مل کر سوال کیا تو اُس نے قصہ سنایا کہ میرے نواح میں ایک عظیم الشان بادشاہ تھا اور وُہ سیر و شکار اور سفر میں مشہور تھا اور اس کے پاس ایک گھر کا پلا ہُوا کتا تھا جو اس سے جُدا نہ ہوتا تھا ایک دن وہ اپنی کسی شکار گاہ کی طرف جانے لگا تو اپنے بعض غلاموں کو اس نے حکم دیا کہ باورچی سے کہدیں کہ ہمارے لئے دودھ کی کھیر تیار کرے اس کی ہم کو خواہش ہے اس لئے یہ بنا لینا اور اپنی سیر گاہ کو روانہ ہو گیا باورچی نے اس کی تیاری شروع کر دی دودھ لایا اور اس نے بادشاہ کے لئے بہت سی کھیر تیار کر دی اور یہ بھول گیا کہ اس کو کسی چیز سے ڈھک دیتا اور دوسرے کھانوں میں تیاری میں مشغول ہو گیا تو دیوار کے ایک سوراخ سے ایک زہریلا سانپ نکلا اور اُس نے اس دُودھ میں مُنہ ڈال دیا اور کھیر میں اپنا زہر چھوڑ دیا اور کتا کھڑا ہُوا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور اگر اس کے اختیار میں سانپ کے بھگانے کا کوئی حیلہ ہوتا تو وہ اس کو دور کر دیتا اور وہیں ایک باندی تھی کمزور، نازک، گونگی جس کی

ٹانگیں ماری ہوئی تھیں وہ بھی سانپ کی حرکات کو دیکھ رہی تھی۔ اور بادشاہ شکار سے آخر دن میں واپس آیا اور غلاموں کو حکم دیا کہ سب سے پہلے میرے سامنے کھیر کھاؤ جب وہ اس کے سامنے رکھی گئی تو گونگی نے اس کو اشارہ کیا مگر وہ سمجھا نہیں کہ یہ کیا کہہ رہی ہے اور کتے نے بھونکنا اور چلانا شروع کیا مگر اس نے اس کی طرف بھی التفات نہ کیا کتا اور زور سے چلایا پھر بھی وہ اسکا مطلب نہ سمجھا اور اس کے سامنے جو کھانے کے لئے روزانہ ڈالا کرتا تھا۔ ڈال دیا۔ مگر کتا اس کے قریب بھی نہ گیا اور چلاتا ہی رہا تو اس نے غلاموں سے کہا کہ اس کو ہمارے سامنے سے ہٹا دو۔ یہ اس کی عادت ہے اور دودھ کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ جب کتے نے بادشاہ کو دیکھا کہ اس نے کھانے کا ارادہ کر ہی لیا تو دسترخوان پر جا چڑھا اور اپنا منہ بڑے پیالے میں ڈال دیا اور دودھ میں سے ایک گھونٹ پی گیا اور فوراً مر کر گر گیا۔ اور اس کا گوشت بھی پھٹ کر ٹکڑے ہو گیا اور بادشاہ کتے کی اس حالت اور اس کی حرکات سے حیران رہ گیا۔ پھر ان کو گونگی نے اشارے کئے اس وقت وہ کتے کی حرکات کا مطلب سمجھے۔ بادشاہ نے اپنے مصاحبوں اور خادموں سے کہا کہ جس نے اپنی جان کو مجھ پر قربان کر دیا وہ خاص سلوک کا حقدار ہے اس کو میرے سوا نہ کوئی اٹھائے اور نہ دفن کرے تو بادشاہ نے اس کو خود دفن کیا اور اس پر یہ قبہ تعمیر کرایا اور اس پر وہ تحریر لگائی گئی جو تم نے پڑھی۔

(۶۴۸) ابو عثمان مدائنی نے بیان کیا کہ بغداد میں ایک شخص ہمارے پڑوس میں رہتا تھا جو بہت سے کتے کھیل کے لئے رکھے ہوئے تھا۔ ایک دن علی الصباح اس نے کسی ضرورت کے لئے جانا چاہا اور اس کے پیچھے ایک کتا چلنے لگا جو اس کے دوسرے کتوں کی بہ نسبت اس سے زیادہ خصوصیت رکھتا تھا اس نے اس کو لوٹانا چاہا مگر وہ نہیں لوٹا۔ یہ شخص چل دیا یہاں تک کہ چند ایسے لوگوں کے سامنے پہنچ گیا جن سے اس کی دشمنی تھی تو انہوں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کو قابو میں کر لیا اور کتا بھی ان کو دیکھ رہا تھا تو کتا وہاں سے نکلا اور (مالک کی حمایت میں اس پر بھی ایک زخم لگا تھا۔ وہ اپنے مالک کے مکان پر آیا اور بھونکتا تھا اور اس شخص کی ماں اپنے بیٹے کو ڈھونڈ رہی تھی۔ کتے کے زخم کو دیکھ کر اس کو یقین ہو گیا کہ بیٹے کے قتل کے نتیجہ میں ہی اس کے زخم آیا ہے اور پورا یقین ہو گیا کہ وہ ختم ہو چکا۔ وہ اس پر ماتم کرنے لگی۔

اور سب کتّوں کو گھر سے نکال دیا اور وہ کتا برابر اس قاتل کے فکر میں لگا رہا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ یہ قاتل اودھر سے چلا جا رہا تھا اور وہ کتا بھی کھڑا ہوا تھا کتّے نے اس کو پہچانا اور اس کو جھنجھوڑ ڈالا اور اس کو چمٹ گیا راستہ والوں نے اس کو چھوڑانے کی ہر چند کوشش کی مگر کوئی پیش نہ چلی تو ایک شور مچ گیا۔ اور گلی کا محافظ آیا اس نے دیکھ کر کہا کتّے کا اس کو چپٹ جانا یوں ہی بے معنی نہیں ضرور اس میں کوئی راز ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہی وہ شخص ہو جس نے اس کو زخمی کیا تھا اور (شور و شغب کو سُنکر) اس مقتول کی ماں بھی نکل آئی اُس نے کتّے کو دیکھا کہ وہ اس شخص کو چمٹا ہوا ہے۔ اور محافظ کی گفتگو بھی اس کے کانوں میں پڑی تو اس کو یاد آگیا کہ یہ وُہ شخص ہے جو اس کے بیٹے کا دشمن تھا تو وُہ بھی اس کو لپٹ گئی اور اُس نے اس پر دعویٰ قتل دائر کیا۔ دونوں افسر پولیس کے سامنے پیش ہوئے تو حاکم نے اس شخص کو مار پیٹ کر کے قید کر دیا مگر اس نے اقرار نہ کیا اور کتّا قید خانہ کے دروازے سے لگا ہی رہا (اور پیچھا نہ چھوڑا) جب چند دن گذر گئے (اور ثبوت نہ ملا) تو اس شخص کو چھوڑ دیا گیا۔ جب یہ شخص نکلا تو کتا پھر لپٹ گیا۔ تو دونوں کو جدا کیا گیا۔ لیکن وُہ برابر اس کے پیچھے چلتا اور بھونکتا رہا۔ یہاں تک کہ جب وہ شخص اپنے گھر میں داخل ہوا تو یہ بھی اس کے پیچھے پیچھے گھر میں جا گھسا اور اس کے ساتھ ساتھ ایک پولیس افسر اس طرح جا رہا تھا کہ یہ شخص نہیں سمجھ سکا اور وُہ بھی گھر میں گھس گیا کتّے نے (اندر جا کر) جس جگہ مقتول دبا ہوا تھا اپنے پنجوں سے وہاں کی مٹی ہٹانا شروع کر دی پھر اس جگہ کو کھودا گیا تو لاش دستیاب ہو گئی پھر اس متہم کو گرفتار کر کے زود و کوب کیا گیا تو اس نے اقبال جرم کر لیا اور دوسرے دو کے نام بھی بتا دیئے تو یہ شخص بھی قتل کیا گیا اور ان کو بھی سولی دی گئی۔

(۶۴۹) محمد بن الحسین بن شداد نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا ایک کتّا تھا اس کو اپنے قریب بٹھا رکھا تھا اور خوبصورت دیباج سے اس کی پشت کو ڈھانپ رکھا تھا میں نے (اس قدر انس کا) سبب پوچھا تو اس نے بیان کیا کہ میرا ایک ساتھی تھا جس کا رہنا سہنا

عہ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اسکو خلیفہ راضی باللہ کے سامنے پیش کیا گیا اور اس کے حکم سے قید کیا گیا۔ پھر جب اُس نے اقرار نہ کیا تو رہا کیا گیا۔ پھر آگے وہی صورت پیش آئی جو یہاں تحریر کی گئی ہے اور لکھا ہے کہ خلیفہ نے اپنے غلام کو تفتیش کیلئے قاتل کے ساتھ بھیجا بالآخر قاتل کو اقرار کرنا پڑا اور دوسرے قتل کے شریک بھاگ گئے ۔۱۲

میرے ساتھ تھا۔ ہم دونوں ایک سفر کے لئے روانہ ہوئے (اور کتا بھی ہمراہ تھا) اور میری کمر میں ایک ہمیانی بندھی ہوئی تھی جس میں دینار ہی دینار بھرے ہوئے تھے اور میرے ساتھ کافی سامان تھا ہم نے (دورانِ سفر میں) ایک جگہ قیام کیا تو میرے ساتھی نے مجھ پر حملہ کیا اور میری مشکیں کس دیں اور مجھے وادی میں ڈالدیا اور جو کچھ میرے پاس تھا سب چھین کر چلتا ہوا اور یہ کتا میرے ساتھ بیٹھا رہا پھر مجھے چھوڑ کر بھاگا اور جلدی ہی واپس میرے پاس پہنچ گیا اور اس کے ساتھ ایک روٹی تھی جس کو اس نے میرے سامنے ڈالدیا۔ میں نے اُسے کھایا اور گھسٹتا ہوا ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں پانی تھا تو میں نے اس میں سے پیا اور کتے نے باقی تمام رات میرے ساتھ گذاری پھر میں سو گیا۔ جب جاگا تو اس کو نہ پایا۔ پھر زیادہ دیر نہ لگی تھی کہ وہ میرے پاس آلیا اور روٹی لئے ہوئے تھا۔ میں نے اس کو کھایا۔ پھر جب تیسرا دن ہوا تو پھر میرے پاس سے غائب ہوگیا میں نے خیال کیا کہ وہ میرے پاس سے غائب ہوگیا میں نے خیال کیا کہ وہ میرے لئے روٹی لے کر آجائے گا چنانچہ وہ روٹی لے کر آگیا اور میرے سامنے ڈال دی ابھی میں اس روٹی کو پورا کھانے نہ پایا تھا کہ میں نے اپنے سرہانے اپنے بیٹے کے رونے کی آواز سنی اور اُس نے (گھبرا کر) کہا یہاں تم کیا کر رہے ہو اور آپ کو کیا قصہ پیش آیا وہ سواری سے اتر پڑا اور اس نے میری مشکیں کھولیں اور مجھے اس بندش سے نکالا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ یہاں میرے موجود ہونے کا تم کو کیسے علم ہوا اور کس نے تم کو مجھ تک پہنچایا۔ اس نے کہا کہ کتا ہمارے پاس روزانہ آتا رہا ہے۔ ہم اس کے لئے اس کے حصہ کی روٹی ڈالتے تھے وہ اس کو کھاتا نہیں تھا (اور لے کر بھاگ جاتا تھا) چونکہ وہ آپ کے ساتھ تھا تو ہم کو اس سے تشویش پیدا ہوگئی کہ وہ بغیر آپ کے تنہا کیسے آتا ہے اور وہ روٹی کو اپنے منہ میں اٹھا کر لے جاتا ہے اور اس کو چکھتا بھی نہیں پھر اگلے دن بھی اُس نے وہی کیا تو ہم کو سخت تشویش ہوگئی۔ پھر میں اس کے پیچھے پیچھے چلا یہاں تک کہ آپ تک پہنچ گیا یہ ہے میرا اور اس کتے کا قصہ۔

(۶۵۰) یہ قصہ بھی بیان کیا کہ حارث بن صعصعہ کے چند ایسے دوست تھے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے تھے۔ ان میں سے ایک دوست نے ان کی بیوی سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور اس سے راہ و رسم پیدا کی۔ اور حارث کے پاس ایک کتا تھا جس کو اسی نے پالا تھا۔ ایک مرتبہ

حارث اپنی ایک سیر گاہ کی طرف نکلا اور وہ شخص اس کے ساتھ نہیں گیا اور وہ اس کی بیوی کے پاس پہنچا اور اس سے اختلاط شروع کر دیا جب اس کے ساتھ جماع میں مشغول ہو گیا تو کتے نے دونوں پر حملہ کر دیا اور دونوں کو پھاڑ دیا۔ جب حارث واپس آیا تو اس نے دونوں کو دیکھا اور تمام ماجرا سمجھ گیا اور اس کے بعد تمام دوستوں سے ترکِ تعلق کر دیا اور صرف کتے ہی کو اپنا ہمدم بنا لیا۔ عرب میں یہ قصہ مشہور ہو گیا۔ اُس نے یہ شعر کہے ؎

فللکلبُ خیرٌ من خلیل یخوننی وینکح عرسی بعد وقت رحیلی

یقیناً کتا بہتر ہے اس دوست سے جو میرے ساتھ خیانت کرتا ہے اور میری بیوی سے میرے کوچ کرنے کے بعد ہم بستری کرتا ہے۔

ساجعل کلبی ماحییت منادمی وامنحہٗ وُدّی وصفو خلیلی

اب میں جب تک زندہ رہوں گا کتے ہی کو اپنا ہمدم بنائے رکھوں گا اور اپنی تمام محبت اور دل کا لگاؤ اسی کو بخشوں گا۔

(۶۵۱) ابن عبیدہ نے بیان کیا کہ ایک شخص بصرہ سے سفر میں نکلا تو اس کے پیچھے پیچھے ایک کتا بھی ہو لیا (راستہ میں) اس شخص پر چند لوگوں نے حملہ کیا اور اس کو زخمی کر کے ایک گہرے گڑھے میں ڈال دیا اور اس کو مٹی سے پاٹ دیا۔ جب وہ لوگ وہاں سے گذر گئے تو کتے نے اس گڑھے پر آکر پنجوں سے مٹی ہٹانا شروع کر دی یہاں تک کہ اس شخص کا سر ظاہر ہو گیا اور اس میں سانس کی آمد و رفت باقی تھی۔ پھر کچھ لوگوں کا گذر ہوا تو انہوں نے اس کو زندہ نکال لیا۔

(۶۵۲) ابن خلف نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے بعض دوستوں نے بیان کیا کہ میں باغ میں گیا اور میرے دو کتے میرے ساتھ تھے جو میرے پالے ہوئے تھے۔ میں باغ میں سو گیا۔ دفعتہً دونو

ؒ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ پر معصعہ کی طرف ان اشعار کو منسوب کیا ہے:۔

ومازال یرعیٰ ذمتی ویحوطنی ویحفظ عرسی والخلیل یخون

کتا ہمیشہ میرے حق کی مراعات کرتا ہے اور میرا پہرہ دیتا ہے اور میری بیوی کی نگہداشت کرتا ہے اور دوست خیانت کرتا ہے

فیا عجباً للخلِ یھتک حُرمتی ویا عجباً للکلب کیف یصون

تعجب ہے دوست پر کہ وہ میری عزت کو بٹہ لگاتا ہے اور حیرت ہے کتے پر کہ وہ کس طرح حفاظت کرتا ہے۔

نے بھونکنا شروع کر دیا جس میں بیدار ہوا تو میں نے کوئی بری چیز نہ دیکھی۔ وہ پھر بھونکے تو میں نے ان کو مارا اور سو گیا تو دفعتہً دونوں نے اپنے ہاتھوں اور ٹانگوں سے مجھے اس طرح ہلانا شروع کر دیا جس طرح سونے والے کو جگایا جاتا ہے میں فوراً اٹھ بیٹھا تو دیکھا کہ ایک کالا زہریلا سانپ میرے قریب آچکا ہے۔ میں فوراً اٹھا اور اس کو مار ڈالا۔ تو یہ دونوں کتے میری سلامتی کا باعث ہوئے۔

(۶۵۳) حکماء کا مقولہ ہے کہ کتے کی ذہانت کی ایک بات یہ ہے کہ جب وہ ہرن کو دیکھتا ہے چاہے وہ قریب ہو اور چاہے دور ہو وہ پہچان جاتا ہے کہ وہ ہماری طرف آنے کا ارادہ رکھتا ہے یا پیٹھ پھیر کر جانے والا ہے اور نر کو اور مادہ کو پہچان لیتا ہے تو شکار میں صرف نر کا ہی پیچھا کرتا ہے اگرچہ یہ بھی جانتا ہے کہ نر زیادہ تیز دوڑتا ہے

اور مادہ کی بہ نسبت بڑی چوکڑی لگاتا ہے اور مادہ کو چھوڑ دیتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ اس کی دوڑ میں تیزی کم ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس کو یہ معلوم ہے کہ نر جب جنگل کے ایک دو چکر لگاتا ہے تو اس کا پیشاب زور کرنے لگتا ہے اور ایسا ہی ہر ایک حیوان کا حال ہے کہ جب اس کی گھبراہٹ بڑھ جاتی ہے تو اس کا پیشاب زور کرنے لگتا ہے اور جب نر ہرن کا پیشاب زور کرتا ہے اور تیز دوڑنے کی وجہ سے کرنے کا موقع نہیں ملتا تو اس کی دوڑ سست اور چوکڑی گھٹ جاتی ہے تو کتا اس کو دبوچ لیتا ہے، لیکن ہرنی کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنا پیشاب آسانی سے نکال دیتی ہے کشادہ سوراخ اور نرمی مخرج کی بنا پر۔ تو وہ پھر تازہ دم ہو جاتی ہے اور کتے کی ایک بڑی سمجھداری یہ ہے کہ جب شکار کے لئے ایسے وقت نکلتا ہے کہ پالا اور برف پڑا ہو اور زمین پر اس کی تہ جم گئی ہو اور شکاری ایسے وقت میں نہیں پتہ لگا سکتا کہ ہرن کی کھوری کدھر ہے اور خرگوش کا سوراخ کہاں۔ تو کتا دوڑتا اور دیکھتا ہوا ان ہی سوراخ کے موقع پر ہی ٹھہرتا ہے اور اس کے پہچاننے کا معیار یہ ہے کہ حیوانات کے سانس اور پیٹ کے بخارات سوراخ کے منہ پر جس قدر برف کا حصہ منجمد ہوتا ہے۔ اس سے ٹکرا کر گلاتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ رقیق ہو جاتا ہے یعنی برف کی تہ پتلی ہو جاتی ہے اور یہ ایسی باریک اور گہری بات ہے جس کو کتا ہی پہچانتا ہے اور کتا جب کسی کو پورے طور پر گھیر لیتا ہے تو

اس سے بچنا مشکل ہے بجز اس کے کہ زمین پر اُس کے سامنے عاجزی سے بیٹھ جائیں تو پھر وُہ اس پر بھونکنا بھی بند کر دیتا ہے کیونکہ وہ اس کو بالکل اپنے قابو میں سمجھ لیتا ہے اور اس بیٹھنے کو عاجزی کی علامت قرار دیتا ہے۔

(۶۵۴) ابوبکر بن الحاضنہ نے اپنے اتالیق ابی طالب المعروف بابن الدلو سے نقل ہے اور وُہ ایک نیک مرد تھے۔ مقام نہر طابق میں رہتے تھے کہ وہ ایک رات بیٹھے ہوئے لکھ رہے تھے انہوں نے بیان کیا کہ میں اس وقت تنگدست تھا تو ایک بڑا چُوہا نکلا اور اُس نے گھر میں دوڑنا شروع کر دیا۔ پھر دُوسرا نکل آیا اور دونوں نے کھیلنا شروع کر دیا اور میرے سامنے ایک طشت تھا میں نے اُن میں سے ایک پر اُسے اُلٹا کر دیا تو دوسرا چوہا آیا اور طشت کے گرد پھرنے لگا اور میں خاموش (دیکھ رہا) تھا پھر وُہ اپنے بِل میں گھُسا اور مُنہ میں ایک کھرا دینار لیکر نکلا اور اسکو میرے سامنے ڈال دیا۔ میں لکھنے میں مشغول رہا اور وُہ ایک گھڑی تک بیٹھا ہُوا انتظار کرتا رہا پھر واپس گیا اور دوسرا دینار لے کر آیا اور پھر کچھ دیر بیٹھا۔ یہاں تک کہ چار یا پانچ دینار لے کر آیا اور اس مرتبہ ہر بار سے زیادہ دیر تک بیٹھا رہا پھر واپس گیا اور ایک چمڑے کی خالی تھیلی کھینچ کر لایا جس میں یہ دینار رکھے ہوئے تھے اور اس کو اُن دیناروں کے اُوپر رکھ دیا۔ تو میں سمجھ گیا کہ اب اس کے پاس کچھ باقی نہ رہا تو میں نے طشت اُٹھا دیا تو دونوں بھاگ کر بل میں گھُس گئے اور میں نے دینار لے لئے۔

(۶۵۵) محمد بن عجلان نے بیان کیا جو زیاد کے آقا تھے کہ زیاد ایک دن ان کی بیٹھک میں آیا تو اُس کی نظر ایک بلاؤ پر پڑی جو کمرے کے ایک گوشے میں بیٹھا تھا۔ میں اس کو بھگانے کے لئے گیا تو زیاد نے کہا کہ اُسے چھوڑ دیجئے میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہاں یہ کیوں بیٹھا ہے۔ پھر زیاد نے ظہر کی نماز پڑھی اور واپس بیٹھک میں آگیا۔ پھر عصر کی نماز پڑھ کر واپس آگیا اور تمام وقت میں وہ بلاؤ کو دیکھتا رہا (وُہ اسی جگہ جما بیٹھا ہوا تھا) پھر جب غروب شمس سے کچھ پہلے کا وقت ہُوا تو ایک موٹا چوہا (گھونس) نکلا تو اس پر بلاؤ جھپٹا اور اس کو پکڑ لیا تو زیاد نے کہا کہ جو شخص کوئی کام کرنا چاہے تو چاہیئے کہ اس پر اس طرح استقلال کے ساتھ جم جائے جس طرح بلاؤ جما رہا تو وُہ ضرور کامیاب ہوگا۔

(۶۵۶) قاسم بن ابی طالب التنوخی نے بیان کیا کہ میں انبار میں سلطان کے باز دار کیساتھیوں کے ساتھ (شکار میں) جاتا تھا۔ انہوں نے ایک مرتبہ باز کو ایک تیتر پر چھوڑا۔ باز اُڑ کر تیتر سے جا ملا۔ تیتر نے فوراً ایک جھنڈ میں گھس کر اپنے آپ کو کانٹوں کے درمیان پہنچا دیا جو وہاں پڑے ہوئے تھے اور ان میں سے کانٹوں کی دو لمبی شاخیں اپنے پنجوں سے پکڑ کر گدی کے بل زمین پر لیٹ گیا اور ٹانگیں اُلال دیں اس طرح باز سے چھپنا چاہا جب باز دار اُس سے قریب آگیا تو اُڑا اور اس کا باز نے شکار کیا۔ سب لوگوں نے کہا کہ ہم نے اس سے زیادہ بچاؤ کرنے والا کوئی تیتر نہیں دیکھا:۔

(۶۵۷) مصنفؒ فرماتے ہیں کہ عرب بولتے ہیں احذر من غراب (کوّے سے زیادہ محتاط) احذر من عقعق (عقعق سے زیادہ محتاط۔ یہ کوّے کی صورت کا ایک پرندہ) احذر من ذئب (بھیڑیئے سے زیادہ محتاط) اور لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ بھیڑیا اس حد تک اپنا بچاؤ کرتا ہے کہ وُہ اپنی دونوں آنکھوں کو بھی بچاؤ میں اپنا ساتھی بنالیتا ہے جب سوتا ہے تو اُن میں سے ایک کھولے رکھتا ہے تاکہ وہ اس کی نگہبان رہے۔ حمید بن ہلال نے بھیڑیئے کے بارے میں کہا ہے۔ ینام باحدی مقلتیہ ویتقی

باخری الاعادی فھو یقظان ھاجع

(ترجمہ) (بھیڑیا) اپنی ایک آنکھ سے سوتا ہے اور دوسری آنکھ سے دشمنوں سے اپنا بچاؤ کرتا ہے تو وہ (ایک وقت) جاگتا بھی ہے اور سوتا بھی ہے۔

عسکری نے کہا کہ "یہ محال ہے کیونکہ نیند ہر زندہ پر چھا جاتی ہے۔" مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ اُن لوگوں کا مطلب یہ ہے کہ وہ نیند کے شروع ہونے کے وقت ایک آنکھ بند کرتا اور دوسری کھولے رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ نیند اس پر غالب آجائے، تو ان کا کلام صحیح بن جائے گا۔

عرب کا یہ مقولہ بھی ہے احذر من ظلیم (ظلیم سے زیادہ محتاط) ظلیم نر شتر مرغ، کو کہتے ہیں۔

(۶۵۸) ابن الاعرابی نے ہشام بن سالم سے نقل کیا کہ ایک سانپ نے مرکار کا انڈا کھا لیا (مرکار ایک سفید رنگ کا خوش آواز پرندہ ہے) مرکار نے اس کے سر پہ پھڑ پھڑانا شروع

لیا اور اس سے قریب ہو جاتا تھا حتیٰ کہ جب سانپ نے اس پر اپنا مُنہ کھولا اور اس کو پکڑنے کی کوشش کی تو اس نے اس کے منہ میں ایک چھوٹی سی ہڈی ڈال دی جو اس کے حلق میں اٹک گئی یہاں تک کہ سانپ اس سے مر گیا۔

(۶۵۹) مروی ہے کہ ہُدہُد نے حضرت سلیمانؑ سے کہا کہ میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں سلیمانؑ نے پوچھا کہ میری تنہا کی ؟ اس نے کہا کہ نہیں بلکہ پورے لشکر کی فلاں جزیرہ میں فلاں دن۔ تو حضرت سلیمانؑ وہاں پہنچ گئے۔ تو ہُدہُد نے فضا میں اُڑ کر ایک ٹڈی کا شکار کیا۔ اور اس کو توڑ کر دریا میں ڈال دیا اور کہا کہ اے نبی اللہ اگر گوشت تھوڑا ہے تو شوربا زیادہ ہے سب کھاؤ جس کو گوشت نہ ملے گا شوربا تو مل ہی جائیگا۔ سلیمان علیہ السلام ایک سال تک (جب اس کو یاد کرتے تو) ہنستے رہے۔

(۶۶۰) میں کہتا ہوں کہ ایک ٹھکانے پر رہنے والے جانوروں میں سے جن کے افعال اُن کی ذہانت پر دلالت کرتے ہیں ایک یہ ہے کہ چڑیاں صرف اسی گھر میں رہتی ہیں جو آباد ہو اگر لوگ اس گھر میں رہنا ترک دیں تو وہ بھی نہیں ٹھہرتیں اور بلّی کو گھر سے محبت ہوتی ہے وہ اس کو نہیں چھوڑتی خواہ گھر والے وہاں سے چلے جائیں اور کتّا گھر والوں کے ساتھ جاتا ہے اور گھر کی طرف التفات نہیں کرتا اور جب چڑیا پر کوئی آفت آتی ہے تو اس کے شور مچانے پر تمام چڑیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ یہانتک کہ اگر اس کا بچّہ گھونسلے سے گر جائے گا تو وہ فریاد کرتی (یعنی شور مچاتی) ہے تو کوئی چڑیا باقی نہیں رہتی جو سنکر نہ آجائے اور سب اس بچّے کے گرد اُڑتی ہیں اور اس کو اپنے افعال سے حرکت دیتی ہیں اور اس میں قوت اور حرکت پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں حتیٰ کہ وُہ ان کے ساتھ اُڑنے لگتا ہے۔

بعض شکاریوں نے بیان کیا کہ میں نے بسا اوقات چڑیوں کو دیوار پر دیکھ کر اپنے ہاتھ کو اس طرح حرکت دی کہ گویا میں اس پر کچھ پھینکنا چاہتا ہوں مگر وہ نہیں اُڑتی پھر میں زمین کی طرف ہاتھ لیجاتا ہوں گویا کوئی چیز اُٹھا رہا ہوں پھر بھی حرکت نہیں کرتی لیکن اگر میں اپنے ہاتھ سے کوئی کنکری چھُو بھی لوں گا تو اس کو ہاتھ میں لینے سے پہلے ہی اُڑ جاتی ہے

(۶۶۱) کبوتر کو جب معلوم ہو جاتا ہے کہ کبوتری باردار ہو گئی تو کبوتر اور کبوتری دونوں

اپنے نشیمن کو ٹھیک کرنے میں لگ جاتے ہیں اس کے لئے تنکے جمع کرتے ہیں جن سے انڈے محفوظ رہیں۔ پھر ان کو گرم کرتے (سیتے) ہیں اور (اس عمل سے) اُن کے مزاج میں تغیر پیدا کرتے ہیں جو اُن کے جسم کی بُو سے پیدا ہوتا ہے پھر کچھ دنوں کے بعد اُن انڈوں کا رُخ بدلتے ہیں تاکہ انڈے کے تمام حصّے پر سینے کا اثر ہموار ہو جائے اور سینے کے اوقات کا زیادہ حصّہ مادہ کے ذمّہ ہوتا ہے جس طرح بچّے کو پالنے کی ذمّہ دار ہوتی ہے۔ پھر جب انڈے کا بچّہ بن گیا تو چگا دینے کا کام زیادہ نر کے ذمہ ہوتا ہے اور جب بیضہ پھوٹ کر بچہ باہر آجاتا ہے تو وُہ یہ بھی جانتے ہیں کہ بچہ کا پوٹا غذا کی گنجائش نہیں رکھتا تو بچوں کے حلق میں اپنے حلق سے پھونکتی ہیں تاکہ پوٹا پھُول جائے اور اس میں وسعت پیدا ہو جائے۔ پھر وُہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ابھی اس میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ کھانے کو سہار سکے تو وُہ ایسا چُگا دیتے ہیں جس میں کھانے کی قوت کے ساتھ اُن کی طبعی قوت بھی مخلوط ہوتی ہے جس طرح تھن کا کھیس۔ پھر یہ بھی جانتے ہیں کہ پوٹے کو پختگی اور تقویت کی ضرورت ہے تو دیواروں کا شورہ کھلاتے ہیں اور وُہ ایک ایسی چیز ہے جو خالص نمک اور مٹی کی درمیانی چیز ہے تو وہ اس کا چُگا دیتے ہیں۔ جب یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اب پوٹا مضبوط ہو گیا پھر دانے کا چگا دیتے ہیں پھر جب یہ جان لیتے ہیں کہ اب اس میں یہ طاقت آگئی کہ وُہ زمین سے چگ لے تو چگا دینے سے تھوڑا تھوڑا رُکتے ہیں تاکہ وُہ چگنے کی ضرورت محسوس کرے اور اس کو اُٹھانے کے لئے چونچ لیجائے۔ پھر جب جان لیتے ہیں کہ اب اس میں طاقت پیدا ہو چکی ہے تو اگر وُہ پھر بھی اُن سے ہی چُگا لینا چاہتا ہے تو اس کو مارتے ہیں اور نہیں دیتے۔ پھر دوسرے بچّے پیدا کرنے کی تیاری میں لگ جاتے ہیں۔ تو نر کی طرف سے بلانے کی ابتدا ہوتی ہے اور مادہ کی طرف سے دیر لگانے کی اور بلاتے رہنے کی خواہش ہوتی ہے پھر نرم ہو جاتی ہے اور طرح طرح سے پہلو بدلتی ہے پھر رُکتی ہے پھر محبت کرتی ہے۔ پھر دونوں میں عشقبازی شروع ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے کی مانتا ہے اور دونوں سے محبت کی باتیں بھی ظاہر ہوتی ہیں اور بُوسے بھی اور جفتی بھی۔

(۶۶۶) اور اژدہا کی مادہ جب ہلاک ہو جاتی ہے تو وہ دوسری مادہ سے میل نہیں کھاتا۔ یہی حال مادہ اژدھا کا ہے۔

(۶۶۳) اور مکڑی (کی ہوشیاری یہ ہے کہ) وہ اپنے رہنے کا گھر ایک ایسا جال بناتی ہے جس میں مکھی پھنس جائے تو جب کوئی مکھی اس میں اُلجھ جاتی ہے تو اس کا شکار کر لیتی ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ لیث جو مکڑی کی ایک قسم میں سے ہے زمین پر چمپٹ کر اور سانس روک کر بیٹھ جاتی ہے اور جب اندازہ کر لیتی ہے کہ مکھی اُس سے غافل ہے تو چیتے کی طرح جست لگا کر اس کو شکار کر لیتی ہے۔

(۶۶۴) اور لومڑی (کی ہوشیاری یہ ہے کہ) جب اس کو غذا کی دشواری پیش آتی ہے تو مُردہ بن جاتی ہے۔ اور اپنا پیٹ پھُلا لیتی ہے تو کوئی پرندہ اس کو مُردہ سمجھ کر اس پر آپڑتا ہے تو اس پر حملہ کر دیتی ہے۔

(۶۶۵) اور چمگادڑ (کی ہوشیاری یہ ہے کہ) اس کی نگاہ کمزور ہے وہ صرف غروب ہی کے وقت اُڑتا ہے کیونکہ وہ ایسا وقت ہے جس میں نہ اتنی روشنی ہوتی ہے جو اس کی نظر پر غالب آجائے اور نہ اندھیرا ہوتا ہے۔

(۶۶۶) اور چیونٹے اور چیونٹی گرمی کے موسم میں سردی کے لئے ذخیرہ کرتے ہیں۔ پھر ذخیرہ کئے ہوئے دانوں کے بارے میں اُن کو سڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اُن کو نکال کر پھیلاتی ہیں تاکہ ہوا لگ جائے اور اکثر یہ کام چاندنی راتوں میں کرتی ہیں۔ کیونکہ اس میں ان کو اچھی طرح نظر آتا ہے پھر اگر رہنے کی جگہ نمی ہے اور یہ اندیشہ کرتی ہے کہ بیج پھوٹ آئے گا تو بیج کے وسط میں سوراخ کر دیتی ہے گویا وہ یہ جانتی ہے کہ وہ اسی جگہ سے پھُوٹا کرتا ہے اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیتی ہے۔ پھر اگر دھنئے کا بیج ہے تو اس کے چار ٹکڑے کرتی ہے۔ کیونکہ تمام بیجوں میں سے دھنئے کا بیج ایسا ہوتا ہے کہ اس کے آدھے آدھے حصے بھی پھُوٹ آتے ہیں تو وہ اس حیثیت سے ہوشیاری میں تمام حیوانات سے بڑھ گئی اور باوجود بہت چھوٹا جسم ہونے کے اس کے سونگھنے کی طاقت اس قدر قوی ہے اور کسی کی نہیں۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کوئی ٹڈی وغیرہ کھاتا ہے اور وہ اس کے ہاتھ سے پُوری یا اس کا کوئی حصہ گر جاتا ہے اور اس کے قریب میں کوئی بھی چیونٹی نہیں ہوتی تو زیادہ دیر نہیں لگتی کہ کوئی چیونٹا یا چیونٹی اُس کو لے جانے کے ارادہ سے آلیتی ہے اور اس کو اپنے ٹھکانے پر لیجانے کی کوشش کرتی ہے۔

تو اگر عاجز ہو جاتی ہے تو اپنے سوراخ میں پلٹ جاتی ہے تو پھر کچھ دیر نہیں لگتی کہ وہ آگے آگے ہوتی ہے اور اس کے پیچھے پیچھے ایک لمبے ڈورے کی طرح چیونٹیوں کی قطار چلتی ہوتی ہے اور اُن کی امداد سے اُٹھا لے جاتی ہے تو غور کیجئے کہ کتنی اعلیٰ قوتِ شامہ ہے جو انسان کو بھی میسّر نہیں۔ پھر خالص ہمت و جرأت پر نظر کیجئے کہ ایسی چیز کو لیجانے کی کوشش کر رہی ہے جو اس کے وزن سے کم و بیش پانسو گنا زیادہ ہوتی ہے اور کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ دوسری چیونٹی سے ملتے وقت ٹھہر کر کچھ بات نہ کرتی ہو اور اس کے کلام کرنے پر تو یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے۔ قالت نملة یا ایھا النمل ادخلوا مساکنکم (ایک چیونٹے نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں گھس جاؤ)

(۶۶۷) اور سانپوں میں سے ایک قسم کا سانپ (یہ ہوشیاری کرتا ہے کہ) اپنی دُم ریت میں ٹھونس دیتا ہے (تاکہ وُہ نظر نہ آئے) اور سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے (یہ کام) دوپہر کے وقت شدّت کی گرمی میں کرتا ہے) تو کوئی پرندہ جو اڑتا ہُوا نیچے اترنا چاہتا ہے وہ ریت کی گرمی کی وجہ سے ریت پر بیٹھنے سے اعراض کرکے اس کو درخت کا ٹھنٹھ سمجھ کر اس کے سر پر آکر بیٹھتا ہے اور یہ اس کو دبوچ لیتا ہے۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اُن کے شہروں میں سانپ گائے کے پاس آکر اُس کی ٹانگوں پر لپٹ جاتا ہے اور تھن کو منہ میں دبا لیتا ہے تو گائے (ایسی بے حس و حرکت ہو جاتی ہے کہ) آواز نکالنے پر بھی قادر نہیں رہتی اور یہ دودھ چُوس جاتا ہے۔

(۶۶۸) (چوہے کی طرح ایک جانور ہے جس کی دُم لمبی ہوتی ہے اس کو یربوع اور جنگلی چوہا کہتے ہیں اس) یربوع کی یہ بات ہے کہ وہ ہمیشہ اپنا بِل کدوہ یعنی سخت قسم کی زمین میں بناتا ہے جو عام سطح سے بلند ہو تاکہ اُس کا بھٹ پانی کے بہاؤ سے بچا رہے اور جانوروں کے کھروں کی ٹھوکروں سے خراب نہ ہو۔ یہ جانور سخت زمین کو گہرا کھود کر اپنے گھر میں مختلف گوشے بناتا ہے۔ بعض کو طویل رکھتا ہے اور بعض کو آنے جانے کا راستہ بناتا ہے اور بعض کو ایسا بناتا ہے کہ باہر کی طرف اس سے دیکھ سکے اور بعض اس لئے ہوتا ہے کہ اس میں سے اندر کی مٹی باہر نکال کر پھینک دے اور یہ سب اس کے گھر ہیں جن کے راستے چھوٹے رکھتا ہے۔ تو جب

بھی کسی طرف سے خطرے کا احساس کرتا ہے دوسرے راستہ سے نکل جاتا ہے اور اس کو اپنی ذات کے بارے میں یہ بھی معلوم ہے کہ وُہ بہت بھولنے والا ہے تو اپنا بھٹ ہمیشہ کسی ٹیلے یا پتھر کی چٹان یا درخت کے پاس ہی بناتا ہے تاکہ اگر وُہ اپنی غذا کی جستجو میں یا کسی خطرہ کی وجہ سے بھٹ سے دُور نکل جائے تو آسانی کے ساتھ پھر وہاں واپس آجائے۔

(۶۶۹) اور ہرن ہمیشہ اپنی کھوری میں پچھلے پاؤں داخل ہوتا ہے اور اپنی آنکھوں کو باہر کی طرف رکھتا ہے تاکہ اپنی ذات کو اور بچّہ کو اگر کوئی خطرہ واقع ہو سکتا ہو تو اس کا علم ہو جائے۔

(۶۷۰) مادہ بجّو ساٹھ انڈے دیتی ہے پھر (جس سوراخ میں انڈے دیتی ہے اُس) سوراخ کا دروازہ بالکل بند کر دیتی ہے اور اس کو چالیس دن بند چھوڑے رکھتی ہے پھر کھود کر راستہ کھول دیتی ہے تو بیضے پھٹ چکے ہوتے ہیں۔

(۶۷۱) اور گدھ بہت حریص ہے جب مردار گوشت سے خوب ڈٹ جاتا ہے تو اُڑنے کی قوت نہیں رہتی تو جب اڑنا چاہتا ہے تو متعدّد بار کُودتا رہتا ہے اور اُس میدان کے گرد جہاں مُردار پر گرا تھا چند بار کُودتا ہوا گھومتا ہے پھر آہستہ آہستہ چکر باندھ کر اپنے کو ہوا میں اٹھاتا ہے۔ یہاں تک کہ ہوا کی بڑی مقدار اُس کے جسم کے نیچے آجائے پھر بلند ہوتا چلا جاتا ہے۔

(۶۷۲) اور بلّی چوہے کو چھت میں دیکھتی ہے تو اپنے ہاتھ کو اسی طرح حرکت دیتی ہے گویا اس کو نیچے اُترنے کا اشارہ کر رہی ہے، بار بار ایسا ہی کرتی ہے تو وُہ واپس آجاتا ہے اور وہ ایسا اپنی نگاہ کا اثر ڈالنے کے لئے کرتی ہے اور اس وقت تک کرتی رہتی ہے کہ وُہ گر پڑے (یہ ضروری نہیں کہ تمام اقسام ایسا ہی کیا کرتی ہوں ایسی کوئی خاص قسم ہوگی (مترجم)

(۶۷۳) اور شیر اکثر اوقات بکری کو اپنے دائیں پنجہ سے تھام کر بائیں پنجہ سے اُس کا سینہ پھاڑتا ہے اور اس کو اس کے پچھلے حصّے پر جھکا لیتا ہے تو اُس کے خون کی دھار اُس کے منہ میں جانے لگتی ہے گویا وہ کسی فوارہ کے پاس کھڑا ہے یہاں تک کہ جب پی لیتا ہے اور اس کو خون سے خالی کر لیتا ہے تو پھر اس کا پیٹ پھاڑتا ہے۔

(۶۷۴) اور مچھر جب اپنے رزق کی جستجو میں نکلتا ہے تو وہ پہچانتا ہے کہ اسکو جو چیز زندہ رکھنے والی ہے وُہ خون ہے تو جب بھینسے کو دیکھتا ہے جانتا ہے کہ اس کی جلد کے نیچے اس کی غذا ہے تو اس پر جا پڑتا ہے اور اپنی سونڈ اس میں چبھو دیتا ہے اور اپنے ہتھیار کے پہنچا دینے پر بھروسہ رکھنے والا ہے۔

(۶۷۵) اور شہباز شکار کی جستجو کی پرواہ بھی نہیں کرتا بلکہ کسی اُونچے مقام پر ٹھہر جاتا ہے جب کوئی جانور شکار کرتا ہے تو اس پر دفعتہً ٹوٹ پڑتا ہے جب وُہ اسکو دیکھتا ہے، تو اس کی ہمت اس سے زیادہ نہیں ہوتی کہ بھاگ نکلے اور شکار کو اس کے ہاتھ میں چھوڑ جائے۔

اور اسی طرح سانپ اپنے رہنے کے لئے جگہ نہیں کھودتا اور اس کا کوئی اہتمام نہیں کرتا بلکہ دوسرے جانوروں کی کھودی ہوئی جگہ (بل) میں گھس جاتا ہے اور اس میں رہنا شروع کر دیتا ہے تو وہ جانور اس جگہ سے بھاگ جاتا ہے۔

(۶۷۶) اور بارہ سنگھے کے سینگ ہر سال گر جاتے ہیں تو جب وُہ جانتا ہے کہ اب اس کا ہتھیار جاتا رہا تو درندوں کے خوف سے ظاہر نہیں ہوتا تو جب وُہ ایک ہی مقام میں ٹھہرا رہتا ہے تو موٹا ہو جاتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ موٹا ہونے کی وجہ سے اس کی حرکت سست ہو چکی ہے اس لئے چھُپے رہنے کی اور زیادہ کوشش کرتا ہے پھر جب اُس کے سینگ نکل آتے ہیں تو دھوپ اور ہوا میں آتا ہے اور حرکت اور دوڑ شروع کرتا ہے تاکہ چربی پگھل جائے اور گوشت کم ہو جائے۔ پھر جب اس کے سینگ پورے اور پختہ ہو جاتے ہیں تو اپنی پچھلی عادت پر لوٹ جاتا ہے اور یہ جانور سانپوں کو کھاتا ہے تو اس کو سخت پیاس لاحق ہوتی ہے تو وُہ پانی کے گرد پھرتا ہے (مگر پیتا نہیں) اور پانی سے صرف اس وجہ سے رُکا رہتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ پانی زہروں کو جسم میں پھیلا دیتا ہے پھر ہلاکت جلد واقع ہو جاتی ہے۔

(۶۷۷) اور شہد کی مکھیوں کے چھتے سیلابوں کے جھاگ سے بنے ہوئے ہوتے ہیں اور سیہ اور نیولا جب افعی اور دوسرے زہریلے سانپوں سے لڑ کر ایک دوسرے کو کاٹتے ہیں تو یہ دونوں اپنا علاج جنگلی شاہترہ سے کرتے ہیں۔

(۶۷۸) اور شہباز کو جب جگر کی تکلیف ہوتی ہے تو وہ خرگوش اور لومڑی کا جگر کھاتا ہے اور اس طرح حاصل کرتا ہے کہ ان کو اٹھا کر ہوا میں لے جاتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے چند بار ایسا کر کے صرف جگر نکال کر کھاتا ہے اور اس سے تندرست ہو جاتا ہے۔

(۶۷۹) اور جب چوہے اور بچھو کو ایک شیشے کے برتن میں بند کر دیا جاتا ہے تو چوہا بچھو کے ڈنک کی سمت کو پہلے کاٹ دیتا ہے۔ اب اس کے شر سے بے خوف ہو کر جس طرح چاہتا ہے مار دیتا ہے۔

(۶۸۰) اور جب ریچھنی بچہ دیتی ہے تو وہ اس وقت گوشت کی ہنڈیا جیسا ہوتا ہے ہاتھ پاؤں کچھ نظر نہیں آتے تو اس کو چیونٹیوں کے چمٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے چند دنوں تک ہوا میں اٹھائے ایک جگہ سے دوسری جگہ لئے لئے پھرتی ہے یہاں تک کہ اس میں سختی آجائے۔

(۶۸۱) اور مچھلی جب جال میں پھنس جاتی ہے اور نکل نہیں سکتی تو وہ جانتی ہے کہ اب بچنے کی کودنے کے سوا اور کوئی صورت نہیں تو بقدر نیزے کے اُچھل جاتی ہے پھر کوشش کرنے لگتی ہے اور بقدر دس ہاتھ اچھل جاتی ہے جس سے جال پھٹ جاتا ہے۔

(۶۸۲) اور چیتا جب موٹا ہونے لگتا ہے تو جانتا ہے کہ (اب موسمی اثر سے) مجبور ہوا چاہتا ہے اور یہ اس کی حرکت سست پڑ گئی تو وہ اپنے آپ کو چھپانے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ گذر جائے جس میں چیتے موٹے ہو جاتے ہیں۔

باب ۳۳: ایسی ضرب الامثال جو عرب اور دیگر حکما کی زبانوں پر بے زبان حیوانات کے کلام کے حوالے سے جاری ہیں اور بڑی دانشمندی کی دلیل ہیں۔

(۶۸۳) عرب کا مقولہ ہے احذر من غراب (کوے سے زیادہ محتاط) اور کہتے ہیں کہ کوے نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جب تجھ کو نشانہ بنایا جائے تو جگہ چھوڑ دے (یعنی نشانہ سے بچ۔ اُس نے کہا ابا جان میں تو نشانہ بننے سے پہلے ہی بچ نکلوں گا۔

(۶۸۴) شعبیؒ نے فرمایا کہ شیر بیمار ہو گیا تو اس کی مزاج پرسی کے لئے سب درندے

ئے بجز لومڑی کے۔ تو بھیڑیئے نے کہا اے بادشاہ آپ بیمار ہوئے تو مزاج پُرسی کے لئے
ب ہی درندے حاضر ہوئے مگر لومڑی نہیں آئی۔ شیر نے کہا جب وُہ آئے تو ہمیں یاد دلا دینا
س کی اطلاع لومڑی کو بھی ہو گئی تو وُہ آئی۔ اس سے شیر نے کہا او لومڑی میں بیمار ہُوا تو
یری مزاج پُرسی کے لئے تیرے سوا سب آئے مگر صرف تو ہی نہیں آئی۔ اُس نے کہا مجھے بادشاہ
ی بیماری کی اطلاع مل گئی تھی تو میں اُسی وقت سے بیماری کی دوا ڈھونڈنے میں لگ رہی تھی
شیر نے کہا پھر تو کس نتیجہ پر پہنچی لومڑی نے کہا کہ مجھے بتایا گیا کہ بھیڑیئے کی پنڈلی میں ایک
مُہرہ ہے وہ نکال لینا چاہیئے (اُس کا کھانا مفید ہوگا) تو شیر نے بھیڑیئے کی پنڈلی پر پنجہ
مارا اور لومڑی سرک گئی اور نکل کر راستہ پر بیٹھ گئی۔ جب اُدھر سے بھیڑیا ایسی حالت میں
گذرا کہ اس سے خون جاری تھا تو اس سے لومڑی نے کہا کہ اے لال موزے والے! جب تُو
آئندہ بادشاہ کا ہم نشین بنے تو اس کا دھیان رکھ کہ تیرے سر میں سے کیا (خیال مُنہ کے
راستہ سے) نکل رہا ہے۔

(۶۸۵) شعبیؒ نے یہ حکایت سنائی کہ ہم سے کہا گیا کہ ایک شخص نے چنڈول (ایک چڑیا
جس کے سر پر کلغی کی طرح کا اُبھار ہوتا ہے) کا شکار کیا۔ جب وہ اس کے ہاتھ میں آگئی تو
اس نے کہا کہ تو میرے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے اُس نے کہا کہ میں تجھے ذبح کر کے کھاؤں گا
اس نے کہا نہ کسی مرض کا علاج ہوں اور نہ (اپنے تھوڑے سے گوشت سے) کسی کا پیٹ
بھر سکتی ہوں لیکن میں تجھے تین ایسے کلمات حکمت سکھا سکتی ہوں جو میرے کھانے سے زیادہ
تجھے نفع دیں گے ان میں سے ایک تو ابھی تیرے ہاتھ میں ہی سکھا دوں گی اور دوسرا درخت
پر اور تیسرا پہاڑ پہ جا کر۔ اُس نے کہا۔ پہلا بیان کر۔ اُس نے کہا جو چیز تیرے ہاتھ سے جاتی
رہے اس پر کبھی افسوس نہ کرنا۔ پھر جب وُہ درخت پر پہنچ گئی تو شکاری نے کہا اب دوسری
بات بیان کر تو اُس نے کہا کہ نہ ہونے والی بات کا کبھی یقین نہ کرنا۔ جب وُہ پہاڑ پر پہنچ
گئی تو بولی کہ او بد نصیب اگر تو مجھے ذبح کرتا تو میرے پوٹے میں سے ایسے دو موتی نکلتے،
جن میں سے ہر ایک کا وزن بیس مثقال ہے (یعنی تقریباً ساڑھے سات تولہ) یہ سنکر شکاری
اپنے ہونٹ چبانے لگا اور متاسف ہوا۔ پھر شکاری نے کہا اچھا وہ تیسری بات بیان کر۔

تو اُس نے کہا تو نے پچھلی دو باتیں تو ابھی بھلادیں اب تیسری کیا کہوں۔ کیا میں نے تجھے یہ نہیں کہا تھا کہ جو چیز ہاتھ سے جاتی رہے اس پر افسوس نہ کرنا۔ میں اور میرے پر سب مل کر بھی بیس مثقال نہیں ہو سکتے (اور تو نے اس کا یقین بھی کر لیا اور ہاتھ سے نکل جانے والی چیز پر افسوس بھی کیا) یہ کہا اور اُڑ کر چلتی ہوئی۔

(۶۸۶) عثمان بن عطاءؒ نے اپنے والد سے نقل کیا کہ بنی اسرائیل میں کے ایک شخص نے عام آمدورفت سے ایک طرف ایک جال لگایا تو ایک چڑیا نیچے اُتری اور جال کی طرف چل کر جال سے کہنے لگی۔ کیا بات ہے میں تجھے راستہ سے ایک طرف ہٹا ہوا دیکھ رہی ہوں۔ اس نے کہا میں لوگوں کے شر سے الگ رہنا چاہتا ہوں۔ چڑیا نے کہا کیا بات ہے، میں تجھے بہت دُبلا دیکھ رہی ہوں۔ جال نے کہا مجھے عبادت نے گھلا دیا۔ چڑیا نے کہا یہ تیرے کندھوں پر رسی کیسی ہے۔ جال نے کہا تارک الدنیا اور زاہدوں کا لباس تو ٹاٹ اور کمبل ہی ہوتا ہے۔ چڑیا نے کہا اور تیرے ہاتھوں میں یہ لاٹھی کیسی ہے۔ جال نے کہا اس پر ٹیک لگا لیا کرتا ہوں۔ چڑیا نے کہا یہ تیرے مُنہ میں بیج کیسے ہیں جال بولا کہ یہ میں نے مسافروں اور محتاجوں کے لئے رکھ چھوڑے ہیں۔ چڑیا نے کہا مسافر اور محتاج تو میں بھی ہوں، جال نے کہا تو لے لے۔ پھر چڑیا نے اپنا سر جال میں دے دیا۔ اور اس نے چڑیا کی گردن پکڑ لی۔ تو چڑیا چلائی۔ سیق سیق (دھوکہ دیا گیا دھوکہ دیا گیا) پھر کہا (خدا کرے) تیرے بعد مجھے کوئی ریاکار قاری دھوکا نہ دے۔ مجاہد نے کہا کہ یہ ایک ضرب المثل ہے جس کی طرف آخر زمانہ کے ریاکار قاریوں کی طرف اللہ عزوجل نے اشارہ کیا ہے۔

مالک بن دینارؒ نے کہا ہے کہ اس زمانہ کے قاری اس شخص کی مانند ہیں جس نے جال کھڑا کیا اور اس میں گیہوں ڈال دیئے پھر ایک چڑیا آئی اور کہنے لگی کہ کس چیز نے تجھے مٹی میں ملا دیا۔ جال نے کہا تواضع نے۔ چڑیا نے کہا تو ایسا دُبلا کیوں ہو گیا؟ جال نے کہا طویل عبادت کرنے سے۔ چڑیا نے کہا یہ تجھ میں گیہوں کیوں رکھے ہیں؟ جال نے کہا کہ یہ میں نے روزہ داروں کے لئے رکھ چھوڑے ہیں۔ چڑیا نے کہا کہ تو بہت ہی اچھا بزرگ ہے۔ جب مغرب کا وقت ہوا تو چڑیا دانہ لینے کے لئے آئی تو جال نے اس کا گلا دبا

لیا تو چڑیا نے کہا کہ عبادت گذار لوگ اسی طرح گلا دبا لیا کرتے ہیں جیسا تو دبا رہا ہے۔ پھر تو آج کے عابدوں میں خیر مفقود ہو گئی۔

(۶۸۷) معافی بن زکریا نے حکایت بیان کی کہ کہتے ہیں ایک شیر اور بھیڑیا اور لومڑی ساتھی بن گئے اور شکار کے لئے نکلے تو انہوں نے گدھے، ہرن اور خرگوش کا شکار کیا۔ تو شیر نے بھیڑیئے سے کہا کہ شکار کی تقسیم تو کر دے، تو اُس نے کہا یہ تو بالکل کھلی ہوئی بات ہے گدھا تیرا ہے اور خرگوش ابو معاویہ یعنی لومڑی کا اور ہرن میرا۔ تو شیر نے پنجہ مار کر اُس کی کھوپڑی جُدا کر دی۔ پھر لومڑی کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہا خدا اُسے ہلاک کرے تقسیم کے بارے میں یہ کس قدر جاہل واقع ہوا۔ پھر کہا یہ کام تو کر۔ لومڑی نے کہا کہ اے ابو الحارث (یعنی شیر) بالکل واضح بات ہے۔ گدھا آپ کے ناشتہ کے لئے ہے اور ہرن رات کے کھانے کے لئے اور خرگوش کا نقل درمیان میں کر لیجئے۔ شیر نے کہا اے کمبخت کتنا اچھا فیصلہ تو نے کیا۔ یہ فیصلہ تجھے کس نے سکھایا؟ لومڑی نے کہا بے انصاف بھیڑیئے کا سر میرے سامنے ہے (اُسی نے سکھایا)

(۶۸۸) حکمار نے امثال میں ذکر کیا ہے کہ بھیڑیئے سے پوچھا گیا کہ کیا بات ہے کہ تو کتے سے زیادہ تیز دوڑتا ہے اُس نے کہا اس لئے کہ میں اپنی ذات کے لئے دوڑتا ہوں اور کتا اپنے مالک کے لئے۔

(۶۸۹) ابو ہلال عسکری نے بیان کیا۔ عرب کا مقولہ ہے کہ ایک بجّو کو کھجور مل گئی۔ پھر اس سے لومڑی نے جھپٹ لی تو بجّو نے لومڑی کے تھپڑ مارا۔ دونوں فیصلہ کرانے کے لئے گوہ کے پاس گئے۔ گوہ سے کہا اے ابا الحسل (گوہ کی کنیت) گوہ نے (تواضع سے) کہا تم سننے والے کو پکار رہے ہو (یعنی کہو میں بخوشی سنوں گی) بجّو نے کہا ہم تیرے پاس ایک فیصلہ کرانے کے لئے آئے ہیں۔ گوہ نے کہا اس گھر کے فیصلے حکمت بھرے ہی ہوتے ہیں۔ بجّو نے کہا میں نے ایک کھجور چگی تھی۔ گوہ نے کہا میٹھا پھل لیا تھا۔ بجّو نے کہا اس کو لومڑی نے لے لیا۔ گوہ نے کہا ایک بدکردار نے اپنے نفس کو لذت پہنچائی۔ بجّو نے کہا تو میں نے اس کے تھپڑ مارا۔ گوہ نے کہا تو نے اپنے نفس کو تسکین دی۔ اور بڑا

ظالم تو پہل کرنے والا ہی ہوتا ہے۔ بجّو نے کہا پھر اس نے بھی میرے تھپیڑ مارا۔ گوہ نے کہا ایک آزاد نے اپنے نفس کی مدد کرنا چاہی۔ بجّو نے کہا ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔ گوہ نے کہا کہ پکی ہوں۔

(۶۹۰) عرب کے حکماء کا قول ہے " مخاطب سے دو باتیں بیان کر۔ پھر اگر وہ نہ سمجھے، تو (فاربعہ یعنی) چار عسکری نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ دو باتیں نہیں سمجھا تو قیاس کے قریب یہ بات ہے یہ اُن لوگوں میں سے ہے جو چار کو بھی نہ سمجھے گا۔ عسکری نے کہا کہ بعض علمائے نے کہا کہ " یہ لفظ (فاربعۃ نہیں) فاربع ہے۔ یعنی فَأمسِك (تو روک لے آگے مت بول) اور وہ (یعنی پہلی توجیہ) غلط ہے " (اس مقولہ میں اس عالم کی ذکاوت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ خوب سمجھے۔

(۶۹۱) کہتے ہیں کہ ایک چیل نے مچھلی کا شکار کیا پھر اس کو نگلنے کی کوشش کی۔ مچھلی نے کہا ایسا نہ کرنا۔ اگر تو نے مجھے کھا لیا تو میں تیرا پیٹ نہیں بھر سکتی۔ لیکن تو مجھ سے جس چیز کی چاہے قسم لے لے میں تیرے پاس روزانہ ایک مچھلی لاتی رہوں گی۔ چیل نے اسے قسم دلانے کے لئے منہ کھولا۔ تو منہ سے نکل کر تیرتی ہوئی صاف ہو گئی۔ تو چیل نے کہا واپس آ۔ مچھلی نے کہا میں نے پہلے تیرے پاس آکر کون سی خیر دیکھی تھی کہ اب لوٹ کر آؤں :۔

(۶۹۲) ایک شخص ایک میدان میں تھا۔ اس کے سامنے شیر آگیا تو یہ اس سے بھاگا اور ایک گہرے گڑھے میں جا گرا تو اس کے پیچھے شیر بھی اس میں گر گیا۔ دیکھا تو اس میں ایک ریچھ بھی موجود تھا۔ اس سے شیر نے کہا کہ تو یہاں کب سے ہے؟ اس نے کہا کئی دن سے، اور مجھے بھوک نے مار ڈالا تو شیر نے کہا کہ میں اور تو دونوں اس کو کھا لیں گے تو دونوں کا پیٹ بھر جائے گا۔ ریچھ نے کہا جب دوبارہ بھوک لگے گی پھر ہم کیا کریں گے اور مناسب یہ ہے کہ ہم اس آدمی سے حلف کر لیں کہ ہم اس کو نہیں ستائیں گے تاکہ یہ ہماری اور اپنی رہائی کی کوئی تدبیر کرے کیونکہ یہ ہماری بہ نسبت حیلہ نکالنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہے تو دونوں نے آدمی سے حلف کیا۔ اب وہ شخص کوئی رہائی کی صورت

نکالنے میں لگا تو اس کو ایک طرف سے کچھ روشنی نظر آئی۔ اُس نے اس طرف سے سوراخ بڑھانا شروع کیا اور فضا تک راستہ بنا لیا تو خود بھی آزاد ہو گیا اور ان کو بھی آزاد کر دیا۔

(۶۹۳) ایوب المرزبانی منصور کا وزیر تھا۔ جب منصور اس کو طلب کیا کرتا تھا تو سکڑ جاتا اور گھبرا جاتا تھا۔ پھر جب اس کے پاس سے واپس آتا تو اس کا رنگ بحال ہو جاتا بعض لوگوں نے اس سے کہا کہ ہم آپ کو دیکھتے ہیں کہ باوجود اس بات کے کہ آپکی باریابی امیرالمؤمنین کے یہاں بکثرت ہوتی ہے اور امیرالمؤمنین آپ سے مانوس بھی ہیں، جب آپ ان کے حضور میں جاتے ہیں تو متغیر ہو جاتے ہیں۔ ایوب نے کہا اس بارے میں، میری اور تمہاری مثال ایک باز اور مرغ کی سی ہے دونوں نے ایک دوسرے سے مناظرہ کیا باز نے مرغ سے کہا کہ میں نے تجھ سے زیادہ بے وفا نہیں دیکھا۔ اس نے کہا کیسے؟ باز نے کہا تو انڈے کی صورت میں لیا گیا تیرے مالک نے تجھے سینے کا انتظام کیا اور ان کے ہاتھوں میں تو بچہ بنکر نکلا پھر انہوں نے اپنی ہتھیلیوں سے تجھے کھلایا، یہاں تک کہ تو بڑا ہو گیا تو ایسا بن گیا کہ تیرے پاس بھی اگر کوئی آئے تو تو ادھر اُدھر اڑتا اور چیختا پھرتا ہے۔ اگر تو کسی اونچی دیوار پر جا بیٹھتا ہے تو وہاں تو مدتیں گذار دیتا ہے وہاں سے اڑ کر تو دوسری دیوار پر پہنچ جاتا ہے اور میں پہاڑوں سے ایسے حال میں پکڑا جاتا ہوں کہ میری عمر بھی بڑی ہوتی ہے اور مجھے تھوڑا سا ہی کھلایا جاتا ہے اور ایک ایک دو دو دن تک بندش میں بھی رہتا ہوں پھر جب شکار پر چھوڑا جاتا ہوں تو اکیلا ہی اڑتا ہوں مگر پکڑ کر مالک کے پاس لے آتا ہوں۔ اب مرغ بولا کہ تیری دلیل بیکار ہے۔ یاد رکھ اگر تو سیخ پر چڑھے ہوئے کبھی دو باز بھی دیکھ لیتا تو کبھی ان کے پاس لوٹ کر نہ آتا اور میں ہر وقت سیخوں کو مرغوں سے بھری ہوئی دیکھتا رہتا ہوں مگر پھر بھی ان کے ساتھ رات بسر کر لیتا ہوں تو میں تجھ سے زیادہ وفادار ہوں (ابو ایوب[ع] نے یہ قصہ سنا کر کہا) لیکن اگر تم منصور کی عادات کو اس قدر

[ع] اس کا نام سلیمان بن ابی مجالد تھا ابو ایوب کنیت۔ اس غریب کو جس خوف کا اس نے ذکر کیا ہے اس کا سامنا کرنا پڑا باوجود اس کے کہ خلافت سے قبل منصور پر اس کے احسانات تھے۔ ۱۵۴ھ میں منصور نے اس کے اموال ضبط کر لئے اور تکلیفات پہنچا کر قتل کر ڈالا۔ ۱۲ مترجم۔

پہچانتے جسقدر میں پہچانتا ہوں تو اسکی طلبی کیوقت تمہارا حال میرے حال سے بھی زیادہ خراب ہوتا۔

(۶۹۴) کہتے ہیں کہ ایک بجّو نے ہرن کو گدھے پر چڑھے ہوئے دیکھا تو ہرن سے کہا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ بٹھالے تو اُس نے بجّو کو بٹھا لیا۔ اُس نے بیٹھ کر کہا تیرا گدھا کیسا اچھا ہے۔ پھر تھوڑا سا چلنے کے بعد کہا تیرا گدھا کیسا اچھا ہے ہرن نے کہا، اچھا اُتر۔ اس سے پہلے کہ تو یہ کہے کہ میرا گدھا کیسا اچھا ہے۔

(۶۹۵) کہتے ہیں کہ ایک بجّو نے لومڑی کو شکار کیا تو لومڑی بولی کہ اُم عامر (لومڑی کی کنیت) کے ساتھ احسان کر۔ تو اُس نے کہا کہ میں تجھے دو میں سے ایک بات کا اختیار دیتا ہوں (ایک کو ان میں سے پسند کر کے مجھے بتا) یا یہ کہ میں تجھے خود کھالوں یا (کسی اور کو) کھلادوں۔ لومڑی نے کہا کیا تجھے یاد ہے وہ اُم عامر (لومڑی) جس نے اپنے گھر میں تجھ سے نکاح کیا تھا۔ تو بجّو نے کہا کب کیا تھا۔ یہ بات کرتے ہی اُس کا منہ کھلا تو لومڑی چھوٹ کر صاف گئی۔

(۶۹۶) ایک پرندے نے ولیمہ کیا اور اپنے بعض بھائیوں کو مدعو کرنے کے لئے قاصد روانہ کیئے۔ ایک قاصد نے غلطی کی اور وہ لومڑی کے پاس پہنچ گیا اور اس سے کہا کہ تمہارے بھائی نے تم کو دعوت دی ہے۔ لومڑی نے کہا سر آنکھوں پر۔ قاصد نے واپس آکر منظوری دعوت کی اطلاع دی تو تمام پرندے گھبرا گئے اور انہوں نے کہا تو نے ہمیں ہلاک کر ڈالا اور ہمیں موت کے سامنے پیش کر دیا تو قنبرہ نے کہا میں ایک حیلہ سے اس کو تمہارے سر سے ٹالے دیتی ہوں۔ قنبرہ نے جاکر لومڑی سے کہا کہ تمہارے بھائی نے سلام کے بعد یہ کہا ہے کہ ولیمہ پیر کے دن ہوگا۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ کس جماعت کے ساتھ بیٹھنا پسند کریں گی۔ آیا سلوقی کتوں کے ساتھ یا کردی کتوں کے ساتھ یہ سنکر لومڑی گھبرا گئی اور کہنے لگی کہ میرے بھائی کو میری طرف سے سلام کہہ دو اور کہہ دینا کہ ابوالسرور نے (کنیت نر لومڑی کی) سلام کے بعد یہ کہا ہے کہ مجھ پر ایک نذر کا پورا کرنا مقدم ہے جو ایک عرصہ سے جاری ہے۔ میں پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتی ہوں۔

(۶۹۷) ابو عمیر الصوری نے کہا ایک بکرا ایک مشک کے پاس سے گذرا پھر اس کو

دیکھ کر بھاگا تو مشک نے اس سے کہا تو مجھ سے بھاگتا ہے میں کبھی تیرے ہی مانند تھی اور میرے ہی مانند تو بھی ہو جاوے گا۔

(۶۹۸) ابو سلیم الخطابی نے بیان کیا کہ عرب کی امثال میں سے یہ قول بھی ہے لا ارید ثوابك اکفنی عذابك (میں تجھ سے بھلائی نہیں چاہتا (بس) مجھے اذیت پہنچانے سے باز رہ) ایسا ہی کسی شاعر کا قول ہے:۔

کفانی اللہ شرك یا خلیلی

فاما الخیر منك فقد کفانی

(ترجمہ) اے میرے دوست اللہ مجھے تیرے شر سے بچالے۔ رہا تیری طرف سے خیر کا پہنچنا تو اس سے تو نے (پہلے سے ہی) مجھے بچا رکھا ہے (مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں۔ مترجم۔)

(۶۹۹) ابو سلیمان نے کہا اسی کی نظیر ہے عرب کا مقولہ یدك عنی وانا فی عافیۃ اپنا ہاتھ مجھ سے دُور رکھ اور عافیت میں ہوں) اور اس کی اصل یہ ہے جو اُس سلسلہ کی ایک بات ہے جو باتیں لوگ جانوروں کی زبانوں کی طرف منسوب کر کے کیا کرتے ہیں۔ کہ ایک چوہا چھت سے گرا تو بلّی اس کو اُٹھنے پر سہارا دینے کے حیلہ سے یہ کہتی ہوئی کامیاب ہونا چاہتی تھی بسم اللہ علیك (بسم اللہ میں ابھی پہنچی) تو چوہے نے کہا یدك عنی وانا فی عافیۃ کہ اپنا دست شفقت دُور ہی رکھئے میں بالکل ٹھیک ہوں۔ "بخشو بی بلّی چوہا لنڈورا ہی بھلا"

(۷۰۰) مصنف رح فرماتے ہیں کہ میں نے علی بن الحسین الواعظ سے سُنا۔ وہ یہ حکایت بیان کرتے تھے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گذر ایک سپیرے پر ہوا جو ایک سانپ کو پکڑنے کے لئے روک رہا تھا تو سانپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے روح اللہ اس سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ مجھ سے باز نہ رہا تو میں اس پر ایسی سخت ضرب لگاؤں گا کہ اس کے پرخچے اڑا دوں گا۔ حضرت عیسےؑ گذر گئے پھر واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ سانپ سپیرے کی ٹوکری میں آچکا تھا تو سانپ سے حضرت عیسیٰؑ نے کہا کہ تو ایسا اور ایسا نہیں کہہ رہا تھا

اب تو کیسے اُس کے ساتھ ہو گیا؟ تو اس نے کہا اے روح اللہ اس نے مجھ سے حلف کر لیا ہے (کہ اتنے دنوں کے بعد رہا کر دے گا تو اگر اس نے میرے ساتھ غدّاری (بدعہدی) کی تو اس غدّاری کا زہر اس کو میرے زہر سے بھی زیادہ نقصان دینے والا ہوگا۔

واللہُ الموفق للصواب

الحمد للہ علی احسانہ کہ ترجمہ کتاب الاذکیا آج مورخہ ۲۳ صفر ۱۳۷۲ھ شب پنجشنبہ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۵۲ء تمام ہُوا۔

عبدہ الضعیف اشتیاق احمد عفا اللہ عنہٗ

اس ترجمہ کی تکمیل میں حضرت شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ احقر کی بہت کچھ ہمت افزائی فرماتے رہے۔ کتاب میں جس قدر عربی اشعار ہیں بندہ کی درخواست پر بالاستیعاب اُن کے ترجمہ کا مطالعہ فرمایا۔ اور اصل کتاب کو پیش نظر رکھ کر بہت سے ابواب کا پورا ترجمہ احقر سے مختلف اوقات میں سنتے بھی رہے۔ مرحوم نے کتاب کے ختم پر چند دعائیہ کلمات اپنے قلم سے تحریر فرما دیئے جو درج ذیل ہیں:۔ اللّٰھم وفق لمترجمہ ما ینفعہ لیومہ وغدہٖ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

محمد اعزاز علی عفی عنہٗ

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

جدید ترتیب اور بے شمار اضافے

از
مولانا مفتی عزیز الرحمٰن
مفتی محمد شفیع صاحب

سائز $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۸}$

صفحات جلد اول ۸۰۰
" دوم ۱۱۰۰
کل صفحات ۱۹۰۰

دارالعلوم دیوبند کی خداداد شہرت اور اس کے فتاویٰ پر تمام ممالک اسلامیہ مسلمانوں کی پنچایتوں اور عدالتوں کا اعتماد محتاجِ بیان نہیں دور حاضر کے یہ وہ فتاویٰ ہیں جو اکابر علماء کے لکھے اور دیکھے ہوئے ہیں اور جن کو مسلمانوں کے ہر طبقہ میں مستند و معتبر تسلیم کیا گیا ہے یہ فتاویٰ متعدد بار شائع ہو کر مقبول ہوئے ہیں۔ اس دفعہ ترتیب بالکل بدل کر تمام مسائل کو فقہی ابواب و فصول کے تحت کر دیا گیا ہے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے کراچی میں لکھے ہوئے فتاویٰ جواب تک شائع نہیں ہوئے تھے ان میں سے آج کل کی ضرورت کے بیشمار فتاویٰ کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ کتابت و تصحیح دوبارہ کرائی گئی ہے عکسی طباعت سفید کاغذ مجلد اعلیٰ۔

جلد اول	۱۲۰/-
" دوم	۱۵۰/-
کامل دو جلد	۲۷۰/-

قصص القرآن

چار جلد کامل

مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی

کل صفحات ۱۷۸۴

سائز $\frac{۲۰ \times ۲۶}{۸}$

صحیح ترین نسخے کا فوٹو لے کر چھاپا گیا ہے

قرآنی قصص اور انبیاء علیہم السلام کے سوانح حیات اور ان کی دعوت حق کی مستند تاریخ و تفسیر پر نہایت محققانہ کتاب جو فاضل مصنف کے تدبر قرآن کا شاہکار ہے جسمیں انبیاء علیہم السلام اور پچھلی اُمتوں کے مستند واقعات اور ان واقعات سے حاصل ہونے والی عبرتیں۔ الحاد تحریف دین اور مادہ پرستی کا احتساب جدید عصری تحقیقات تفسیر حدیث اور علم کلام کے نادر مباحث طرز استدلال سائیٹنفک اور دل نشین یہ کتاب عوام و خواص میں بے حد مقبول ہے اور ہمارا شائع کردہ نسخہ اغلاط سے پاک اور صحیح ترین نسخہ ہے عکسی طباعت سفید کاغذ جلدیں مضبوط اور ہر جلد پر حسین پلاسٹک کور

جلد اول صفحات ۵۷۲	۸۱/-
جلد دوم سوم ۶۹۲	۹۹/-
جلد چہارم ۵۲۰	۹۰/-
کامل سیٹ	۲۷۰/-

بہترین اسلامی کتابیں

قصص القرآن مولانا محمد حفظ الرحمٰن ۴ جلد ۲۲۵/=
مظاہر حق جدید (شرح مشکوٰۃ اردو) ۵ جلد ۶۰۰/=
معارف الحدیث۔ مولانا محمد منظور نعمانی، جلد ۳۱۵
تجرید صحیح بخاری مترجم عربی اردو کامل مجلد ۱۱۷/=
شرح حصن حصین، مترجم مولانا محمد عاشق الٰہی ۶۰/=
شرح اربعین، امام نووی " " مجلد ۲۷/=
حجۃ اللہ البالغہ اردو، شاہ ولی اللہ دہلوی مجلد ۷۵/=
بہشتی زیور مدلل مکمل مولانا اشرف علی مجلد ۱۱۸/=
فتاویٰ دار العلوم دیوبند، مفتی محمد شفیع ۲ جلد ۲۴۶/=
علم الفقہ کامل مولانا عبد الشکور لکھنوی ۷۵/=
عقائد علمائے دیوبند و حسام الحرمین مجلد ۴۵/=
احیاء العلوم اردو، امام محمد غزالی ۴ جلد ۳۰۰/=
کیمیائے سعادت اردو " مجلد ۷۲/=
مجالس الابرار، اردو، شیخ احمد رومی مجلد ۹۶/=
مجالس حکیم الامت مفتی محمد شفیع ۵۱/=
مومن کے ماہ و سال اردو، شیخ عبد الحق دہلوی مجلد ۵۷/=
اسلام کا نظام مساجد، مولانا ظفیر الدین مجلد ۲۷/=
اسلام کا نظام عفت و عصمت " " ۳۶/=
اسلام کا نظام اراضی و عشر و خراج، مفتی محمد شفیع ۲۸/=
علمی کشکول منتخب مضامین " " ۴۸/=
احکام اسلام عقل کی نظر میں، مولانا اشرف علی ۴۲/=
حیاۃ الصحابہ اردو، مولانا محمد یوسف ۳ جلد اعلیٰ قسم ۲۲۵/-
بخاری شریف مترجم مع شرح امام بخاری ۳ جلد اعلیٰ ۳۹۰/۰۰

مستند اسلامی کتابیں

ارواح ثلاثہ (حکایات اولیا) مولانا اشرف علی ۳۰/=
آیات بینات، محسن الملک (تردید شیعہ) ۲ جلد ۹۶/=
تحفۂ اثنا عشریہ اردو، شاہ عبد العزیز (تردید شیعہ) مجلد ۱۰۸/=
تاریخ ارض القرآن، سید سلیمان ندوی مجلد ۴۸/=
تاریخ فقہ اسلامی اردو، شیخ محمد خضری مجلد ۶۰/=
تذکرۂ غوثیہ، سید غوث علی شاہ قلندر مجلد ۶۰/=
تذکرۂ مجدد الف ثانی، مولانا محمد منظور نعمانی " ۳۶/=
عیسائیت کیا ہے؟ مولانا محمد تقی عثمانی ۱۴/=
مسلمانوں کا نظم مملکت، ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن مجلد ۴۸/=
لطائف علمیہ ترجمہ کتاب الاذکیا، ابن جوزی " ۴۲/=
کلیات امدادیہ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی " ۴۸/=
المنجد عربی اردو، جامع لغات مجلد ۱۳۲/=
المعجم اردو عربی " " " ۶۹/=
بیان اللسان عربی اردو مستند لغات مجلد ۷۶/=
قاموس القرآن (مکمل قرآنی لغات) " ۴۹/=
جامع اللغات (اردو کی مستند لغت) " ۶۶/=
شمس المعارف (تعویذات) ابن علی بونی مجلد ۷۲/=
اصلی جواہر خمسہ کامل (تعویذات) " ۵۴/=
بیاض یعقوبی (تعویذات) مولانا محمد یعقوب " ۲۸/=
علاج الغربا حکیم غلام امام ۲۷/=
بیماریوں کا گھریلو علاج، طبیبہ ام الفضل ۱۸/۷۵
ریاض الصالحین مترجم اردو امام نووی ۲ جلد اعلیٰ قسم ۱۵۰/-
سیرت النبی کامل، سید سلیمان ندوی جلد اعلیٰ قسم ۳۳۱/-

دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

مکمل فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

ادارۃ القرآن آفسٹ پریس کراچی ۵